www.KitaboSunnat.com

بینک کے سود کے متعلق

مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی کا فتویٰ

قابل غور علمائے کرام

بخدمت ایڈیٹر صاحب اہلحدیث مزادعنایتکم السلام علیکم میں نے ایک استفتار بخدمت مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی بھیجا تھا چونکہ جناب موصوف نے اس فتوی کے آخیر میں خود لکھا ہے کہ یہ فتوی علماء کے سامنے پیش کرنا، چونکہ اخبار اہلحدیث عموماً علمائے اہلحدیث کی نظر سے گذرتا ہے، لہذا مکلف خدمت ہوں، کہ براہ مہربانی اس فتوی کو چھاپ کر ناظرین تک پہنچا دیں

(خاکسار محمد علی سائل)

بخدمت حضرت مولانا مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی ادام اللہ فیوضہم۔ السلام علیکم عرض ہے، کہ آج کل تجارت اور فلاحت وغیرہ میں بینکوں سے لین دین رہتا ہے عرض ہے، کہ ان بینکوں میں روپیہ اگر رکھا جاوے، تو اس کا نفع جو ملے، وہ نفع لینا جائز ہے ؟

(مستفتی حکیم علی محمد ساکن ککا کڑیالہ، ڈاک خانہ ترن تارن ضلع امرتسر)

الجواب:۔ بھائی جان! علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بینکوں سے بالکل بچنا لازم ہے لاچاری ہے اگر کوئی آدمی اپنی جان اور اپنے مال پر ڈر کر روپیہ بینک یا ڈاک خانہ میں رکھا لے یا حکام تنخواہ داروں کے ماہواریں برور کچھ مبلغ رکھتے جاتے ہیں، پھر دیتے وقت کچھ زیادہ بھی دیتے ہیں، چونکہ وہ خود ہی زیادہ دیتے ہیں، نہ ہم نے زیادہ کے واسطے روز اول دیا تھا، اور نہ یہ نیت تھی، نہ یہ عقد نہ یہ اقرار تھا اور نہ اب ان سے ہم سود طلب کرتے ہیں، اگر وہ برضا ورغبت خود دیتے ہیں، تو چشم ما روشن دل ما شاد ہم کیوں نہ لیں، ہمارے امام مولوی عبدالجبار صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے قرض لیتے تو ادا کے وقت زیادہ دیا کرتے، جب روز اول بہ نیت ربا نہ دیا جاوے اس نے ایک مدت تک ہمارے روپوں کو استعمال کیا اب ادا کے وقت وہ اپنی مرضی سے زیادہ دیتا ہے، تو یہ کیوں ربا ہو، یہ بے شک حرام ربا ہے، کہ بینک سے سودی روپیہ لے کر تجارت یا دیگر معاملات کرے یا بینک میں شریک ہو کر حصہ ڈالے۔ ھذا ما عندی من الجواب واللہ اعلم بالصواب۔ میں ہوں لاہوری دعاگو عبدالواحد بن عبداللہ الغزنوی عفا اللہ عنہ۔

(۱۲ رشعبان ۱۳۲۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث۔ نفس فتوی پر جو صاحب چاہیں رائے دے سکتے ہیں۔ (۲۷ مارچ ۱۹۲۵ء)

تعاقب بر فتوی مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی لاہوری

اخبار اہلحدیث مجریہ ۲۷ مارچ ۲۵ء میں

بینک اور ڈاک خانے کے سود کے متعلق جناب مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی کا جو فتویٰ شائع ہوا ہے وہ میرے دیکھنے میں آیا میرے ناقص علم میں جناب موصوف کا یہ جواب غیر صحیح ہے اور قابل عمل نہیں، گو مجبوری سے بھی ان جگہوں میں روپے رکھے جائیں، اور ڈاک خانہ یا بینک برضا ورغبت اپنے نفع بھی دیں، تاہم اس کا نفع سود میں داخل ہے، نفع لینا جائز نہیں، کیونکہ ہدیہ تو برضا ورغبت دیا جانا، اور لیا جانا جائز ہے، مگر یہی ہدیہ اگر مدیون (قرض لینے والا) اپنے دائن (جس سے قرض لیا جاوے) کو دے دے، تو دائن کے لئے اس خاص صورت میں ہدیہ لینا جائز نہ ہوگا لقولہ علیہ السلام وعنہ ای عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اقترض الرجل الرجل فلا یاخذ ھدیۃ (رواہ البخاری فی تاریخہ ھکذا فی المنتقی، مشکوۃ شریف مع ترغیب ترھیب ص۲۳۸۔ (کتبہ محمد یعقوب البرق البیاپوری العظیم آبادی)

از علامہ قاضی اطہر صاحب مبارکپوری

علماء نے لکھا ہے، کہ بینک وغیرہ کا سود لے لیا جائے، مگر اسے نہ خود خرچ کیا جائے، نہ کسی عبادت، نہ قربت کے کام میں کیا جائے، بلکہ کسی محتاج اور غریب کو دے دیا جائے اور اس کے لئے ثواب کی امید نہ کی جائے (روزنامہ انقلاب بمبئی ۲۰ فروری ۱۹۵۴ء)

س: اگر کسی شخص کو کچھ نوٹ دستیاب ہوں، تو وہ ان کا اعلان کس طرح کرے، کہ حقدار کو مل جاوے اور اعلان کب تک کرے؟

ج: گم شدہ چیز کا اعلان حسب فرمان نبوی ایک سال تک ہونا چاہیئے، آج کل اعلان کا ذریعہ اخبارات ہیں، مگر چیز کا پورا نشان نہ لکھے، جہاں سے دستیاب ہوئی ہو اس جگہ کا نام اور تاریخ دستیابی اور چیز کا نام مثلاً نوٹ وغیرہ ظاہر کر کے اعلان کرے، نوٹوں کی پوری کیفیت، تعداد وغیرہ وہ شخص تحریر کرے، جس کے گم ہوئے ہیں۔ اللہ اعلم (۱۴ اپریل ۱۹۳۹ء)

س: ڈاک خانہ کے کیش سرٹیفکیٹ خریدنے جائز ہیں یا نہیں؟

ج: کیش سرٹیفکیٹ خریدنا گویا سودی قرضہ دینا ہے، اس لئے جائز نہیں ہے، واللہ اعلم (اہلحدیث، ۳ مارچ ۱۹۳۹ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س ۔ ٹھیکیدار شراب کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ ملازم شراب نہیں پیتا اور اس کو حرام سمجھتا ہے

ج ۔ شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت آئی ہے، ان میں سے ایک صورت یہ بھی ہے اس لئے جائز نہیں۔ (اہلحدیث ۱۵ صفر ۶۳ھ)

تشریح حدیث شریف میں آیا ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرھا ومعتصرھا وشاربھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ وساقیھا وبائعھا واکل ثمنھا والمشتری لھا والمشتری لہ رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوۃ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے، شراب بنانے والے، اور بنوانے والے، پینے والے، اٹھانے والے (مزدور) اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جاوے، پلانے والے بیچنے والے اس کا دام کھانے والے، خریدنے والے اور جس کے لئے خریدی جاوے ان سب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے مطلب حدیث مذکور کا یہ ہے، کہ جس کو شراب کے ساتھ ذرا بھی تعلق ہو، بنانے میں ہو یا بیچنے میں، یا پلانے میں یا ترغیب دینے میں، یہ سب لعنت کے مورد ہیں (اہلحدیث ۱۵ محرم ۵۷ھ)

س ۔ جو شخص زمین کو رہن لیوے، اپنا روپیہ دے کر اور اس سے فائدہ اٹھاوے، خود کاشت کرے، یا دیگر لوگوں کو کاشت کرنے کے واسطے دیوے، نیز زمینداروں اور کاشتکاروں کے گھروں میں جو آلات کاشتکاری کے استعمال میں ہوتے ہیں، ان کو نحوست تصور کرنا جائز ہے یا ناجائز (ایم، خلیل دہلی)

ج ۔ قرآن مجید میں کھیتی باڑی کا ذکر بلکہ ترغیب ہے، ارشاد خداوندی ہے اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ کھیتی باڑی کا سامان اسباب رزق میں سے ہے اس کو نحوست کہنا غلطی ہے، اراضی مرہونہ سے فائدہ اٹھانے میں اختلاف ہے بعض علماء جواز کے بھی قائل ہیں، چونکہ سرکاری معاملہ مرتہن کے ذمہ ہوتا ہے، اس لئے جواز کی جانب راجح معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم (۲۴ محرم ۶۳ھ)

س ۔ ایک شخص ایک من دھان اس شرط پر دے رہا ہے کہ ہم اس کے دھان کا آئندہ فصل پر ڈیڑھ من لیں گے، ساتھ ہی ایک آنہ پیسہ دیتا ہے، کہ یہ سود کے لئے دافع ہے، بقیاس نقصہ، آیا جائز ہے یا نہیں؟

ج ۔ یہ صورت جائز نہیں ہے قیمت مقرر کر کے دے دے، اور وقت پر قیمت ہی وصول کرے، واللہ اعلم (۲۳ جمادی الاول ۶۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س:۔ ایک تاجر کا دعویٰ ہے، کہ اپنی چیز یعنی ایک روپیہ کی چیز کو دو یا تین روپے میں ہم فروخت کریں گے جس کا دل چاہے لے یا نہ لے، ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے، کہ اگر بازار میں نرخ کسی چیز کا ۲ ارسیر ہے، اور ہم ۱ ارسیر دیں تو کوئی گرفت شرعاً نہیں، تو کیا اس کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط؟

ج:۔ تجارت میں دغا فریب منع ہے، اپنی چیز کی قیمت جتنی چاہے لے سکتا ہے، خریدار کو منظور ہے تو لے لے، ورنہ اختیار ہے، لیکن مقررہ وزن یا مقدار میں کمی نہیں کرنی چاہیے، البتہ جن چیزوں کی قیمتوں کا سرکاری نرخ مقرر ہو چکا ہے، ان کی پابندی کرنی بھی ضروری ہے

(اہلحدیث ۶ رشعبان ۱۳۶۳ھ)

س:۔ دباغت سے پہلے چمڑا مردار کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ دباغت سے پہلے مردار کے چمڑے کی بیع کرنے میں اختلاف ہے، ایک قول جواز کا بھی ہے (شرح مسلم للنووی) میں بھی اس کو جائز سمجھتا ہوں البتہ استعمال اس کا دباغت پر موقوف ہے

(اہلحدیث ۱۴ ر جنوری ۱۹۴۴ء)

تشریح

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردار کا چمڑا بلا مدبوغ خرید و فروخت کرنا اور منفعت و قیمت کھانے اور پینے میں استعمال کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جائز نہیں ہے، جواز کے لئے دباغت شرط ہے۔ فی المنتقی ص ۸۔ عن ابن عباس رض قال تصدق علی مولاۃ لمیمونۃ رض بشاۃ فماتت فمر بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھلا اخذ تم اھابہا فدبغتموہ فانتفعتم بہ فقالوا انہا میتۃ فقال انما حرم اکلہا رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ قال فیہ عن میمونۃ جعلہ من مسندھا ولیس فیہ للبخاری والنسائی ذکر الدباغ بحال وفی لفظ لاحمد ان داجنا لمیمونۃ رض ماتت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انتفعتم باھابہا الا دبغتموہ فانہ ذکاتہ۔ وعن ابن عباس رض قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما اھاب دبغ فقد طھر رواہ احمد ومسلم و ابن ماجہ والترمذی۔ وعن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر ان ینتفع بجلود المیتۃ اذ دبغت رواہ الخمسۃ الا الترمذی۔ وللنسائی سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جلود المیتۃ فقال دباغہا ذکاتہا وللدارقطنی عنہا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال طہور کل ادیم دباغہ قال الدارقطنی اسنادہ کلھم ثقات۔ وعن ابن عباس قال ماتت شاۃ لسودۃ رض بنت زمعۃ فقالت یا رسول اللہ ماتت فلانۃ تعنی الشاۃ فقال فلولا اخذتم مسکھا قالوا ناخذ مسک شاۃ قد ماتت فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما قال اللہ تعالیٰ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر وانتم لا تطعمونہ ان تدبغوہ تنتفعوا بہ فارسلت الیھا فسلخت مسکھا فدبغتہ فاتخذت منہ قربۃ حتی تخرقت عندھا رواہ احمد باسناد صحیح اھ فان اختلج فی صدرک انہ قد ورد فی روایۃ البخاری ومالک فی الموطا واحمد فی مسندہ وبعض طرق النسائی وغیرھم ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فی شاۃ مولاۃ میمونۃ ھلا انتفعتم باھابھا قالوا انھا میتۃ قال انما حرم اکلھا ولم یذکر الدباغ فدل ذلک علی ان جلد المیتۃ یحل الانتفاع بہ من غیر حاجۃ الی دباغۃ ادرج ذلک بانہ قد ورد التقیید بالدباغ فی روایات اخری صحیحۃ والاخبار تفسر بعض طرقھا بعضا فوجب الاخذ بہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین　|　محمد بشیر　| مدرسہ احمدیہ آرہ　(فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ک)

س:۔ کیا مشترکہ سرمایہ سے لمٹیڈ تجارتی کمپنی بنانا شرعاً جائز ہے؟

ج:۔ کمپنی کے اصول شرعاً صحیح ہوں تو کوئی حرج نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے حق میں تجارت میں نفع کی دعا کی تھی، لوگ اس کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے، آج کل اسی کو کمپنی کہتے ہیں (۲۵ مارچ ۳۸ء)

س:۔ گائے وغیرہ ادھیارے دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ جائز ہے منع کی کوئی دلیل نہیں (۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء)

تشریح کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنگالہ میں دستور ہے، کہ بچھڑا خرید کر دوسرے کو دے دیتے ہیں، جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو خریدنے والا اس کو بیچ کر پوری قیمت کے دو حصے کر کے ایک حصہ خود اور ایک حصہ پالنے والے کو، یا بعد اصل قیمت کے ایک حصہ خود لیتے ہیں اور ایک حصہ پالنے والے کو دیتے ہیں پس یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ معاملہ مذکورہ جائز ہے، کیونکہ یہ منجملہ صور شرکت کے ہے اور شرکت کا جواز نصوص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کثیرہ سے ثابت ہے۔ عن ابی ھریرۃ رض مرفوعا قال اللہ تعالیٰ انا ثالث الشریکین الحدیث اخرجہ ابوداؤد اور کوئی وجہ اس کی ممانعت کی پائی نہیں جاتی۔ ونیز حدیث المسلمون علی شروطھم الحدیث اخرجہ الترمذی وغیرھا اس کی صحت وجواز پر دال ہے واللہ اعلم۔ سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ ج ۲ ص)

س:۔ قرآن وحدیث پڑھانے کا عوض مزدوری یا تنخواہ لینی جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ صحیح حدیث میں آیا ہے (احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ (سب سے اچھی مزدوری کتاب اللہ پر ہے) اس لئے اگر کوئی مزدوری کے لئے پڑھا دے تو جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی فی سبیل اللہ پڑھا دے، تو پھر مزدوری مانگنا جائز نہیں، از خود دہ احسان کریں۔ تو قبول کرے منع کے متعلق کوئی حدیث نہیں (۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء)

س:۔ زید نے اپنا جنگل لاکھ کا ایک شخص کو ٹھیکہ پر دیا جس کا زرثمن زید پا چکا، بعدہ اس کے دو لڑکے ٹھیکیدار مذکور کے یہاں سو روپے پر ملازم ہوئے اور اس سے تنخواہ لیتے ہیں۔ مذکورہ بالا جنگل کی حفاظت کے لئے اور پھر پانچ پانچ من چرا کر لوٹ کے فروخت کر ڈالتے ہیں، تو یہ جائز ہے یا نہیں۔

ج:۔ ملازم کو سرقہ کرنا ناجائز نہیں حرام ہے۔ بلکہ ڈبل حرام ہے ایک تو سرقہ، دوم خیانت، کیوں کہ مالک اس پر اعتبار کر کے اس کے سپرد کرتا ہے (۱۹ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ)

حضرت انس رض روایت کرتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاید ہی کوئی خطبہ ایسا ہو جس میں آپ نے یہ نہ فرمایا ہو، کہ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵) جو امانت میں خیانت کرے، اس کا ایمان نہیں، اور جو اپنے اقرار کی پاسداری نہ کرے، اس کا دین نہیں (راز)

س:۔ کوئی مسلمان دوکاندار ذیل کے دو قسم کے مال فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں قسم اول سگریٹ تاش، قسم دوم مورتیں یعنی تصویریں، جو مٹی وغیرہ سے بنائی ہوتی ہیں جن سے بچے کھیلتے ہیں، اور ایک اور قسم کی بازی جو منہ سے لڑکے بجاتے ہیں، اور یہ سب چیزیں مٹی، کاغذ اور ٹین وغیرہ کی بنتی ہیں،

ج:۔ تصویر یا بت یا تاشہ آور چیز کا بیچنا مسلمان کو جائز نہیں۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ (اہلحدیث ۱۰ محرم ۱۳۳۶ھ)

www.KitaboSunnat.com

س:۔ تمباکو، سگریٹ اور حقہ کا سامان فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

ج:۔ تمباکو چونکہ مکروہ ہے، اس کی بیع کا بھی یہی حکم ہے، واللہ اعلم (۱۶ فروری ۱۹۴۰ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفیہ: حقے کو مکروہ بھی کہا گیا ہے اور حرام بھی، بلکہ مباح بھی، مگر ترجیح حرمت کو معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ اس میں فتور ہے، اور ابوداؤد کی روایت میں مفتر شئے کی نہی وارد ہے، اور اس میں تشبیہ باہل النار بھی ہے۔ انما یأکلون فی بطونهم نارا اور اس میں اسراف وتبذیر بھی ہے جس سے آدمی اخوان الشیاطین میں داخل ہوتا ہے، اور خصوصاً حقہ کے سڑے پانی میں خبث اور بحکم ویحرم علیھم الخبائث الاٰیۃ پ۹ جو حرام ہے۔ مگر جھوٹ، فریب، وعدہ خلافی وغیرہ وغیرہ کی طرح یہ بلا بھی عام ہے، لوگ برا نہیں جانتے۔ (ابوسعید شرف الدین، دہلوی)

س: آج کل ہزاروں مسلمان بندگان خدا گوہ اور سانپ کی تجارت میں رات دن مشغول ہیں، اور اسی کا کسب حاصل کرکے کھاتے کھلاتے ہیں، غیر ماکول اللحم جانوروں کے چمڑے کی تجارت از روئے شرع جائز ہے یا نہ؟

ج: حدیث شریف میں ہے کل اھاب دبغ فقد طھر (جو کھال رنگی جائے وہ پاک ہوجاتی ہے) اس حدیث کو جن علماء نے اتنا عام کہا ہے کہ غیر ماکول اللحم خنزیر اور کتے وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے، ان کے نزدیک ہر قسم کی بیع وشرا جائز ہوجاتی ہے، گوہ تو ماکول اللحم (حلال) ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستر خوان پر کھائی گئی، سانپ بھی کوئی ایسا نجس العین نہیں، طبی فائدے کے لئے بیع وشرا کی جائے تو منع کی کوئی وجہ نہیں (۵ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ)

شرفیہ: یہ صحیح ہے، کہ "ضب" حلال ہے، اور اس کا بیچنا بھی جائز ہے، مگر "ضب" کا ترجمہ جو (گوہ) مشہور ہے، وہ کتب لغت سے ثابت نہیں ہوتا، منجد میں جو لکھا ہے، اس سے تو سانڈھا معلوم ہوتا ہے، والعلم عند اللہ (ابوسعید شرف الدین، دہلوی)

منجد کی عبارت "ضب" کے متعلق یہ ہے۔ حیوان من الزحافات شبیہ بالحرذون ذنبہ کثیر العقد ومن امثالھم "اعقد من ذنب الضب" (الی ان)

وتقول العرب لا افعلہ حتی یرد الضب لظنھم ان الضب لا یرد الماء مجمع البحار جلد ۲ ص۲۲۷ پر ہے۔ ان الضب لیموت فی جحرہ خذلا بذنب ابن آدم ای یحبس المطر عنہ لشومہ وخص الضب لانہ ابعد الحیوان نفسا واصبرھم الخ عام اہل لغت "ضب" کا ترجمہ سوسمار (گوہ) ہی لکھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (راز)

س: یہاں افریقہ میں پونڈ کی قیمت دس روپے ہے، اور ہندوستان میں پندرہ روپے جب بھی کوئی آدمی افریقہ سے انڈیا کو روپے روانہ کرتا ہے تو اس کو جتنی کہ اس کی اصل رقم افریقہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے، اس سے ڈیڑھ گنا یعنی ایک روپے کا ڈیڑھ روپیہ ہندوستان میں ملتی ہے، یہ قانون گورنمنٹ کی طرف سے افریقہ میں ہے اور سب آدمی اسی طرح سے روپیہ روانہ کرتے ہیں، تو یہ جو ڈیڑھ گنا روپیہ ملتا ہے، یہ لینا مسلمان کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں، دیگر اگر کوئی آدمی ہندوستان سے ایک سو روپیہ افریقہ میں لائے، تو اس کو ایک سو ہندوستانی روپے یہاں افریقہ میں افریقہ کا مبلغ ۶۷ روپے آٹھ آنہ گورنمنٹ منظور کرتی ہے

ج:۔ پونڈ سونے کا اور روپیہ چاندی کا ہے، اس لئے اس میں کمی بیشی جائز ہے، افریقہ میں ایک پونڈ یا نوٹ دس روپے کا دے کر ہندوستان کے ۱۵ روپے لے سکتا ہے، منع نہیں، افریقہ میں ایک سو کے مبلغ ۶۷ روپے آٹھ آنے چونکہ سرکار نے مقرر کئے ہیں، جس کا سکہ ہے اس میں رعیت کو اختیار نہیں، لہٰذا وہ بھی جائز ہے، زیادہ احتیاط مدنظر ہو، تو روپے کے بدلے میں وہاں چلتے ہوئے نوٹ لے لیا کریں (اہلحدیث امرتسر ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ)

س:۔ اگر کسی شخص پر کسی کا کچھ روپیہ بطور قرض واجب ہو، اور وہ شخص جس کا روپیہ قرض ہے مر گیا یا لاپتہ ہے، کیا وہ شخص دیندار اس روپے کو خیرات کر دے، تاکہ اس کا مواخذہ نہ ہو، یا کیا کرے؟ کیونکہ قرضخواہ کے وارثوں کا بھی پتہ نہیں، اور کافر کی طرف سے خیرات قبول نہ ہوگی،

ج:۔ میرے خیال میں یہ لقطہ (گری پڑی چیز) کے حکم میں ہے جس کی بابت حکم ہے، کہ ایک سال تک مالک کا انتظار کرے، ازاں بعد استعمال کرکے اصل مالک کا انتظار کرے، آئے تو دے دے، ورنہ نیت ادا کی رکھے اور بس (۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ)

س:۔ اگر کوئی شخص کوئی جانور بوجہ تنگی خوراک مویشی کو ہنکا دیوے، کہ وہ جہاں چاہے جا کر گزر اوقات کرے، ان مویشی کو اگر کوئی مسلمان پکڑ کر پرورش کرے، تو اس کا دودھ وغیرہ مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان مویشی کو مسلمان ذبح کر دیوے، تو مسلمانوں کے لئے اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ یہ مویشی ملک غیر ہیں، اس لئے بغیر اس کے مالک کے ان کا استعمال کرنا یا کھانا جائز نہیں لَا تَاكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (اہلحدیث امرتسر ص۱۳۔ ۲۰ مئی ۱۹۳۲ء)

س:۔ آپ نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۳۲ء میں سوال نمبر ۲۶۴ کا جو جواب دیا ہے، کیا اس کا یہ مطلب ہے، کہ تاڑی اتارنے کے لئے درخت کو کرایہ پر چھوڑنا جائز ہے؟ اگر ایسا ہے، تو وہ اصلی تاڑی ہو جاتی ہے جس کی خرید فروخت حرام ہے، اور آپ براہ مہربانی اس جواب ۲۶۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بحوالہ قرآن وحدیث سمجھاویں۔

ج۔ جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے وہاں اس کی ساری تفصیل لکھی ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ تاڑی میں نشہ پیدائشی نہیں، بلکہ بعد میں گرمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، جب تک اس میں نشہ نہیں، اس کا استعمال کرنا حرام نہیں۔

تعاقب بر فتوی ۱۸۸ مندرجہ اہلحدیث ۲۲ جولائی ۱۹۳۲ء۔ متعاقب نے نہ سوال نقل کیا نہ جواب محض تعاقب کی عبارت سے ناظرین کچھ نہیں سمجھ سکتے اس لئے سوال مع جواب مکرر نقل ہے، پھر تعاقب درج ہوگا۔

س ۱۸۸ یہ علاقہ ایک راجہ کے ماتحت ہے، اور یہاں کا ایک طریقہ یہ ہے، کہ عام طور پر مردار چمڑے دیہاتی لاکر فروخت کرتے ہیں، جن کی بین شناخت ہے کہ یہ مردار ہیں، نیز قدرے قلیل ذبیح بھی اس میں شامل ہیں، مگر بہرکیف مردار چمڑے کی مشتری کو پوری شناخت ہے، علاوہ ازیں یہ چیزیں راجہ کی طرف سے نیلام کی جاتی ہیں، جس کا طریقہ یہ ہے، کہ جس کے نام نیلام ختم ہوگا، اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص حلقہ اسٹیٹ میں یہ چیزیں نہیں خرید سکتا، زید بائع کو پوری قیمت دے کر چمڑے کو خریدے گا، اور یہ دو ہزار زید نے راجہ کو گویا اس حق کے حصول کے لئے دیا ہے، کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص قانوناً چمڑا نہ خریدے۔

ج۔ اس ٹھیکہ کا مطلب یہ ہے، کہ حکومت اپنا حق منافع اس کے ہاتھ بیچتی ہے، اس میں کچھ مواخذہ ہے، تو حکومت پر ہے ٹھیکیدار پر نہیں، بیع میں کوئی دھوکہ نہیں، بیع میں نہ بائع مجبور ہے اور نہ مشتری۔

تعاقب اہلحدیث مجریہ ۲۲ جولائی ۳۶ء جواب نمبر ۱۸۸ کے متعلق یہ عرض ہے کہ حکومت سے جو حق منافع خریدتا ہے، اس مشتری کے نزدیک مقدار مبیع کس قدر ہے، جس کی وہ ایک متعین قیمت منظور کرتا ہے، سوال ظاہر ہے، کہ مقدار مبیع مجہول دنا معلوم اور غیر متعین ہے، ممکن ہے کہ تعداد مبیع ...... ۵ تک پہنچ جاوے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ...... ۳ تک بھی نہ پہنچے، اور یہ واقعہ بھی ہے

پس مشتری نے ایک ...... ہم کی معین رقم کس قدر تعداد مبیع کے حق منافع کے صلہ میں راجہ کو ادا کی، مزید براں مبیع دحق منافع کی کیفیت دکمیت سے راجہ وٹھیکیدار ہر دو واقف، مگر کیا وجہ کہ مندرجہ راجہ ماخوذ ہوا، اور ایک مکلف شرع مسلمان ٹھیکیدار آزاد و خود مختار یا للعجب! امید کہ تفصیل اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضاحت سے تشفی فرمائیں گے۔

جواب حکومت بائع نہیں نہ ہی مشتری ہے، بلکہ ٹھیکہ دار اور ٹھیکہ گیر ہے، حکومت محض اپنا حق حکومت لیتی ہے، جو اس کے قانون میں جائز ہے، جیسے انگریزی علاقے میں بندوبست بیس سالہ اراضی پر حکومت کا حق لگان لگایا جاتا ہے، آج کل اس کی امثلہ بکثرت ہیں، یوں سمجھیے، کہ حکومت ایک معنی سے کمیشن یا دلالی لیتی ہے، جو اس کا حق حکومت ہے ایسی ضروریات کے لئے شرعیات سے جزئیات تلاش کرنے کی بجائے صرف اتنا ہی کافی ہے، کہ شریعت کی طرف سے ممنوع منصوص نہیں

(نوٹ) غالباً ٹھیکہ دار کو مشتری سمجھنے سے غلطی لگی ہے، حالانکہ وہ مشتری نہیں ہے، بلکہ ٹھیکہ گیر ہے، جو راجہ کو محض حق حکومت دیتا ہے، جس کے یہ معنی ہیں، کہ راجہ اس سے ایک قسم کا ٹیکس وصول کرتا ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

س۔ جو اشیاء خاص کرتبوں پر چڑھائی جاتی ہیں، اور دوکاندار کو معلوم ہیں، کہ یہ اشیاء بت پر چڑھائی جائیں گی، اس کا فروخت کرنا شرع میں کیسا ہے؟ اور فروخت کرنے والا کس گناہ کا مرتکب ہے؟

ج:۔ اگر وہ چیز ایسی ہے، جو سوائے چڑھاوے کے کھانے پینے میں بھی آسکتی ہے، جیسے حلوہ وغیرہ تو اس چیز کا بیچنا جائز ہے، چاہے چڑھانے والا اس کو کسی بت پر چڑھادے، اور اگر ایسی ہے، کہ خاص شرک میں کام آتی ہے، تو اس کا فروخت کرنا جائز نہیں لا تعاونوا علی الاثم والعدوان (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۱۶ دسمبر ۱۹۳۲ء)

س:۔ زید نے کہا بعد تعمیر مکان دعوت ضروری ہے، ورنہ نقصان یا کسی آفت کا اندیشہ ہے بکر برخلاف ہے، اور ایسی دعوت کو ریاکاری کی غرض بتلاتا ہے، نقرار کا ایسی دعوت میں حصہ نہیں ہوتا، صحت پر کون ہے؟

ج:۔ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں سلف کا قول لکھا ہے، کہ تعمیر مکان کا بھی ولیمہ مستحب ہے ریاکاری کو تو ہر جگہ دخل ہے، اور ہر جگہ معیوب ہے، واللہ اعلم (۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء)

س۔ اب میرا ارادہ یہ ہے، کہ ٹرام کمپنی کے شیئر پانسو روپے یا زائد کمی سے فروخت ہوتے ہیں، چھ ماہ کے بعد جو آمد کمپنی آتی ہے، اس میں سے حصہ دار پر تقسیم ہوتے ہیں، کوئی وقت پر زائد روپے ملتے ہیں، کوئی وقت پر کمی روپے سے ملے، کبھی یا فروٹ یعنی اینٹنل ڈیفسی ہوجاتی ہے تو بہت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقصان ہوتا ہے، گویا سب روپے چلے جاتے ہیں، اس طرح سے کام شریعت میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟

ج: نفع ونقصان میں شرکت ہو تو جائز ہے، شرکت سے کام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا ہے۔ اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۷ جنوری سنہ ۲۳ء)

س: ایک دوکاندار کسی کو آلو، کسی کو مکئی اس وقت اس شرط پر دیتا ہے، کہ ہاڑی کے موقع پر یعنی جب گندم نئی آئے گی، لے لوں گا، یعنی جتنے آلو یا مکئی دی ہے، اتنی ہی گندم یا مکئی لے لوں گا، کیا اس طرح کرنا جائز ہے، جواب مدلل ہو۔

ج: آلو اور مکئی اموال سودیہ میں نہیں ہیں، اس لئے ان کی بیع میں اختلاف ہے، ایک گروہ محدثین صورت مرقومہ کی بیع جائز کہتا ہے، قیاس کرنے والے منع کرتے ہیں۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲ مارچ سنہ ۲۳ء)

س: اگر کوئی شخص ماہ پھاگن میں کسی کو ۵ من پختہ گندم اس شرط پر دیوے، کہ جب نئی گندم نکلے گی، تو ساڑھے ۷ من پختہ لے لوں گا، کیا یہ جائز ہے؟ جواب مدلل ہو۔

ج: یہ محدثوں میں منع آیا ہے، گندم قیمت مقرر کر کے لے لے اور قیمت مقررہ سے بیچے، واللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲ مارچ سنہ ۲۳ء)

س: ایک شخص کے پاس زید و عمرو نے اپنے والدین کے بعد چند روپے طلب کئے، تب اس نے کہا، والدین کی کل املاک کا فروخت نامہ لکھ دو، اور تجارت کے لئے زیادہ روپیہ قرض دیتا ہوں، قرض ادا کرنے سے املاک واپس کر دینے کا سب لوگوں کے روبرو اقرار کیا تھا، رشتہ دار ہونے امانت دار سمجھ کر دونوں نے فروخت نامے لکھ دیئے، تھوڑے روپے قرض دینے بعدہ ان لوگوں نے دو تین سال روپے ادا کر دیئے، دونوں کے احسان سے وہ زیادہ مالدار ہو گیا، مگر ہم کو دھوکا دے دیا، زید و عمرو کی ہمشیروں میں سے بڑی نے عدالت میں ترکہ کے لئے عرضی دائر کر دی تھی، لوگوں نے زیادہ روپیہ دلا کر فیصلہ کر دیا، چھوٹی ہمشیرہ کا ترکہ نہ ہوا تھا، وہ انتقال کر گئی، مگر اولاد نابالغہ بہت موجود ہیں، اب تک حیلہ حوالہ کرتے ہوئے املاک واپس نہ کیا، آمدنی اسی کے علاقہ میں تھی اب چند دشمنی کے باعث ایک ناجائز رشتہ دار عورت پر خدا جانے کیسی محبت ہو گئی، نہ معلوم عورت کے لڑکوں کو بیس بیس ہزار روپیہ دیا تھا، اور لاکھوں روپے دے کر بیوپار لگا کر چلاتا ہے، اب امانت کا مال اس عورت کو بطور تحفہ فروخت کر دیا ہے، جواب طلب یہ ہے کہ کیا یہ فروخت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک کیا گیا ہے، قرآن و حدیث کے مطابق ہے یا نہیں؟ ایسا شخص کیا ہو سکتا ہے؟

ج۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ (وعدہ پورا کرو) اس لئے وہ املاک اس کو واپس کرنی چاہیئے، سوال کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ املاک کی بیع بطور اعتماد قرض تھی اصلی نہ تھی، لہٰذا وہ مشتری کی ملک نہیں ہوئی۔ اس لئے دوسری بیع جائز نہیں۔

(نوٹ) جواب سوال پر ہے، واقعہ کا علم خدا کو ہے

(اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ہم ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

س۔ سرکاری و نیم سرکاری بنکوں و پوسٹ آفس سیونگ بنک کا سود اہل اسلام کے لئے شرع محمدی کے مطابق جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے، تو سودی رقوم کا مصرف فتوی شرعیہ کے مطابق کیا ہونا چاہیئے؟ (المستفسر ملک ہدایت اللہ خاں ادیب فاضل) سو ہدی از دونگٹن بیلگری)

ج۔ بارہا بتایا گیا ہے، کہ روپیہ بغرض حفاظت ان بینکوں میں رکھا جائے، تو حسب قاعدہ جو اس پر انٹرسٹ ملے، بعض علماء (مثل دیوبند، مفتی جمعیتہ العلماء دہلی مرحوم مفتی مسجد چینیاں لاہور وغیرہ) جائز رکھتے ہیں، جمہور علماء ناجائز۔ (اہلحدیث امرتسر ص۱۱ ہم ۱۴ اپریل ۱۹۳۳ء)

شرفیہ۔ جمہور کا قول صحیح ہے، بعض مجوزین کا باطل ہے (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

س۔ ایک شخص کے پاس پچاس بیگھ زمین ہے، سامان کاشتکاری اس قدر موجود نہیں، کہ سب آباد کر سکے، اور کچھ مقروض بھی ہے، یہ زمین مہاجن کے پاس مکفول رکھ کر روپیہ لینا چاہتا ہے تو بغیر سود کے نہیں ملتا ہے۔

ایک مسلمان جس کے پاس زمین تو کم ہے، مگر روپیہ کام سے فاضل موجود ہے، یہ مسلمان اس طرح روپیہ دینا چاہتا ہے، کہ دس بیگھ زمین ہم کو رہن دخلی دے دو، اس کی مالگذاری بھی ہم ادا کریں گے، اور زمین آباد کریں گے، جس سے امید ہے، کہ سینکڑوں من غلہ پیدا ہو اور نفع ہو اور ساتھ ہی یہ بھی احتمال ہے، کہ پیداوار کم ہو، مالگذاری اور آبادی میں جو خرچ ہوا ہے اس سے بھی کم پیدا ہو اور نقصان ہو، اس طرح روپیہ دے کر زمین رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج۔ صورت مرقومہ میں رہن اراضی بعض علماء کے نزدیک جائز ہے، ان میں سے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم بھی ہیں، دراصل قیاس ہے، اس حدیث پر جس میں ذکر ہے، کہ جو شخص گھوڑا یا گائے رہن رکھے، وہ نفع کے بدلے میں دودھ اور سواری کا فائدہ لے سکتا ہے۔ اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۲۸ اپریل ۱۹۳۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرفیہ

دلیل مجوز عام کی عام نہیں خاص ہے، عام کو یا غیر مخصوص کو منصوص مخصوص پر قیاس کیا گیا ہے، اور یہ بھی ایک قاعدہ ہے، کہ جو حکم خلاف قیاس ہو وہ مورد نص پر منحصر رہتا ہے، اس لئے وہ خلاف قیاس ہے، اور بحکم باری تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (الآیۃ پ ۲ ع ۶) و قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام الحدیث متفق علیہ (مشکوۃ ص ۲۳۳ ج ۲) اصل اموال میں حرمت قطعی ہے، پس جب اصل اموال میں حرمت ہے، تو جب تک صحیح دلیل سے حلت کی تصریح نہ ہو قیاس سے خصوصاً جو حکم خلاف قیاس ہو کسی مال کے قیاس سے حلت ثابت نہ ہوگی اور دلیل مجوز انتفاع کی جو تمام اشیاء کے مرہونہ سے انتفاع کو جائز جانتا ہے، یہ ہے، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظھر یرکب بنفقتہ اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرھونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقۃ رواہ البخاری (مشکوۃ ص ۲۵۰ ج ۱) اور بنفقتہ میں با بدل اور عوض کی ہے کما یدل علیہ اثر الذی رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب قال باب الرھن مرکوب ومحلوب وقال المغیرۃ عن ابراھیم ترکب الضالۃ بقدر علفھا وتحلب بقدر علفھا والرھن مثلہ انتہی (ص ۳۴۱ ج ۱ مطبوعہ مجتبائی دھلی)

امام بخاری نے حدیث کا معنی یہ بتایا ہے، کہ سواری مرکوب کی اور شرب لبن محلوب بقدر اجرت سواری وقیمت دودھ ہے، اس سے زاید حرام ہے، جیسے کہ دلیل مذکورہ سے اصل حرمت ثابت ہے، اور چونکہ یہ دونوں چیزیں ہی خلاف قیاس مخصوص ہیں، لہٰذا ان پر کسی اور چیز کو قیاس کرنا جائز نہیں، اور ویسے بھی یہ قیاس مع الفارق ہے، اس لئے کہ جانور مرہون بلا غذا ہلاک ہو جائے گا بخلاف زمین وغیرہ کے، بلکہ زمین بلا جوتنے کے اور عمدہ ہو جائے گی، اگر زمین جوتی بوئی نہ جائے تو بنجر ہو کر کلر ہو جانے کا خطرہ یقینی ہے، جیسا کہ زراعت کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ اگر راہن مرتہن سے ۱۰۔۲۰ سال تک بھی زمین واپس نہ لے سکا، اور مرتہن نے اس کو یوں ہی پڑے رہنے دیا، تو وہ یقیناً خراب ہو سکتی ہے) لہٰذا دیگر اشیاء کا اس پر قیاس مع الفارق ہے، جو باطل ہے، اگر اراضی کو ان پر قیاس بھی کیا جائے، تو پھر بقدر نفقہ لیا جائے گا، پس انتفاع اراضی مرہونہ باطل ہوا، اور اراضی مرہونہ کے بارے میں تو کنز العمال میں احادیث بھی وارد ہیں، ان میں اس امر کی یعنی حساب بقدر نفقہ کی تصریح ہے گو ان میں کچھ کلام بھی ہے، مگر ہیں ادلہ قطعیہ کے موافق، ملاحظہ ہو فتاوی نذیریہ اور خلف متبعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلکم رؤس اموالکم الایۃ (پ ۳ ع ۶) سے قطعی طور پر ثابت ہے، کہ مقرض کو مرتہن ہو یا غیر مرتہن راس المال سے زاید ایک پیسہ و حبہ بھی لینا حرام ہے، ربا ہے، اس کی تصریح ایک حدیث اور اثر سے بھی وارد ہے عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اقرض فلا یاخذ ھدیۃ رواہ البخاری فی تاریخہ، وعن ابی بردۃ بن ابی موسی قال قدمت المدینۃ فلقیت عبد اللہ بن سلام فقال لی انک بارض فیھا الربا فاش فاذا کان لک علی رجل حق فاھدی الیک حمل تبن او حمل قت فلا تاخذ فانہ ربا رواہ البخاری فی صحیحہ فی المناقب فی ترجمۃ عبد اللہ بن سلام (ص ۵۳۸ ج ۱ مطبوعہ مجتبائی دھلی)

اور حدیث لا یغلق الرھن الخ میں واقعی محدثین نے اختلاف کیا ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس حدیث میں محدثین اختلاف کریں، وہ قطعاً غلط ہو، یہ جب ہے، کہ ایک راجح اور بالکل صحیح ہو، دوسری بالکل مرجوح غیر صحیح ورنہ بعض نے تو صحیحین کی بعض روایتوں میں بھی اختلاف کیا ہے، اعتراض کیا ہے، مگر ان کا اعتراض یا اختلاف غلط ثابت ہوا، اور حدیث مبحوث فیہ کی بعض محدثین ابن عبد البر اور عبد الحق نے متصل سند سے تصحیح کی ہے، اور حافظ صاحب نے صرف دارقطنی اور بیہقی کی روایت کو کہا ہے کلھا ای کل طرقھا ضعیفۃ اور اسانید کو نہیں کہا یہ مجیب کو مغالطہ ہوا ہے، باقی رہا مدرج ہونے کا اعتراض تو اس کا جواب یہ ہے، کہ ادراج کا علم چار طریق سے ہوتا ہے بیدرک الادراج بورود روایۃ مفصلۃ للقدر المدرج مما فیہ او بالتنصیص علی ذلک من الراوی او من بعض الائمۃ المطلعین او باستحالۃ کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذلک کذا فی شرح نخبۃ الفکر ص ۶۳ اور یہاں تیسری صورت ہو سکتی ہے جس کی بنا اجتہاد پر ہے، جو قطعی نہیں، اور رواۃ کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ لفظ مرفوع ہے یا موقوف مدرج پس ادراج کی تقدیم ترجیح بلا مرجح ہے، اور اصل حدیث مرفوع میں رفع ہی ہوتا ہے، جب تک کہ عدم رفع بدلیل صحیح دلیل سے صراحۃً ثابت نہ ہو، جو یہاں سے نہیں، اور پھر یہاں تو یہ روایت نہ بھی ہوتی، تب بھی حدیث صحیح بخاری کا یہی مطلب حرمت کا تھا اس روایت سے اس کی شرح و تفصیل و تصریح تھی اور بس اصل مطلب خود حدیث البخاری و کتاب اللہ ہی سے ثابت ہے بنا بریں لا یغلق الرھن الخ کا معنے و علیہ غرمہ کے سوا اور موہی کیا سکتا ہے کہ جب وہ مال راہن کا ہے تو پھر نفع و نقصان کا وہی مالک و ذمہ وار ہے، اور یہ کتنا لغو قول ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اتصال والا بھی ارسال کی نفی کرتا ہے، اور ارسال والا ارسال کا اثبات اور محدثین کا یہ اصول بیان کرنا ہی غلط ہو جاتا ہے، جس سے معاذ اللہ ان کی اس امر سے ناواقفی کی طرف اشارہ ہے، یہ خبط الحواشی ہے، اور دار قطنی پر تعارض کا اعتراض بھی صحیح نہیں، ان کی سندیں کئی ہیں، بعض کو متصل بتایا بعض کو ضعیف اور حاکم یا ترمذی کے تساہل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی ہر تصحیح غلط ہو، ہاں جب کوئی محدث باقاعدہ اس پر جرح کرے، تو وہ قابل قبول ہے، اور ابوداؤد کے اپنی کتاب میں ارسال کو ترجیح دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کتب میں بھی ارسال ہی ہو، اور مختار الصحاح میں ہے، د با الشئ زاد وایضا فیہا ربیت اذا اخذت مما اعطیت انتہی پس وہ زیادتی بلا عوض ہی ہو گی، اگر لہ غنمہ وعلیہ غرمہ کو نظر انداز کیا جائے، تو بتایئے گائے بھینس یا گھوڑی مرہونہ مرتہن کے پاس بچے دیں، تو وہ کن کے، اور اگر وہ خود ہی مر جائیں تو نقصان کس کا۔ فافہم و تدبر۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

فائدہ مرہون

چیز مرہون سے فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہے اور مسلمان بھائی کا مال حرام وجہ سے کھانا ہے قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وقال اللہ تعالیٰ الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دمائکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا وبلدکم ھذا وشہرکم ھذا متفق علیہ۔

اگر مرتہن کھیتی کرے، یا مکان کرایہ پر دیوے، یا حیوان کو کھلائے، تو جو کچھ خرچ کرے اس کی آمدنی سے اتنا لے لے، اور باقی اس کے پاس امانت ہے، یا تو رہن کے قرض میں شمار کرے جب اس کا قرض پورا ہو جاوے، تو مرہون کو واپس کر دے، یا وہ باقی فائدہ راہن کو دے دیوے اس کا کھانا مرتہن کو جائز نہیں، اس واسطے کہ وہ حرام اور سود ہے، صحیح بخاری میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر یرکب بنفقتہ اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرھونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقۃ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا، کہ جتنا خرچ کرے اسی قدر سواری کرے، اور دودھ پیئے، اس حدیث کے یہی معنے صحیح بخاری میں ہیں قال المغیرۃ عن ابراھیم ترکب الضالۃ بقدر علفھا وتحلب بقدر علفھا والرھن مثلہ اور مجمع البحار میں ہے۔ الظھر یرکب بنفقتہ ای الدابۃ والظاھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان المرهون لا یبطل منافعہ ینتفع بها بالنفقة کمذهب احمد واسحق قالا ینتفع بحلب ورکوب دون غیرهما بقدر النفقة واجیب للاکثر الذاهبین الی ان نفعہ ونفقتہ للراهن وعلیہ بان الباء بنفقتہ للمعیة فلا یمنع الرهن الراهن من الا انتفاع بالمرهون ولا یسقط عنہ الا نفاق انتهی، اور فتح الباری میں بھی اسی طرح ہے تفصیل تام مطول کے دیکھنے والے متقی پرہیزگار کو اس سے خوب تشفی ہو جاتی ہے، اور صحیح بخاری میں ہے

عن سعید بن ابی بردة عن ابیہ قال اتیت المدینة فلقیت عبد الله بن سلام فقال الا تجیئ فاطعمك سویقا وتمرا فدخل فی بیت ثم قال انك بارض الربا بها فاش اذا کان لك علی رجل حق فاهدی الیك حمل تبن او حمل شعیر او حمل قت فلا تاخذه فانہ ربا انتهی (ج ۱ ص ۵۳۸) اور ابن ماجہ میں ہے عن یحیی بن ابی اسحق الهنائی قال سالت انسا الرجل منا یقرض اخاه المال فیهدی لہ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اذا اقرض احدکم قرضا فاهدی لہ او حملہ علی الدابة فلا یرکبها ولا یقبلہ الا ان یکون جری بینہ وبینہ قبل ذلك، ان سب سے معلوم ہوا، کہ جو کچھ خرچ کرنے کے بعد بچے، وہ راہن کو دیوے یا اس کے قرض میں حساب کرے، خواہ مکان مرہون ہو یا زمین یا باغ یا حیوان، اگر راہن خود خرچ کرے، تو مرتہن کو کوئی چیز لینی جائز نہیں، نہ دودھ پینا نہ سواری کرنا، نہ مکان کے کرایہ کی آمدنی سے لینا، اور نہ زمین کی زراعت اور باغ کے پھل سے لینا جائز ہے، اس واسطے کہ یہ حرام ہے، اور سود ہے واللہ اعلم۔ (عبد الرحمٰن عفی عنہ مدرس مدرسہ حاجی علی جان مرحوم دہلی)

(۲۳ رجمادی الثانی ۱۳۲۹ھ)

تعاقب:۔ انتفاع بالمرہون کے بارے میں جمہور علماء رہنے مرہون میں حرمت کے قائل ہیں، اور بعض علماء ظہر اور لبن الدر میں جواز انتفاع اور اس کے ماسوا میں مثل جمہور علماء حرمت کے قائل ہیں۔

فتح الباری میں ہے۔ مع قول احمد واسحق وطائفة قالوا ینتفع المرتهن من الرهن بالرکوب والحلب بقدر النفقة ولا ینتفع بغیرهما انتهی (ص ۲۵ ج ۲)

سبل السلام میں ہے ذهب احمد واسحق الی العمل بظاهر الحدیث وخصوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلک بالرکوب والدر رفقاً لوا ینتفع بھما بقدر رقبۃ النفقۃ ولا یقاس غیرھما علیھا انتہی

غرض ماسوائے ظہر ولبن الدر میں سب علماء حرمت کے قائل ہیں، اور خاص ارض مرہونہ کے بارے میں دو حدیثیں بھی آچکی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ بعد وضع خرچ اخراجات کے جو باقی بچے وہ قرضہ میں محسوب ہونا چاہیے۔

یہ مانا کہ یہ ہر دو حدیث اعلیٰ طبقہ کی نہیں ہیں، ادنیٰ کی ہیں لیکن بعض علماء کے قول سے تو ان کی حیثیت کم نہیں ہے پس اہلحدیث ۲ ربارچ ۱۹۲۵ء کے جواب ۱۰۱ میں میرے خیال میں دوراندیشی اور غور سے کام نہیں لیا گیا رجو ربوا جیسے نازک معاملے میں ایسا کھلم کھلا فتویٰ جواز کا دے دیا گیا ہے۔ والسلام خیر الختام۔ حررہ العاجز (مولانا) یوسف عفی عنہ

(یکم مئی ۲۵ء) زیرہ۔ ضلع فیروزپور (پنجاب)

اراضی مرہونہ کا نفع

گذارش ہے، کہ اخبار اہلحدیث مورخہ ۲ ربارچ ۲۵ء کے صفحہ ۱ کالم ۱ میں سوال ۱۰۱ نظر سے گذرا، جو کہ اراضی مرہونہ سے نفع اٹھانے کے متعلق تھا آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ "زمین کی مالگذاری اگر مرتہن کے ذمے ہے، تو زمین کی پیداوار حاصل کر سکتا ہے"

اس پر مولوی محمد یوسف صاحب ساکن زیرہ فیروزپور نے عدم جواز کا تعاقب فرمایا ہے، جو اخبار یکم مئی ۲۵ء صفحہ ۱ پر درج ہے، میں اس کے متعلق تین اکابر علمائے کرام کا فتویٰ پیش کرتا ہوں، امید ہے، کہ آپ اسے بھی شائع فرمائیں گے۔

مولانا مولوی محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی فرماتے ہیں "اراضی مرہونہ سے مرتہن کو نفع اٹھانا جائز نہیں، بلکہ اس سے نفع لینا راہن کا حق ہے، بموجب حدیث راہن کو رہن رکھنا نفع اٹھانے سے منع کرتا ہے لیکن اراضی مرہونہ سے مرتہن اس وقت نفع اٹھا سکتا ہے، جب کہ وہ تمام مالگذاری ادا کرے، اور راہن اجازت دے مجمزا عن النفقۃ علی المرھون بموجب حدیث الظھر یرکب (الحدیث) گھوڑا وغیرہ جانور اگر گرد ہوں، تو ان کی خوراک کے عوض مرتہن ان پر سوار ہو سکتا ہے، اور دودھ پی سکتا ہے، یہ دونوں روایتیں مشکوٰۃ میں ہیں۔

(ابو سعید محمد حسین) (مولانا محمد صاحب دھلوی)

(مولانا ابو طاہر بہاری مدرسہ احمد یہ آرہ حال مدرسہ رحمانیہ دھلی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حضرات کی دلیل بھی یہی حدیث ہے، مولوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں "اگر راضی مرہونہ پر کل اخراجات مرتہن خود کرے، اور راہن کے ذمے حالت رہن میں کوئی خرچ نہ ہو، تو اغلب مرتہن کو نفع بعوض اپنے نفقہ کے جائز ہوگا۔ جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے"

مولوی ابوطاہر صاحب کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔ کلام فی الانتفاع بالارض المرھونۃ اذا کان المئون علیہ من نفقۃ وغیرھا ما تدعو الیہ الحاجۃ الخ

(محمد امین از امرت سر، کٹرہ بہائی)

مدیر: مولوی محمد امین صاحب نامہ نگار ہذا نے یہ تینوں فتوے قلمی مجھے دکھائے ہیں واقعی ان تینوں صاحبوں کے دستخطی ہیں (۲۲ مئی ۲۵ء)

فتویٰ بابت انتفاع از مرہونہ

جناب مولانا صاحب مہربانی کرکے بغرض فائدہ عام فتویٰ ہذا شائع فرما دیں

(معین الدین دلپ پوری)

شئے مرہون کے ساتھ نفع لینے میں اجازت راہن کو کچھ دخل نہیں، بلکہ سود ہے، مگر چند اشیاء مرہونہ سے نفع لینا جائز ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر یرکب بنفقتہ اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرھونا۔ رواہ البخاری وغیرہ۔ اس حدیث میں بسبب نفقہ کے مرتہن کو اشیاء مرہونہ سے فائدہ درست کہا گیا ہے۔ ان اشیاء کے مرہونہ کے ساتھ اور بھی بقیاس لاحق ہو سکتی ہے بعلت نفقہ اور کسب بھی مثل نفقہ ہے، اگر زمین رہن رکھ کر خود آباد کی، اپنے نفقہ وکسب میں جواز نکلتا ہے۔ قال الشوکانی فی النیل فتکون الفوائد المنصوص علیھا فی الحدیث للمرتھن ویلحق غیرھا من الفوائد بھا بالقیاس لعدم الفارق والکسب من جملتھا فلا وجہ للفرق بینہ وبینھا فتکون کلھا للمرتھن والمئون علیہ من نفقۃ وغیرھا ما تدعو بہ الحاجۃ المرتھن انتھی۔ اور اگر علت نفقہ وکسب اپنا نہ ہو، تو شئے مرہون سے فائدہ لینا سود نا جائز ہے، لگان ومالگذاری مرتہن ادا کرے، نہ راہن۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ، احمد[1] سلمہ الصمد مدرس مدرسہ حاجی علی جان دہلی)

---

[1] حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاب گڈھی ثم الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو ازمشاہیر واکابر اہلحدیث ہند کثر اللہ سوادہم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقال فی الفتح وفیہ حجۃ لمن قال یجوز للمرتہن الانتفاع بالرھن اذا قام بمصلحتہ ولو لم یاذن المالک۔ ہاں اگر مرتہن لگان اور مالگذاری اس زمین کی ادا کرے، تو البتہ سود ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ فقط۔

حررہ ابو طاہر البہاری عفی عنہ البلدی المدرس الاول فی المدرسۃ احمدیۃ الکائنۃ فی البلدۃ آرہ (۲۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ)

مرتہن کو اشیائے مرہونہ سے فائدہ اٹھانا لاریب جائز اور درست ہے

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۱۸ء میں کسی صاحب کی طرف سے یہ مضمون نکلا ہے کہ اشیائے مرہونہ کے ساتھ مرتہن کو فائدہ اٹھانا درست ہے یا نہیں؟ جواباً گذارش ہے کہ جائز و درست ہے۔ اخرجہ البخاری بلفظ الظہر یرکب بنفقتہ اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ واخرجہ ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ مرفوعا وابوداؤد عنہ لبن الدر یحلب بنفقتہ اذا کان مرھونا والظہر یرکب بنفقتہ اذا کان مرھونا وعلی الذی یحلب ویرکب النفقۃ۔ قال ابوداؤد وھو عندنا صحیح انتہی واخرج الترمذی عنہ مرفوعا الظہر یرکب اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب اذا کان مرھونا وعلی الذی یرکب ویشرب نفقتہ قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح واخرج الحاکم والدارقطنی من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعا الرھن مرکوب ومحلوب۔

خلاصہ ان تمام روایات کا یہ ہے، کہ اشیاء مرہونہ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، مگر بعض عالم یرکب ویشرب کا فاعل راہن کو جانتے ہیں، اور بعض مرتہن کو، فریق ثانی کا قول حق ہے اس لئے کہ بعض روایت میں لفظ مرتہن آچکا ہے، چنانچہ وہ روایت یہ ہے۔ حدثنا احمد بن داؤد حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم الصائغ حدثنا ھشیم عن زکریا عن الشعبی عن ابی ھریرۃ مرفوعا اذا کانت الدابۃ مرھونۃ فعلی المرتہن علفھا ولبن الدر یشرب وعلی الذی یشرب نفقتھا۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا، کہ مرتہن ہی یرکب و یشرب کا فاعل ہے، باقی جو احادیث اس کے مخالف ہیں، اول تو وہ ضعیف ہیں، ثانیاً وہ اس کے مخالف نہیں ہیں، بلکہ ان احادیث میں مرتہن کو اشیاء مرہونہ کے ساتھ اور کسی قسم کی شرط جو جر منفعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہو، اس سے رد کیا گیا ہے، جیسا کہ صاحب سبل السلام وغیرہ نے کہا ہے، صاحب اعلام الموقعین نے اس بحث کو بسط کے ساتھ لکھا ہے (عبد الستار کلانوری، نزیل دہلی)
(۸ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ)

کیا اشیائے مرہونہ سے مرتہن کو نفع لینا جائز ہے

اس مضمون پر المحدیث میں علماء نے خامہ فرسائی کی ہے، مولوی عبد الستار صاحب و مولوی عبد الجبار صاحب جواز کے قائل ہیں، اور مولوی عبد الوہاب صاحب عدم جواز کے قائل ہیں ناچیز کچھ تفصیل سے دونوں حضرات کے دلائل بیان کر کے اپنا خیال ظاہر کرتا ہے، مولوی عبد الوہاب صاحب یا دہ حضرات جو عدم جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ روایت ہے کا یغلق الرھن من راھنہ لہ غنمہ وعلیہ غرمہ ابن حبان۔

مولوی عبد الجبار صاحب کا یہ فرمانا کہ "یہ روایت ایسی کتابوں کی ہے، جن میں سب قسم کی حدیثیں ضعیف، موضوع، مقلوب، منقطع، مرسل بھری ہوتی ہیں، میرے خیال میں یہ الفاظ مناسب نہیں، کیونکہ علاوہ صحیحین سنن اربع میں بھی ضعیف، مقلوب، منقطع، مرسل سے لازم آتا ہے کہ سنن اربع کی روایات ناقابل قبول ہیں، اہل فن سے لازمی ہے، کہ وہ کسی طبقہ کی کتاب کیوں نہ ہو، سب کی روایات پر غور کریں، ان کی روایت دیکھیں، علمائے محدثین کے کلام پر غور کریں، کہ انہوں نے کیا خیال ظاہر فرمایا ہے، بہت ممکن ہے، کہ ایسی کتابوں میں صحیح روایات اکثر موجود ہوں، اور جب کہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ، علامہ ابن جوزی، حافظ ذہبی ایسے حضرات نے اکثر ایسی موضوع اور ضعیف روایتوں کی تخریج فرمادی ہے، اس لئے ان کی کتب سے ایسی کتابوں

لہ حضرت العلام مولانا عبد الوہاب صاحب آروی کا مضمون بر سرخی "اشیائے مرہونہ سے نفع اٹھانا جائز نہیں بلکہ سود ہے۔" ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء ص۵ اخبار المحدیث امرتسر میں ہے، اس کا جواب حضرت العلام مولانا عبد الجبار صاحب کھنڈیلوی کے قلم سے بر سرخی "اشیاء مرہونہ سے نفع اٹھانا جائز ہے سود نہیں" ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء کے المحدیث ص۹ پر شائع ہوا ہے، پھر اس کا جواب مولانا آروی صاحب نے ۲۰ دسمبر ۱۸ء کے المحدیث ص۸ پر شائع کر دیا ہے فریقین کے مضامین نہایت قیمتی معلومات سے پر ہیں، ان ہی کی طرف جناب مولانا خالد صاحب بھوپالی نے اشارہ فرمایا ہے، افسوس کہ فتاویٰ کی محدود ضخامت کے پیش نظر ہم ان علمی مقالات کو مکمل طور پر شائع نہ کر سکے شائقین مذکورہ بالا پرچہ جات میں ان تفصیلی مقالات کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں (مؤلف)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے رواۃ کے حالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حدیث متذکرہ بالا کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

لا یغلق الرھن من راھنہ لہ غنمہ وعلیہ غرمہ رواہ ابن حبان فی صحیحہ والدارقطنی والحاکم والبیہقی من طریق زیاد بن سعد عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ مرفوعا لا یغلق الرھن لہ غنمہ وعلیہ غرمہ واخرجہا ابن ماجۃ من طریق اسحاق بن راشد عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ مرفوعا واخرجہ الحاکم من طرق عن الزھری موصولۃ ایضا ورواہ الاوزاعی و یونس وابن ابی ذئب عن الزھری عن سعید مرسلا ورواہ الشافعی عن ابن ابی فدیک وابن ابی شیبۃ عن وکیع وعبد الرزاق عن الثوری کلھم من ابن ابی ذئب کذلک ولفظہ لا یغلق الرھن من صاحبہ الذی رھنہ لہ غنمہ وعلیہ غرمہ قال الشافعی غنمہ زیادۃ دینہ وغرمہ ھلاکہ وصحح ابوداؤد والبزار والدارقطنی وابن القطان ارسالہ ولہ طرق فی الدارقطنی والبیہقی کلھا ضعیفۃ وصحح ابن عبد البر وعبد الحق وصلہ (تلخیص الحبیر ص۲۴۶)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابن حزم ایک روایت اور نقل فرمائی ہے، جو یہ ہے۔ وروی ابن حزم من طریق قاسم بن اصبغ نا محمد بن ابراھیم نا یحیی بن ابی طالب الانطاکی وغیرہ من اھل الثقۃ نا نصر بن عاصم الانطاکی نا شبابۃ عن ورقاء عن ابن ابی ذئب عن الزھری عن سعید بن المسیب وابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغلق الرھن الخ قال ابن حزم ھذا اسناد حسن قلت اخرجہ الدارقطنی من طریق عبد اللہ بن نصر الاصم الانطاکی عن شبابۃ بہ وصححھا عبد الحق وعبد اللہ بن نصر بن عاصم تصحیف وانما ھو عبد بن نصر الاصم سقط عبد اللہ وصرف الاصم العاصم (تلخیص الحبیر ص۲۴۶)

غرض اس روایت کا مدار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر ہے، اور کسی صحابی سے یہ روایت معلوم نہیں ہوتی، اور اس پر محدثین کا اتفاق ہے، کہ اس کے اکثر طرق ضعیف ہیں، اور ساتھ ہی مرسل بھی ہے، البتہ اگر دو طریقوں سے بصحت مروی ہوتی، اور اس کے خلاف کوئی اصح روایت نہ ہوتی، تو ضرور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل عمل ہو سکتی تھی لیکن اس کے مخالف صحیح روایت موجود ہے۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول الظھر یرکب بنفقتہ اذا کان مرھونا و لبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان مرھونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقۃ۔

(نیل الاوطار ص ۱۰۲ بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

پہلا مذہب امام ابوحنیفہ، امام شافعی رضی اللہ عنہم کا ہے، اور دوسرا مذہب امام احمد رضی اللہ عنہ کا ہے، امام احمد کے موافق ایک اور حدیث بھی ہے۔ اذا کان الدابۃ مرھونۃ فعلی المرتھن علفھا و لبن الدر یشرب وعلی الذی یشرب نفقۃ رواہ احمد۔ اس روایت کے متعلق علامہ شوکانی فرماتے ہیں۔

الحدیث لہ الفاظ منھا ما ذکرہ المصنف ومنھا بلفظ الرھن مرکوب ومحلوب رواہ الدارقطنی والحاکم وصححہ من طریق الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ رض مرفوعا قال الحاکم لم یخرجاہ لان سفیان وغیرہ وقفوا علی الاعمش وقد ذکر الدارقطنی الاختلاف فیہ علی الاعمش وغیرہ ورجح الموقوف وبہ جزم الترمذی وقال ابن ابی حاتم قال ابی رفعہ یعنی ابا معاویۃ مرۃ ثم ترک الرفع بعد ورجح البیھقی ایضا الوقف (نیل الاوطار ص ۱۰۲)

غرض اس پر اتفاق ہے، کہ جس میں لفظ مرتہن کی زیادتی ہے، وہ روایت موقوف ہے مرفوع نہیں، علامہ شوکانی نے اس قول کی تائید میں ایک حوالہ حماد بن سلمہ کی روایت کا اور دیا ہے،

ویؤیدہ ما وقع عند حماد بن سلمۃ فی جامعہ اذا ارتھن شاۃ شرب المرتھن من لبنھا بقدر علفھا فان استفضل من اللبن بعد ثمن العلف فھو ربا ففیہ دلیل علی انہ یجوز للمرتھن الانتفاع بالرھن (نیل الاوطار ص ۱۰۳)

لیکن اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ مرتہن بقدر مصارف نفع اٹھا سکتا ہے مگر یہ روایت حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ و علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے استشہاداً پیش کی ہے، اور اس میں کہیں لفظ مرفوعا نہیں، قطع نظر اس کے علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے، کہ حماد بن سلمہ سے امام بخاری نے احتراز کیا ہے، اور امام مسلم نے بطور شواہد ان کی روایت لی ہے، حافظ صاحب علیہ الرحمۃ نے جو فرمایا ہے، کہ:۔

ترکب الضالۃ بقدر علفھا و تحلب بقدر علفھا وھذا الاثر وصلہ سعید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن منصور عن هشیم عن مغیرة بہ (یعنی جیسا کہ امام بخاری نے فرمایا وقال مغیرة عن ابراهيم النخعی) تو مغیرہ تک سعید بن منصور نے وصل کیا ہے، اور اسی روایت کی حماد بن سلمہ نے توضیح کی ہے

حافظ صاحب علیہ الرحمۃ اس حدیث مرفوع الظهر یرکب کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں

وفیہ حجۃ لمن قال یجوز للمرتهن الانتفاع بالرهن اذا قام بمصلحتہ ولو لم یاذن بہ المالك وهو قول احمد واسحاق وطائفۃ قالوا ینفع المرتهن من الرهن بالرکوب والحلب بقدر النفقۃ ولا تنتفع بغیرهما لمفهوم (فتح الباری ص۱۰۱)

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے، کہ شارع علیہ السلام نے کسی صحیح روایت میں انتفاع کو محدود نہیں فرمایا، ورنہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ آپ نے علاوہ سواری اور دودھ کے جانوروں کے انتفاع کو ناجائز قرار دیا ہو، بلکہ یہ حکم عام ہے، اور مرتہن کو اختیار ہے، کہ وہ جس قدر چاہے، اس سے نفع اٹھائے، اور ہر شئے مرہونہ سے وہ متمتع ہو سکتا ہے، علامہ وقت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر نئی روشنی ڈالی ہے، فرماتے ہیں:۔

میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں اختلاف نہیں ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں حکم عام ہے، مگر جس وقت راہن کو شئے مرہونہ کے تلف یا ہلاک کا خوف ہو، اور مرتہن اس کا خرچ اٹھائے، تو ایسی صورت میں لوگ جس قدر انصاف کر دیں، اس شئے سے مرتہن نفع اٹھا سکتا ہے"

گو حضرت شاہ صاحب نے دونوں روایتوں میں تطبیق دینے کی کوشش فرمائی ہے مگر پھر بھی اغراض متذکرہ بالا کا جواب نہیں ہو سکتا، چنانچہ علامہ ابن قیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

المثال الرابع والسبعون وردا لسنۃ الثابتۃ الصحیحۃ بجواز رکوب المرهن الدابۃ المرهونۃ وشرب لبنها بنفقتہ علیها کما روی البخاری فی صحیحہ ثنا محمد بن مقاتل انا عبد الله انا زکریا عن الشعبی عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم الرهن یرکب بنفقتہ اذا کان مرهونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ ولهذا الحکم من احسن الاحکام واعدلها ولا صلح للراهن منہ وما عداہ ففسادہ ظاهر فان الراهن قد یغیب ویتعذر علی المرتهن مطالبتہ بالنفقۃ التی تحفظ الرهن ویشق علیہ او یتعذر رفعہ الی الحاکم واثبات الرهن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واثبات غیبۃ الراھن واثبات ان قدر نفقتہ علیہ ھی قدر حلبہ ورکوبہ وطلبہ منہ الحاکم لہ بذلک وفی ھذا من العسر والجھد والمشقۃ ما ینافی الحنیفیۃ السمحۃ فشرع الشارع الحکیم القیم بمصالح العباد للمرتھن ان یشرب لبن الرھن ویرکب ظھرہ وعلیہ نفقتہ وھذا محض القیاس وھو تخریج علی اصلین احدھما انہ اذا انفق علی الرھن صارت النفقۃ دینا علی الراھن لانہ واجب الاداء علیہ ویتعسر علیہ الاشھاد علی ذلک کل وقت واستیذان الحاکم فجوز لہ الشارع استیفاء دینہ من ظھر الرھن ودرہ (اعلام الموقعین منہ ج ۲)

علامہ موصوف نے اس بحث کو نہایت وضاحت سے تحریر فرمایا۔

تحریر بالا سے تین مذاہب معلوم ہوتے ہیں۔ ایک مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ وغیرہ کا کہ انتفاع ناجائز ہے، ایک مذہب امام احمد رحمۃ اللہ وغیرہ کا کہ شئے مرہونہ پر جتنا خرچ کیا ہو، اسی قدر انتفاع جائز ہے، تیسرا مذہب جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ انتفاع شئے مرہونہ سے جائز ہے، اور اس میں یہ شرط فضول ہے کہ جس قدر خرچ کرے، اتنا ہی لے کیونکہ انتفاع کے معنی نفع حاصل کرنا ہے، جب مرتہن نے اس پر صرف کیا، تو اول تو اس کو اس کا حساب کتاب کرنا دشوار ہے، دوسرے وہ اس کی حفاظت بھی کرے گا، تیسرے اگر وہ اسی قدر شئے مرہونہ سے وصول کرے جس قدر اس نے صرف کیا ہے، تو یہ انتفاع کہاں ہوا، یہ خواہ مخواہ کی دردسری ہے، پس بقول امام ابن القیم و حضرت سید اسمٰعیل امیر یمانی وغیرہ علیہم الرحمۃ شئے مرہونہ سے نفع اٹھانا جائز ہے، اور جب ان دو کا ثبوت بروایت صحیح ثابت ہے تو اور چیزوں کا بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

ناچیز کی تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے، اور علماء اس پر روشنی ڈالیں گے، ممکن ہے، کہ انشاء اللہ مفصل اس مسئلہ پر لکھنے کی مجھے ضرورت ہو۔ وصلی اللہ علی محمد وآلہ وسلم

(از قلم حضرت مولانا خالد صاحب التصانیف العدیدۃ)

(اندرون اتوار کھوپال ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ)

س: کسی تجارت میں روپیہ بطور مضاربت دیا گیا۔ مگر اس شرط پر کہ اگر تجارت میں نقصان ہو، تو ہم اس کے ذمہ دار نہ ہوں گے، اور ہمارے راس المال میں کوئی اثر اس کا نہ ہو، کیا ایسا جائز ہے؟ (بانو بیگم بنارس)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج :۔ عقد مضاربت میں، نفع و نقصان میں شرکت ضروری ہے، صورت مذکورہ میں عقد مضاربت نہیں بلکہ سود ہے (۸ر صفر ۳۹ھ)

س :۔ زید سوداگر چرم ہے، اور بکر خریدار زید سے کچھ روپے کا سودا ادھار لیتا ہے۔ اور زید بکر سے اپنی بہی پر ایک آنہ کا ٹکٹ لگوا کر اقرار لکھواتا ہے، کہ اگر اقرار پر روپیہ نہ دو گے، تو روپیہ مذکور مع سود ڈیوڑھے سے لئے جاویں گے لیکن زید کی نیت سود لینے کی نہیں ہے، اب آپ بموجب شرع شریف بیان فرمائیں، کہ زید کو سود لکھوانا جائز ہے یا نہیں ؟

ج :۔ جائز نہیں، حدیث شریف میں آیا ہے، کہ جو شخص کفر پر قسم کھالے، چاہے وہ سچا ہو، تو بھی گنہ گار ہے، اس لئے کوئی اور صورت اختیار کرنی چاہیئے جس سے رقم کو بھی نقصان نہ پہنچے، ناجائز طریق بھی نہ ہو، (۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء)

س :۔ کوئی سوداگر پیشہ چند روز میں کسی ساہوکار مسلمان کا روپیہ لے کر دیوالہ نکال کر بیٹھ جاوے یہ جائز ہے ؟ حالانکہ روپیہ ادا کرنے کی طاقت ہے۔

ج :۔ مال مردم کسی صورت میں کھانا جائز نہیں، قطعاً حرام ہے (۱۵ر دسمبر ۳۳ء)

س :۔ ہم اپنا مال برابر دوسرے ملک میں جا کر تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے، کہ روپیہ تاجر جلد نہیں دے سکتا جس کے سبب سے پندرہ بیس روز تاجر کے یہاں رہنا پڑتا ہے، اور اس کے یہاں کھانا بھی کھانا پڑتا ہے، مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ان کے ہاں کھانا سود ہے ؟

ج :۔ بعض لوگ اس کو سود کے مشابہ یا شبہ سود کہتے ہیں، مگر دراصل یہ سود نہیں۔ بلکہ اس حدیث کے ماتحت ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہ کو قرض سے زیادہ دیا تھا، اس قسم کا کھلانا تاجروں کے عرف عام میں داخل ہے (۱۷ر جون ۱۹۲۷ء)

مفتی مرحوم نے جس حدیث کے پیش نظر یہ جواب تحریر فرمایا ہے، وہ یہ ہے۔ عن انس رضی اللہ عنہ انہ سئل عن الرجل یقرض اخاہ المال فیھدی الیہ فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقرض احدکم قرضا فاھدی الیہ او حملہ علی الدابۃ فلا یرکبھا ولا یقبلہ الا ان یکون جری بینہ وبینہ قبل ذلک اخرجہ ابن ماجہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں فتوی طلب کیا گیا، جو اپنے بھائی کو کچھ مال بطور قرض دیتا ہے، وہ بھائی اس کی طرف کچھ ہدایا و تحائف بھیجتا ہے، اس کے جواب میں حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انس رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو کچھ قرض دے، اور وہ مقروض اس کی طرف کچھ ہدیہ بھیجے، یا اپنی سواری اس کے لئے پیش کرے، تو وہ قرض دینے والا اس کی سواری پر نہ بیٹھے، نہ اس کا ہدیہ قبول کرے، ہاں اگر پہلے ہی سے ان میں آپس میں ایسا ہدیہ، تحفہ لینے دینے کا دستور ہے، اور اس قرض کی وجہ کو اس میں کچھ دخل نہیں تو پھر کچھ حرج نہیں ہے، مفتی مرحوم کے لفظ "عرف عام" کا یہی مطلب ہے (مؤلف)

س :۔ اگر دکان میں کوئی اجنبی گاہک مال خریدنے آوے، اور قیمت دے جاوے یا دوسری دوکان سے خرید کر لایا ہو اور مال بھول کر چلا جاوے، اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں کا رہنے والا تھا، تو اب اس کے بھولے ہوئے اور چیز کو کیا کیا جاوے۔

ج :۔ بھولی چیز لقطہ ہے، ایک سال تک اس کے مالک کا انتظار کیا جائے، نہ آئے تو اس کو پہچان کر استعمال کر لیں، کبھی اس کا مالک آجائے تو قیمت دے دیں،

(اہلحدیث ۷ رجادی الثانی ۳۳ھ)

تشریح

قیمتی چیزوں کے لئے یہ حکم ہے، الدر البہیہ میں ہے۔ ولا باس بان ینتفع الملتقط بالشئ الحقیر کالعصا والسوط ونحوھما بعد التعریف بہ ثلاثا (الروضۃ الندیۃ ج ۲ ص ۲۴۴) یعنی کوئی چھوٹی موٹی چیز مثل عصا یا کوڑا وغیرہ کے کسی کو مل جاوے، تو اس کو تین دن تک معلوم کرائے، اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو سکے، تو پھر اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ احمد و ابو داؤد میں حضرت جابر سے حدیث مروی ہے، قال رخص لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصا والسوط والحبل واشباھہ یلتقطہ الرجل ینتفع بہ وفی اسنادہ المغیرۃ بن زیاد وفیہ مقال و قد وثقہ وکیع وابن معین وابن عدی وفی الصحیحین من حدیث انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بتمرۃ فی الطریق فقال لولا انی اخاف ان تکون من الصدقۃ لاکلتھا وقد اخرج احمد والطبرانی والبیہقی من حدیث یعلی بن مرۃ مرفوعا من التقط لقطۃ یسیرۃ حبلا او درھما او شبہ ذلک فلیعرفھا ثلثۃ ایام ان کان فوق ذلک فلیعرفہ ستۃ ایام زاد الطبرانی فان جاء صاحبھا فلیتصدق بھا (حوالہ مذکور)

ان روایات کا مفہوم بھی یہی ہے، کہ رسی، عصا، کوڑا یا ایک چونی تک چیزیں تین دن تک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا پھر زیادہ سے زیادہ چھ دن تک مشتہر کی جاویں، بعد میں ان کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے، یا پھر صدقہ کر دیا جائے (مؤلف)

س: زید مبلغ بیس روپے عمرو کو اس شرط پر دیتا ہے، کہ کاتک میں وقت مقررہ پر گیہوں بیس سیر کے بھاؤ لوں گا، حالانکہ اس وقت گیہوں کا بھاؤ پندرہ سیر کا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

ج: جائز ہے، اس کا نام بیع سلم ہے (۱۰ رمئی ۳۵ء)

س: ہمارے ملک میں ایک سال میں دو وقت اناج کی فصل ہوتی ہے، فصل کٹنے کے وقت پر رعیت لوگ اپنے حسب ضرورت اناج رکھ کر بچت اناج کو فروخت کر دیتے ہیں، اس وقت تمام تاجر لوگ اس اناج کو خریدتے ہیں، میں بھی خریدتا ہوں، چند دن بعد جب کچھ نفع سے بھاؤ آتا ہے، تو کچھ نہ کچھ نفع یا اپنا اصل مبلغ وصول ہونے تک اس اناج کو ٹھہرا کر فروخت کر دیتا ہوں، خاص کر قیمت کو بڑھانے کے خیال سے روکتا نہیں، اور اتنے دن ٹھہرا کر فروخت کرنا کر کے کوئی میعاد بھی مقرر نہیں کرتا، کبھی نقصان بھی ہو جاتا ہے، یہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟

ج: صورت مرقومہ جائز ہے، حدیث شریف میں احتکار سے منع آیا ہے احتکار اس صورت کو کہتے ہیں جس میں غلہ روکنے سے آبادی میں قحط پڑ کر تکلیف ہو، معمولی موسمی اتار چڑھاؤ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اگر یہ نہیں، تو پھر تجارت کون کرے گا (۸ رفروری ۳۵ء)

س: ایک شخص نے اپنی کچھ جائداد ایک شخص کے نام بچند شروط ہبہ کر دی، کہ فروخت وغیرہ نہ کرنا کہ میرا نام زندہ رہے وغیرہ اس کی آمدنی سے صرف متمتع ہوتا رہے (اور دوسری جائداد اپنے ہی نام پر چھوڑ کر مر گیا) اب وہ شخص مر گیا، بعد کو موہوب لہ نے اس ہبہ شدہ جائداد کو فروخت وغیرہ کرنا شروع کر دیا ہے، کیا ایسا کرنے سے وہ منع کیا جا سکتا

ج: سوال ہذا میں فروخت نہ کرنے کی جو شرط ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ ہبہ نہیں بلکہ وقف ہے، اس لئے بیع کرنا جائز نہیں، بیع سے روک دینا چاہیئے، واللہ اعلم (۹ راگست ۱۹۳۵ء)

س: ایک آدمی نے ایک مردہ جانور کو جان بوجھ کر ذبح کیا، اس کے گوشت کو فروخت کرنے والے، اور لینے والے جو کھاتے ہیں، ان کے اوپر کیا حکم ہے؟

ج: مردہ جانور کا گوشت حرام ہے، ایسا شخص جو مردہ جانور کا گوشت بیچتا ہے، لوگوں کو حرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھلاتا ہے، جس سے وہ سخت گنہ گار ہے (۲۲ر فروری ۱۹۱۸ء)

س:۔ زید نے بکر کو فی روپیہ دس سیر گندم طے کر کے چند ماہ معینہ پر دیا، اب بکر نے مدت مقررہ پر ادا نہیں کیا، پھر زید نے بعد مدت دراز اس روپے کا جو یا دوسری چیز نرخ بازار سے لینا چاہتا ہے، کیا درست ہوگا؟

ج:۔ بیع اول بیع سلم ہے، اس کے ماتحت وہی لے گا جو لینا کیا ہے، دوسری چیز دوسری بیع سے لے گا (۸ر مئی ۱۹۳۱ء)

س:۔ تعلیم علم دین، دینی وعظ، امامت اور اذان پر تنخواہ یا اجرت لینی شرعاً جائز ہے یا نہیں

ج:۔ ایسے کام اجرت کی نیت سے بھی کرنا بہ نسبت دوسری اجرتوں کے اچھا ہے، کیوں کہ اس میں دنیاوی فوائد کے علاوہ دینی اشاعت بھی ہے، حدیث شریف میں ہے احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ (۲۱ر جولائی ۱۹۱۸ء)

س:۔ الربوا سبعون جزءا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ اس کے علاوہ ۶۹ دیں اجزا کیا ہیں۔ لفظ "امہ" کا معنی اخبار اہلحدیث میں ارسال فرمادیں۔

ج:۔ کسی حدیث میں ان اجزاء کی تشریح مجھے نہیں ملی، کسی صاحب کو معلوم ہو تو اطلاع دیں (۱۹ر جون ۱۹۳۱ء)

س:۔ جھٹکا خور اور جھٹکا کرنے والے سکھ کے ہاتھ کی خشک و تر اشیاء خرید کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ (سردار محمد پنڈوری)

ج:۔ اصول تجارت مانع نہ ہوں، تو سکھوں کے ہاتھ سے کوئی چیز خرید کرنا جائز ہے، چاہے وہ جھٹکا کھاتے ہوں، ان کی خوراک کا اثر بیع پر نہیں ہو سکتا (۱۳ر صفر ۱۳۴۶ھ)

س:۔ حلال جانوروں مثل گائے، بیل، بکری وغیرہ کا خشک خون اس کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ جو خون ذبح کے وقت جاری ہو، وہ تو ہر حال میں ناجائز ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا، دوسرا کسی قسم کا خون ہو، تو جائز ہے، واللہ اعلم (۱۰ر شوال ۱۳۴۷ھ)

س:۔ کسی نے قرضہ دیا جس کو دیا، اس کی رضامندی پر زیادہ لیا، یا قرضہ لینے والے شخص نے زیادہ دیا۔ تو لینا کیسا ہے؟

ج:۔ قرضدار بغیر مقرر کرنے کے از خود زیادہ دے دے، تو لینا جائز ہے، حدیث میں ایسا آیا ہے (۲۱ر محرم ۱۳۵۰ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س:۔ زید ایک گھوڑا گاڑی کے ذریعہ سے اپنی روزی کماتا ہے، اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سیندھی کے پیپے جس میں سیندھی بھری ہوتی ہے، ایک مقام سے دوسرے مقام کو لے جایا کرتا ہے، جواب طلب صرف یہ بات ہے، کہ از روئے شرع شریف اس کی مزدوری جائز ہے یا ناجائز؟

ج:۔ سیندھی اگر نشہ آور ہے، تو اس کی حمالی کرنا، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا حرام ہے حدیث شریف میں اس پر لعنت ہے۔ اللہ اعلم (۵ محرم ۱۳۳۹ھ)

س:۔ تجارت کے اندر منافع کے ساتھ خرید و فروخت از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے، کیا اس قسم کا خرید و فروخت سود کے اندر داخل ہے یا الگ ہے۔

ج:۔ تجارت میں تو نفع ہی مقصود ہوتا ہے، اگر بائع صاف کہہ دے، کہ یہ چیز ایک روپے سے خریدی ہے، اور اس پر اتنا (۲ر یا ۴ر) نفع لوں گا، تو بھی جائز ہے، اس کے سوا سائل کی مراد اگر کچھ اور ہو، تو واضح لفظوں میں بیان کرے۔ (۱۷ دسمبر ۱۹۳۶ء)

س:۔ اجارہ پر کھیت لینا یا اس کا غلہ کھانا کیسا ہے، جب کہ مالک کو مال گذاری کھیت کا خود اجارہ دار دیتا ہے، اور خود جوتتا بوتا ہے، تو اس قسم کا اجارہ یا رہن خریدنے کا کیا حکم ہے؟

ج:۔ زمین کو اجارہ یا گرو کے طریق پر لینا، جس میں مالک کو بھی حصہ دیا جائے، جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہوا بعض حدیثوں میں جو اجارہ پر زمین دینے سے ممانعت آئی ہے، اس سے مراد بالکلیہ ممنوع یا حرام نہیں، بلکہ یہ مطلب ہے، کہ کسی غریب مسلمان کو استعمال کے لئے زمین مفت دے دے، تو افضل ہے (۱۷ دسمبر ۱۹۳۶ء)

شرفیہ:۔ اجارہ کا جواب صحیح ہے، گروی کا نہیں، اس میں اجمال ہے، اور شبہ حرمت لہذا ممنوع ہے (ابو سعید شرف الدین، دہلوی)

س:۔ کفار سے سود لینا اس زمانے میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ج:۔ ہرگز نہیں بقولہ تعالیٰ حرم الربوا الآیۃ سود حرام ہے (۲۴ دسمبر ۱۹۳۶ء)

س:۔ نوٹ لے کر روپیہ دینا، اور نوٹ والے شخص سے بٹہ لینا جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ کاغذ لے کر چاندی دے سکے، عوض میں بٹہ لینا کیسا ہے؟

ج:۔ جائز ہے (۲۴ دسمبر ۱۹۳۶ء)

س:۔ کمائی عورت زانیہ اور چور اور سود خوار کی کمائی ان کے تائب ہو جانے کے بعد کیا حکم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتی ہے یعنی حلال ہے یا حرام؟

ج: توبہ کے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے۔ الا من تاب وامن وعمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات۔ یعنی سچی توبہ کرکے نیک عمل کرنے والے کی برائیاں خداتعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، حدیث شریف میں ہے، التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے، جیسا کہ اس کا کوئی گناہ نہیں ہے، سودخوار کے متعلق قرآن پاک میں صاف ارشاد ہے۔ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف۔ جو شخص نصیحت سننے کے بعد رک جائے، تو اس کے لئے ہے جو پہلے ہوچکا، اور اس کا کام سپرد خدا ہے، کہ اس نے سچے دل سے توبہ کی ہے یا محض ریا ہے

ان آیات سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے، کہ زانیہ عورت کی خرچی بعد سچی توبہ کے حلال ہوجاتی ہے، حافظ ابن قیم کا رجحان بھی اسی طرف ہے، اور حافظ عبداللہ غازی پوری مرحوم بھی اسی کے قائل تھے، میری رائے ناقص میں سودخوار کے مال کا یہی حکم ہے، کیوں کہ دونوں صورتوں میں وجہ ایک ہے یعنی اخذ مال برضائے مالک برخلاف حکم شریعت میں اپنی رائے پر اعتماد نہیں کرتا حضرات علمائے کرام کے جواب کا انتظار ہے

چوری کا مال ہرگز جائز نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس میں مالک کی رضامندی نہیں ہوتی۔

(۳ رجب ۱۹۳۶ء)

شرفیہ: یہ استدلال کہ سود میں رضائے مالک ہوتی ہے عجیب استدلال ہے یہ کس دلیل سے ثابت ہے، کہ جہاں رضائے مالک ہو، وہاں حکم جواز ہے، زانیہ اپنی رضا سے کراتی ہے، تو کیا زنا جائز ہے، زانیہ حرام کے بچے کو قتل کراتے کو یا اور کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کے لئے مال دیتا ہے، اس میں بھی مالک کی رضا ہے، کہ یہ مال حرام بعد توبہ حلال ہوجائے گا، ہرگز نہیں، لہٰذا استدلال باطل ہے (شرف الدین۔ دہلوی)

س: چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر مال از کسب زنا وغنا ونیاحت حاصل شود، عند الشرع در مال مذکور چہ حکم است، جواب مطابق مذہب حنفی تحریر کردہ شود، بینوا توجروا

ج: در کتب فقہ می نویسند کہ آنچہ مال از کسب زنا وغنا ونیاحت وغیرہ باشد پس سبیل آن است کہ آن را بارباب اموال رد کند اگر معلوم باشند واگر معلوم نہ باشند صدقہ کردہ دہاز طرف ایشان تا اگر عین مال بایشاں نرسیدہ ثوابش برسد بحسب ردہ علی اربابہ ان علموا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا تصدق لیصل ثوابہ ان لم یصل عینہ کذا فی ایضاح الاصلاح شرح امداد الفتاح، وفی المنتقی امرأۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او صاحبۃ زمارۃ اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا تصدق بہ کذا فی الھندیۃ والطحطاوی من کان عندہ مال حرام فھو مامور بتصدقہ علی الفقراء الی آخر ما فی منح الازھر لا یجوز اخذ الاجرۃ علی الغناء والنوح والملاھی لان الملاھیۃ لا یتصور استحقاقھا بالعقد فلا یجب علیہ الاجر فان اعطاہ الاجر وقبضہ لا یحل لہ ویجب علیہ ردہ کذا فی الزیلعی والعینی، وغیرھما من کتب الفقہ واجمعوا علی ان اجرۃ الزنا باطلۃ کذا فی العینی شرح صحیح البخاری والقسطلانی وشرح النووی وغیرہ وسبب رد ایں ست کہ ہرگاہ گیرندہ مال بوجہ حرام وزنا وغیرہ مالک آں نہ شد پس آں مال از ملک مالک خارج نہ گشتہ، دریں صورت طریق رسانیدن حقوق عباد ہمیں است، کہ آنرا بمالکانش برسانند اگر معلوم باشند والا از طرف ایشاں صدقہ کنند ودلیل بریں مدعی ایں آیہ کریمہ را میگردانند ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا الایۃ قال فی البیضاوی خطاب المکلفین والامانات وان نزلت یوم الفتح فی عثمان بن طلحۃ انتھی ما فیہ وھکذا فی الجلالین والنیشا فوری، وغیرھما ودر بنا مسجد ہم مست آں مال حلال طیب ضرور باید، چہ مسجد یکہ از مال حرام تیار بود باشد خواندن نماز دراں مکروہ است ونزد امام احمد حرام ودر چاہ ہم صرف نہ کنند، بلکہ بفقراء ومساکین بدہند بایں نیت کہ ثواب ایں مال بمالک آں مال برسد تا از عذاب اخروی رہا شود۱ واللہ اعلم، حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین　　(فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۳۲)

س:۔ اناج کو فصل سے پیشتر خرید وفروخت کرنا جائز ہے یا کیا؟ یعنی اناج دھان وغیرہ اگنے کے تین چار ماہ پیشتر خرید وفروخت کرنا۔

ج:۔ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ کھیت اور باغ کی صلاحیت پیدا ہونے سے پہلے خرید وفروخت نہیں چاہیے۔

حدیث: عن عبد اللہ بن عمر نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن

---

۱ خلاصہ یہ ہے، کہ زنا وغناء وغیرہ سے حاصل کردہ مال ان کے مالکان کو واپس لوٹا دے، یا ان کی طرف سے فقراء ومساکین پر صدقہ کر دے ۱۲ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیع الثمار حتی یبدو صلاحہا نھی البائع والمشتری متفق علیہ وفی روایۃ المسلم نہی عن بیع النخل حتی تزھو وعن السنبل حتی یبیض ویامن العاھۃ (مشکوۃ جلد ۱ ص ۲۴۷) ترجمہ تقریباً وہی ہے جو حضرت مفتی مرحوم تحریر فرما چکے ہیں (مؤلف)

س:۔ ایک شخص نے دوسرے کو تجارت کے لئے روپے دے کر ۲ر ہفتہ وار فائدے میں لینا مقرر کیا، یہ سود ہے یا نہ؟

ج:۔ مقرر کرنا سود ہے، نفع و نقصان میں شریک ہونا جائز ہے (۱۶ اپریل ۲۶ء)

س:۔ سودی تمسکات لکھنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے، اور ان کی لکھائی لینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ حدیث شریف میں ممانعت ہے (۱۶ اپریل ۲۶ء)

حدیث شریف یہ ہے عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم (مشکوۃ شریف جلد اول ص ۲۴۴) یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاج کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر لعنت فرمائی، اور فرمایا کہ گناہ میں یہ سب برابر ہیں۔

س:۔ زید کہتا ہے، کہ شئے واحد کو اس طرح بیچنا کہ ایک من گندم کی قیمت اصلی بازار میں پانچ روپے ہے، اب اگر کوئی نقد قیمت دے کر خریدتا ہے، تو اسی قیمت اصلی پر بیچنا، اور اگر کوئی ادھار پر خریدتا ہے، تو وہ ایک من گندم کو سات روپے پر بیچنا بموافق حدیث ابوہریرہ رضی قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعۃ وایضاً لابی داؤد من باع بیعتین فی بیعۃ فلہ اوکسھما او الربوا سود و حرام ہے، اور بکر کہتا ہے، کہ یہ بیع و فروخت حلال و جائز ہے، ان دونوں صاحبان میں سے کون حق و صواب پر ہے، بیان مفصل بدلیل مطلوب ہے (سائل ابو عبد الحکیم نسیم الدین رنگپوری بنگال)

ج:۔ شئے واحد کو نقد کم قیمت پر اور ادھار زیادہ قیمت پر بیچنا جائز ہے، بشرطیکہ بات قطعی ہو جائے گومگو نہ رہے، یعنی مشتری یہ کہے، کہ قیمت ادھار ہے، فلاں روز دوں گا، بائع اس چیز کی قیمت قطعی کہہ دے، ایسا نہ کریں، کہ نقد لے گا، تو ایک روپیہ ادھار لے گا، تو سوا روپیہ، اور مشتری بغیر طے کئے کسی بات کے اٹھا کر لے جائے بیعۃ فی بیعتین کے معنی نہیں، صورت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاف ہے، تو جائز ہے (نیل الاوطار) (۳۰ اپریل ۲۶ء)

(نوٹ) پہلے بھی اس بارے میں مفصل تشریح فتاوی نذیریہ سے نقل کی جا چکی ہے (مؤلف)

س: زید کپڑے کی تجارت کرتا ہے، اور خصوصاً اس کے خریدار سنتال اور پہاڑیے ہیں، یہ لوگ گاہے بگاہے شراب پی کر زید کی دوکان پر آتے ہیں جس کے باعث زید کو سخت نفرت و کراہت ہوتی ہے، لہذا ایسے لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا تقوی کے خلاف ہے یا نہیں؟

ج: ایسے لوگوں سے خرید فروخت جائز ہے ہاں نرمی سے نصیحت کرتا رہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ما علی الذین یتقون من حسابہم من شیءٍ ولکن ذکری لعلہم یتقون

(۱۹ ربیع الاول ۵۷ھ)

بحث سود بحالت اضطراری

(از حضرت العلام مولانا ابو القاسم صاحب بنارسی)

یہ بات تو بدیہی ہے، کہ قرآن مجید میں جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان میں سود کی حرمت بھی منصوص ہے۔ احل اللہ البیع وحرم الربوا لیکن سود کی حرمت علیحدہ بیان کرنے میں اور اشیاء محرمات سے کیا حکمت و راز ہے، اور کیوں سود کے بیان میں حالت اضطراری قرآن مجید میں مذکور نہیں، اور خنزیر وغیرہ میں اضطرار کا ذکر موجود ہے، وجہ صاف ہے، کہ جو اشیاء محرمات حالت اضطرار میں قدرے قلیل بطور قوت لا یموت میں روا رکھی گئی ہے، سود ہرگز ہرگز ان میں نہیں ہے، لہذا کیسی ہی اضطراری ہو، سود کسی حالت میں جائز نہیں، طرہ یہ کہ اشیائے محرمات جو بحالت اضطراری جائز رکھی گئی ہیں، اس کا مقدار نہایت قلیل ہے، تو سود جب بحالت اضطراری جائز ہوگا، تو اس کا مقدار بھی قلیل ہوگا، حالانکہ یہ عرفاً ممکن نہیں، اور اول تو جوازی بحالت اضطرار اور حیلے مشکل ہے، قرآن مجید میں ایک صورت اضطرار کی ربوا میں البتہ یوں مذکور ہے وان کان ذو عسرۃ تو اس کے بارے میں فرمایا فنظرۃ الی میسرۃ اس میں بھی اجازت نہیں بخشی فافہم (۲ مئی ۱۹۱۳ء)

س: ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس سو روپیہ کے عوض اپنی زمین گرو رکھی اس شرط پر کہ تین برس کے بعد ہم روپیہ دے کر زمین واپس کر لیں گے اور اس مدت میں جو کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیداوار کا منافع ہو، وہ اپنے مصرف میں لادے، اور مالگذاری بھی ادا کرتا رہے۔

ج: بعض علماء اس صورت کو گائے والی صورت (لبن الدر یشرب بنفقتہ) پر قیاس کرتے ہیں کہتے ہیں، زمین کا لگان مرتہن کے ذمے مثل گائے کی خوراک کے برابر ہے بعض اس سے منکر ہیں، اختلاف سے نکلنے کے لئے مالک کو بھی کرایہ زمین کے طور پر کچھ دے دیا کرے خواہ تھوڑا ہی ہو تو جائز ہے (۱۲ر جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

س: یہاں آگرہ میں پکا چمڑہ فروخت کرنے والوں نے ایک انجمن قائم کی ہے، اس انجمن کے کچھ قواعد ہیں، منجملہ ان کے تین یہ ہیں:۔

(۱) جو کوئی نئی دوکان کھولتا ہے، اس سے سوا سو روپیہ چندہ لیا جاتا ہے، اگر کوئی نہ دے تو ممبران انجمن اس کے ہاتھ فروخت نہیں کرتے۔

(۲) ہر ایک دوکاندار سے چار آنہ ماہوار چندہ لیا جاتا ہے۔

(۳) جو ممبر انجمن کے قواعد کی خلاف ورزی کرے، اس کو جرمانہ کیا جاتا ہے، اور یہ آمدنی ایک ایک جگہ جمع رہتی ہے، جو انجمن کی ضروریات میں خرچ کی جاتی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے، کہ ایسی انجمن میں شامل ہونا اور چندہ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، اور اوپر تینوں قواعد میں شریعت کا کیا حکم ہے، اگر جرمانہ لینا شرعاً ناجائز ہو، تو انجمن کے قواعد کی خلاف ورزی کرنے والے کے لئے کون سی سزا دینی چاہیئے، جو شریعت کے مطابق ہو۔ (محمد صدیق سیکرٹری انجمن اہلحدیث، آگرہ)

ج: بغرض رفاہ عام یا بالغرض انتظام یہ شروط ہیں، تو جائز ہے، اور اگر یہ اور کسی ناجائز کام ناچ رنگ وغیرہ میں خرچ ہو، تو ناجائز ہے۔ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

(۶ر شعبان ۱۳۴۷ھ)

س: چوسہ ساگوانی وغیرہ وغیرہ جو بغیر تخم ریزی انسان کے پہاڑوں پر اگے ہوئے ہوتے ہیں اس کے فروخت کرنے کی ملازمت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ج: کسی شخص نے اگر جائز طرح سے اس پر قبضہ کیا ہے تو اس کی ملازمت کرنا بھی جائز ہے، ظلم سے ہے، تو جائز نہیں۔ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان (۲۸ر جنوری ۱۹۱۰ء)

س: ایک حجام سر مونڈنے کا کام کرتا ہے، جس میں اسے داڑھی بھی مونڈنا پڑتی ہے، پہلے تو مونڈتا تھا، اب اس کو ایسے کام سے نفرت ہوگئی ہے، اب وہ کیا کرے داڑھی مونڈے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا نہ مونڈے، تو کھانے کیا؟

ج:۔ داڑھی منڈانا اور مونڈنا دونوں گناہ ہیں، اللہ سے ڈر کر یہ کام چھوڑے گا تو خدا اور طرح سے اس کو روزی رزق دے گا من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ (۲۵ رجون ۱۹۲۰ء)

س:۔ اسامی جس نے چار روپیہ من کے حساب سے لاؤں کپاس لگایا تھا، اس کے پاس کپاس ہے نہ روپیہ اس صورت میں بازاری نرخ سے جو سات یا آٹھ روپیہ ہوتے ہیں اس کی گھاس دو من سال آئندہ لینے کا اقرار نامہ لے لیا جائے، تو جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ ایک عقد میں دو عقد کرنے منع ہیں، ایک عقد کا فیصلہ پہلے کر لیا جائے، مبلغ وصول ہو یا اصل رقم اس کے بعد دوسرا عقد کیا جائے (۱۶ رجمادی الثانی ۳۱ھ)

س:۔ مردار کا چمڑا گیلا خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

ج:۔ مردار کے چمڑے کی خرید و فروخت دباغت (رنگنے سے پہلے) جائز ہے بعض سلف سے ایسا ہی منقول ہے، لیکن اس سے فائدہ اٹھانا میرے ناقص علم میں جائز نہیں ہے، و اللہ اعلم (۱۷ رصفر ۶۱ھ)

س:۔ بیع سلم جائز ہے یا نہیں، بیع سلم کیا ہوتی ہے، اس کے شرائط کیا ہیں؟

ج:۔ بیع سلم میں مبیع، وقت، قیمت اور جگہ مقرر ہوتی ہیں، قیمت دی جاتی ہے، اور مبیع وقت مقررہ پر لی جاتی ہے، یہ اب بھی جائز ہے (۱۴ رجمادی الثانی ۳۵ھ)

(نوٹ) مفصل تشریح پیچھے گذر چکی ہے۔ (مؤلف)

س:۔ کھجور کا کھٹا رس اور تاڑ کا میٹھا رس جسے پینے سے آدمی مدہوش ہو جاتا ہے، اور بھلا، برا تمیز نہیں رہتا، اس کو خمر کہا جائے گا، اور اس کا پینا حرام ہے یا نہیں، بصورت حرام اس کا پینے والا، بیچنے والا، رس نکالنے والا، اور رس نکالنے کے لئے درخت اجارہ پر دینے والے کا گناہ برابر ہے یا مختلف، اور شریعت میں ان کے حدود کیا ہیں؟

ج:۔ تاڑ کے رس میں صبح کے وقت نشہ نہیں ہوتا، اس لئے پینا جائز ہے، جس وقت نشہ آور ہو جاوے، تو بحکم کل مسکر حرام اس کا پینا ناجائز ہے، تاڑ کے درخت کی مطلق بیع جائز ہے، کیونکہ بذاتہ مسکر نہیں، (اہلحدیث امرتسر ۱۲ رجنوری ۱۹۲۰ء)

س:۔ بعض دوکاندار سبزی وغیرہ لوگوں کو اس شرط پر دیتے ہیں کہ فصل کے موقع پر بحساب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبزی یعنی جتنی سبزی اتنی ہی گندم لیتے ہیں کیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ یہ بیع ممنوعہ بیعوں سے نہیں ہے اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ۲۸ رجون ۱۹۴۰ء)

س:۔ ایک مسلمان دوکاندار کے لئے یہ بات جائز ہے، کہ ایک چیز کی اصلی قیمت سے ڈیوڑھی (۱½ اگنی) قیمت کرے، اور چلنے پر گاہک راضی ہو جائے اس سے لے لیوے، اور ایک ہی چیز کی رقم ایک آدمی سے ایک روپیہ اور دوسرے سے بارہ آنے اور تیسرے سے آٹھ آنے لے لیوے۔

ج:۔ قیمت میں ردوبدل جائز ہے، زیادہ کہہ کر کم کر سکتا ہے، مگر گاہک کو دھوکہ نہ دے، یوں نہ کہے، کہ میری خرید اتنی ہے، حالانکہ اصل میں ایسا نہ ہو۔ (۹ ر فروری ۱۹۴۰ء)

تعاقب

س:۔ سوال نمبر ۱ کا جواب جو آپ نے تحریر فرمایا ہے، کہ صبح صبح جب تاڑی اتارتے ہیں، اس وقت نشہ نہیں ہوتا، یہ تجربہ آپ کو کیسے ہوا کہ صبح کی تاڑی میں نشہ نہیں ہوتا، سو یہ بہار میں علی الصباح تاڑی اتارتے ہیں، اور پینے والے اسی وقت پینا شروع کر دیتے ہیں، اور ان میں نشہ بھی ہوتا ہے، اس فتوی کو سنکر عام جہلاء خوشی منا رہے ہیں، کہ جب صبح کی تاڑی پینا شرعاً جائز ہے، تو اب صبح کی تاڑی پیا کریں گے مہربانی فرما کر تحقیق کر کے اس فتوے کو دوبارہ اہلحدیث اخبار میں شائع کریں۔

(راقم کمترین ماسٹر قطب الدین احمد از بھدلسیر۔ خریدار نمبر ۱۱۴۶۹)

جواب:۔ ہم نے صوبہ بہار میں خود دریافت کیا، تو یہی بتایا گیا، کہ صبح سویرے تاڑی نشہ آور نہیں ہوتی، اب جو آپ نے اس کی بابت لکھا ہے، تو صحیح فتوی یہی ہوگا، کہ تاڑی ہر حال میں حرام ہے، مزید تحقیق کے لئے میں مولوی حکیم مولوی عبد الخبیر صاحب کو تکلیف دیتا ہوں کہ صحیح تحقیق سے اطلاع دیں، سوال قابل غور اتنا ہے، کہ تاڑی نکلنے میں نشہ آور ہو جاتی ہے یا سورج چڑھے اس میں نشہ پیدا ہوتا ہے (۱۳ رمارچ ۱۹۳۶ء)

تاڑی کی تحقیق

جناب مولانا صاحب اما بعد! آپ نے کھجور کی تاڑی کی مزید تحقیق کی بے متعلق جناب مولوی حکیم عبد الخبیر صاحب کو تکلیف دی ہے مجھ کو جہاں تک تحقیق ہے لکھتا ہوں، بنگال میں خصوصاً ضلع راجشاہی اور ضلع جسر و ضلع ندیہ میں کثرت سے تاڑی ہوتی ہے، ضلع جسر میں لوگوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زبانی سنا ہے، کہ جس کے مکان یا زمین میں ایک سو درخت کھجور کے ہوں، اس کے مکان میں کوئی شادی نہیں کرتا، گویا کھجور کے درخت ان کی جائداد ہے، ماسٹر قطب الدین احمد صاحب نے جو لکھا ہے، کہ یقیناً صبح کی تاڑی میں نشہ ہوتا ہے، یہ کہنا ماسٹر صاحب کا غلط ہے میں نے بخوبی تجربہ کیا ہے، کہ صبح سویرے تاڑی نشہ آور نہیں ہوتی، دن کے دس بجے تک بہت عمدہ رہتی ہے، اگر اس کو دھوپ میں دو گھنٹہ یا چار گھنٹہ رکھا جائے، تو البتہ نشہ آور ہو جاتی ہے، میں تو خاص کر کے اس (وغیرہ) کو جسے آپ لوگ تاڑی کہتے ہیں پینے کے لئے جاڑے کے موسم میں ضلع راجشاہی مرشد آباد جاتا ہوں، اور دو ماہ برابر وہاں رہتا ہوں کسی قسم کی نشہ آور نہیں ہوتی۔ (مولوی) محمد عبد الرحیم، موضع ابوہا، ڈاکخانہ راج گاؤں بیربھوم (۱۰ اپریل ۳۶ء)

تاڑی کی تشریح

اہلحدیث کے کسی پرچے میں تاڑی کو دو قسم لکھا گیا ہے، ایک بے نشہ حلال، دوسری بانشہ حرام، اس کی مزید تحقیق تاڑی والے علاقے سے دریافت کی تھی، جس کے جواب میں مولانا عبد الجلیل صاحب سامرودی کا خط آیا ہے، جو درج ذیل ہے۔

پرچہ اہلحدیث میں تاڑ کے ماحصل پینے پر استفسار تھا، ہمارے علاقے گجرات میں درخت تاڑ اور درخت خرمان دونوں سے ایک قسم کا عرق بر آمد ہوتا ہے، جو شربت سے بھی زیادہ شیریں ہوتا ہے، اس کو حفاظت سے دن بھر رکھیے بالکل نشہ نہیں آتا، اس کے نکالنے کا طریقہ یہ ہے، کہ تاڑ یا کھجور کے درخت کو چھید کر شام کو ٹھنڈے پہر ایک برتن مٹی کا باندھ دیتے ہیں، اس درخت میں سے قدرت نے ایک ذات رکھا ہے، اس وقت اس میں وہ عرق اس طرح ٹپکتا ہے، جس طرح شیر دار جانور کا دودھ تھن میں بھر کر ٹپکنے لگتا ہے، فرق اتنا ہے کہ دودھ نکالنا پڑتا ہے، اور یہ قدرتی طور پر آخر پڑتا ہے، اسے علی الصباح اتارا جاتا ہے، یہ سرد اور شیریں ہوتا ہے، اسے ہم لوگ نیرا کہتے ہیں، اس میں نشہ نہیں ہوتا، خواہ دن کو نکلے یا رات کو کوئی تعلق نہیں، البتہ جس روز برتن باندھا جاتا ہے، اس کے لئے اگر غب کو ابر ہو جاوے تو وہ نیرا پھٹ جاتا ہے، رنگ بھورا ہو جاتا ہے، ترشی آ جاتی ہے، اس میں نشہ ہو جاتا ہے لیکن وہ نیرا سرد، صاف، شیریں، اس میں بلا شبہ نشہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کو دھوپ میں رکھا جاوے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا آگ پر تو اس میں پھر جوش آجاتا ہے، اور نشہ لاتا ہے جس درخت سے نیرا اتارا جاتا ہے اس زمانے میں سیندھی نہیں اترتی، اور سیندھی کے زمانے میں یہ نہیں اترتا ہم لوگ اس سے خوب واقف ہیں، اس کے حلال ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں، الا نشہ کے زمانے میں۔
(عبد الجلیل)

دوسرے صاحب پٹنہ سے لکھتے ہیں جنہوں نے اپنا نام نہیں لکھا، ان کی تحریر یہ ہے
جناب حضرت مولانا صاحب سلمہ الرحمٰن، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میں نے اہلحدیث اخبار میں بابت تاڑی یہ مضمون پڑھا، بعدہ اس پر تعاقب کیا، اس پر آنجناب نے مولوی پٹنوی سے دریافت کیا، واللہ اعلم مولانا موصوف نے کیا جواب دیا، کمترین بہ حیثیت مسلمان ہونے کی وجہ سے تجربہ کی بنا پر تحریر کرتا ہوں، کہ برتن صاف بعد غروب آفتاب درخت سے شاخ دھو کر باندھ دیں، طلوع آفتاب سے پیشتر اتار کر استعمال کریں، اگر برتن غیر صاف یا گرمی پہنچنے سے ذرہ برابر جھاگ آجاوے، تو بوجہ جھاگ نشہ آور، خواہ تھوڑی یا زیادہ مقدار ہو جاوے گی۔ (اہلحدیث یکم مئی ۱۹۳۶ء)

س ۔ ٹھیکہ تاڑی اور خمر کا درست ہے یا نہیں، اور جو شخص کہ ٹھیکہ لیوے اس کی دعوت اور امامت جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

ج ۔ تاڑی اور خمر کا ٹھیکہ مثل خرید و فروخت اس کے ہے شرعاً ما یصلح ثمنا یصلح اجرۃ کذا فی کتب الفقہ جاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ بخلاف دین علی المسلم لبطلانہ کذا فی المتون والشروح الحنفیۃ لانہ مال متقوم فی حق الکافر فملکہ البائع فیحل الاخذ منہ۔ قولہ لبطلانہ لان الخمر لیس بمال متقوم فی حق المسلم فبقی الثمن علی ملک المشتری فلا یحل لہ اخذہ من البائع کذا فی الطحطاوی وھکذا فی الھدایۃ وغیرھا۔ پس اس صورت میں مال اور طعام تاڑی و شراب کے ٹھیکہ لینے والے کا حرام اور لینا مال اس کا اور کھانا اس کا اور دعوت اس کی قبول کرنی حرام ہے شرعاً اگر بذریعہ تاڑی اور خمر یا بوجہ اور حرام کے حاصل کیا ہو ولا یجیب دعوۃ الفاسق المعلن لیعلم انہ غیر راض بفسقہ وکذا دعوۃ من غالب مالہ حرام ما لم یخبر انہ حلال وبالعکس یجیب ما لم من انہ لحرام کاکل الربوا

لہ کھجور یا تاڑ کا وہ قدرتی رس ہے، جس کو نشہ آور بنا لیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکاسب الحرام یواھدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل ولا یاکل الی اخر ما فی الطحطاوی والعالمگیریۃ وغیرھما من کتب الفقہ اور ایسے شخص مذکور کو امام نہ بنا دے، اس لئے کہ یہ فاسق قابل اہانت کے ہے لا یقدم الفاسق للامامۃ کذا فی المستملی وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم

سید محمد نذیر حسین عفی عنہ (فتاوی نذیریہ ج ۲ ص۵۵)

س:۔ مہوا جو ایک بڑے درخت کا پھل ہے، علاقہ بہار میں بہت ہوتا ہے، ‌شل کشمش کے بہت میٹھا اور سستا ہوتا ہے، دیہات کے غریب لوگ کھاتے ہیں، بکثرت اس سے شراب بنتی ہے، پانی میں پھلا کر مویشی کو کھلایا جاتا ہے، دو چار روز پانی میں رکھنے سے اس میں کچھ نشہ لانے کا اثر بھی ہو جاتا ہے، مویشی کے مانڈے میں چارے کے ساتھ مہوا، کھلی، وغیرہ ملا کر رکھ دیا جاتا ہے، جو اکثر دو چار روز تک کھلایا جاتا ہے، اس طرح جانور کو کھلانے میں کچھ شرعی ممانعت ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

ج:۔ مہوا کی جو کیفیت لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ گیہوں، انگور اور گڑ وغیرہ کی طرح ہے، گیہوں اور انگور سے بھی شراب بنتی ہے تو جس طرح گیہوں اور انگور کی غذا جائز ہے مہوا کی بھی جائز ہے۔

س:۔ مہوا جس کا اوپر ذکر ہوا اس کی خریداری شراب کے ٹھیکہ داروں کی طرف سے ہوتی ہے، یہ مہوہ شراب میں بھی خرچ ہوتا ہے اور غذا میں بھی، شراب کے ٹھیکہ دار سے فروخت کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ (سائل مذکور)

ج:۔ جس حالت میں کوئی چیز بیچی جاتی ہے، اس حالت میں وہ نشہ آور نہیں ہے، تو اس کا بیچنا جائز ہے، فقہاء نے صاف لکھا ہے، کہ شراب ساز کے پاس انگور بیچنا جائز ہے

س:۔ گڑ، راب کی بھی یہی حالت ہے، ایسی حالت میں اس کا فروخت کرنا کیسا ہے (سائل مذکور)

ج:۔ جواب بشرح صدر

س:۔ شراب بیچنے والے کو اسی کی تجارت کے واسطے مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

ج:۔ شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت آئی ہے، مکان کرایہ پر دینے والا ان میں نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن معین اور مجیز ہے، اس لئے مکان دینا جائز نہیں، لا تعاونوا علی الاثم الآیۃ
(۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء)

س:۔ زید درمے چندیہ بازی لاٹری یافتہ دخواہد درنہاد درکار خیر صرف کند چوں مسجد مسافر خانہ، لنگر خانہ شرعا جائز است یانہ؟

ج:۔ لاٹری از قسم قمار است، قرآن مجید بنص صریح قمار را حرام قرار دادہ است، انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (۲۹ر جنوری ۱۹۳۲ء)

س:۔ رجسٹری آفس میں دستاویز لکھنے والا کاتب اور دفتر میں سرکاری رجسٹر پر دستاویز مذکور کو نقل کرنے والا نقل نویسی پر سودی کاغذ کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:۔ رجسٹری کا محکمہ اس حدیث کے ماتحت نہیں ہے، جس میں محرر ربا کے لئے وعید آئی ہے، یہ انشائے فعل نہیں نقل تحریر ہے (۲ر شوال ۱۳۶۵ھ)

س:۔ کیا بوجہ مجبوری بلیک مارکیٹ سے خریدنے والا بھی گنہ گار ہے؟

ج:۔ بلیک مارکیٹ سے خریدنے والا اگر مجبور ہے، تو وہ بحالت اضطراری مردہ خوار کے حکم میں ہے، بلیک کرنے والا گنہ گار ہے، اللہ اعلم (۲ر شوال ۱۳۶۵ھ)

س:۔ دو تین سال قبل باغات کے ثمر خریدنے جائز ہیں یا نہیں؟

ج:۔ جس حدیث میں ثمر پختہ ہو جانے سے پہلے بیع کرنا منع آیا ہے امام بخاری نے اس کو مشورہ قرار دیا ہے، میں بھی اس سے تجاوز نہیں کر سکتا (۱۹ر جمادی الاخری ۱۳۶۴ھ)

شرفیہ امام بخاری نے اس کو مشورہ قرار نہیں دیا، صحیح میں باب یہ ہے، باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحھا انتھی پھر حدیث زید بن ثابت لائے ہیں عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان الناس فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتبایعون الثمار فاذا جذ الناس وحضر تقاضیھم قال المبتاع انہ اصاب الثمر الدمان اصابہ مرض اصابہ قشام عاھات یحتجون بھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما

لہ المراد بھذہ المشورۃ ان لا تشتروا شیئا حتی یتکامل صلاح جمیع ھذہ الثمرۃ لئلا تجری منازعۃ (عینی شرح بخاری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثرت عندہ الخصومۃ فی ذلک فاما لا فلا تتبایعوا حتی یبدو صلاح الثمر کالمشورۃ یشیر بہا لکثرۃ خصومتہم انتہی (ج ۱ ص ۲۹۲) حدیث مرفوع نہیں زید بن ثابت راوی کا قول واجتہاد اپنا فہم ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مشورہ یہ فرمایا آپ نے فرمایا کہ یہ میں نے تم کو مشورے کے طور پر کہا ہے، اور شرعی حکم میں خصوصاً جو حکم نہی کا ہو جس کا اصل حرمت ہے، اور قرینہ حرمت قطعی کا دوسری حدیث میں ہے، عن انس قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو بعت من اخیک ثمرا فاصابتہ جائحۃ فلا یحل لک ان تاخذ منہ شیئا بما تاخذ مال اخیک بغیر حق رواہ مسلم (مشکوۃ ج ۲ ص ۲۴۷)

یہ سب حدیثیں حرمت کی صریح دلیل ہیں، مشورہ کا فہم صحیح نہیں، اور نہ ہی امام بخاری نے اسے مشورہ قرار دیا ہے، ورنہ وہ ترجمۃ الباب میں اس کی طرف اشارہ کرتے راذلیس فلیس۔

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

س:۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر وشان نزول کا خلاصہ بیان فرمایئے۔

ج:۔ دنیا کے لوگ ایک دوسرے کا مال بے وجہ کھاتے تھے، اور اب بھی کھاتے ہیں، ان کی اصلاح کے لئے یہ آیت اتری ہے، کہ جائز طریق سے کھاؤ، جو تجارت ہے۔

(۵ رجولائی ۱۹۰۸ء)

س:۔ تاڑی کے خمیرے ڈبل روٹی یا بسکٹ وغیرہ بنا کر اس کی تجارت کرنا جائز ہے، یا ناجائز، اور ان کے کھانے کا کیا حکم ہے؟ کیوں کہ بعض کارخانوں میں بعض دفعہ تاڑی کے خمیر سے روٹی بسکٹ وغیرہ تیار ہو کر انگریزوں وغیرہ کو فروخت ہوتے ہیں، اس کی تجارت کا کیا حکم ہے؟

ج:۔ ایسے بسکٹوں کی بابت میں نے علمائے پورب کا طرز عمل دو اصولوں پر پایا ہے، مولانا حافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ تو نہیں کھاتے تھے، یہ تو اس اصول پر تھے کہ تاڑی بذات خود چونکہ منشی چیز ہے، اس کے بسکٹ بھی ناقابل اکل ہیں، مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کھاتے تھے، یہ اس اصول پر تھے، کہ خمیر کے بعد جو آٹا تیار رہتا ہے، اس مجموعہ میں نشہ نہیں، اس لئے حرام نہیں، یہ ہیں دو مختلف اصول، جس سے جس پر عمل ہو سکے کرلے

(۱۹ رجمادی الاولیٰ ۴۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:۔ میں کہتا ہوں، کہ دوسرا اصول بالکل غلط ہے، کہ مجموعہ میں نشہ نہیں، لہذا جائز یہ اصل حدیث نبوی کے خلاف ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ الترمذی وابوداود وابن ماجہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر منہ الفرق فملأ الکف منہ حرام رواہ احمد والترمذی وابوداؤد (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۷) یہ امر بدیہی ہے، کہ جب فرق اسکر ہے، تو ملأ الکف مسکر نہیں اور حرام ہے اس سے قلیل میں شرط نشہ باطل ہے۔

س:۔ ایک گاؤں میں پانچ روپے من گڑ فروخت ہوتا ہے، اور اسی گاؤں میں ایک آدمی زمیندار سے پانچ روپے فی من لے کر چھ روپے فی من فروخت کرتا ہے لیکن پانچ روپے فی من عام بکتا ہے، اور وہ چھ روپے ایک من کے لیتا ہے، اور کہتا ہے کہ جس کی مرضی ہو لیوے جس کی مرضی ہو نہ لیوے، اور دیگر اجناس بھی مثلاً لیتے وقت فی روپیہ دس سیر لیتا ہے، اور دیتے وقت فی روپیہ نو سیر دیتا ہے یہ لین دین جائز ہے یا ناجائز؟

ج:۔ جائز ہے، تجارت اسی کا نام ہے کے لئے، صرف نفع کمانے کے لئے، اس میں دھوکہ فریب نہیں (۲۳ رجب ۱۳۴۵ھ)

س:۔ آڑھت کرنی جائز ہے یا ناجائز یعنی کسی کی گندم فروخت کردینی اور اس سے فی روپیہ ایک پیسہ وصول کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

ج:۔ جائز ہے، اس کو دلالی کہتے ہیں (۲۳ رجب ۱۳۴۵ھ)

س:۔ جس چیز کا نرخ زمانہ گذشتہ میں ارزاں تھا، اور اب موجودہ زمانے میں نرخ گراں ہے، تو کیا مشتری کو یہ حق شرعاً حاصل ہے، کہ بائع کو مجبور کریں، کہ بموجب نرخ زمانہ گذشتہ ارزاں فروخت کرو، اگر بائع اس کو نامنظور کرے، تو اس کو ہر طرح سے ضرر پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

ج:۔ حدیث شریف میں آیا ہے، کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، حضور آپ نرخ مقرر کر دیں لوگ کم دبیش دیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں کسی پر ظلم کرنا نہیں چاہتا، اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، گذشتہ بھاؤ پر بیچنے کے لئے نہ کوئی مجبور کر سکتا ہے، نہ ہو سکتا ہے، جو کرے وہ بموجب حدیث سراسر ظلم ہے (۱۷ دسمبر ۱۹۱۵ء و ۵ جولائی ۱۹۰۸ء)

س:۔ سودی معاملات میں سود خوار سے سود وصول ہونے کے لئے مدد کرنا کیسا ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ دونوں مسلمان ہوں، اور اگر کوئی شخص بقیہ سود چھوڑ دینے کا مشورہ دے تو مستحق ثواب ہے یا نہیں؟

ج: ۔ جو کام گناہ ہے۔ اس میں مدد کرنا بھی گناہ ہے۔ سود چھوڑ دینے کا مشورہ دینے والے کو ثواب ہے۔ (۱۷ ردسمبر ۱۹۱۵ء)

س: ۔ زید نے بکر سے اس کے حصہ کی زمین رہن اس شرط پر لی ہے۔ کہ جب زر اصلی بکر ادا کر دے، تو اپنی زمین پر قبضہ کرلے، زید اس مرہونہ زمین میں کاشت کرتا ہے۔ اور مالگذاری سرکاری جو بکر ادا کرتا تھا۔ وہ اب زید اپنے پاس سے ادا کرتا ہے، اور جو زمین آسامیوں کے قبضہ میں ہے ان سے مالگذاری وصول کر کے سرکاری لگان ادا کر کے بقیہ اپنے تحت وتصرف میں لاتا ہے، کوئی مقررہ منافع نہیں ہے، زید کو کبھی فائدہ ہوتا ہے کبھی نقصان لہذا سوال یہ ہے، کہ اس طرح زمین رہن لینا جائز ہے یا نہیں؟

ج: ۔ صورت مرقومہ سود ہے (۱۷ ردسمبر ۱۹۱۵ء)

س: ۔ زید کہتا ہے، کہ جو شخص کسی کی زمین ظلماً ایک بالشت دبا لے گا، قیامت میں اس کے سر پر ساتوں زمینوں کا بوجھ رکھا جاوے گا، یہ مضمون حدیث شریف کا ہے یا نہیں؟

ج: ۔ یہ حدیث شریف کا مضمون ہے، حدیث یہ ہے۔ عن سعید بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین متفق علیہ (مشکوۃ ج۱ ص ۲۵۴) ترجمہ وہی ہے جو سائل نے نقل کیا ہے (۵ رجولائی ۱۹۰۸ء)

تعاقب

آپ نے اپنے اخبار ۲۳ رجب کے صفحہ فتاویٰ پر ایک سوال کا جواب دیا ہے، کہ مہوہ جس کی شراب بنتی ہے، اس کو شراب ساز ٹھیکہ دار کے پاس فروخت کرنا جائز ہے، اور اس پر آپ نے دلیل صرف یہ دی ہے کہ جس حالت میں کوئی چیز بیچی جاتی ہے، اس حالت میں نشہ آور نہیں، تو اس کا بیچنا جائز ہے اور اس پر فقہاء کا قول بھی پیش کیا، کہ شراب ساز کے پاس انگور بیچنا جائز ہے۔

ہمیں اس پر اعتراض ہے، کیوں کہ اس پر حدیث دال ہے، کہ شراب ساز کے پاس انگور بالکل نہ بیچے جائیں۔

من حبس العنب ایام القطاف حتی یبیعہ ممن یتخذہ خمرا فقد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقحم النار علی بصیرۃ (الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن)
یعنی جو شخص انگوروں کو بند رکھتا ہے، اس نیت پر کہ شراب ساز کے پاس بیچے، تو اس نے سمجھ سوچ کر اپنے آپ کو جہنم میں گرایا۔ (عطاء الرحمٰن طالب علم از امرتسر)

الجواب:۔ معترض نے نہ حدیث پر پوری نظر کی، نہ اس کی شرح پر جلدی میں تعاقب لکھ مارا۔ سنیئے! حدیث میں "حتی" کا لفظ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ جو بیچنے والا شراب ساز کی تلاش میں رہے اس کے حق میں یہ حدیث ہے، نیز اس کو یقین ہو کہ وہ اس چیز سے ضرور شراب بنائے گا لیکن اگر یہ دونوں قیود نہ پائی جائیں، تو یہ وعید بھی نہیں۔
معترض نے اس حدیث کو بلوغ المرام میں پڑھا ہو گا، اس لئے بلوغ المرام ہی کے حواشی میں اسے دیکھنا چاہیئے۔ وھو یدل علی اعتبار المقصد الی من یتخذہ خمرا
(حاشیہ مولانا سید احمد حسن دھلوی)

سبل السلام میں بھی قریباً یہی ہے اخباری سوال میں ایسا نہیں، بلکہ اس کے الفاظ یہ ہیں" مہوہ شراب کے ٹھیکہ دار کی طرف سے ہوتی ہے، یہ مہوہ شراب میں بھی خرچ ہوتا ہے اور غذا میں بھی، اور جانور کے چارے میں بھی شراب کے ٹھیکہ دار سے فروخت کرنا جائز ہوگا یا جائز؟

پس اس کی صورت یعنیہ گیہوں کی ہوئی، جو بازار میں بکتی ہے، جو عام انسانوں کی غذا ہے، اور شراب بھی اس سے بنتی ہے کوئی شراب ساز گیہوں خریدے، تو کیا اس کو گیہوں دینا منع ہے، بجائے گیہوں غذا بھی ہے (۱۳ مارچ ۳۲ء)

س:۔ بیع سلم سونا چاندی میں جائز ہے یا نہیں؟
ج:۔ بیع سلم میں دام پہلے دے کر چیز پیچھے لی جاتی ہے، اور سونے چاندی میں ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ بیع صرف ہے، بیع صرف میں دست بدست لیا جاتا ہے۔
(۳۰ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ)

س:۔ ایک شخص نے ایک مکان ناجائز روپے سے تعمیر کرایا، اب جس شخص کو یہ علم ہو کہ یہ مکان ناجائز روپے سے تعمیر کرایا گیا ہے اس کو اس مکان میں کرایہ دے کر رہنا، اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟
ج:۔ مالک مکان معذب ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ کرایہ دار بالعوض رہے، تو اس کو جائز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، مالک گنہ گار ہے، یہ مضمون حدیث هل ترك لنا عقيل شيئا سے ماخوذ ہے
واللہ اعلم (۱۲ شوال ۳۵ھ)

س: زید نے اپنی ضرورت کو ایک ہزار روپیہ بکر سے لیا جس کے عوض میں اپنا دو ہزار روپے کا مکان لکھ دیا، اور اقرار نامہ بکر سے علیحدہ لکھ لیا، کہ اگر تین سال میں یہ مبلغ رقم کو واپس کر دوں، تو اسی مبلغ پر اپنا گھر میرے نام واپس کر دینا، پھر زید نے بکر کو اسی مکان کا ایک کرایہ نامہ بھی لکھ دیا، کہ مکان مذکور کا کرایہ میں دس روپیہ دیا کروں گا۔ تین سال تک (ایک روپیہ فی سینکڑہ کا حساب دل میں ہے) کیا بکر کا ایسا سلوک زید سے ازروے قرآن و حدیث حلال ہے یا حرام؟ (محمد عبد الرزاق خریدار نمبر ۴۴۵۲)

ج: بکر کی نیت تو یہ ہے، کہ سود سے بچے، اور فائدہ بھی اٹھالے، مگر صورۃً بیع ہے اس لئے بیع کے تمام حکم اس پر مرتب ہوں گے یعنی جائز ہے، واللہ اعلم (۷ رجب ۳۹ھ)

س: ایک شخص زید، عمرو کا ملازم ہے، عمرو نے اس کو سفر میں بھیجا اور کہا، کہ ریل کے سفر کا ڈیوڑھے درجے کا ٹکٹ لینا، اور آگے گاڑی کرایہ کر لینا، زید نے تیسرے درجے کا ٹکٹ لیا اور گاڑی کے سفر میں پیدل گیا، عمرو یعنی مالک سے کرایہ ڈیوڑھا مجرا لیا، اور کرایہ گاڑی کا جو پیدل گیا تھا لیا، چونکہ حکم تو آقا کا یہی تھا، جو مجرا لیا، مگر خرچ اتنا نہیں کیا، کہتا ہے کہ میں نے پیدل تکلیف خود اٹھائی ہے، میرا حق ہے، اب شرع شریف کا کیا حکم ہے؟
(راقم عبد اللہ، ساکن راولپنڈی)

ج: مالک نے کرایہ کا مالک اس کو نہیں بنایا، بلکہ اس کرایہ کا استعمال کے لئے دیا ہے، تاکہ وقت بھی کم ملے، اور بعض صورتوں میں مالک کی عزت بھی اسی میں ہوتی ہے، کہ اس کا نوکر عزت سے جائے، اس لئے نوکر اگر اس کرایہ کو بچا کر اپنا لے، تو مالک کی مرضی کے خلاف ہے ہاں اگر مالک اجازت دے، تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ (۳۱ جنوری ۱۹۱۳ء)

س: اگر کوئی حکیم یا ڈاکٹر طوائف کا علاج کرے، تو اس کو فیس اور قیمت دوا کی لینا جائز ہے یا نہیں، اور فیس و دوا کی قیمت میں کچھ فرق ہے یا برابر ہے، اور اسی طرح جو عطار نسخہ باندھتا ہو یا اور کوئی مسلمان دوکاندار جو ان کے ہاتھ سودا کرے، تو اس کی نیت لینی کیسی ہے، اور اس دوکاندار یا حکیم، ڈاکٹر میں کچھ فرق ہے یا برابر ہیں، اگر فرق ہو تو وجہ بھی ضرور بیان فرمائی جاوے ورنہ ان کے علاج وغیرہ کی کیا صورت ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج:۔ طوائف کا مال جو زنا وغیرہ ناجائز طریقوں سے کمایا ہو چونکہ ازروئے شریعت ان کی ملک نہیں ہے، اس لئے علاج کی فیس یا کسی چیز کی قیمت میں لینا جائز نہیں، قیمت اور جنس میں کوئی فرق نہیں، دونوں برابر ہیں (۲۸ شوال ۲۷ھ)

س:۔ ایک شخص نے سود کے ساتھ بہت سارا روپیہ جمع کیا ہے، بعد ازاں سود سے توبہ کی کہ آگے سود نہ لوں گا، سابقہ روپیہ سودی جمع شدہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ سود کی بابت قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف۔ سود کے بارے میں خدا کی طرف سے جس کو نصیحت آ پہنچے، پھر وہ باز آئے، تو جو گذر چکا وہ اس کا ہوا، اور جو رقم ابھی مقروض کے ذمہ ہے، اس کی بابت ارشاد ہے۔ فلن تبتم فلكم رءوس اموالكم الآية۔ اگر تم توبہ کرو، تو تم اصل مال کے مالک ہو گے، سود تم کو نہیں ملے گا۔ (۱۰ شوال ۱۳۳۴ھ)

تشریح

از مولانا عبد السلام صاحب شیخ الحدیث ریاض العلوم۔ دھلی

س:۔ زید دس سال سے سودی لین دین کر رہا ہے، آج خدا سے ڈر کر توبہ کرتا ہے، اور اپنے کل مال کی زکوٰۃ نکالتا ہے، لوگوں کے ذمے باقی ماندہ سود کو چھوڑ دیتا ہے، لیکن جو مال اس نے سود لے کر جمع کیا ہے، اس میں اصل بھی ہے، آیا یہ مال پاک ہے یا ناپاک؟

ج:۔ سود کا لینا دینا ہر صورت میں حرام ہے، توبہ کرنے سے معاف ہو جائے گا، قبل از توبہ حلال و مخلوط از سود مال توبہ کے بعد پاک ہو جائے گا، توبہ کرنے سے شرک و کفر تک معاف ہو جاتے ہیں، انہیں گناہ کبائر میں سے سود بھی ہے، وہ بھی معاف ہو جائے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ التائب من الذنب كمن لا ذنب له (گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں)

مسئلہ مذکور میں قرآن اپنے ان الفاظ میں ناطق ہے۔ الذين ياكلون الربوا لا يقومون الا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس ذلك بانهم قالوا انما البيع مثل الربوا واحل الله البيع وحرم الربوا فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف وامره الى الله ومن عاد فاولئك اصحب النار هم فيها

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالدون ۰ (البقرۃ)

(ترجمہ) جو لوگ سود کھاتے ہیں، نہیں اٹھتے ہیں مگر جیسے وہ شخص جس کو شیطان نے اچک لیا ہو (یعنی مجنون) یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے خرید و فروخت اور سود کو ایک کہا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا، اور سود کو حرام۔ تو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آجانے کے بعد باز رہے، تو وہ مال اسی کا ہے، جو اس نے پہلے لیا، اس کا امر خدا کے سپرد ہے، لیکن جو باز نہ آئے' وہی اہل نار میں سے ہے، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے،

اللہ تعالیٰ کے قول فلہ ما سلف سے معلوم ہوتا ہے، کہ جو مال توبہ سے پہلے اور حرمت سے پہلے لے چکا ہے اس کا رکھنا اس کے لئے جائز ہے اس کے واپس کرنے کا صراحۃ حکم نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتہی فلہ ما سلف وامرہ الی اللہ الآیۃ

ای من بلغہ نہی اللہ عن الربوا فانتہی حال وصول الشرع الیہ فلہ ما سلف من المعاملۃ لقولہ عفا اللہ عما سلف وکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ وکل ربا فی الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی ھاتین واول ربا اضع ربا العباس ولم یامرھم برد الزیادات الماخوذۃ فی الجاھلیہ بل عما سلف کما قال اللہ فلہ ما سلف وامرہ الی اللہ الخ

اور تفسیر مواہب الرحمن میں آیت کریمہ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے یعنی جس شخص کے پاس آگئی نصیحت اس کے رب عزوجل کی طرف سے پس وہ باز رہا یعنی بیاج کھانے سے تو جو گذر چکا ہے، وہ اس کے لئے ہے۔

(فائدہ) یعنی وہ بیاج اس سے واپس نہیں لیا جائے گا، جو حکم الٰہی کے پہنچنے سے پہلے وہ جمع کر چکا ہے الخ اور اگر توبہ کے وقت اصل رقم اور سود کے مال سے لوگوں کے ذمے باقی ہے، تو توبہ کے بعد اپنی اصل رقم کو لے لے، اور سود کو چھوڑ دے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون (البقرۃ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ) اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے، اور چھوڑ دو جو رہ گیا ہے سود سے، اگر تم کو یقین ہے، پھر اگر نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ اور اس کے رسول سے، اور اگر توبہ کرو گے، تو تم کو پہنچتے ہیں اصل مال، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور کوئی تم پر ظلم کرے۔

(اہلحدیث دہلی ۱۵ مئی ۱۹۵۴ء)

س۔ ایک عورت نے ہاتھ کی چوڑی بنوانے کے لئے بکر کو سوا اڑتالیس روپے تین کے گنی وزن کا سونا دیا، بکر اس سونے کو سنار کے ہاں لے کر گیا، اور کہا، کہ اس سونے کی فلاں عورت کے لئے چوڑی بنا دے، سنار نے وہ سونا بکر کے ہاتھ سے چوڑی بنانے کے لئے لے لیا، اور بحفاظت لوہے کے ٹرنک میں رکھ لیا، اس کے چند روز بعد سنار مذکور کے ہاں چوری ہو گئی جس میں علاوہ دیگر گاہکوں کی اشیاء کے عورت مذکورہ کا بکر کے ہاتھوں بھیجا ہوا سونا بھی چوری ہو گیا، جس کی اطلاع سنار نے پولیس کو کی، پولیس کی تفتیش و تحقیق میں شہر کے باہر میدان میں دیگر گاہکوں کی چیزوں میں سے چند چیزیں دستیاب ہوئیں نیز جس ٹرنک میں عورت مذکورہ کا سونا بحفاظت رکھا ہوا تھا وہ ٹرنک بھی شکستہ حالت میں وہیں سے دستیاب ہوا لیکن بالکل خالی تھا، پولیس کے روزنامچے میں یہ رپورٹ محفوظ ہے کہ اب تک چور گرفتار نہیں ہوا۔

عورت مذکورہ نے بعد اطلاع بکر سے دعویٰ کیا، اور اپنا سونا طلب کیا، اس پر بکر نے انکار کیا اور کہا، کہ تمہارے کہنے کے مطابق سنار کو سونا چوڑی بنوانے کے لئے میں نے دے دیا تھا، اب جب کہ اس کے ہاں چوری ہو گئی جس میں تمہارا سونا بھی باوجود حفاظت تمام چوری گیا، تو مجھے کیا، میں اس کا ذمہ دار نہیں۔

لہٰذا غور طلب امر یہ ہے، کہ سونے مذکور کا شرعاً ذمہ دار کون ہے، بکر یا سنار؟ یا دونوں میں سے ایک بھی نہیں بینوا توجروا۔

ج: عورت مذکورہ نے بکر کو بنوانے کا وکیل کیا تھا، تو بکر پر تاوان نہ آئے گا، صرف سنار پر آئے گا، اور بکر خود سنار سے یا ٹھیکہ دار ہے، اور کام بنانے یا بنوانے کا ذمہ دار ہے، تو بکر تاوان آئے گا، اور وہ سنار سے لے گا، بہرحال تفصیل طلب ہے۔ اللہ اعلم۔

س۔ اس سنار کے متعلق کہ جس کے ہاں سے اپنے گاہکوں کا سونا باوجود حفاظت و نگہداشت کے چوری گیا تھا، اس کو گاہک یا وکیل گاہک جس کا کہ سونا سنار کے ہاں سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوری گیا تھا، یوں سمجھا دے اور جھوٹ کہے، کہ تو نے اگر میرے چوری شدہ سونے کی قیمت ادا کر دی، تو میں بہت سی اشیاء تجھ سے بنواؤں گا، یعنی آرڈر دلاؤں گا، بایں طور سنار مذکور سے اپنے چوری شدہ سونے کے دام وصول کرنا جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا

ج:۔ شریعت میں اجیر (کارکن) دو قسم کے ہیں، ایک اجیر خاص، دوم اجیر مشترک مثلاً کسی شخص نے ایک دھوبی خاص اپنے لئے نوکر رکھا ہے، دوسری قسم یہ ہے، کہ دھوبی بہت سے لوگوں کے کپڑے دھوتا ہے، قسم اول سے کوئی نقصان اس کی لاپرواہی یا بددیانتی کے بغیر ہو جائے، تو اس پر تاوان نہیں ہوتا، قسم دوم پر ہوتا ہے، پس صورت مرقومہ میں سنار سے دجہ مشترک اجیر ہے، گم شدہ سونے کا عوض لینا جائز ہے۔ ہاں اس کو آرڈر کا طمع دینا، دو وجہیں رکھتا ہے، ایک تو یہ کہ اس کو نیت سے کہتا ہے، کہ معاملہ صاف رہے گا، تو کام بھی ملے گا ورنہ نہیں، یہ بھی جائز ہے، اور اگر محض دھوکہ دے کر اصل چیز وصول کرنا مقصود ہے تو ایسا کرنا ناجائز ہے، بہرحال نیت پر موقوف ہے، اس قسم کے معاملات کی بابت ایک ہی اصول ہے۔ اللہ یعلم المفسد من المصلح اور حدیث شریف میں ہے انما الاعمال بالنیات۔ اللہ اعلم۔

س:۔ زید نے بکر کی گائے چرالی، اور کسی دوسرے گاؤں میں لے جا کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر لی، اس وقت بکر بھی چور کو تلاش کرتا ہوا آ گیا، جس وقت بکر آیا، اس کو گاؤں کے لوگوں نے بتا دیا، کہ زید نے تیری گائے چرا کر یہاں لا کر ذبح کر لی ہے، جھٹ بکر نے زید کو جا کر پکڑ لیا ابھی تک گائے کا گوشت پڑا فروخت ہو رہا تھا، جب بکر آیا، زید نے اقرار چوری کا کر لیا، اور بکر کو قیمت گائے دے کر خوش کر لیا، آیا اب یہ گائے مسلمانوں کو کھانی حلال ہے یا حرام؟ اور ذابح کا کیا حکم ہے؟ (حافظ فضل الرحمن از علیکا ضلع حصار)

ج:۔ گوشت کی حرمت مالک کی حق تلفی کی وجہ سے تھی، جب اس نے اپنا حق لے لیا، تو اب گوشت حلال ہے، مگر ذابح کا فعل چونکہ ایسے وقت میں ہوا ہے، جس وقت گائے مسروقہ تھی، اور اس کے مالک کا حق اس سے متعلق تھا، اس لئے ذابح گنہ گار رہے، اس کو توبہ نصوح کرنی چاہیے۔

س:۔ ایک شخص کو واسطے چاندی خریدنے کے روپیہ دیا گیا، بعدہ اس شخص نے دہلی سے واپس آ کر یہ بیان دیا، کہ چاندی میں سے کچھ اپنے واسطے خرید کی تھی، اور کچھ چاندی دوسرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کے واسطے خریدی تھی، وہ بھول کر کسی جگہ گم ہو گئی، اس صورت میں اس چاندی کے روپے مطابق شرع کے لینے چاہئیں یا نہیں؟

(صوفی عبداللہ مہتمم مدرسہ اہلحدیث از قصبہ ٹانڈہ بادلی)

ج:۔ جس کو روپیہ دیا تھا وکیل بنا کر دیا تھا، یا بطور بیع سلم دیا تھا، وکیل بنانے کا مطلب یہ ہے، کہ جس بھاؤ سے چاندی اس کو ملے، وہ مالک کی ہو گی، اس میں نفع ونقصان کا سارا ذمہ مالک پر ہو گا، یہ صورت ہے، تو نقصان کا عوض اس پر واجب الاداء نہ ہو گا، اور بطور بیع سلم دینے کا مطلب یہ ہے، کہ خرید کردہ چاندی اس شخص کی ہے، روپے والا اس سے بھاؤ کر کے لے گا، یعنی دہلی میں مشتری تھا، تو یہاں بائع، ایسی صورت میں نقصان اس کا ہے، روپیہ دینے والے کا نہیں۔ اللہ اعلم (بحوالہ ۲۷ محرم ۴۷ھ)

س:۔ اکثر لوگ کہتے ہیں، کہ مسلمان کو غلہ کی تجارت نہ کرنی چاہیئے، اس سے ایمان بدل جاتا ہے، یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ اور مسلمان غلہ فروشی کرنے کے شرعاً مجاز ہیں یا نہیں؟

ج:۔ مسلمانوں کو غلہ کی تجارت جائز ہے، منع ہوتی، تو طبقہ اولیٰ کے مسلمان کیوں کرتے، حدیث شریف میں احتکار منع ہے، احتکار کہتے ہیں غلہ بند رکھنا، جس سے لوگوں کو تکلیف ہو اور گراں بکے، قدرتی موسمی کمی بیشی سے فائدہ اٹھانا منع نہیں۔

تشریح مفید

س:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے یا نہیں، زید کہتا ہے، کہ تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے، کیونکہ وہ احتکار ہے، اور احتکار حرام ہے، آیا یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

(رب زدنی علما۔ قول زید کا بدیہی البطلان ہے، کیونکہ تجارت غلہ کی عموماً ہرگز حرام نہیں، اور نہ وہ احتکار ہے، البتہ خریدنا غلہ وغیرہ کا جو قوت ہو آدمیوں کا یا بہائم کا گرانی میں تجارت کے لئے اور روک رکھنا اس کا تاکہ گرانی میں فروخت کیا جائے، احتکار ممنوع اور حرام ہے، امام نووی منہاج وشرح صحیح مسلم بن الحجاج ص۳۱ میں فرماتے ہیں:۔

قال اهل اللغة الخاطي بالهمزة هو العاصي الاثم وهذا الحديث صريح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صریح فی تحریم الاحتکار قال اصحابنا الاحتکار المحرم هو الاحتکار فی الاقوات خاصۃ[1] وهو ان یشتری الطعام فی وقت الغلاء للتجارۃ ولا یبیعہ فی الحال بل یدخرہ لیغلوا ثمنہ انتہی اور طیبی مرحوم شرح مشکوۃ المصابیح میں لکھتے ہیں۔ الاحتکار المحرم هو فی الاقوات خاصۃ بان یشتری الطعام فی وقت الغلاء ولا یبیعہ فی الحال بل یدخرہ لیغلوا انتہی اور مجالس الابرار میں مرقوم ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتکر فهو خاطی هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ معمر بن عبد اللہ ومعناہ ان من یجمع الطعام الذی یجلب الی البلاد ویحبسہ لیبیعہ فی وقت الغلاء فهو اثم لتعلق حق العامۃ بہ وهو بالحبس والامتناع عن البیع یرید ابطال حقهم وتضییق الامر علیهم وهو ظالم عام ومن ثمہ ملعون کما روی انہ علیہ السلام قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون فانہ علیہ السلام بین فی هذا الحدیث ان الذی یجیٔ الی البلاد ویحبسہ لیبیعہ فی وقت الغلاء فهو ملعون بعید من الرحمۃ ولا یحصل لہ البرکۃ ما دام فی ذلک الفعل انتہی وفی مجمع البحار من احتکر طعاما ای اشتراہ وحبسہ لیقل فیغلوا والحکر والحکرۃ الاسم منہ وفی موضع اخر من احتکر فهو خاطی بالهمز المحرم من الاحتکار ما هو فی الاقوات وقت الغلاء للتجارۃ ویوخر للغلاء انتہی وفی الفتح فیہ اشعار بان الاحتکار انما یمنع فی حالۃ مخصوصۃ انتہی

اور اگر بازار سے خرید نہ کرے، بلکہ اس کی زمین کا ہو یا ارزانی میں خرید کرے لیکن اس کو روکے نہیں، بلکہ فوراً بیچ ڈالے یا گرانی میں اس کو روکے لیکن تجارت مقصود نہ ہو بلکہ مصارف روزمرہ کے لئے اس نے مول لیا ہو، یا جنس قوت لبشر و بہائم سے خارج ہو، توان سب صورتوں میں تجارت مذکور حرام نہیں بلکہ جائز اور درست ہے باتفاق حنفیہ اور شافعیہ الخ (فتاوی نذیریہ صفحہ ۲۶ ج ۲)

س: زید اور اس کی زوجہ ہندہ نے بحالت ذات و ثبات عقل بخوشی کل اپنی جائداد کو بدست اپنی دو لڑکیوں کے مبلغ ۱۵ ہزار روپیہ پر بیع کیا، اور بیع نامہ مطابق قانون انگریزی کے لکھ دیا، ایک ماہ کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، اب زید کے دونوں بھائی حقیقی دادخواہ ہیں کہ ہم

[1] یعنی احتکار ممنوعہ اقوات کے ساتھ خاص ہے، غیر اقوات میں احتکار منع نہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو جائداد زید سے شرعاً حصہ ملنا چاہیئے، کیوں کہ یہ بیع فرضی واسطے عدم مقدمہ کے زید نے کی ہے، ورنہ لڑکیوں کو اتنی مقدرت نہیں جو پندرہ ہزار دیں، اور نہ زید اور ہندہ کی بجز ان دو لڑکیوں کے اور کوئی اولاد ہے، مگر زوجہ زید جس نے اپنی بھی جائداد بیع کی ہے، اور اقرار کرتی ہے، کہ مجھ کو اور میرے شوہر کو روپیہ مل گیا، چنانچہ اسی وجہ سے میں نے مہر کا دعویٰ نہیں کیا، مگر عقلاً یہ کہ زید اور ہندہ نے بیع تو ضرور کی ہے، مگر روپیہ نہیں لیا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ معاف کر دیا، پس بحالت مذکور برادر حقیقی زید حصہ پا سکتے ہیں یا نہیں، اور مورث اعلیٰ کو اپنی جائداد کا اختیار ہے یا نہیں، کہ جس کو چاہے وہ دے دے، اور اگر یہ بیع ناجائز ہو، تو زوجہ مہر پا سکتی ہے یا نہیں؟ (خریدار اخبار اہلحدیث نمبر ۱۵۲۵ موضع موتاں، ضلع آرہ)

ج: ۔ یہ بیع واقعی ہے یا فرضی، اس کا فیصلہ کرنا حاکم وقت کا کام ہے، جو واقعات کی تحقیق کر سکتا ہے، مسئلہ یہ ہے، کہ کسی وارث کو محروم کرنے کی نیت سے نہ بیع جائز ہے نہ ہبہ، درصورت بیع ناجائز ہونے کے جیسے اور وارث حق پاویں گے، عورت بھی پاویگی۔

(۲۸ رجمادی الاول ۱۳۳۰ھ)

س: ۔ اگر کوئی شخص اپنی گائے دودھ والی دس روپے کے بدلے گرو رکھے، اور کہے کہ جب میں روپیہ دے دوں گا، تب گائے واپس لے لوں گا، اور دودھ مرتہن لے دے اور وہی خوراک دلوے، تو یہ درست ہے، یا نہیں؟ (رنگون گلی ۲۵ مکان ۲۱ محمد عمر)

ج: ۔ حدیث میں اس کا خاص ذکر آیا ہے۔ اس لئے جائز ہے۔

س: ۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس سو روپے کے عوض اپنی زمین گرو رکھی اس شرط پر کہ تین برس کے بعد ہم روپیہ دے کر زمین واپس کریں گے، اور اس مدت میں جو کچھ پیداواری کا منافع ہو، وہ اپنے مصرف میں لا دے، اور مالگذاری ادا کرتا رہے۔

ج: ۔ بعض علماء اس صورت کو گائے والی صورت پر قیاس کرتے ہیں کہتے ہیں، کہ زمین کا لگان مرتہن کے ذمے مثل گائے کی خوراک کے برابر ہے، بعض اس سے منکر ہیں، اختلاف سے نکلنے کے لئے مالک کو بھی کرایہ زمین کے طور پر کچھ دے دیا کرے، خواہ تھوڑا ہی ہو جائز ہے

س: ۔ ایک شخص نے کچھ روپیہ لیا، اور دینے والا اس شرط پر دیوے، کہ فصل پر کچھ ہی بھاؤ ہو میں ایک روپیہ من کے حساب سے غلہ لوں گا، اس نے منظور کر لیا، تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج:۔ یہ صورت بیع سلم کی ہے، اگر اس میں جنس اوصاف و اوصاف جنس اور مکان کی تعین کردی گئی ہے، تو بحکم حدیث جائز ہے۔

س:۔ ایک شخص نے تیس روپے کا غلہ دیا۔ تین روپے من کے حساب سے، اور لینے کا بھاؤ مقرر نہیں کیا، اور نہ وقت اور جب لینا چاہا تو اس وقت بھاؤ دو روپے من کا ہے اور وہ اسی وقت کے بھاؤ سے لینا چاہتا ہے یعنی دو روپے من کے حساب سے تو اس طرح لینا درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ اگر اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے تیس روپے والے غلے کے عوض میں یہ سودا ہے تو جائز نہیں، اس سودے کو بالکل الگ سمجھنا چاہیئے، اور یہ سودا بالکل الگ تو جائز ہے مگر جب مقرر نہیں، تو جو بھاؤ بازار کا ہوگا، اسی سے لے سکے گا۔ (۲۶ اپریل ۱۷ء)

س:۔ بنک میں روپیہ رکھ کر سود سے بچ نہیں سکتے، سود کا روپیہ ہم اپنے مصرف میں نہیں لاتے، اور لوگوں کو یوں ہی دے دیتے ہیں، بغیر بنک کے ہمارا کاروبار نہیں چل سکتا، ایسی صورت میں بنک میں روپیہ رکھنا کیسا ہے؟ (عاجز محمد اسمٰعیل)

ج:۔ غریب غربا کو یا قومی کاموں میں دے دیا کریں (۲۲ مارچ ۱۹۳۹ء)

س:۔ نوٹ کی کیمت میں کمی بیشی لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟ (محمد ابراہیم جھاجھا مونگیر)

ج:۔ نوٹ نہ چاندی ہے نہ سونا، بلکہ دراصل ایک سرکاری رسید قرضہ ہے، اور عرف عام میں ایک مبیعہ چیز ہے، اس کی کمی بیشی جائز ہے۔

اطلاع:۔ فتووں کی غلطی پر ہر ایک صاحب اطلاع دے سکتے ہیں
(خاکسار ابوالوفاء ثناء اللہ)

س:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نوٹ کرنسی ہیں جس کو چلتی بولتے ہیں بنز لہ روپے کے جاری ہیں، اور اکثر ان کے نرخ میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، اگر کوئی مسلمان اس کو بحصول منفعت ارزانی میں خریدے، اور بروقت گرانی وغیرہ کے اس کو بحصول منافع فروخت کرے، تو ازروئے شرع شریف اس میں کمی بیشی جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

ج:۔ درصورت مرقومہ اولا معلوم کرنا چاہیئے، کہ سرکاری نوٹ دو قسم کے ہوتے ہیں، سو ایک قسم کے نوٹ کا سود سرکاری بینک سے ملتا ہے، دوسری قسم کا نوٹ بحکم سرکار انگریزی واسطے معاملات روزمرہ رعایا کے کہ وہ اسے خرید و فروخت کریں رواج دیا گیا پس ہر دو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم نوٹ حکم روپیہ کا انگریزی عملداری میں رکھتے ہیں، چنانچہ اہل تجارت نوٹ کو بمنزلہ روپے کے سمجھتے ہیں، اور اس سے مال خریدتے ہیں، اور نیز باہم اس کی بیع وشرا کرتے ہیں۔

ثانیاً بیع وشرا مروجہ قسم نوٹ سے مقصود متعاقدین کا صرف کاغذ کی بیع وشرا نہیں ہے بلکہ بیع وشرا اس زر کی مقصود ہے، جو اس میں مرقوم ہے، اور ثمنیت اس میں بحکم ترویج حاکم وقت قرار پائی ہے، سو خرید وفروخت کمی اور بیشی کے ساتھ بمقابلہ روپیہ کے یا بیع وشرا نقدین کے بالنسیہ اور تملیک الدین من غیر من علیہ الدین حرام اور ناروا ہوگا شرعاً، اور اس کو از قسم سفتجہ یعنی ہنڈوی ورشتی قرار دیجیئے، اور یہ بات اس پر صادق ہے، کہ مثل ہنڈوی ورشتی جس مہاجن اور تاجر اور سرکاری بنک والوں کو دیا جاوے، تو وہ بلا تامل زر مرقوم اس کا یا اسباب بالعوض اس کے حوالے کر دے گا، پس سفتجہ کہ اولاً قرض اور ثانیاً حوالہ ہے بدوں کمی بیشی کے مکروہ، اور کمی بیشی کے ساتھ حرام ہے کان کل دین وقرض جر نفعا فہو ربوا کذا یستفاد من الہدایۃ وغیرہا، معہذا اگر نوٹ مثل ہنڈوی کے قرار دیا جاوے تو یہ بھی ممکن نہیں، اس لئے کہ ہنڈوی کے تلف سے روپیہ تلف نہیں ہوتا، اور اس کے عوض میں مہاجن ثنیے دیتا ہے جیسے منی آرڈر یعنی سرکاری ہنڈوی کے تلف ہونے سے سرکاری خزانے سے ثنیے ملتا ہے، غرض روپیہ اس کا کسی نہج سے تلف نہیں ہوتا، بخلاف نوٹ کے کہ اس کے تلف ہونے سے سرکار ہرگز ثنیے نہیں دیتی، اور جب وہ تلف ہو جاوے گا، تو روپیہ بھی اس کا تلف ہو جاوے گا، اور جو کوئی نوٹ کو اسٹامپ وٹکٹ پر قیاس کر کے اس کی بیع وشرا میں جواز کمی بیشی کا سمجھے، تو یہ قیاس کرنا اس کا قیاس مع الفارق ہے، اس واسطے کہ واضع اسٹامپ وٹکٹ نے اس کو واسطے ثمنیت کے وضع نہیں کیا، بلکہ خاص اپنی عدالتوں میں اس کو رواج قرار دیا ہے، کہ بذریعہ اس کے دعوئے مدعی یا مدعی علیہ کا عند السرکار مسموع ہوگا والا لا، چنانچہ ظاہراً یہ بات ثابت ہے، کہ تمام تجارتوں میں خرید وفروخت مال کی اسٹامپ وٹکٹ سے نہیں ہوتی، اور نہ کوئی ان کو خرید کر اپنے پاس سرکاری بنک میں رکھتا ہے، اور نہ کوئی فائدہ ان سے سوائے عدالت انگریزی کے حاصل کرتا ہے، پس اس سے معلوم ہوا، کہ اسٹامپ وٹکٹ بحکم سرکار روپیہ قرار نہیں دیا گیا، اور نوٹ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ تفصیل اس کی اوپر بیان ہو چکی، حاصل کلام حکم نوٹ کا مثل دراہم متعین کے ہوگا، اور نیز بیع وشرا اس میں مثل دراہم کے جاری ہوگی۔ کما لا یخفی علی العالم الماہر بالفقہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

(سید محمد نذیر حسین)

درحقیقت کمی بیشی اس میں جائز نہیں ہے، واللہ اعلم۔ کتبہ ابوالاحیار محمد نعیم عفی عنہ

(۱۸ ذیقعدہ ۱۲۸۹ھ)

ھوالمصوب۔ فی الواقع بیع وشرا نوٹ کی مثل بیع وشرا اثمان کے ہے، کیونکہ مقصود متعاقدین کا صرف بیع کاغذ کی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ بیع دراہم و دنانیر کی والعبرۃ فی العقود للمعانی لا للالفاظ پس زیادتی و کمی ممنوع ہوگی۔ واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی۔

(ابوالحسنات محمد عبد الحی)

ھوالموفق:۔ فی الحقیقت کرنسی نوٹ کی بیع وشرا مثل بیع وشرا دراہم و دنانیر کے ہے، اس میں کمی بیشی درست نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ نمقہ خادم الاولیاء الکریم محمد ابراہیم غفرہ اللہ الکریم ابن مولانا محمد علی مرحوم (محمد ابراہیم ۱۲۸۴)

(فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۲۲ و ۲۳)

س:۔ زید نے بکر کو روپیہ دیا، کہ اس سے تم تجارت کرو ایک مہینہ تک، اس روپیہ سے جس قدر مال خرید و گے، اس کو اسی مہینے میں فروخت کر دینا، مگر ایک مہینہ کے اندر سب کارروائی کر لینا، دوسرے مہینے میں بھی اسی طرح کرنا، غرض ہر ماہ یہ سلسلہ جاری رہا، پس ایسی تجارت جائز ہے کہ نہیں؟

ج:۔ جائز ہے، مالک کو ہر ایک جائز شرط لگانے کا اعتبار ہے، گماشتہ کو منظور نہ ہو تو نہ مانے۔ (۲۹ رشعبان ۳۲ھ)

س:۔ ایک شخص مسلمان سور کا گوشت بیچتا ہے، جو ولایت سے ٹین میں رکھ کر خوبصورت لیبل سے مزین ہو کر آتا ہے، اور یوں بھی وہ گوشت بقر وغیرہ ماکول اللحم جو وہاں سے ٹینوں میں ہو کر آتا ہے خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ سور کے گوشت کا اگر یقین ہے تو مسلمان کو اس کی بیع جائز نہیں، مشکوک حالت میں بھی پرہیز واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ جو شبہات سے بچے گا، وہ اپنا دین بچا لے گا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س :۔ ایک شخص معازف ومزامیر کے پرزے بیچتا ہے، آیا یہ بیع وشرا جائز ہے یا حرام؟

ج :۔ معازف ومزامیر چونکہ خود جائز نہیں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ مجھے ان کے توڑنے کا حکم ہے، اس لئے ان کے پرزوں کی بیع وشرا بھی جائز نہیں ۔ (۱۵ر جنوری سنہ ۱۵ء)

س :۔ بیع بالمضاربت کی تعریف کیا ہے، اور اس کے انعقاد کے مکمل شرائط کیا ہیں ہمارے یہاں غریب طبقہ کے لوگ مہاجن سے اس شرط پر ادھار لاتے ہیں، کہ تیار کردہ مال پر فی تھان آنہ یا دو آنہ کمیشن دیں گے، پھر اپنا کاروبار کرتے ہیں، مال کا مالک اپنی اصلی رقم کے ساتھ باہم معینہ منافع لیتا ہے، گھاٹے اور نقصان سے اس کا کوئی مطلب نہیں کیا یہ صورت جائز اور بیع بالمضاربہ سے ہے، یا نہیں (حمید اللہ محمدی گوپا گنج، ضلع اعظم گڈھ)

ج :۔ بیع مضاربت کی تعریف یہ ہے، کہ ایک شخص کی رقم ہو، اور دوسرے کی محنت ہو، صورت مرقومہ بیع مضاربت نہیں ہے، بلکہ دلالی ہے ۔ (۲۶ر مارچ سنہ ۲۳ء)

مسئلہ کوئی شخص کسی مفلس شخص سے یہ بات کہے، کہ میں تجھ کو سو روپے اپنے پاس سے دیتا ہوں، اس شرط پر کہ تو تجارت کر، اور چار آنے فی روپیہ مجھ کو نفع دینا، اور کسی سے اسی شرط پر دلوا دے، تو صورت اولیٰ میں دو حال سے خالی نہیں، کہ یا قرض کے طریق سے دیا ہو، سو روپیہ پھر اس میں چار آنے یا کم وبیش اپنے واسطے نفع ٹھہرا لے تو یہ ربا وسود ہے ۔ کل[۱] قرض جر نفعا فهو ربوا کذا فی الھدایۃ وغیرھا ۔ اور یہ جو

[۱] قوله كل قرض جر نفعا الخ حاصل ما قال الزيلعي انما اخرجه الحارث عن ابي اسامة في سنده ابو الجهم في جزءه المعروف عن علي مرفوعا وابن عدي في الكامل من جابر وسندهما ضعيف وروى ابن ابي شيبة في مصنفه حدثنا ابو خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال كانوا يكرهون كل قرض جر منفعة انتهى نصب الراية جلد ۲ ص ۱۹۸ وفي التلخيص حديث ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن قرض جر منفعة وفي رواية كل قرض جر منفعة فهو ربا قال عمر بن بدر في المغني لم يصح فيه شيء واما امام الحرمين فقال انه صح وتبعه الغزالي وقد رواه الحارث بن ابي اسامة في مسنده من حديث علي باللفظ الاول وفي اسناده سوار بن مصعب وهو متروك ورواه البيهقي في المعرفة عن فضالة بن عبيد موقوفا بلفظ كل قرض جر منفعة فهو وجه من

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بطور شرکت مضاربت کے سو روپے دیئے ہوں، تو اس صورت میں نفع باخود ہا نصفا نصف مقرر کرے، یا دو ثلث رب المال اور ایک ثلث مضارب یعنی روپیہ لینے والا، اور محنت تجارت میں کرنے والا لے، تو اس طرح سے عقد مضاربت صحیح اور درست ہے، اور جو صاحب مال اپنے واسطے نفع معین کرلے کہ پانچ روپے یا دس روپے مثلاً میں لیا کروں گا باقی نفع تم لے لیجیو، تو یہ صورت مضاربت فاسد کی ہے، اور قطع شرکت ہے، روا نہیں چنانچہ تمام کتب فقہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے، اور صورت ثانیہ دلوا دینے میں غیرے اپنی معرفت سے تو اس صورت میں دلوا دینے والا محض اجنبی ہے، اور جو شخص متوسط کسی طرح سے مستحق نفع کا نہیں ہو سکتا۔ کما لا یستحق الاجنبی نفعا والمعقد کذا فی العنایۃ وغیرھا۔ سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۔)

س:۔ آج ایک شخص کو مکئی دے کر ہاڑی کو جو، چنے یا گندم مکئی کے برابر مقرر کر لینی جائز ہے یا نہیں؟ (سید عبد العزیز جالندھری)

ج:۔ برابر ہو یا کم و بیش ہو، دونوں حالتوں میں جائز ہے کیوں کہ جنس مختلف ہے۔ (۳۰ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ)

تعاقب

مفتی صاحب اہلحدیث نے ۳۰ ربیع الاول کے پرچے اہلحدیث میں لکھا ہے، کہ آج رہینہ کے مہینے میں ایک شخص مکئی دے کر ہاڑی کے موقع پر گندم برابر ہو یا کم و بیش ہر دو صورتوں میں لے سکتا ہے، غالباً مفتی صاحب نے

وجوہ الربا ورواہ فی السنن الکبری عن ابن مسعود وابی بن کعب وعبد اللہ بن سلام موقوفا علیہم انتہی تلخیص ج ۲ ص ۲۷۵

وقال الحافظ فی بلوغ المرام بعد ذکرہ عن علی مرفوعا ولہ شاھد ضعیف عن فضالۃ بن عبید عند البیہقی واخر موقوف عن عبد اللہ بن سلام عند البخاری انتہی اقول اخرجہ البخاری فی مناقب عبد اللہ بن سلام من طریق سلیمان بن حرب حدثنا شعبۃ عن سعید بن ابی بردۃ عن ابیہ قال اتیت المدینۃ فلقیت عبد اللہ بن سلام فقال الا تجئ فاطعمک سویقا وتمرا وتدخل فی بیت ثم قال انک بارض الربا بہا فاش اذا کان لک علی رجل حق فاھدی الیک حمل تبن او حمل شعیر او حمل قت فلا تاخذ فانہ ربا انتہی بخاری مصری ج ۲ ص ۱۹۴ (ابو سعید محمد شرف الدین مصحح)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم کے الفاظ فاذا اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم پر سارا دارومدار رکھا ہے، اور فتوی دیا ہے جس میں انہوں نے مسامحت کی ہے، کیونکہ مختلف اجناس کی صورت میں جہاں کہیں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کرنے کی اجازت فرمائی ہے وہاں "یدا بید" نقد بیع کرنے کی تاکید کی ہے، اور ادھار کو ناجائز قرار دیا ہے، چنانچہ ہر مقامات پر مختلف الفاظ نقل کر کے "یدا بید" کے ساتھ مقید فرمایا ہے، مسند امام شافعی میں عبادہ بن صامت سے مرفوع حدیث ہے لا تبیعوا الذھب بالذھب الحدیث کے آخر میں ہے، کہ گندم کو جو سے اور نمک کو کھجور سے (مختلف اجناس) جس طرح چاہو بیچو، مگر نقد کی صورت ہونی چاہیے، حتی کہ بخاری شریف اصح المطابع ص۲۹ جلد اول کے الفاظ بیعوا الذھب بالفضۃ والفضۃ بالذھب کیف شئتم کی شرح میں علامہ کرمانی اور علامہ عینی فرماتے ہیں۔ متساویا و متفاضلا بشرط التقابض فی المجلس صرف ایک مجلس میں نقد کی صورت میں جائز ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب بیع الدینار بالدینار نسیئا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لاربا الا فی نسیئۃ کی تشریح میں لائے ہیں ھذا عندنا فی الذھب بالورق والحنطۃ بالشعیر متفاضلا ولا باس بہ یدا بید ولا خیر فیہ نسیئۃ نقد اتفاضل جائز ہے اور مذکورہ سوال کی صورت میں ادھار میں قطعا جائز نہیں، اگرچہ اجناس میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو علی ہذا القیاس مولوی عبد الرحمن صاحب شرح ترمذی جلد ۲ ص۲۳۹ باب ما جاء ان الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل وکراھیۃ التفاضل فیہ، عبادہ بن صامت کی حدیث کے لفظ بیعوا الذھب بالفضۃ کیف شئتم یدا بید وبیعوا البر بالتمر کیف شئتم یدا بید کی شرح میں فرماتے ہیں حالا مقبوضا فی المجلس قبل افتراقہما عنہ الا خر اسی وقت مجلس ہی میں جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے سے کم و بیش چیز لے سکتا ہے ادھار کی صورت میں جائز نہیں، چنانچہ اسی پر امام ترمذی کا فہ اہل علم کا عمل ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے واذا اختلف الاجناس فلا باس ان یباع متفاضلا اذا کان یدا بید مکئی کو جو سے نقدا بیچنے کی صورت میں کم و بیش جائز ہے، اور ادھار جیسا کہ مفتی صاحب نے فرمایا ناجائز ہے ان ارید الا الاصلاح (راقم محمد داؤد ارشد عثمان والہ ضلع لاہور، ۵ ربیع الآخر ۱۳۶۲ھ)

لے جو شخص بھوکا مر رہا ہو اور نقد لینے کی اس کو طاقت نہ ہو وہ کیا کرے اس کو متعاقب نے حل نہیں کیا (مؤلف)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافۂ تشریح مفید

(از حضرت العلام مولانا عبد السلام (مولوی فاضل) بستوی)

س:۔ آج جب کہ عام طور سے مسلمانوں کی معاشی حالت بہت ہی مایوس کن ہے، غریب کسانوں کے پاس اساڑھ اور کاتک کے مہینوں میں بونے کے لئے بیج نہیں رہتا ہے، مالدار مسلمان ان غریبوں کے حال زار پر توجہ نہیں کرتے مجبوراً مسلمان ہندوؤں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، ہندو اس شرط پر بیج دیتے ہیں، کہ فصل تیار ہونے پر ایک سیر کا سوا سیر لیں گے، کسان چار و ناچار ہندو کے ہاں سے سوائی پر بیج لاتا ہے ایسے نازک موقع پر اگر مسلمان ہندوؤں سے سوائی پر بیج نہ لیں، تو کھیت پرتی پڑ جائے یعنی خالی رہ جائے، نیز خود فاقہ کریں، اور لگان کی عدم ادائیگی میں کھیت سے بیدخل ہوجائیں،

ج:۔ یہ سود ہے، سود کا لینا دینا حرام ہے۔ احل اللہ البیع وحرم الربوا حدیث میں ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ الحدیث (مسلم) الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ یدا بید الخ اضطراری حالت میں (جس وقت خنزیر کھانا جائز ہوجاتا ہے) جائز ہے، جیسا کہ سوال سے پتہ چلتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب (اہلحدیث دہلی ۱۵ رجنوری ۱۹۵۲ء)

س:۔ آج کل سلامی[1] کا رواج عام ہے، مکان کا مالک اپنے کرایہ داروں سے ہزار دو ہزار پہلے وصول کر لیتا ہے، اور بعد میں ستر اسی روپے ماہوار کرایہ پر مکان دیتا ہے، جو روپیہ سلامی کے طور پر پہلے وصول کر لیتا ہے، اس کو کرائے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یہ سلامی کا روپیہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ (سائل ابو النعیم عبد الحکیم قصوری جامع اہلحدیث رنگون)

ج:۔ اس قسم کا سودا ناجائز ہے، کیوں کہ یہ رشوت کے حکم میں ہے۔

(۱۸ رجولائی ۱۹۴۷ء)

تشریح مفید رشوت کے معنی ہیں، کسی شخص کو کچھ مال اس غرض سے دینا، کہ وہ شخص امر باطل اور ناحق پر اس کی اعانت کرے، اور اس غرض سے جو مال دیوے، وہ راشی ہے، اور جو مال لیوے وہ مرتشی ہے، اور جو شخص دونوں

[1] عرف عام میں اس کو آج کل پگڑی کہتے ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان اس لین دین کی بات چیت کرے، وہ رائش ہے، اور حدیث میں ان تینوں پر لعنت آئی ہے، اور امر حق کے حاصل کرنے کے لئے یا ظلم ظالم کے دفع کرنے کے لئے مال دینا رشوت نہیں ہے، مجمع البحار میں ہے۔ والرشوۃ بالکسر والضم وصلۃ الی الحاجۃ بالمصانعۃ من الرشاء المتوصل بہ الی الماء ومن یعطی توصلا الی اخذ حق او دفع ظلم فغیر داخل فیہ روی ان ابن مسعود اخذ بارض الحبشۃ فی شیٔ فاعطی دینارین حتی خلی سبیلہ وروی عن جماعۃ من ائمۃ التابعین قالوا لا باس ان یصانع عن نفسہ ومالہ اذا خاف الظلم انتہی۔

(فتاوی نذیریہ جلد ثانی ص۳۱)

ایضاً از حضرت العلام مولانا عبد السلام دہلوی۔

امر حق کے حصول کے لئے یا ظالم کے ظلم کے دفعیہ کے لئے مال دینا رشوت سے خارج ہے (اہلحدیث دہلی یکم نومبر ۱۹۵۱ء)

س:۔ یہاں کشمیر میں بیع دو طرح سے ہوتی ہے، پہلی صورت یہ ہے، کہ ایک ہی وقت بروئے تحریر کئی کئی سالوں کے لئے فصل خرید لیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

(خریدار اہلحدیث نمبر ۱۲۸۴۵)

ج:۔ صورت مرقومہ کا نام اجارۃ الارض ہے، آج کل سرکاری بندوبست کے کاغذوں میں اس کو مستاجری کہتے ہیں، یہ جائز ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ زمین نقدی معاوضے پر لی جاتی ہے، جس کو کرایۃ الارض کہتے ہیں، اس کے ثبوت میں حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں امر بالمواجرۃ وقال لا باس بہا رصحیح مسلم دمشکوۃ باب الاجارۃ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرایہ پر دینے کی اجازت فرمائی، اور فرمایا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

س:۔ بصورت دیگر فصل ابھی بالکل تیار نہیں ہوتی بعض اوقات شگوفہ ہی ہوتا ہے، اور بسا اوقات کچھ بھی نہیں، غرض یہ کہ نادیدہ سودا ہوتا ہے کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟

(سائل مذکور)

ج:۔ اس صورت کی ممانعت کے لئے جتنے الفاظ آئے ہیں، ان کے ساتھ لفظ کا لمشورۃ (بخاری شریف جلد اول مطبوعہ ہند ص۲۹۲) بھی آیا ہے، اس لفظ نے ساری حدیثوں کی تشریح کر

۱؎ کالمعونۃ پر حضرت محشی کے قلم سے تشریح پہلے گذر چکی ہے۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی، کہ ممانعت بطور مشورہ کے ہے، حرمت شرعی کے طور پر نہیں، اس لئے یہ صورت جائز ہے واللہ اعلم (۷ رجمادی الاخری ۱۳۶۲ھ)

س:- پنجاب یا دیگر علاقوں میں جو آدمی عورتوں کو (خواہ مسلمات ہوں یا غیر مسلمات) اغوا کر کے فروخت کر دیتے ہیں، یا مسلمان کر کے خود نکاح کر لیتے ہیں، اس مسئلہ میں کیا حکم ہے، اغوا کرنے والا گنہگار ہے یا نہیں؟ اور وہ روپیہ جو اس نے فروخت کر لیا ہے وہ حرام ہے، یا حلال؟ اور غیر مسلمہ کو اغوا کر کے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے، تو اس کی عدت کتنی ہے؟ (خادم سنت پوری، شیخوپورہ)

ج:- کسی آزاد انسان کا فروخت کرنا کسی طرح جائز ہے مسلم ہو یا غیر مسلم، اغوا سے ہو یا رضامندی سے، اس کے دام بھی حرام ہیں، اغوا کردہ عورت کو مسلمان کرنا بھی منع ہے، برضائے خود مسلمان ہو تو جائز ہے۔ ایک ماہ عدت گذار کر اس کا نکاح بھی جائز ہے

(۱۸ رمحرم ۱۳۶۶ھ)

س:- کیا اسلام مسلمانوں کو شراب اور خنزیر کا گوشت فروخت کرنے کی کسی حالت میں اجازت دیتا ہے؟ یہاں پر ایک مسلمان نے خورد و نوش کی دکان کھول رکھی ہے، جس میں وہ شراب اور خنزیر کا گوشت بھی فروخت کرتا ہے، اعتراض کرنے پر جواب دیتا ہے کہ میں نے یہ دو چیزیں صرف غیر مسلم گاہکوں کو ہاتھ میں رکھنے کے لئے رکھی ہیں۔ (خواجہ ضیاء الدین گنائی (انا فریقہ)

ج:- جو چیز حرام ہے، اس کی بیع بھی قطعی حرام ہے، چاہے یہ کافروں کے پاس ہی فروخت کی جائے، حدیث شریف میں آیا ہے، عن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول عام الفتح وھو بمکۃ ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والخنزیر والاصنام الخ (مشکوۃ شریف باب الکسب وطلب الحلال) (۲۱ رشوال ۱۳۶۵ھ)

س:- زید امام مسجد ہے نیز پابند شریعت ہے، وہ اپنا کوٹہ (کھانڈ، تیل یا کپڑا وغیرہ) اپنے کارڈ پر حاصل کر کے زیادہ قیمت پر فروخت کر دیتا ہے، جب لوگوں نے اس سے کہا، کہ ایسا کرنا قانون مروجہ کی رو سے جرم ہے، تو اس نے کہا، کہ جرم ہے تو ہو لیکن شریعت نے تجارت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہ بھی تجارت ہے، اب سوال یہ ہے، کہ زید کا یہ جواب کہاں تک درست ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج:۔ قانون مروجہ کے خلاف بلیک کرنا حرام ہے، حدیث شریف میں مذکور ہے الاثم ما حاک فی نفسك وكرهت ان يطلع عليه الناس، یعنی گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے، اور تو برا سمجھے کہ لوگوں کو خبر ہو، یہ حدیث بلیک پر صادق آتی ہے، مگر بلوہ عام ہے۔

(۱۵ رمضان ۱۳۶۵ھ)

تشریح

(از حضرت العلام مولنا ابو سعید شرف الدین صاحب محدث دھلوی)

سوال:۔ جب اپنے مال کا ہر شخص کو اختیار ہے، کہ جس قیمت سے چاہے، بیچے، تو پھر بلیک بیچنا کیوں ناجائز ہوا، جب کہ تراضی طرفین بھی ہو، اور کنٹرول کا کیا اعتبار ہے، یہ تو حکومت غیر مسلمہ کا ہے، اور تسعیر تو جائز نہیں، اور واحل الله البيع وحرم الربوا الآیۃ میں بلیک کیوں نہ داخل ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اقول بحول الله وتوفيقه وهو الهادى الى الصواب بیع بلیک یعنی چور بازاری جائز نہیں قطعاً حرام ہے اور واحل الله البيع الآیۃ میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ بیع شرعی میں کسی شخص کا اور کے مال میں کسی قسم کا تصرف مطلقاً جائز نہیں تا وقتیکہ اس بیع یا دیگر تصرفات میں شرعی اجازت نہ ہو، اس لئے کہ از روئے شرع ہر قسم کے تصرف خصوصاً بیع میں اس کے ارکان و شروط و ترک موانع کا ہونا بھی لازم ہے اور تراضی طرفین تو اشیاء ستہ منصوصہ فی الربا کی بیع میں بصورت عدم مساوات بھی عہد نبوی میں ہوتی تھی، مگر پھر بھی حدیث نبوی میں اس کی حرمت کتب صحاح ستہ میں موجود ہے ایسے ہی اور بھی کئی ایک قسم کی بیوع میں باوجود تراضی طرفین کے حرمت ثابت ہے، جو علماء ربانیین پر مخفی نہیں، اور تراضی طرفین تو قمار یعنی جوئے میں بھی ہوتی ہے، مگر وہ قطعاً حرام ہے اور عہد نبوی کی عدم تسعیر پر حال کے کنٹرول کو قیاس کرنا غلط ہے، اس لئے عہد نبوی میں قدرۃً جو قحط سالی ہوئی تھی، وہ عرف عام ہو گیا تھا، اور ظاہر و علانیہ تھا، چور بازاری نہ تھی، اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارزانی کی درخواست کی، یعنی تسعیر و کنٹرول کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرتی عرف عام کو نہ توڑا، نرخ مقرر نہ کیا، آپ کا نہ توڑنا بالکل صحیح تھا، اور زمانہ حال میں جو حکومت غیر مسلمہ نے کنٹرول کیا ہے، وہ عرف عام کے درہم برہم ہونے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد کیا ہے، اور اب مجبوراً یہی عرف عام ہو گیا ہے، اس لئے کہ عرف عام قدیم ارزانی کا تو رہا نہیں، پھر اگر اس پر بھی عمل نہ کیا جائے گا، تو بلیک والوں کا ظلم حد سے زائد گرانی، عوام الناس کی حق تلفی و محرومی اور تکلیف شدید ہو گی، جس سے نظام صالح کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہے، لہٰذا یہی حکومت کا مقرر کردہ نرخ مجبوراً عرف عام قرار پائے گا، اور نسبتاً بلیک سے اس میں رفاہ عام بھی ہے، اور نسبتاً عرف عام کے قدر سے قریب بھی ہے، لہٰذا اسی کا اعتبار ہو گا، اور عرف عام وہ ہوتا ہے، جو ہر شخص مسلم، غیر مسلم، صالح، غیر صالح سب میں بلا کسی اعتراض کے مروج ہوتا ہے، اور ظاہر و علانیہ ہوتا ہے، چوروں اور ڈاکوؤں کے معاملہ کی طرح چھپ کر نہیں ہوتا، جیسے کہ بلیک والے کرتے ہیں، لہٰذا بلیک عرف عام نہیں ہو سکتی، پس ناجائز و حرام ہو گی، اب بلیک یا چور بازاری کے موانع یا اس کے ابطال کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول یہ کہ اس میں چوری ہوتی ہے، اور اس کا نام ہی چور بازاری ہے، جو گناہ کبیرہ و حرام ہے، اور بلیک والے حکومت کے بھی چور اور قانون شکن ہیں، اگرچہ وہ بعض اہل کاروں کو رشوت دے کر دن دہاڑے بلیک کرتے ہیں، وہ اہل کار بھی حکومت کے چور ہیں، اور رعایا و عوام الناس کے بھی چور کر ان کا حق کاٹ کر گرانی شدید سے دوسروں کو دیتے ہیں، اور غرباء بے چارے محروم رہ جاتے ہیں، ان کو کہا جاتا ہے، کہ مال ہی نہیں آیا، اور ردی مال کتے کا کفن ان کو دکھاتے اور دیتے ہیں، حالانکہ اچھا مال دکان میں کافی ہوتا ہے، اور چوری کرنا حرام و ممنوع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا تسرقوا (صحیح بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ص ۹) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن (صحیح بخاری و مسلم و مشکوٰۃ ص ۹) یعنی چور چوری کرتے وقت ایماندار نہیں رہتا۔

دلیل دوم یہ کہ اس میں جھوٹ بولا جاتا ہے، کہ حکومت سے کنٹرول نرخ پر بیچنے کے لئے مال لاتے ہیں، اور پھر اس کے مطابق نہیں بیچتے، تو ایک جھوٹ تو حکومت کے سامنے بولا، دوسرا یہ کہ جب غرباء و عوام الناس کنٹرول نرخ پر مال لینے آتے ہیں تو ان کو کہہ دیتے ہیں، کہ مال نہیں آیا، یا بک گیا، حالانکہ مال دوکان میں کافی ہوتا ہے، جس کو وہ بلیک کرتے ہیں، تیسرا جھوٹ یہ کہ جب کوئی تفتیش کے لئے آتا ہے، تو کہہ دیتے ہیں، کہ ہم بلیک نہیں کرتے، کنٹرول ریٹ پر ہی بیچتے ہیں، اور جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ اور حرام ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بحکم قول اللہ تعالیٰ اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا (پ ۲۲ ع ۵) اللہ سے ڈرو اور بات پکی سچی کہو، سچ بولنا فرض اور جھوٹ بولنا حرام ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اصدقوا اذا حدثتم رواہ احمد والبیہقی (مشکوٰۃ ص ۴۰۷) جب بولو، سچ بولو صیغہ امر وجوب کے لئے ہے، لہٰذا سچ بولنا فرض اور ترک فرض حرام قطعی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا، کہ جھوٹ بدکاری اور بدمعاشی کا راستہ دکھاتا ہے، اور بدکاری وبدمعاشی دوزخ کی راہ دکھاتی ہے (صحیح بخاری ومسلم ومشکوٰۃ ص ۴۱۲) پس بلیک والے دوزخ کی طرف چلتے ہیں۔

دلیل سوم بیع بلیک میں عہد شکنی بھی ہوتی ہے، کہ حکومت سے کنٹرول نرخ کا عہد کر کے مال لاتے ہیں، اور پھر عہد توڑ کر کنٹرول نرخ پر نہیں بیچتے، اور بلیک بیچتے ہیں، یعنی ایسی ستر بد گرانی سے بیچتے ہیں، جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے مال کیا بیچتے ہیں، لوگوں کو لوٹتے ہیں، اور بحکم قول باری تعالیٰ اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا (الآیۃ پارہ ۱۵) عہد کو پورا کرنا فرض ہے، اور ترک فرض اور عہد شکنی ممنوع اور حرام قطعی ہے، بلکہ بحکم حدیث نبوی گناہ کبیرہ ونفاق وبے ایمانی ہے (صحیح مسلم مشکوٰۃ)

دلیل چہارم اس میں خیانت وعوام الناس کی حق تلفی ہے، کہ حکومت نے عوام وغربا وغیرہ کے لئے کنٹرول نرخ پہ بیچنے کے لئے ان کو مال دیا تھا اور بلیک والے ان کا حق کنٹرول نرخ پر ان کو نہیں دیتے، دوسروں کو بلیک بیچتے ہیں، یہ کام بھی حرام وناجائز اور نفاق وبے ایمانی کا ہے، جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے (صحیح بخاری ومسلم)

دلیل پنجم اس میں رشوت کا لین دین بھی ہوتا ہے، بلیک والے حکومت کے اہل کاروں کو رشوت دے کر مال زاید لاتے ہیں، یا بسبب رشوت دینے کے بے دھڑک بیچتے ہیں، یا پکڑے جانے پر رشوت دے کر چھوٹتے ہیں، اور رشوت سے بھی بعض فرضی پرمٹ بنا کر بلیک کرتے ہیں، اور رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا بحکم حدیث شریف نبوی دونوں ملعون ہیں۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وغیرھم (مشکوٰۃ ص ۳۱۸) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ششم اس میں احتکار ہے، جس کا معنی مطلقاً اشیائے خوردنی ونوشیدنی وپوشیدنی وغیرہ ضروریات زندگی ومدار زندگی جن کے عدم یا قلت شدید وگرانی شدید سے انسان کی زندگی تلخ وبرباد ہو جائے، اور ان کو بوقت ضرورت گراں بیچنا ہے، اور مویشی وغیرہ جانوروں کی زندگی کی ضروریات چارہ وغیرہ بھی اس میں شامل ہے، بلکہ ایسے زمانے میں کاغذ بھی اس میں داخل ہے، جو قرآن مجید وحدیث شریف اور دیگر کتب دینیات، تفاسیر وشرح احادیث وغیرہ کے کام آتا ہے، وہ بھی اس میں داخل ہے، کہ دین پر روحانی زندگی کا دار ومدار ہے، اور دین کا قرآن وحدیث ودیگر کتب دینیہ پر اور وہ کاغذ پر چھپتے ہیں، قاموس میں ہے۔ الحکر الظلم واساءۃ المعاشرۃ احتکرای احتبس انتظارا لغلائہ انتہی

حاصل یہ کہ حکرہ یا احتکار کا معنی ظلم (کسی کی حق تلفی یا حق کی کمی) ومعاشرت وبرتاؤ میں بدمعاملگی ہے، اور آگے جو حدیث میں بدمعاملگی ہے، اور آگے جو حدیث میں اس کا ذکر ہے، اس میں مطلب یہ ہے، کہ اشیاء مذکورہ کو روک کر شدید گرانی سے بیچنا جس سے انسانی زندگی تلخ وبرباد ہو جائے، اور احتکار مذکور فی الحدیث طعام کے ساتھ مخصوص نہیں، جیسا کہ بعض علماء کا خیال [۱] ہے، اس لئے کہ حدیث نبوی عام ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتکر فھو خاطیٔ رواہ مسلم وفی روایۃ سنن ابن ماجۃ المحتکر ملعون انتہی (مشکوٰۃ ص ۲۴۲ و ۲۴۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ احتکار کرنے والا یعنی اشیائے ضروریہ انسانی زندگی کو روک کر گرانی سے بیچنے والا گنہگار وملعون ہے، دوسری حدیث اس سے بھی عام ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل فی شیٔ من اسعار المسلمین لیغلیہ علیھم کان حقا علی اللہ ان یقعدہ فی معظم من النار انتہی اخرجہ ابوداؤد الطیالسی والامام احمد فی مسندیھما والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی سنن الاقوال والافعال (جلد ۲ ص ۲۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص مسلمانوں کی اشیاء کی خرید وفروخت کے

---

[۱] قال اصحابنا الاحتکار المحرم ھو الاحتکار فی الاقوات خاصۃ واما غیر الاقوات فلا یحرم الاحتکار فیہ بکل حال (نووی ص ۳۱)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نرخوں میں دخل دے گا، تاکہ ان پر گرانی کرے، مقرر اللہ تعالیٰ اس کو الٹا کر کے دوزخ میں ڈالے گا
اسعار المسلمین میں اضافۃ الجمع الی الجمع المحلی باللام ہے، جو مفید استغراق ہے، نیز "شیئے" بھی
نکرہ ہے، جس سے عموم کی تاکید ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے، کہ ہر قسم کی مسلمان کی اشیاء
ضروریہ زندگی کی خرید و فروخت کے نرخوں میں دخل دے کر گرانی کرنے والا خواہ وہ اشیاء
از قسم طعام ہوں یا غیر طعام الٹا کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا یعنی بلیک بیچنے والا،
ایسے ہی ایک اور حدیث بھی عام ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
احتکر حکرۃ یرید ان یغالی بھا علی المسلمین فھو خاطیٔ انتہی رواہ الحاکم فی المستدرک
ذکرہ الحافظ وسکت عنہ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۵۴) جو شخص اشیاء ضروریہ
کو مسلمانوں پر گرانی کرنے کے ارادے سے روکتا ہے وہ گنہگار ہے

یہ تمام حدیثیں ہر قسم کی اشیاء کے احتکار میں عام ہیں، اور قاموس سے بھی احتکار کا
معنی عام ثابت ہو چکا ہے، تو اب بعض علماء کا احتکار کو طعام کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں
ہے، اس لئے کہ ان کا استدلال بعض روایات میں طعام کے ذکر سے ہے، تو اس کا جواب
یہ ہے، کہ وہ احتکار کے ایک فرد کی تنصیص ہے، تخصیص نہیں، جس کی تحقیق نیل الاوطار
جلد ۵ ص ۸۰ میں ہے، کہ اس قسم کی تنصیص و تصریح سے تخصیص و تنقید کا خیال مفہوم لقب ہے
جو جمہور محدثین کے نزدیک معتبر نہیں، جیسا کہ اصول حدیث میں مصرح ہے انتہی، نیز اگر طعام
کے ساتھ احتکار کو خاص کیا جائے، تو پھر اوپر کی اسعار المسلمین والی حدیث کے ساتھ تعارض
واقع ہوگا۔ لہذا تطبیق یا توجیہ یہی ہے، کہ وہ احتکار کے ایک فرد کی تنصیص ہے تخصیص نہیں
کما فی نیل الاوطار۔

پس ثابت ہوا، کہ طعام کے ساتھ احتکار کو مخصوص کرنا حدیث نبوی و جمہور محدثین واصول
حدیث کے خلاف ہے، اور بلیک بالکل احتکار ہی ہے، جو آج کل چاول، چینی، گیہوں اور
اس کے آٹے، سوت، کپڑے اور کاغذ وغیرہ میں ہو رہا ہے، بالکل حرام ہے، شریعت کا اصل
منشاء احتکار سے منع کرنے کا یہ ہے کہ عوام الناس کو زندگی کی ضروریات کے عدم یا قلت
سے تکلیف نہ ہو، کہ جس سے ان کی زندگی برباد یا تلخ ہو جاوے، اور نظام صالح کے درہم برہم
ہونے کا اندیشہ ہو، چنانچہ اس امر کا ذکر دلیل مفتم میں آئے گا، اور جیسے کہ طعام کی بندش یا
قلت و گرانی میں لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے، ایسے ہی سوت، کپڑے، کاغذ، ادویہ وغیرہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروریات زندگی کے عدم یا قلت میں ہوتی ہے، لہٰذا ان کل اشیاء میں بلیک حرام ہے،

دلیل ہفتم ہر قسم کی اشیاء ضروریات زندگی کی بلیک میں مسلمانوں کو مشقت اور تکلیف میں ڈالنا ہوتا ہے، جو بحکم حدیث نبوی ناجائز و حرام ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یشاقق یشقق اللہ علیہ یوم القیمۃ انتہی (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو شخص لوگوں پر مشقت ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو مشقت میں ڈالے گا، یہ وعید شدید بلیک کی حرمت میں بین دلیل ہے۔

دلیل ہشتم بلیک میں فریب، دغا بازی، جعل سازی اور دھوکہ بازی بھی ہوتی ہے کہ فرضی پرمٹ بنا کر دھوکہ دے کر مال وصول کر کے بلیک کرتے ہیں جو بحکم حدیث نبوی حرام و ناجائز ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غش فلیس منا اخرجہ الترمذی فی جامعہ وقال حسن صحیح (ترمذی ص ۱۶۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، یعنی مجھ سے اور میری امت سے الگ ہے، پس یہ بھی بلیک کی حرمت کی دلیل ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملعون من ضار مؤمنا او مکر بہ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۲۴۰) یعنی جو شخص کسی مومن کو ضرر پہنچاتا ہے، یا اس کے ساتھ مکر و فریب کرتا ہے اور دھوکہ دیتا ہے، وہ ملعون ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ المؤمن غر کریم والفاجر خب لئیم رواہ ابوداؤد والترمذی والحاکم (جامع صغیر ص ۸۳) مومن بھولا اور شریف الطبع ہوتا ہے، سخی یا مروت ہوتا ہے، اور بدمعاش دھوکہ باز بخیل، یہ حدیثیں بھی بلیک کی حرمت کی دلیل ہیں، کہ بلیک کرنے والا دھوکہ بازی کرتا ہے۔

دلیل نہم بلیک میں حدیث نبوی الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم انتہی (صحیح بخاری ص ۱۳ جلد ۱) کی بھی مخالفت ہے، کہ حدیث میں مسلمانوں کی خیر خواہی و بھلائی کی تعلیم ہے، اور بلیک میں مسلمانوں کی بدخواہی و تکلیف اور حق تلفی ہے، لہٰذا حرام ہے۔

دلیل دہم بلیک میں حدیث نبوی لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مایحب لنفسہ (صحیح بخاری ص ۶ ج ۱) کی بھی مخالفت ہے کہ حدیث سے ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ مسلم بھائی کے لئے وہ امر پسند نہ کرے، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور بلیک والا اپنے لئے بھلائی و سرمایہ داری چاہتا ہے، اور دوسرے مسلم بھائی کے لئے بدخواہی اور اس کا مال لوٹنا، لہٰذا ناجائز و حرام ہے۔

دلیل یازدہم حدیث نبوی میں ہے۔ الاثم ما حاک فی صدرک وکرھت ان یطلع علیہ الناس رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۴۲۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گناہ وہ ہے، جس کا تیرے سینے میں کھٹکا و شبہ گذرے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھ کو ناگوار گذرے، اور اسلام کے مدعی کو اس کے عدم جواز کا شبہ ضرور ہوتا ہے، اور اگر بالفرض یہ بھی نہ ہو، تو لوگوں کا اس پر مطلع ہونا جن سے کہ وہ بلیک والا چھپاتا ہے، خصوصاً تفتیش کرنے والوں سے تو ضرور ہی اس کو ناگوار ہوتا ہے، اس سے تو انکار ہو ہی نہیں سکتا، لہٰذا یہ گناہ اور ناجائز و حرام ہے۔

دلیل دوازدہم یہ کہ شریعت اسلامیہ میں بیع و شراء میں کتاب و سنت کے عموم یا خصوص کا اعتبار ہے، یا عرف عام کا قال اللہ تعالیٰ وامر بالمعروف الآیۃ (پ ۹ ع ۱۴) اور صحیح بخاری میں ہے باب من اجری امر الامصار علی ما یتعارفون بینھم فی البیوع والاجارۃ والکیل والوزن وسنتھم علی نیاتھم ومذاھبھم المشھورۃ۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لھند خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف وقال اللہ تعالیٰ من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف انتہی ملخصاً (ج ۱ ص ۲۹۴) خلاصہ یہ کہ بیع و شرا وغیرہ معاملات کا مدار و اعتبار کتاب و سنت یا عرف عام پر ہے اور بہ سبب او مذکورہ بالا بلیک نہ کتاب و سنت کے مطابق ہے نہ عرف عام کے بلکہ ان کے مخالف ہے، اس لئے کہ عرف عام قدیم ارزانی کا تو قطعاً نہیں، اور نہ ہی عرف عام حال کا ہے، جو بہ سبب کنٹرول حکومت کے مجبوراً عرف عام ہو گیا ہے اس لئے صرف عرف عام اعلانیہ و ظاہر ہوتا ہے۔ اور بلیک چھپ کر چوری سے ہوتی ہے لہٰذا یہ عرف عام نہیں ہو سکتی ہے، پس حکومت کا نرخ مجبوراً عرف عام ہو گا، اس لئے اگر یہ بھی نہ ہو گا۔ تو پھر اور کیا عرف عام ہو گا، اور پھر بلیک حرام ہو گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل سیزدہم قال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ (پ ۲) لوگو! ایک دوسرے کے مال کو آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، باطل کا طریقہ بڑا وسیع ہے، اور اوپر ثابت ہو چکا ہے، کہ بلیک امر باطل ہے لہذا ناجائز وحرام ہے۔

دلیل چہاردہم ادلہ مذکورہ بالا یعنی براہین شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے، کہ بلیک ناجائز وحرام ہے، تو بحکم حدیث نبوی م دع ما یریبک الی ما لا یریبک اخرجہ الترمذی ج ۲ ص ۸۴ وصححہ النسائی ج ۲ ص ۲۹۱ وغیرہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس امر میں تم کو شک اور قلق ہو اس کو چھوڑ کر یقینی امر پر عمل کرو اب کوئی بالکل ہی سیاہ قلب ہو گا، کہ جس کا دل مسخ ہو گیا ہو گا، وہی بلیک میں شبہ نہ کرے گا کہ شیطان کا اس پر پورا قبضہ ہے، ورنہ مسلم کو ضرور کم از کم وہ دل میں کھٹکتی ہے، لہذا حرام ہے اور اس کا چھوڑنا فرض وواجب ہے۔ ھذا واللہ اعلم (۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء)

س ۔ کیا جو شخص سنٹرل بنک قانون گورنمنٹ کا ممبر ہو، اور خود بھی بنک کے ذریعے روپیہ سودی بوجہ استقراضاً لیتا ہو، اور عوام الناس کو بھی اس سنٹرل بنک کی طرف رغبت دیتا ہو، اور ایسے سود دینے کو جائز کہتا ہو، اور رشوت وغیرہ اعلانیہ کھاتا ہو، اور حد درجہ کا غیبت ہو کسی شخص حتی کہ علمائے کرام موجودہ کی بھی سخت سے سخت غیبت کرنے میں دریغ نہیں کرتا، اور نہایت فحش اور فضیح ہو، دراں حالیکہ شخص موصوف چند کتب حدیث بھی پڑھا ہو، اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ امامت اس کی اتفاقیہ ہو یا مقررہ (ابوسعید از نیچہ کلاں)

ج ۔ شخص مذکور میں اگر واقعی یہ صفات قبیحہ پائی جائیں، تو امام نہ بنایا جائے، حدیث شریف میں ہے، اجعلوا ائمتکم خیارکم (اپنے میں سے اچھے شخص کو امام مقرر کیا کرو) اور اگر اتفاقیہ پڑھا رہے، تو مل جانا چاہیے بحکم وارکعوا مع الراکعین۔ (۱۱ مارچ ۱۹۲۷ء)

تشریح بنک وغیرہ سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟ سود کے حکم میں ہے یا نہیں؟ پس واضح ہو کہ:۔

(۱) سیونگ بنک قائم کرنے کا مقصد یہ ہے، کہ وہ لوگ جو تجارت پیشہ نہیں ہیں، اور ان کی رقم ان کے پاس فاضل پڑی ہے اس بنک میں جتنا روپیہ چاہیں جمع کریں، اور سرکار اسے جس مصرف میں چاہے صرف کر کے فائدہ حاصل کرے، اور اس نفع میں سے بحساب سالانہ فی صدی انہیں بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ دے، اس حالت میں روپیہ جمع کرنے والے کو بلا مشقت نفع ملتا ہے یعنی وہ روپیہ دے کر روپیہ بڑھاتا ہے، جو یقینی ربوا کی صورت ہے، جیسا صحیح حدیث سے صاف ظاہر ہے۔

لا تبیعوا الذھب بالذھب الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضھا علی بعض ولا تبیعوا الورق بالورق الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضھا علی بعض ولا تبیعوا منھا غائبا بناجز (متفق علیہ)

اور صحیح مسلم میں یوں ہے۔ الدینار بالدینار لا فضل بینھما والدرھم بالدرھم لا فضل بینھما۔ دوسری روایت میں اور بھی صاف کر دیا ہے۔ الذھب بالذھب وزنا بوزن مثلا بمثل والفضۃ بالفضۃ وزنا بوزن مثلا بمثل فمن زاد او استزاد فھو ربا لیکن شراکت فی التجارت تو اس کی شکل ہی جدا ہے، کیوں کہ اس میں نفع و نقصان پر حصہ لگتا ہے، اور بنک میں یہ شرط نہیں پائی جاتی، لہٰذا اس مد میں روپیہ لگانا تجارت کے تحت سے خارج ہو گیا۔

ربوا کا اصول ہے، کہ اس سے ایک شخص بلا محنت فائدہ حاصل کرتا ہے، اور دوسرا مفت میں نقصان اٹھاتا ہے، اور یہ جزو لا تظلمون ولا تظلمون قابل غور ہے، اور یہ دیکھنا چاہیے کہ بنکوں میں اس کی مثال کہاں تک ملتی ہے، ظاہر ہے، کہ سرکار روپیہ جمع کرنے والے کو اسٹرسٹ دے کر اپنا نقصان نہیں کرتی ہے، بلکہ اس رقم سے نفع اٹھا کر کچھ دیتی بھی ہے۔

اب یہ جاننے کی ضرورت ہے، کہ گورنمنٹ کو ہمیشہ فائدہ ہی ہوتا ہے یا کبھی نقصان بھی اس پر صاحب علم اور وہ اشخاص جو اس معاملے سے واقف کار ہیں روشنی ڈالیں، اگر گورنمنٹ کو نقصان بھی ہوتا ہے، تو وہ اس کی تلافی کی کوئی نہ کوئی صورت اختیار کرتی ہوگی، یا روپیہ جمع کرنے والوں پر اس کا بار آتا ہوگا، یا رعایا پر اس کا بوجھ ڈال کر اپنا نقصان پورا کرتی ہوگی، واللہ اعلم۔ اور یہ جبر و تشدد ہمارے روپیوں کی بدولت ہو غرض یہ کہ ایسے بنکوں میں شرکت کسی طرح درست نہیں۔

(۲) ایک بنک وہ بھی ہیں، جو مہاجنی اصول پر چلتے ہیں، امانت دار نہیں بلکہ سود خوار اس میں روپیہ جمع کرتے ہیں (بغرض حاصل کرنے سود) اور تجارت پیشہ والے اس سے سودی قرض حاصل کرتے ہیں، گویا اس کے قائم کرنے کا خاص منشا یہی ہوتا ہے، کہ سود لیں اور دیں، اور اس کی حرمت ظاہر ہے، اب اس کے دیکھنے کی ضرورت نہیں، کہ اس کا استعمال کہاں ہوتا ہے اچھے کاموں میں یا برے میں، کیونکہ اس کی بنا ہی سود پر ہے جس طرح کہ شراب کہ اس کی حرمت میں کچھ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شک وشبہ نہیں، اس کا سرکہ بنانا، دوا میں استعمال کرنا وغیرہ سب ممنوع۔

دوسری بات یہ کہ امانت (یعنی روپیہ) جو بنک میں جمع رہتا ہے، اس کا ذمہ دار بنک خود ہے، اور خسارہ صرف حصہ داروں کو ہونا چاہیے لیکن چونکہ روپیہ جمع کرنے والے کو بنک سے سود ملتا ہے، لہذا دیوالہ نکل جانے پر اس کا خسارہ امانت داروں پر بھی پڑتا ہے، یہ یک طرفہ ڈنڈ ہے، اور آخرت کا عذاب خدا کی پناہ سخت ہے، امانت کی اگر سچ پوچھئے تو یہ صورت ہی نہیں، امانت اصل میں اسے کہتے ہیں، کہ جو چیز جس حالت میں اور جس قدر بطور امانت رکھی جائے وہ اسی حالت میں اور اسی قدر واپس بھی لیا جاوے، اب اظہر من الشمس ہوگیا، کہ کسی حالت سے اس میں بھی شرکت جائز نہیں۔

(۳) بعض بنکوں میں یہ بھی دستور ہے، کہ امانت دار جوان سے سود دے، تو وہ اس سودی رقم کو عیسائی مشن کے سپرد کر دیتے ہیں، اس میں شک نہیں، کہ آج کل کے جتنے قسم کے بنک اور دیگر مختلف طریقے مروج ہیں، سب میں شرکت کرنا قطعی ناجائز ہے، لیکن جو لوگ اس میں گرفتار ہیں، ان کے لئے مناسب تو یہ ہے، کہ باز آئیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رءوس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون ہ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈر کر سودی کاروبار چھوڑ دو، ورنہ پھر اللہ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ)

اس آیت کے آخری حصہ لا تظلمون ولا تظلمون پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ موجودہ صورت پر چسپاں نہیں ہوتی، کیونکہ خود سود دینے پر مجبور کرتے ہیں، اور نہ لینے پر عیسائی مشن کے سپرد کر دیتے ہیں، جو مذہب اسلام کے لئے مہلک ہے، اس کے متعلق اخبار اہلحدیث میں فتویٰ بھی نکل چکا ہے، واللہ اعلم بالصواب (خلیل احمد ناظم انجمن اہلحدیث، مرزاپور) (۲۶ / صفر ۱۳۴۳ھ)

س:۔ رنڈی کا مال توبہ کرنے کے بعد حلال ہے یا نہیں؟

(محمد اسحاق خریدار نمبر ۲۰۷۴ و احسان اللہ خریدار نمبر ۲۴۴۴!!)

ج:۔ خاکسار کی ناقص تحقیق میں رنڈی کا مال جو زنا سے پیدا کیا ہے، بعد توبہ کے پاک نہیں ہوتا،

(۲۳ / جون ۱۹۱۱ء)

ل کاروبار میں جو مشکلات ہیں، ان کو بھی حل کر دیتے تو اچھا تھا (اہلحدیث)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س:۔ زید پیشہ وکالت کو انجام دیتا ہے، بکر اس پر یہ الزام دیتا ہے، کہ پیشہ وکالت کی مذہباً سخت ممانعت ہے، بلکہ حرمت کی حد تک پہنچ جاتی ہے، لہٰذا ترک کر دیا جائے۔

پس ایسی صورت میں بروئے قرآن و حدیث شریف آیا فی الواقع پیشہ وکالت بموجب قول بکر مذہباً ناجائز و قابل ترک ہے؟ اگر ہے تو کس شرط کے ساتھ، اگر نہیں ہے، تو کس طرح؟ بصراحت و تفصیل اس فتوے کو اخبار اہلحدیث میں شائع فرما کر آپ عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں (خریدار نمبر ۶۹۲۲)

ج:۔ پیشہ وکالت کی دو حیثیتیں ہیں، اصل منصب وکیل، دوم طریق عمل منصب وکیل تو یہ ہے، کہ عدالت کو صحیح قانونی مشورہ دے، اس منصب کے لحاظ سے تو جائز کاموں میں وکالت جائز ہے، الاان مقدمات میں جن میں قانون کی خلاف شریعت ہے، مثلاً دیوانی میں میعاد قرضہ یا فوجداری میں شراب، خمر اور زنا کا جواز ایسے مقدمات میں بپابندی قانون پیروی کرنا بھی خلاف شریعت ہے، حق یہ ہے، کہ طریق عمل نے اس پیشہ کو بہت کچھ مورد الزام بنایا ہے، جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں، نہ مناسب ہے ؎ اگر در خانہ کس است + یک حرف بس است۔

(۲۴ مئی ۱۹۲۹ء)

س:۔ جو مسلمان مال رکھ کر کسی مسلمان کی عزت نہیں بچاتا، حالانکہ وہ مسلمان زیور، قرآن و حدیث ضمانت دگرویں دیتا ہے، وہ مالدار خدا کے نزدیک کیسا ہے۔ (علی حسن خان از بر ہنڈہ)

ج:۔ قرض خواہ کو قرض دینا، دینے والے کی رائے پر ہے، اس لئے اس امر میں فتویٰ شرعی یہی ہے، کہ حتی الوسع مسلمان مسلمان کی اعانت کرے تو اجر عظیم کا حقدار ہوگا، لیکن سوال سے یہ معلوم نہیں ہوا، کہ قرضخواہ کیسا ہے، ادا کرنے والا ہے، یا لے کر کھا ہی جاتا ہے، اس لئے جب تک اس کا حال معلوم نہ ہو، فتویٰ مکمل نہیں ہو سکتا۔ اللہ اعلم (۹ ستمبر ۱۹۲۸ء)

س:۔ سود کے پیسے سے زراعت کی زمین لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور زراعت کی پیداوار جائز ہے یا نہیں؟ اور پیداوار کے پیسے سے صدقہ و خیرات وغیرہ کرنے سے ثواب ہوگا، یا نہیں؟ از روئے قرآن و حدیث کیا ثابت ہے؟

ج:۔ سود حرام ہے، جو خریدا جائے گا، وہ بھی حرام ہوگا۔ اللہ اعلم (۱۴ مئی ۱۹۲۰ء)

س:۔ زید بیوپار کرتا ہے اپنے حسب منشاء، مثلاً عمرو کو ایک چیز پانچ روپے میں دی، وہی چیز بکر کو (۴ھ) کو دی، ایسا ہی خالد کو (۴ھ) کو دی، زید نے عمرو و بکر و خالد کو مذکورالصدر مال صاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گونی کے ساتھ دیا ہے، عمرو دبکر و خالد خوشی کے ساتھ لے گئے، زید اپنی دی ہوئی چیز اسی وقت ناپسند ہو، تو لینے کو بھی تیار ہے، تو زید کی ایسی تجارت کو شرع میں کیا حکم ہے؟
(سید حسن علی محرر پولیس، چیتا پور جاگیر)

ج:۔ جائز ہے۔ الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونہا بینکم میں داخل ہے۔
(۲ رجب ۴۲ھ)

س:۔ ایک چیناقوم کافر نے ایک شخص کا حقہ ایک دفعہ منہ میں ڈال دیا، اور اس چینا کی بولی دوسری تھی یعنی نہ وہ کسی کی بات سمجھتا تھا، اور نہ اس کی زبان کوئی سمجھتا تھا، جس شخص کا وہ حقہ تھا اس نے ۱۲ رآنے میں وہ حقہ خرید کیا تھا، لیکن اب اس چینے کا فر کو ڈرا کر اور دھمکی دے کر مبلغ دو روپیہ بالعوض اس حقہ کے لئے، اور وہ حقہ اسی کے حوالے کر دیا، اس چینے نے اس حقہ کو اسی وقت توڑ ڈالا، کیونکہ چینے لوگ اس حقہ کا استعمال نہیں کرتے، اب سوال یہ ہے، کہ پھر جو قیمت خرید سے زیادہ لئے شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اور پھر وہ شخص لے سکتا ہے، اس وقت اس چینے سے جتنا چاہتے ڈرا کر لے سکتے تھے (منشی علی حسن خان شہر مچینہ)

ج:۔ اصل قیمت سے جتنا زیادہ لیا ظلم ہے، اس کو واپس کرنا چاہیئے، واپس نہ کریں گے، تو خدا کے نزدیک وہ دعوے دار رہے گا۔

س:۔ اگر دکان میں کوئی اجنبی گاہک مال خریدنے آئے، اور قیمت دے جائے یا دوسری دوکان سے خرید کر لایا ہو، اور مال بھول کر چلا جاوے، اور یہ نہ معلوم ہو، کہ وہ کہاں کا رہنے والا تھا، تو اب اس کے بھولے ہوئے مال اور چیز کو کیا کیا جائے؟

ج:۔ بھولی ہوئی چیز لقطہ ہے، ایک سال تک اس کے مالک کا انتظار کیا جائے، نہ آئے، تو اس کو پہچان کر استعمال کر لیں، کبھی اس کا مالک آجائے، تو قیمت دے دیں۔
(۷ جمادی الثانی ۴۲ھ)

تعاقب ہمارے ہاں تازہ تاڑ بھی نشہ دیتا ہے، آپ کے پنجاب میں ایسا تاڑ ہے جو نشہ نہ دے، آپ نے اس کے جواز کا فتوی کیوں دیا (راقم از شو)

جواب پنجاب میں تاڑ نہیں دیکھا، پٹنہ وغیرہ میں سنا تھا کہ تازہ میں نشہ نہیں ہوتا، مدار حرمت نشہ پر ہے، لہذا جو تاڑ ایسا ہو، کہ اس کے تازہ اور باسی دونوں میں نشہ ہوتا ہو ہر حال میں حرام ہے۔ بحکم کل مسکر حرام۔ (۱۰ ربیع الاول ۵۱ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س ۔ مستورات کو ٹاکیز سینما وغیرہ دکھلانا جائز ہے یا نہیں؟

ج : مستورات کو ایسی مجالس میں لے جانا، ان کی ذہنیت پر برا اثر ڈالتا ہے۔

(۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

(نوٹ) سینما بائیسکوپ فلم آج کل بڑے وسیع پیمانے پر بطور تجارت و روزگار کے اپنایا جا رہا ہے، جس میں بے شمار منکرات ہیں، ان کی تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل تشریح ملاحظہ کیجئے۔

تشریح

(از قلم حضرت العلام مولانا ابو الفضل عبد الحنان صاحب دہلوی)

مغربی دنیا فخر کرتی ہے، اور اسے ناز ہے، کہ وہ اپنے علوم و فنون اور ایجادات سے تمام بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچا رہی ہے، لیکن اہل مغرب نے کبھی اس پر غور کیا ہے، کہ ان کے علوم و فنون سے دنیا کو نقصان کس قدر پہنچ رہے ہیں۔

یورپ کے علوم و فنون اور اس کی ایجادات و اختراعات کی منفعت بخشی کے ہم معترف اور قائل ہیں، اس نے بری و بحری دشوار گذار راستوں کو آسان سے آسان تر کر دیا، انسان آسمان پر اڑنے لگا، زمین کی طویل مسافتیں چند دنوں اور گھنٹوں میں طے کی جانے لگیں، چند منٹوں بلکہ لمحوں میں دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دم بدم کی خبریں اور تقریریں سن سکتا ہے، یہ سب کچھ صحیح اور بجا، مگر ان علوم و فنون کی ایجاد و اختراع کی روز افزوں ترقی ہی نے یورپ کی جوع الارضی کو اس قدر تیز کر دیا ہے، کہ اسے کسی طرح قناعت نہیں ہوتی، اہل یورپ نے تقریباً تمام مشرقی قوموں کو اپنا غلام اور محکوم بنا لیا ہے، اور اگر کوئی قوم خوش نصیبی سے اب تک ان کی گرفت سے بچی ہوئی ہے، تو نہیں کہا جا سکتا، کہ ان کی آزادی بھی کب تک برقرار رہے،

بیچارے حبشیوں کی دردناک تباہی کا جگر پاش منظر بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، حبشیوں کو اطالیوں کی تہذیب و شائستگی اور ان کی شجاعت و مردانگی نے نہیں، بلکہ تباہ کن ایجادات و اختراعات نے غارت کیا، جنگیں پہلے بھی ہوا کرتی تھیں، لیکن پہلے نہ اس درجہ ہوس ملک گیری تھی، نہ ایسے تباہ کن حالات تھے، کہ آناً فاناً میں ساری دنیا میں امن و امان درہم برہم ہو جائے، یہ سب یورپ کے علوم و فنون اور اس کی ایجاد و اختراع سے صرف امن و امان ہی کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقصان نہیں پہنچ رہا ہے، بلکہ مذہب و اخلاق اور تہذیب و شرافت کی وہ تباہی ہو رہی ہے کہ الامان والحفیظ۔

سینما یورپ کی ایک عالم فریب مخرب اخلاق ایجاد ہے، پہلے تو تصویریں جاندار دل کی طرح صرف نقل و حرکت ہی کرتی تھیں، لیکن سنا ہے، کہ اب وہ باتیں کرنے اور گانے بھی لگی ہیں، اس سے اس کی دلآویزی میں بیش از بیش اضافہ ہو گیا ہے، یہ ایجاد بھی اپنے اندر بہت سی تباہیوں اور بربادیوں کا سامان رکھتی ہے، جہاں یورپ اور امریکہ سے بہت سی دبائیں ہندوستان میں آئیں سینما بھی آیا، یورپ اور امریکہ کی خوش حالی، دولت مندی، فارغ البالی کی انتہا نہیں ہے، وہاں مال و دولت کی بارش ہوتی ہے، اس کے برعکس ہندوستان مفلس و قلاش ہے، نوے فی صدی آدمیوں کو بھی دونوں وقت پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملتی لیکن سینما کی دلچسپیوں کا یہ حال ہے، کہ دن بھر مزدوری کر کے تین چار آنے پیسے کمانے والا بھی سینما دیکھے بغیر نہیں رہتا خواہ اس کے اہل و عیال رات کو بھوکے سو جایا کرتے ہوں سینما نے جہاں ہندوستان کو مالی تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے، وہاں ہندوستانی شرافت و تہذیب کا جنازہ بھی نکال دیا ہے، بداخلاقی و بےحیائی عام کر دی ہے، اب سینما کی تباہ کاریاں و برق پاشیاں مردوں سے گذر کر عورتوں تک پہنچ چکی ہیں، ہزاروں شریف گھرانوں کی بہو بیٹیاں سینما میں جاتی ہیں، اور نہایت دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے سینما کے حیا سوز اور مخرب اخلاق مناظر دیکھتی ہیں اور صد نفرین و لعنت ہے ان کے شوہروں پر کہ وہ انہیں روکتے تو کیا، بلکہ خود لے جاتے، اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

سینما کی ترویج سے پہلے عصمت فروش و آبرو باختہ عورتوں کی مجلس میں کوئی وقعت و حیثیت نہ تھی لیکن سینما کی برکتوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اس نے آبرو باختہ عورتوں کو ایک خاص پوزیشن دے دی ہے، اب لوگ علانیہ رنڈیوں کی شان میں قصیدے لکھ رہے ہیں، اور مدیران اخبار ان کی تصویریں اپنے پرچوں میں شائع کر رہے ہیں، ان تصویروں کے نیچے جہاں آرا بیگم، زبیدہ بانو، مختار بیگم اور اسی طرح کے دوسرے معزز نام درج ہوتے ہیں، جن گھروں میں ان ذلیل فاحشہ عورتوں کا نام لینا بھی گناہ اور موجب شرم سمجھا جاتا تھا، اب ان گھروں میں ان کی تصویریں آویزاں ہیں، اور جن مجلسوں میں ان کا تذکرہ مکروہ خیال کیا جاتا تھا ان ہی مجلسوں میں اب فخریہ ان کے تذکرے کئے جاتے ہیں، ان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ سینما نے ہمارے ملک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اخلاقی حالت کو کس طرح تباہ و برباد کر دیا ہے سینما سے ملک کے نوجوان جس طرح برباد ہو رہے ہیں، وہ ایک ناقابل برداشت مصیبت ہے، وہ سینما میں ایکٹرسوں کو دیکھتے ہیں، اور اپنی زندگی کو بھی انہی کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے بے اختیار ہو جاتے ہیں، پھر ان کو اس کا خیال مطلق نہیں رہتا، کہ ان کا گھر برباد ہو گا، تجارت ملیا میٹ ہو گی، تعلیم ادھوری رہ جائے گی، اور وہ سب سے بے پرواہ رہ کر نگار خانوں کا طواف شروع کر دیتے ہیں، ملک کے دور دراز مقامات کے نوجوان کلکتہ اور بمبئی کا سفر کرتے ہیں، اور ایکٹر بننے کے لئے طرح طرح کے نقصانات اور مصائب و آلام میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان تمام والہانہ ایثار و قربانی سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے، کہ انہیں خوبرو اور خوش ادا عورتوں کے ساتھ کام کرنے اور رہنے سہنے کا موقع مل جائے۔

یہ تو ہمارے ملک کے نوجوانوں کا حال ہے لیکن ملک کی عورتوں میں بھی یہ جذبہ تیزی سے پیدا ہو رہا ہے، چنانچہ وہ بھی اسٹیج پر آنے اور اپنے حسن و شباب اور ناز و ادا کی نمائش کرنے کے لئے بے تاب و بیقرار ہو رہی ہیں، ان حالات میں ہندوستان کی شرافت کا خدا ہی حافظ ہے اخلاق و کردار اور عزت و شرافت کی بربادی کے ساتھ غریب ہندوستانیوں کی محنت و مزدوری کے پیسے جس بے دردی سے ضائع ہو رہے ہیں، اس کے اندازے کے لئے فلم ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی تنخواہوں پر نظر ڈالئے، کسی کی چار ہزار روپے ماہوار کسی کی تین ہزار روپے ماہوار کسی کی ڈھائی ہزار روپے ماہوار، کسی کے دو ہزار، فلموں کی تیاری کے دوسرے گرانقدر مصارف وہ اس کے علاوہ ہیں، اس سے اندازہ کیجیے، کہ فلموں پر ماہانہ کتنا خرچ ہوتا ہو گا، پھر جو سرمایہ دار فلم سازی پر اتنا سرمایہ خرچ کرتے ہیں، وہ اس سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہوں گے، اس سے اندازہ لگائیے، کہ مفلس ہندوستان کے لئے سینما کس قدر غارت گر اور تباہ کن ہے۔

ضرورت ہے، کہ علماء کا طبقہ اس طرف توجہ کرے، اور اخبارات، مقررین، واعظین اپنے اپنے حلقہ اثر میں سینما کے نقصانات سے پبلک کو مطلع کر کے اس سے روکنے کی کوشش کریں،

(اہلحدیث گزٹ بابت اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(نوٹ) جو مسلمان سینما بائیسکوپ کا کاروبار کرتے ہیں، وہ ذرا اسلام کی تعلیم کی روشنی میں اپنے اس دھندے پر غور کریں، اور انصاف کی عینک لگا کر دیکھیں، کہ ان کا یہ دھندا حلال ہے یا حرام؟ فاتقوا اللہ ایھا المسلمون لعلکم ترحمون ہ

س:۔ ہر قسم کی آتش بازی (مثلاً انار، پٹاخے، پھلجھڑی اور رنگین دیا سلائی وغیرہ وغیرہ) کا روزگار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا کیسا ہے؟ اور جب کہ اس شئے کا استعمال مسلمانوں کے لئے داخل اسراف ہو کر ممنوع ٹھہرا تو ایک متقی مسلمان بیوپاری اگر شب برات یا ہندوؤں کی دیوالی وغیرہ کے وقت فروخت کرے، تو ایک ممنوع شئی کی تائید ہوگی یا نہیں؟ (رسائل محمد سلیمان از چکر دھر پور)

ج: آتشبازی چلانا منع ہے، لہذا بنانا اور بیچنا بھی منع ہے۔ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان

س: پتنگ بازی کی تجارت جائز ہے یا ناجائز؟

ج: پتنگ بازی فی نفسہ لہو ولعب ہے، اس کی تجارت بھی اسی حکم میں ہے۔ واللہ اعلم (یکم ستمبر ۱۹۲۹ء)

س: ایک شخص خود مسلمان ہے، اور اس نے کارندہ منشی اہل ہنود کر رکھا ہے، ملازم کہ تم روپیہ سود پر دے کر سود لو، اور وہ شخص مسلمان اپنے آپ کو متشرع رکھتا ہے، بروئے شریعت کیا حکم ہے

ج: کسی ناجائز کام پر ملازم رکھنے سے گناہ سے نہیں بچ سکے گا، کام تو اسی کا ہے، یہ محض فریب ہے، خدا نیات پر مطلع ہے۔

س: ایک شخص نے ایک زمیندار کو سات روپے دے کر اسٹامپ تحریر کرایا ہے اس اقرار پر روپیہ دیا ہے، سوم حصہ غلہ ہر فصل کا لیتا رہوں گا، اور روپیہ دینے والا کچھ کام نہیں کرتا تو یہ سوم حصہ غلہ اس پر لینا حرام ہے یا حلال؟

ج: یہ ایک قسم کی شراکت ہے، چونکہ یہ پیداوار میں شرکت ہے، جس قدر بھی پیدا ہو، اس لئے جائز ہے، ہاں اگر تعین کرلے، کہ اتنے من غلہ ضرور لوں گا چاہے پیداوار کم ہو یا زیادہ تو جائز نہیں ہے (۹/۱۲ دسمبر ۱۹۱۰ء)

س: تجارت کے لئے ایک شخص نے روپیہ مانگا، ساہوکار نے سود تو طلب نہیں کیا، مگر یہ کہا، کہ تجارت میں جو کچھ منافع ہو، اس میں آٹھواں حصہ میرا، اس شرط پر قرض دیا، یہ سود میں داخل ہوا یا نہیں، اس طرح کا قرض جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث سے جواب فرمادیں۔

ج: صورت مرقومہ میں شرکت ہے، جو جائز ہے، واللہ اعلم (۱۳ فروری ۱۹۲۰ء)

س: چند اشخاص نے ایک شخص سے ناراض ہو کر آپس میں یہ طے کیا، کہ اس شخص کے کارخانے کا بنا ہوا مال فروخت نہ کیا جائے، اور اس بات کو مستحکم کرنے کے لئے سب نے متفق اللفظ ہو کر یہ کہا کہ ہم میں سے جو کوئی بھی شخص مذکور کے کارخانے کا مال فروخت کرے گا اس کے نطفہ میں فرق سمجھا جائے گا، چار چھ ماہ بعد ان اشخاص میں سے بعض نے اپنے عہد کے خلاف عمل کرنا شروع کردیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال یہ ہے، کہ اس عہد کے خلاف کرنے والے عند الشرع گنہ گار ہیں یا نہیں؟ اگر گنہ گار ہوئے، تو اس گناہ سے پاک ہونے کی ان کے لئے کوئی صورت ہے یا نہیں؟ جو لوگ اب تک اپنے عہد کے پابند ہیں، اگر خلاف کرنا چاہیں، تو کیوں کر کریں، کہ گناہ سے بچیں (ایک سائل)

ج:۔ سوال میں بنا معاہدہ درج نہیں، اس کو ضرور دیکھنا ہے، اگر وہ جائز ہے، تو معاہدہ صحیح ہے اس کی پابندی لازم ہے، اور اگر وہ صحیح نہیں، تو معاہدہ بھی جائز نہیں۔ (۱۱ صفر ۱۳۴۵ھ)

س:۔ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے، کہ اسلام تمدن اور دنیوی ترقی کا مانع و مزاحم نہیں ہے اور مال دنیا کی فراہمی کوئی گناہ نہیں ہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور نیز دیگر صحابہؓ مالدار اور ہزارہا لاکھوں درہم ان کے پاس تھے، اور بڑی بڑی تجارتیں بھی کیا کرتے تھے مسلمان کے حق میں مسکنت ایک بڑی ذلت ہے، جس سے دین و ایمان بھی قائم و برقرار نہیں رہتے۔

اس کے برخلاف یہ بھی بیان کیا جاتا ہے، کہ دنیا میں مسافرانہ طور سے زندگی بسر کرو، مال دنیا جمع نہ کرو، مسکین بن کر رہو، متمول لوگوں کی صحبت سے پرہیز اور گریز کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی، اور التجا کی تھی، کہ بارخدایا مجھ کو دنیا میں مسکین رکھ، اور دنیا سے مسکین ہی اٹھا، اور عقبیٰ میں بھی مجھ کو مساکین کے زمرہ میں حشر کر۔ بس ان ہر دو قولوں کی تطبیق کیونکر ہو سکتی ہے یہ تو الضدان لا یجتمعان کا معاملہ ہے۔

ج:۔ ان دونوں باتوں میں تطبیق ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اللھم انی اعوذ بک من غنی یطغینی ومن فقر ینسینی (اے خدا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، ایسے غنا سے جو مجھ کو سرکش کر دے، اور ایسے فقر سے جو مجھ کو مارے تکلیف کے سب کچھ بھلا دے)

ورنہ محض مال جمع کرنا منع نہیں، بلکہ منع یہ ہے، کہ اس میں سے زکوٰۃ نہ دے، اور اس کی مستی میں موت کو بھول جائے، چنانچہ فرمایا عددہ یحسب ان مالہ اخلدہ۔ مسکین کے دو معنے ہیں، ایک مال سے مسکین، دوم طبیعت سے مسکین، جس کو متواضع کہتے ہیں

(۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ)

س:۔ زید کی دوکان کریانے کی ہے، اس میں ہر قسم کی چیز فروخت ہوتی ہے اس میں ہندوؤں کی پوجا کا سامان بھی فروخت کیا جاتا ہے، از قسم کافور، گلال، عود، ناریل وغیرہ یہ سب چیزیں از روئے شرع زید مسلم کو فروخت کرنی چاہئیں یا نہیں، یہ چیزیں اہل ہنود خرید کر بتوں کی نذر کرتے ہیں، اس کا جواب قرآن و حدیث سے عنایت فرما دیں، مشکور ہوں گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج۔ جو چیز فی نفسہ حرام ہے، اس کا بیچنا کسی طرح جائز نہیں، جیسے خمر اور خنزیر، اور جو چیز فی نفسہ حرام نہیں، بلکہ وہ استعمال کرنے والے کے فعل سے حرام بن جاتی ہے، اس کا بیچنا حرام نہیں جیسے انگور یا گیہوں وغیرہ، شراب ساز جن سے شراب بناتے ہیں، ان کی بیع جائز ہے فعل ناجائز یہ مسئلہ آیت مرقومہ ذیل سے استنباط ہو سکتا ہے۔ ومن ثمرات النخیل تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا ان فی ذلک لآیۃ لقوم یعقلون ہ (پ ۱۴ ع ۱۵)

(۹ر اگست ۱۹۳۵ء)

س۔ بکر غریب آدمی ہے، اس نے زید سے مبلغ دس روپے نقد لئے، اور ماہ جیٹھ حال کو ۱۲ آثار پختہ چنے فی روپیہ کے حساب سے زید کو دینے مقرر کر لئے، اگر بکر کے چنے بوجہ ژالہ باری یا بارش کے خراب ہو جائیں، تو زید نے مبلغ دس روپے اصل ماہ جیٹھ کو واپس لینے ہیں، اور شرط یہ ہے، کہ بکر نے چنے زید کے گاؤں میں لے جا کر دینے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

ج۔ یہ صورت بیع سلم کی ہے، یہ جائز ہے، چنے نہ ملنے کی صورت میں اصل مال لے سکتا ہے حدیث شریف میں ہے۔ لا تاخذ الا سلمك او راس مالك۔ (۲۹ر شعبان ۱۳۵۴ھ)

الحمد للہ کہ کتاب البیوع ختم ہوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دہم

کتابُ الفرائض

افتتاحیہ

نوشتہ ماہر فرائض حضرت العلام مولانا ابو الخطاب عبد الرحمن بن الامام عبد اللہ لجوادی دام فیضہ الجاری

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد والہ وصحبہ

اما بعد! واضح ہو کہ حضرت علامہ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری نور اللہ مرقدہ کے فتاوی دربارہ فرائض سمجھنے کے لئے علم فرائض کی ضرورت ہے، اس وجہ سے فرائض کا جاننا ضروری سمجھ کر مختصر طریقہ سے سراجیہ کا مطلب پیش کیا جاتا ہے۔

مقصود سے پہلے تعریف علم، غرض، موضوع جاننا بہتر ہے۔

علم الفرائض یا علم المیراث وہ علم ہے، کہ جس کی وجہ سے کسی میت کا ترکہ صحیح طریقہ سے تقسیم کیا جا سکے۔ وغرضہ حق والوں کا حق دلانا۔ موضوعہ۔ ترکات کا صحیح مصارف میں لانا۔ مرنے والے کو میت کہتے ہیں، اور جو چیزیں چھوڑیں، اس کو ترکہ کہتے ہیں، رشتہ داروں کو وارث یا ورثاء کہتے ہیں۔

ورثاء کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) ذوی الفروض (۲) عصبہ (۳) ذوی الارحام۔

ذوی الفروض ان لوگوں کو کہتے ہیں، کہ جن کے حصے اللہ کی کتاب قرآن مجید میں مقرر ہیں جیسے زوجہ کہ اس کے لئے اگر اولاد نہ ہو تو چوتھائی، اور اولاد ہو، تو آٹھواں حصہ مقرر ہے، کل ذوی الفروض بارہ شخص ہیں، جن کی تفصیلات آگے آتی ہیں۔

عصبہ: اس کو کہتے ہیں، کہ جو کچھ ذوی الفروض نے چھوڑا لے لیوے، اگر ذوی الفروض نہ ہوں، تو سب ترکہ لے لیوے

عصبہ کی دو قسمیں ہیں، نسبیہ اور سببیہ، عصبہ نسبیہ اسے کہتے ہیں جس کو عصوبت بسبب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرابت کے حاصل ہوئی ہو، جیسے بیٹا پوتا وغیرہ۔ عصبہ نسبیہ کی تین قسمیں ہیں، عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔ عصبہ بنفسہ، وہ عصبہ مذکر ہے، جو میت سے بے واسطہ مؤنث کے علاقہ رکھتا ہو، جیسے بیٹا، پوتا وغیرہ، عصبہ بغیرہ، وہ عصبہ مؤنث جو اپنے بھائیوں کی جہت سے عصبہ ہو جائیں، جیسے بیٹی، پوتی وغیرہ، عصبہ مع غیرہ، وہ عورت ہے، جو دوسری عورت کے ہوتے عصبہ ہو جاوے، جیسے اخت خواہ عینی ہو خواہ علاتی، بنت یا بنت الابن کے ہوتے عصبہ ہو جاتی ہے عصبہ سببیہ وہ ہے، جس کو عصوبت بہ سبب آزاد کرنے کے حاصل ہوئی ہو، اس کو معتق یا مولے العتاقہ کہتے ہیں۔

ترکہ کے ساتھ چار چیزیں ترتیب وار لگاؤ رکھتی ہیں (۱) پہلی تجہیز و تکفین (۲) دوسرے قرض ادا کرنا (۳) تیسرے وصیت ثلث[1] یعنی تہائی تک جاری کرنا (۴) چوتھے ورثاء کے درمیان کتاب و سنت و اجماع امت کے مطابق تقسیم کرنا، پہلے ذوی الفروض، اس کے بعد عصبہ نسبیہ، اس کے بعد عصبہ سببیہ، پھر رد ذوی الفروض نسبیہ پر ان کے حقوق کے مطابق، پھر ذوی الارحام، پھر مولی الموالاۃ، پھر مقر لہ، پھر موصی لہ، پھر بیت المال۔

وراثت سے چار چیزیں روکنے والی ہیں (۱) غلامی کامل ہو یا ناقص (۲) وہ قتل جس سے قصاص یا کفارہ لازم ہو (۳) اختلاف دین (۴) اختلاف دارین، جب دونوں حکومتوں میں عصمت باقی نہ رہے، دو ایسے ملک جن کے بادشاہ آپس میں لڑنے والے ہوں اور امن مفقود ہو۔

اللہ کی کتاب قرآن مجید میں کل فروض یعنی سہام چھ ہیں، نصف (آدھا) ربع (چوتھائی) ثمن (آٹھواں) ثلثین (دو تہائی) ثلث (تہائی) سدس (چھٹا)

کل ذوی الفروض بارہ شخص ہیں، ازانجملہ چار مرد ہیں، اَب یعنی باپ، جد صحیح یعنی باپ کا باپ، یا باپ کے باپ کا باپ یعنی دادا، پردادا، جہاں تک اوپر ہو (پس نانا یعنی ماں کا باپ جد صحیح نہیں) اخ لِاُم (یعنی اخیافی بھائی) زوج (یعنی شوہر)

اور آٹھ عورتیں، زوجہ، بنت (یعنی بیٹی) بنت الابن (یعنی پوتی پڑ پوتی جہاں تک نیچے ہوں) اخت لاب وام (یعنی عینی بہن جو ایک ماں باپ سے ہو) اخت لاب (یعنی علاتی بہن) اخت لام (یعنی اخیافی بہن) اُم (یعنی ماں) جدہ صحیحہ (یعنی دادی، نانی جو میت سے بے واسطہ جد فاسد یعنی نانا کے علاقہ رکھتی ہوں۔

---

[1] باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہن بھائی کی تین قسم ہے۔ اخیافی، عینی، علاتی،
اخیافی اس کو کہتے ہیں، کہ جس کی ماں ایک ہو، باپ دو ہوں، اخت لام۔ اخیافی، اخت لابوین، اخت لاب وام۔ عینی (حقیقی) اس کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ ایک ہوں، اخت لاب۔ علاتی اس کو کہتے ہیں جس کی ماں دو ہوں، باپ ایک ہو۔
جد صحیح اس کو کہتے ہیں، کہ جب میت کی طرف نسبت کیا جاوے، تو درمیان میں عورت نہ آوے، جد فاسد اس کو کہتے ہیں، کہ جب میت کی طرف نسبت کیا جاوے، تو درمیان میں عورت آوے، جدہ صحیحہ اس کو کہتے ہیں، کہ جب میت کی طرف نسبت کیا جاوے تو درمیان میں جد فاسد نہ آوے، جدہ فاسدہ اس کو کہتے ہیں، کہ جب میت کی طرف نسبت کیا جاوے تو درمیان میں جد فاسد آوے، سہام کی تقسیم مطابق تفصیل ذیل ہے
نصف۔ ۵ نفر کے لئے (۱) زوج، جب کہ ولد ولدالابن لڑکا لڑکی، پوتا پوتی نہ ہوں (۲) بنت جب کہ ایک ہو، ابن (لڑکا) نہ ہو (۳) بنت الابن، جب کہ ایک ہو، ولد وابن الابن پوتا نہ ہو (۴) اخت لاب وام، جب کہ ایک ہو، ولد ولدالابن، اخ لاب وام اب جد نہ ہوں (۵) اخت لاب جب کہ ایک ہو، ولد ولدالابن، اخ لاب وام، اخ لاب اب وجد نہ ہوں
ربع (¼) ۲ نفر کے لئے (۱) زوج جب کہ ولد، ولدالابن ہوں (۲) زوجہ جب کہ ولد، ولدالابن نہ ہوں۔
ثمن (⅛) انفر۔ زوجہ کے لئے، جب کہ ولد ولدالابن ہوں۔
ثلثان (⅔) ۴۔ نفر کے لئے (۱) بنت جب کہ دو ہوں یا زیادہ ابن نہ ہوں (۲) بنت الابن جب کہ دو ہوں یا زیادہ صلبی ولد وابن الابن نہ ہوں (۳) اخت لاب وام، جب کہ دو ہوں یا صلبی ولد، ولدالابن اب جد نہ ہوں (۴) اخت لاب جب کہ دو ہوں یا زیادہ صلبی ولد ولدالابن اب، جد، اخ لاب وام، اخت لاب وام، جب کہ عصبہ ہو، اب جد نہ ہو،
ثلث (⅓) ۲ نفر کے لئے (۱) اخ لام (۲) اخت لام، جب کہ دو ہوں یا زیادہ، ولد ولدالابن، اب جد نہ ہوں۔
سدس (⅙) ۹ نفر کے لئے (۱) اخ لام (۲) اخت لام، جب کہ ولد ولدالابن اب جد نہ ہوں، مذکر ومؤنث قسمت واستحقاق میں برابر ہیں (۳) اب جب کہ ولد ولدالابن ہوں (۴) جد صحیح جب کہ ولد ولدالابن ہو، اب نہ ہو (۵) بنت الابن جب کہ ایک بنت ہو، ابن ابن الابن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو (۶) اخت لاب، جب کہ عینی بہن ایک ہو، عینی و علاتی بھائی اب وجد نہ ہوں (۷) ام، جبکہ ولد ولد الابن دو بھائی بہن عینی یا علاتی یا اخیافی ہوں (۸) ام الاب (۹) ام الام، جبکہ ام نہ ہو۔

اَبْ (باپ) کی تین حالتیں ہیں (۱) فرض مطلق ۱/۶ سدس (چھٹا حصہ) جب کہ ابن ابن الابن ہو (۲) فرض مع عصبہ، جب کہ بنت (بیٹی) یا بنت الابن (پوتی) موجود ہے (یعنی جب میت باپ کو چھوڑے، اور بیٹی یا پوتی کو چھوڑے، اور کوئی بیٹا یا پوتا نہ ہو، تو باپ کو بطور فرض کے چھٹا حصہ ملے گا، اور بعد دینے دوسرے ذوی الفروض کے جو بچ رہے، بطور عصوبت کے ملے گا، پس اس صورت میں باپ ذی فرض و عصبہ دونوں ہے) (۳) محض عصبہ، جب کہ ولد (لڑکا) یا ولد الابن (لڑکے کی اولاد) نہ ہوں (یعنی میت باپ کو چھوڑے اور بیٹا یا پوتا، یا بیٹی یا پوتی میں سے کسی کو نہ چھوڑے، تو باپ کو محض تعصیب ملے گی (یعنی در صورت ہونے ذوی الفروض کے کل مال اور بحالت نہ ہونے ان کے جو ان سے بچ رہے پس باپ اس صورت میں محض عصبہ ہے)

اَبُ الاَبْ۔ جد صحیح (سگا دادا) کی تین حالتیں ہیں (۱) جب کہ میت کا باپ زندہ نہ ہو، اور میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہو، تو اس صورت میں اس کو فرض مطلق ۱/۶ سدس۔ یعنی چھٹا حصہ ملے گا (۲) فرض مع عصبہ، جب کہ میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو (۳) محض عصبہ، جب کہ ولد (لڑکا) یا ولد الابن نہ ہو۔

اخ لام، اخت لام (اخیافی بہن بھائی یعنی جو ایک ماں سے اور دوسرے باپ سے ہوں) کی تین حالتیں ہیں (۱) سدس، جب ایک ہو (یعنی جب میت ایک اخیافی بھائی یا بہن چھوڑے تو اس بھائی یا بہن کو چھٹا حصہ ملے گا (۲) جب میت اخیافی بھائی یا بہنوں میں سے دو یا زیادہ کو چھوڑے، خواہ سب بھائی ہوں یا سب بہنیں ہوں، یا ملے جلے ہوں، تو ان کو ثلث یعنی تہائی ملے گا، اس تہائی کو آپس میں برابر برابر بانٹ لیں، یعنی اخیافی بھائی بہنوں کو حصہ برابر ملتا ہے، نہ یہ کہ بھائی کو دو گنا بہن کا، جیسا کہ عینی یا علاتی بھائی بہن میں پس جب اخیافی بھائی بہن دو یا زیادہ ہوں، تو اس ثلث کو آپس میں بانٹ لیں گے (۳) جب میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی یا باپ یا دادا موجود ہو، تو اخیافی بہن بھائی محروم ہو جاتے ہیں۔

زوج (شوہر) کی دو حالتیں ہیں (۱) جب میت عورت کو اور صرف شوہر چھوڑے اور کوئی بیٹا یا پوتا نہ چھوڑے، تو شوہر کو آدھا ملے گا (۲) جب ولد یا ولد الابن میں سے کوئی موجود ہو،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو چوتھائی ملے گا۔

زوجہ یا زوجات (بیویوں) کی دو حالتیں ہیں (۱) ربع جب میت مرد ہو، اور زوجہ کو چھوڑے، اور اپنے بیٹے یا پوتے کو نہ چھوڑے، تو زوجہ کو صرف ربع ملے گا، اگر کئی ہوں تو اسی ربع کو آپس میں برابر بانٹ لیں (۲) ثمن یعنی آٹھواں حصہ، جب کہ ولد یا ولد الابن موجود ہو۔

بنت (لڑکی) کی تین حالتیں ہیں (۱) جب ایک لڑکی کو چھوڑے، اور اس کے ساتھ کوئی لڑکا نہ چھوڑے، تو لڑکی کو آدھا ملے گا (۲) جب لڑکی دو یا زیادہ ہوں، اور کوئی لڑکا موجود نہ ہو، تو ان کو دو تہائی (ثلثین) ملے گا، اسی کو آپس میں خواہ کتنی ہی ہوں برابر برابر بانٹ لیں (۳) جب میت بنت کو چھوڑے، اور اس کے ساتھ ابن بھی موجود ہو، تو اس صورت میں بنت عصبہ ہو جائے گی، ابن کی جہت سے۔ پس درصورت نہ ہونے ذوی الفروض کے کل مال اور بحالت ہونے ان کے جو کچھ ان سے بچ رہے، وہ سب ان ہی ابن اور بنت پر کتنے ہی ہوں، اس طرح پر تقسیم ہوگا، کہ ایک ابن کو دگنا ہر ایک بنت کا دیا جائے گا، مثلاً میت اگر ایک ابن اور ایک بنت چھوڑے، تو اس مال کے تین حصہ کر کے دو حصے ابن کو اور ایک حصہ بنت کو دیا جائے گا، اور اگر دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑے، تو مال مذکور کے دو، دو حصے ہر ایک لڑکے کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک لڑکی کو دیا جائے گا، اسی طرح کتنے ہی ہوں، جتنا ہر ایک لڑکی کو، اس کا دوگنا ہر ایک لڑکے کو دیا جائے گا۔

بنت الابن (پوتی) کی چھ حالتیں ہیں (۱) نصف، جب کہ پوتی ایک ہو، اور کوئی صلبی اولاد موجود نہ ہو (۲) ثلثان، جب کہ یہ دو ہوں، اور کوئی بیٹا یا پوتا یا بیٹی موجود نہ ہو، اگر پوتی دو سے زیادہ بھی ہوں، تو بھی اتنا ہی ملے گا۔ اسی ثلثین کو آپس میں برابر بانٹ لیں (۳) جب بیٹا نہ ہو صرف پوتا موجود ہو، تو اس وقت بنت الابن عصبہ ہوگی، اس صورت میں مذکر کے لئے دوہرا اور مؤنث کے لئے اکہرا ہے، یہاں مراد ابن الابن سے عام ہے، خواہ بنت الابن کے درجہ کا ہو یا اس سے نیچے کا یعنی بنت الابن کا بھائی ہو یا بھتیجا یا اور اس سے نیچے (۴) سدس یعنی چھٹا حصہ، جب کہ ایک بیٹی موجود ہو، اور بیٹا یا پوتا نہ ہو، اسی سدس کو آپس میں جب کئی ہوں برابر برابر بانٹ لیں، اس صورت میں سدس اس لئے ملتا ہے، کہ حق بنات (بیٹیوں) کا ثلثین سے زیادہ نہیں ہے، پس جب بنت سے نصف لے لیا، تو حق بنات میں سے فقط سدس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی رہ گیا، لہٰذا وہ سدس واسطے تکملہ ثلثین کے بنت الابن کو دیا گیا، یہی حال ہے پڑپوتیوں کا، جب ایک اوپر والی موجود ہو، مثلاً جب میت پڑپوتی چھوڑے، اور ایک پوتی، تو پوتی نصف لے گی، اور سدس جو حق بنات میں سے باقی رہا ہے تکملۃ الثلثین پڑپوتی پاوے گی (۵) جب دو صلبی بنت ہوں اور ابن الابن (پوتا) موجود نہ ہو، تو پوتی محروم ہوگی (۶) جب بیٹا موجود ہو، تو پوتی محروم ہوگی۔

اخت لاب وام (یعنی بہن جو ماں جائی اور باپ جائی ہو) کے پانچ حال ہیں۔ (۱) نصف جب وہ صرف ایک ہو، اور اخ لاب وام و بنت یا بنت الابن یا اَب و جد صحیح موجود نہ ہو (۲) ثلثان جب دو یا زیادہ موجود ہوں، اور اخ لاب وام یا بنت یا بنت الابن یا ابن یا ابن الابن یا اَب یا جد صحیح موجود نہ ہو (۳) اخ لاب وام (یعنی عینی بھائی عصبہ کر دے گا، مذکر کے لئے دوہرا، مؤنث کے لئے ایک، بشرطیکہ بنت یا بنت الابن یا ابن یا ابن الابن یا اَب یا جد صحیح موجود نہ ہو (۴) باقی جب بنت یا بنت الابن موجود ہو، یعنی جو کچھ ذوی الفروض کو دے کر بچ رہے یعنی جب میت اخت لاب وام چھوڑے، اور بنت یا بنت الابن بھی موجود ہو اور ابن یا ابن الابن یا اب یا جد صحیح موجود نہ ہو، تو اخت لاب وام عصبہ ہو جاتی ہے، اور جو کچھ ذوی الفروض کو دے کر بچ رہے وہ پاتی ہے (۵) محروم جب ابن یا ابن الابن یا اَب یا جد صحیح موجود ہوں

(ف) اس حالت میں حقیقی بھائی بھی محروم ہو جاتا ہے۔

اخت لاب (وہ بہن جو ایک باپ سے ہو، اور دوسری ماں سے) کی سات حالتیں ہیں (۱) نصف، جب ایک ہو، ثلثین جب دو یا زیادہ ہوں، سدس جب ایک اخت لاب و ام موجود ہو، محروم جب دو اخت لاب وام موجود ہوں۔ للذکر مثل حظ الانثیین، جب اخ لاب موجود ہو، باقی جب بنت یا بنت الابن موجود ہو، محروم جب ابن یا ابن الابن یا اب یا جد صحیح یا اخ لاب وام یا اخت لاب وام مع البنت موجود ہوں۔

(ف) اخ لاب بھی اس حالت میں محروم ہے۔

ام (ماں) کی تین حالتیں ہیں (۱) جب ولد یا ولد الابن یا کسی طرح کے یعنی عینی یا علاتی یا اخیافی دو یا زیادہ بھائی بہن موجود ہوں، تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا (۲) جب میت ماں کو چھوڑے اور ولد یا ولد الابن یا کسی طرح کے دو یا زیادہ بھائی بہن موجود نہ ہوں، اگرچہ ایک بھائی یا ایک بہن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہو تو اس صورت میں ماں کو کل مال کا تہائی ملتا ہے (۳) اگر زوجین ہوں، تو ان کے حصہ کے بعد ماں ثلث پاوے گی، اس کی دونوں صورتیں یہ ہیں۔

(۱) میت ـــــ مسئلہ ـــــ اس صورت میں کل مال کے چھ حصے ہوئے اس میں سے نصف یعنی ۳ زوج کو پہنچے، اور باقی

زوج	ام	اب
۳	۱	۲

یعنی ۳ میں سے ثلث یعنی ایک ماں کو، اور ۲ باقی باپ کو۔

(۲) میت ـــــ مسئلہ ـــــ اس صورت میں کل مال کے چار حصے ہوئے اس میں سے چوتھائی زوجہ کو اور باقی تین میں سے

زوجہ	ام	اب
۱	۱	۲

ثلث یعنی ایک ماں کو، اور باقی ۲ باپ کو ملے گا۔

جدہ صحیحہ۔ (دادی، نانی) باپ کی جانب سے ہو (دادی) یا ماں کی جانب سے (نانی) ان کی دو حالتیں ہیں (۱) سدس یعنی چھٹا حصہ، خواہ کتنی ہی ہوں، اور کیسی ہی ہوں بشرطیکہ ایک درجہ کی ہوں (۲) دور والیاں، جیسے پردادی پرنانی، نزدیک والیوں یعنی دادی نانی کے ہوتے ہوئے محروم ہوں گی، اور سب دادیاں اور نانیاں ماں کی موجودگی میں محروم ہوں گی اور صرف دادیاں باپ کی موجودگی میں محروم ہوں گی، نیز دادا کی موجودگی میں بھی، اور جد صحیح سے اوپر والیاں جد صحیح کے ہوتے محروم ہوں گی۔

عصبہ کی دو قسمیں ہیں (۱) عصبہ سببیہ یعنی مولی العتاقہ (۲) عصبہ نسبیہ۔ عصبہ نسبیہ کی تین قسم ہیں، عصبہ بنفسہ، عصبہ لغیرہ، عصبہ مع غیرہ، جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے، عصبہ بنفسہ وہ مرد ہے، کہ جب میت کی طرف نسبت کیا جاوے، تو درمیان میں عورت نہ آئے، عصبہ لغیرہ وہ عورت ہے، جو اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے، وہ چار ہیں، بنت، بنت الابن اخت لاب وام، اخت لاب، عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہے، جو عورت کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے، وہ دو ہیں، اخت لاب × بنت بنت الابن کے ساتھ عصبہ بنفسہ کی چار قسم ہیں (۱) جزء المیت ابن۔ ابن الابن وان سفلوا (۲) اصلہ۔ اب۔ اب الاب وان علا (۳) جزء ابیہ ای الاخوۃ ثم بنوھم وان سفلوا (۴) جزء جدہ ای الاعمام ثم بنوھم وان سفلوا۔ الاقرب فالاقرب۔ جو میت سے زیادہ قریب ہوگا، وہی وارث ہوگا، عصبات میں جزء المیت مقدم ہے، اس کے بعد اصل المیت اس کے بعد جزء ابیہ و بنوھم۔ اس کے بعد جزء جدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب الحجب:۔ یعنی کوئی وارث کسی وارث کی وجہ سے پورا حصہ نہ پاوے، یا کچھ نہ پاوے حجب کی دو قسمیں ہیں، حجب نقصان، حجب حرمان، حجب نقصان جو پورا حصہ نہ پاوے، پانچ نفر کے لئے ہے، زوجین (یعنی زوج وزوجہ کہ زوج کو نصف ملتا ہے، اور اولاد کے ہونے سے کم یعنی ربع ملتا ہے، اسی طرح زوجہ کو ربع ملتا ہے، اور اولاد کے ہونے سے کم یعنی ثمن ملتا ہے) ام، بنت الابن، اخت لاب (یعنی ام کو ثلث ملتا ہے اور اولاد کے ہونے سے مثلاً سدس پاتی ہے، اور بنت الابن کو نصف ملتا ہے، اور بنت کے ہونے سے سدس پاتی ہے، اور اخت لاب کو نصف ملتا ہے، اور ایک اخت عینیہ کے ہونے سے سدس پاتی ہے

حجب حرمان، جو کچھ نہ پاوے، چند نفر کے لئے حجب حرمان نہیں ہے، ولدان، زوجان ابوان، بقیہ کے لئے حجب حرمان ہے، مگر اس کے لئے دو قاعدہ کی ضرورت ہے، قاعدہ اول، جو شخص میت کی طرف کسی واسطہ (ذریعہ) سے منسوب ہو، تو واسطہ کے ہوتے ہوئے وہ شخص محروم ہوگا، جیسے زید کا لڑکا عمرو، عمرو کا لڑکا خالد، خالد کی نسبت زید کی طرف عمرو کے واسطے سے ہے، جب تک عمرو زندہ رہے گا، خالد زید کے ترکہ سے کچھ نہیں پاوے گا، دوسرا قاعدہ الاقرب فالاقرب، میت سے جو زیادہ قریب ہوگا، وہی وارث ہوگا، مثلاً پہلے قاعدہ کے روسے زید کے دو لڑکے بکر و عمرو۔ عمرو کا لڑکا خالد۔ بکر و عمرو کی نسبت زید کی طرف بلا واسطہ ہے، اور خالد کی باواسطہ ہے، جب تک واسطہ قائم رہے گا، خالد زید کے ترکہ سے محروم، مگر جب واسطہ نہ رہے، تو نسبت خالد کی زید کی طرف بلا واسطہ پائی جاتی ہے تو جس طرح بکر کی نسبت زید کی طرف بلا واسطہ ہے، زید کے ترکہ کا حقدار ہے، اسی طرح خالد کی نسبت زید کی طرف بلا واسطہ پائی جاتی ہے، تو خالد ہی زید کے ترکہ کا حقدار ہونا چاہیئے، مگر جب دوسرے قاعدہ کا لحاظ کیا، تو خالد زید کا ترکہ نہیں پائے گا

باب مخارج الفروض:۔ مخرج جس سے مسئلہ نکالا جاتا ہے، سات عدد ہیں، کیونکہ کل حصہ ۶ ہے۔

نوع اول۔ نصف، ربع، ثمن۔ نوع ثانی۔ ثلثان، ثلث، سدس، اگر تنہا تنہا ہو، تو۔

۲۔ نصف کا مخرج ہے ٦ سدس یا نصف اور نوع ثانی کا کل یا بعض۔

۳۔ ثلث، ثلثان کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۴۔ ربع کا | ۱۲ نوع اول کا ربع، نوع ثانی کا کل یا بعض
۸۔ ثمن کا | ۲۴ نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کا کل یا بعض

باب العول[1]:۔ مخرج کا بڑھا دینا۔ کل مخرج ۷ ہے۔ ۴ کا عول نہیں آتا ہے۔ ۲ ۔ ۳ ۔ ۴ ۔ ۸۔ ان کا عول نہیں آتا ہے۔ ۶۔ کا عول دس تک، طاق وجفت دونوں آتا ہے، یعنی سہام ۶ سے طاق اور جفت دونوں طرف سے بڑھتے ہیں، دس تک، پس کبھی سات ہو جاتے ہیں کبھی آٹھ، کبھی ۹۔ کبھی ۱۰۔ اس سے زیادہ نہیں بڑھتے۔ مثالیں یہ ہیں

میت مسئلہ ۶ عہ ۷

زوج	اخت
۳	۴

میت مسئلہ ۶ عہ ۸

زوج	ام	اخت
۳	۱	۴

میت مسئلہ ۶ عہ ۹

زوج	اخت عینی	اخت اخیافی
۳	۴	۲

میت مسئلہ ۶ عہ ۱۰

زوج	ام	اخت عینی	اخت اخیافی
۳	۱	۴	۲

۱۲ کا عول ۱۷ تک طاق ہی آتا ہے، چنانچہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

میت ۱۲ عہ ۱۳

زوجہ	اختین	ام
۳	۸	۲

میت ۱۲ عہ ۱۵

زوجہ	اختین	اخوین لام
۳	۸	۴

میت ۱۲ عہ ۱۷

زوجہ	اختین	اخوین لام	ام
۳	۸	۴	۲

۲۴ کا عول ۲۷ تک ایک ہے جیسے

میت ۲۴ عہ ۲۷

زوجہ	بنتان	اب	ام
۳	۱۶	۴	۴

اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے نزدیک ۳۱ تک جیسے

میت ۲۴ عہ ۳۱

زوجہ	اختین	اخوین لام	ام
۳	۱۶	۸	۴

باب تماثل، تداخل، توافق، تباین کے معلوم کرنے کا طریقہ

دو عدد اگر مساوی ہوں تو نسبت تماثل کی ہے، جیسے ۳۔۳ یا ۶۔۶۔ تداخل جیسے ۳۔۹ اقل اکثر کو فنا کر دے، یا اکثر اقل پر منقسم ہو جاوے، یا اقل پر اس کے مثل یا امثال زیادہ کرنے سے اکثر کے مساوی ہو، یا اقل اکثر کا جزء ہو، توافق اقل کو فنا نہ کر سکے، بلکہ تیسرا عدد دونوں کو فنا کر دے، جیسے ۸۔۲۰۔ ۴ دونوں کو فنا کر دیتا ہے، تباین نہ اقل فنا کر سکے، نہ تیسرا فنا کر سکے، جیسے ۹ × ۱۰ خلاصہ یہ کہ دو عددوں کو دیکھو، ایک دوسرے کے مساوی ہے یا نہیں، اگر مساوی ہے، تو نسبت تماثل کی ہے اگر مساوی نہیں ہے، تو ایک دوسرے کو فنا کر سکتا ہے یا نہیں، اگر فنا کر سکتا ہے تو نسبت تداخل

---

[1] سہام کا مخرج سے بڑھ جانا یا بڑھا لینا اس کو عول کہتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے، اگر فنا نہیں کرسکتا ہے، تو دو حال سے خالی نہیں تیسرا عدد فنا کرسکتا ہے تو نسبت توافق کی ہے، اگر تیسرا عدد فنا نہیں کرسکتا ہے، تو نسبت تباین کی ہے، چونکہ تماثل و تداخل کا جاننا ظاہر ہے، توافق تباین ظاہر نہیں، اس لئے اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے، کہ اکثر کو اقل کے مقدار دونوں جانب سے کم کیا جاوے، جس عدد پر متفق ہوں، وہی عدد دونوں کا وفق ہے، دو پر متفق ہوں، تو توافق بالنصف ۳ پر توافق بالثلث دس تک، اگر دس سے زیادہ اور متفق ہوں تو بجزء من کا لفظ بڑھا دیا، جیسے ۱۱ کے لئے بجزء من احدی عشر ۱۲ کے لئے بجزء من اثنا عشر، اور تیرہ ہو، تو توافق بجزء من ثلاثہ عشر علی ہذا القیاس

تصحیح کے بیان میں

جب کبھی وارثوں کے سہام میں کسر پڑتی ہے، اس کسر کو صحیح بنا ڈالتے ہیں، جس سے سہام وارثوں پر پورے تقسیم ہوجاتے ہیں اس صحیح بنا ڈالنے کو تصحیح کہتے ہیں، تصحیح کے سات قاعدے ہیں، ۳ قاعدے سہام (حصہ) و رؤس (ورثاء) میں جاری کئے جاتے ہیں، ۴ قاعدے، رؤس، رؤس میں جاری ہیں۔

پہلا قاعدہ:۔ اگر سہام رؤس میں کسر واقع نہ ہو، تو تصحیح کی ضرورت نہیں، اور یہ دو صورتوں میں ہوتا ہے، ایک یہ کہ سہام و رؤس میں تماثل ہو، دوسرے یہ کہ دونوں میں تداخل ہو، اور سہام رؤس سے بڑے ہو، مثال میت مسئلہ ۶

۲ بنت	اب	ام
۴	۱	۱

دوسرا قاعدہ:۔ اگر سہام رؤس میں کسر ایک فریق پر واقع ہو (سہام سے عدد سہام اور رؤس سے عدد ورثاء مراد ہیں) تو اگر رؤس و سہام میں موافقت ہے، تو رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں، اور اگر عول ہو، تو عول میں ضرب دیں۔ جیسے۔

میت مسئلہ ۶ تصحیح ۳۰

اب	ام	۱۰ بنت
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰

میت مسئلہ ۱۲ عول ۱۵ تصحیح ۴۵

زوج	اب	ام	۶ بنت
۳/۹	۲/۶	۲/۶	۸/۲۴

تیسرا قاعدہ:۔ اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو، تو اگر رؤس و سہام میں مباینہ ہے تو رؤس کے کل عدد کو اصل مسئلہ میں، اور اگر عول ہو، تو عول میں ضرب دو، جیسے۔

میت مسئلہ ۶ تصحیح ۳۰

اب	ام	بنات ۵
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰

میت مسئلہ ۶ عول ۷ تصحیح ۳۵

زوج	اخوات ۵ لابوین
۳/۱۵	۴/۲۰

وہ چار قاعدے جو رؤس رؤس میں جاری کئے جاتے ہیں، اس کے علاوہ قاعدہ سابقہ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔

اول قاعدہ:۔ اگر کسر دو فریق پر یا زیادہ پر واقع ہو، لیکن ان کے رؤس کے عدد کے درمیان مماثلت ہے، ایک فریق کے رؤس کے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں جیسے

میت مسئلہ ۶ ۱۸

بنات ۶ جدات ۳ اعمام ۳

۴/۱۲ ۱/۳ ۱/۳

دوسرا قاعدہ:۔ اگر رؤس کے عدد کے درمیان مداخلہ ہے، تو اس کے اکثر عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دو، جیسے

میت مسئلہ ۱۲ ۱۴۴

زوجات ۴ جدات ۳ اعمام ۱۲

۳/۳۶ ۲/۲۴ ۷/۸۴

تیسرا قاعدہ:۔ اگر رؤس کے عدد کے درمیان موافقہ ہو، تو ایک کا کل عدد دوسرے کے وفق میں ضرب دو، جو حاصل ہو اس کو، اور تیسرے رؤس کے عدد کو دیکھو، اگر موافقہ ہو تو ایک کا وفق دوسرے کے کل میں ضرب دو، جو حاصل ہو، اس کو اور چوتھے رؤس کے عدد کے درمیان دیکھو، اگر موافقہ ہو، تو ایک کا وفق دوسرے کے کل عدد میں ضرب دو، جو حاصل ہو، اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔

میت ۲۴ ۴۳۲۰

زوجات ۴ بنات ۹ جدات ۱۵ اعمام ۶

۳/۵۴۰ ۱۶/۲۸۸ ۴/۷۲۰ ۱/۱۸۰

رؤس ۴-۶-۹-۱۵+ ۶ ۲/۴ ۹ ۴/۱۲ ۱۵ ۳/۳۶ ۱۸۰/۲۴ ۱۲۰/۳۶ ۴۳۲۰ ۱۳۵ ۱۶۰ ۴۸ ۳۰

چوتھا قاعدہ:۔ اگر رؤس کے عدد کے درمیان مباینہ ہو، تو ایک رؤس کے عدد کو دوسرے رؤس کے عدد میں ضرب دو، جو حاصل ہو اس کو تیسرے رؤس کے عدد میں ضرب دو، جو حاصل ہو، اس کو چوتھے رؤس کے عدد میں ضرب دو، جو حاصل ہو، اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دو، جو حاصل ہو، وہی مسئلہ کا مبلغ ہے۔ جیسے

میت ۲۴ ۵۰۴۰

زوجہ ۲ زوجہ جدات ۳/۴ بنات ۱۶/۵ اعمام ۷

۶۳۰ ۴/۸۴۰ ۳۳۶۰ ۲۱۰

۲-۳-۷-۵ ۶-۳۰ ۲۱۰/۲۴ ۲۱۰ ۵۰۴۰/۴۲ ۲۴۰

فصل۔ حصہ معلوم کرنے کا طریقہ۔ تصحیح سے جس فریق کا حصہ معلوم کرنا چاہو، تو اس کا جو حصہ اصل مسئلہ سے ملا تھا، اس حصہ کو مبلغ میں (جس کو مخرج (مسئلہ) میں ضرب دے کر تصحیح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تھی) ضرب دو، جو حاصل ہوگا، وہی اس فریق کا تصحیح سے حصہ ہوگا، اگر کسی فریق کے ہر ایک کا حصہ معلوم کرنا چاہو، تو تین طریقہ سے معلوم کر سکتے ہو۔

(۱) اس فریق کو جو حصہ اصل سے ملا تھا، اس کو اس فریق کے عدد رؤس پر تقسیم کرو، جو حاصل ہو، اس کو مبلغ میں (جس کو مخرج (مسئلہ) میں ضرب دے کر تصحیح کی تھی) ضرب دو، جو حاصل ہوگا وہی اس کا حصہ ہے۔

(۲) مضروب (مبلغ) کو جس فریق پر چاہو تقسیم کرو، جو حاصل ہو، اس کو اس فریق کے اصل مسئلہ سے جو حصہ ملا تھا، اس میں ضرب دو، جو حاصل ہوگا، وہی اس کا حصہ ہے

(۳) ہر فریق کے سہام (حصہ) کو جو اصل مسئلہ سے ملا تھا، اس فریق کے عدد رؤس کو تنہا دیکھو، کہ کیا نسبت ہے، جو نسبت ہو، وہی نسبت مضروب (مبلغ) میں ہوگی۔

فصل:۔ ورثاء کے درمیان ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے:۔ اگر ترکہ و تصحیح میں مباینہ ہو تو ہر وارث کے سہام کو جو تصحیح سے ملا تھا، ترکہ میں ضرب دو، جو حاصل ہو اس کو تصحیح سے تقسیم کرو، جو حاصل ہو، وہی اس کا حصہ ہے، اگر ترکہ و تصحیح میں موافقت ہے، تو ہر وارث کے سہام کو (جو اصل مسئلہ سے ملا تھا) ترکہ کے وفق میں ضرب دو، جو حاصل ہو اس کو تصحیح کے وفق سے تقسیم کرو، جو حاصل ہو، وہی اس کا حصہ ہے۔

غرماء کے درمیان کس طرح تقسیم کیا جائے:۔ ہر غریم کا دین (قرض) سہام کے مرتبہ میں ہے اور جملہ دیون تصحیح کے مرتبہ میں ہے، جس طرح عمل پہلے کیا تھا، اسی طرح اس میں عمل کیا جائے۔

فصل۔ تخارج کے بیان میں:۔ جب کوئی وارث اپنے سہام کے بدلے جو تصحیح سے ملتے ہیں، کوئی چیز ترکہ سے لے کر صلح کرلے، اور اپنے حصہ سے دستبردار ہو جائے، تو اسی کو تخارج کہتے ہیں، پس مسئلہ نکالنے میں اس کو شامل کیا جائے، جب مسئلہ ٹھیک ہوگیا، اس کے حصہ کو خارج کر کے جو سہام دیگر ورثاء کو ملا ہے، اسی کے مطابق ہر وارث ترکہ سے لیوے جیسے

	میت ۶	
زوج	ام	عم
۳	۲	۱

شوہر مہر کے بدلہ ترکہ سے دست بردار ہوگیا، مثل بالا سے ام کو $\frac{2}{3}$ عم کو $\frac{1}{3}$ ملے گا

دوسری مثال { میت

زوجہ	ابن	ابن	ابن	ابن
۴	۷	۷	۷	۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک لڑکا کسی چیز کے بدلے میں ترکہ سے دست بردار ہوگیا۔ اس کا سہام ۷ خارج کر دیا ۲۵ باقی مسئلہ کی تصحیح ہوگا۔

باب الرد: - رد عول کا ضد ہے، جو کچھ ذوی الفروض سے بچے، اور عصبات کسی قسم کے ہوں، اس کو ذوی الفروض نسبیہ پر ان کے حقوق کے مطابق لوٹانا۔

رد کے مسائل چار قسم پر ہیں۔

(۱) زوجین نہ ہوں، مسئلہ میں من یرد علیہ ایک جنس ہیں، تو مسئلہ ان کے رؤس سے کیا جاوے جیسے

میت ۲		میت ۳			میت ۴	
بنت	بنت	اخت	اخت	اخت	جدہ	جدہ
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱

(۲) زوجین نہ ہوں، مسئلہ میں صرف ذوی الفروض نسبیہ ۲ جنس یا ۳ جنس ہوں تو مسئلہ ان کے سہام سے کیا جائے، جیسے

میت ۲		میت ۳		میت ۴		میت ۵		
اخ لام	ام	اخوین لام	ام	بنت	ام	بنت	بنت	ام
۱	۱	۲	۱	۳	۱	۲	۲	۱

میت ۵			میت ۵		میت ۵		
بنت	ام	بنت الابن	اختین لام	اخت لاب	اخت لاب وام	اخت لاب	ام
۳	۱	۱	۲	۳	۳	۱	۱

(۳) زوجین ہوں، زوجین کے اقل مخارج سے مسئلہ کیا جاوے جیسے میت ۴: زوج ۱، بنات ۳

اگر سہام در ؤس میں کسر ہو، مگر دونوں کے درمیان وفق ہے جیسے میت ۴ / ۸: زوج ۱ / ۲، بنات ۶ / ۳ توافق بالنصف ہے ۲ کو مسئلہ میں ضرب دیا حاصل ہوا ۸۔ اور سہام میں ضرب دیا، جیسے زوج بنات اگر سہام ورؤس میں مباینہ ہے جیسے میت ۴ / ۲۰: زوج ۵، بنات ۳ / ۱۵

تو عدد رؤس ۵ کو اصل میں ضرب دیا، حاصل ہوا ۲۰۔ ۵ کو سہام میں ضرب دیا زوج ۵ بنات ۳ / ۱۵

(۴) زوجین ہوں، دو جنس کے ہوں، زوجین کے فرض کے بعد جو بچا، وہ دو جنس پر تقسیم کیا جاوے جیسے

میت ۴		
زوجہ	اخت لام	جدہ
۱	۳	۱

اگر کسر واقع ہو جیسے میت ۸ / ۱۶۰

زوجات	بنات	جدات
۵	۲۸	۷

من یرد علیہ کا سہام اصل مسئلہ میں ضرب دیں، جو حاصل ہو وہی تصحیح ہے، رد کے مخارج حسب ذیل ہیں ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۸ کل ۵ ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب المناسخہ: ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے کسی وارث کے مرجانے کے سبب اس کے حصہ کا وارثوں کی طرف منتقل ہوجانا، اس کو مناسخہ کہتے ہیں، جیسے ایک عورت مرگئی، اس کے وارث شوہر لڑکی، ماں ہیں، ابھی ترکہ تقسیم نہیں ہوا، کہ شوہر مرگیا، اس کے ورثار زوجہ اب ام ہیں پھر لڑکی مرگئی، اس کے ورثار ابن ابن بنت جدہ ہیں، پھر ماں مرگئی، اس کے ورثار زوج اخ اخ ہیں، اب پہلے میت اول کی تصحیح کی جاوے، اس کے بعد میت ثانی کی تصحیح کی جائے، پھر دیکھو میت ثانی میں میت اول سے کیا سہام پایا، اس کو "مافی الید" کہتے ہیں، اور مافی الید در تصحیح ثانی میں اگر مساوات ہے، تو ضرب دینے کی ضرورت نہیں، اگر موافقت ہے، تو تصحیح ثانی کے وفق کو اصل میں ضرب دو، جو حاصل ہو وہی دونوں تصحیح کا مسئلہ ہے اگر تصحیح ثانی اور مافی الید میں مباینہ ہو تو تصحیح ثانی کے کل عدد کو تصحیح اول میں ضرب دو، جو حاصل ہوگا، وہی دونوں تصحیح کا مخرج (مسئلہ) ہے پس میت اول کے سہام کو مضروب (تصحیح ثانی) میں ضرب دو، اگر وفق ہے، تو وفق میں ضرب دو، اور میت ثانی کے ورثار کے سہام کو مافی الید میں ضرب دو، اگر وفق ہو تو وفق میں ضرب دو، دو بطن ہو یا تین چار الی غیر النہایۃ، دوسرے تصحیح کو اول کے قائم مقام اور تیسرے تصحیح کو دوسرے کے قائم مقام، بہرحال پچھلی تصحیح ثانی کے قائم مقام ہوگی، اور پہلی سب تصحیح اول کے قائم مقام ہوگی۔

مناسخہ کی مثال

میت المسئلہ بالرد ۴ ۱۶ ۳۲ ۱۲۸ — میت زید من ۴ بینہما مماثلۃ فاستقام مافی الید — میت کریمہ من ۲ بینہما توافق بالثلث مافی الید ۹

زوج	بنت	ام	زوجہ	اب	ام	بنت	ابن	ابن	جدہ
زید	کریمہ	عظیمہ	حلیمہ	عمر	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۱	۹	۳	۱ / ۸	۲ / ۴ / ۱۶	۱ / ۲ / ۸	۱ / ۳ / ۱۲	۲ / ۶ / ۲۴	۲ / ۶ / ۲۴	۱

میت — الاحیاء المبلغ

زوج	اخ	اخ
عبدالرحمن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۲ / ۱۸	۱ / ۹	۱ / ۹

حلیمہ	عمر	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

فصل فی الحمل:۔

حمل کی اکثر مدت میں بہت اختلاف ہے، کم میں بلا اختلاف چھ ماہ ہے، حمل میں دو تصحیح کی جاوے، ایک حمل کو مذکر مان کر، دوسری مؤنث مان کر، جو حصہ دونوں تصحیح میں کم ہو، وہ ورثار کو دے دیا جاوے، باقی روک لیا جاوے، جب حمل پیدا ہوجاوے اس کے مطابق عمل کیا جاوے۔ جیسے:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبـ ۲۳ ش (۲۱۶)				مبـ ۲۳ ۲۷ ۹ (۲۱۶)			
زوجہ حاملہ	بنت	اب	ام	زوجہ حاملہ	بنت	اب	ام
۳	۱۳	۴	۴	۳	۱۶	۴	۴
۲۷	۱۱۷	۳۶	۳۶	۲۴	۱۲۸	۳۲	۳۲
حمل علی تقدیر مذکر				حمل علی تقدیر مؤنث			

دونوں تصحیح کے درمیان اگر موافقت ہے، تو ایک کا وفق دوسرے کے کل میں ضرب دو، جو حاصل ہو، وہی دونوں کا مسئلہ مخرج ہے، جیسے پہلے تصحیح ۲۴۔ اور دوسری تصحیح ۲۷ دونوں میں توافق بالثلث ہے۔ ۹ کو ۲۴ میں ضرب دیا ۲۱۶ حاصل ہوا، یہی دونوں کا مخرج ہے فریق اول کے سہام کو تصحیح ثانی کے وفق میں ضرب دو، اور فریق ثانی کے سہام کو تصحیح اول کے وفق میں ضرب دو، یعنی دونوں تصحیح کو ہم مخرج بنانا جس تصحیح سے وارث کا حصہ کم ہو، وہ دے دیا جاوے، باقی روک لیا جاوے، جب حمل ظاہر ہو، اس کے مطابق عمل کیا جاوے، اور حمل و بنت کا حصہ جیسا مناسب سمجھا جاوے، کیا جاوے، آئندہ چل کر جھگڑا و فساد نہ ہو، اگر دونوں تصحیح میں مباینہ ہے، تو کل تصحیح کو دوسرے تصحیح میں ضرب دو، جو حاصل ہو، وہی دونوں کا ہم مخرج ہے، فریق اول کے سہام کو تصحیح ثانی میں ضرب دو، اور تصحیح ثانی کے فریق کے سہام کو تصحیح اول میں ضرب دو۔

قلبی تاثر: فتاوی ثنائیہ کتاب الفرائض کو میں نے از اول تا آخر گہری نظر سے دیکھ لیا ہے، جہاں کہیں ضرورت معلوم ہوئی، وہاں تشریحات و تصحیحات حوالہ قلم کر دی گئی ہیں اس دیباچہ میں سراجی کو بقدر ضرورت یعنی جو مسائل اکثر پیش آتے ہیں، بطور خلاصہ لکھ دیا ہے، حضرت العلام جناب مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ مرحوم کے تحریر کردہ مسائل میراث دیکھنے سے معلوم ہوا، کہ حضرت مرحوم نہ صرف فرائض میں ید طولی رکھتے تھے، بلکہ علم الحساب میں بھی ماہر کامل تھے، کیونکہ مرحوم کے تحریر کردہ مناسخہ کے سخت جانی مسائل بھی بالکل درست نظر آئے خداوند کریم نے مرحوم کی ایک عجیب ہستی ہم کو عنایت کی تھی، جس کی واحد ذات میں طرح طرح کے کامل الفن اشخاص کی قابلیتیں و صلاحیتیں جمع تھیں، مرحوم کی قابل قدر شخصیت پر غور و فکر کرنے سے ٹوٹا یہ شعر زبان پر آتا ہے ؎

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی الواحد

فجزاہ اللہ عنا باحسن الجزاء وعاملہ باحسن الاکرام۔

مجھے خوشی ہے، کہ حضرت العلامہ مولانا عبد الغفور صاحب ملا فاضل بسکوہری و حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترمی مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی جھنڈے نگری کی پرخلوص تحریک موجب محترم مولانا محمد داؤد راز زید مجدہم مرتب فتاوی ثنائیہ نے مجھے بھی اس تقریب سے فتاوی ثنائیہ کی علمی خدمت میں شریک فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس یادگار جہاد کو درجہ قبولیت عطا فرمائے، آمین وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

کتبہ ابوالخطاب عبدالرحمن بن الامام عبداللہ البجوادی

۱۰ ذی قعدہ سنہ ۱۳۷۲ھ

س:۔ زید کے پسر عبدالرشید نے اپنے ماموں کے پاس پرورش پائی، اور شادی بھی ماموں نے ہی کی، اور تجارت بھی کرائی، عبدالرشید کے والد نے کوئی حبہ عبدالرشید کو کبھی نہیں دیا اب عبدالرشید کا انتقال ہوا تو اس نے ایک بیوی اور ایک لڑکی اور ماموں حقیقی چھوڑے ہیں، اب مرحوم کا مال کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ (محمد ادریس از رچھا بریلی)

ج:۔ صورت مرقومہ میں باپ یقیناً وارث ہے کیونکہ اس کا تعلق بیٹے سے نطفہ کی وجہ سے ہے، کوئی شرعی حکم باپ کو محروم نہیں کرسکتا، عبدالرشید کا ترکہ بعد ادائے قرض و مہر اور وصیت کل آٹھ حصوں پر تقسیم ہوگا، ایک حصہ بیوی کو چار حصے لڑکی کو تین حصے باپ کو بوجہ عصبہ ہونے کے دیئے جائیں گے، ماموں محروم رہے گا (اہلحدیث جلد ۱۲)

س:۔ زید مرگیا، اپنے پیچھے ایک بیوی چھوڑ گیا ہے، ایک والدہ، ایک چچازاد بھائی، ایک تایازاد بھائی، شرعاً ہر ایک کا حصہ کیا ہے، زید کی بیوی کو مہر کے سوا اور کیا ترکہ ملتا ہے؟

ج: میت مسئلہ ۱۲ تصحیح ۲۴

تایازاد بھائی	چچازاد بھائی	والدہ	بیوی
۵	۵	۲ / ۸	۳ / ۶

الاحیاء

تایازاد بھائی	چچازاد بھائی	والدہ	بیوی
۵	۵	۸	۶

میزان ۲۴

صورت مذکورہ میں زید نے اگر بیوی کا مہر ادا نہیں کیا، تو واجب ادا ہے، مہر وغیرہ ادا کرنے کے بعد باقی زید کا ترکہ شمار کر کے مندرجہ بالا صورت کے مطابق ہر وارث کو اس کا حصہ دیا جائیگا واللہ اعلم (اہلحدیث جلد ۳۰)

واضح ہو کہ باپ کے بڑے بھائی کو تایا اور چھوٹے بھائی کو چچا بعض لوگ کہتے ہیں (عبدالرحمن بجوادی)

س:۔ ایک شخص گذر گیا، اب اس کے دو بھائی اور دو بہنیں اور تین لڑکیاں ہیں، اس نے مرتے وقت کہا ہے، کہ میرے مال کا تیسرا حصہ خیرات کر دینا، اور باقی موافق شریعت کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بانٹ لینا، اب سوال یہ ہے، کہ لڑکی کو کیا دینا، اور بھائی کو کیا دینا ہے؟

ج:۔ لڑکیوں کو دو تہائی اور بہن بھائیوں کو ایک تہائی ملے گا (۲۳ جنوری ۱۹۳۲ء)

تشریح:۔ اس کی تصحیح یہ ہے میت مسئلہ ۶ تصحیح ۱۸

بنت	بنت	بنت	اخ	اخ	اخت	اخت
۴	۴	۴	۲	۲	۱	۱

س:۔ زید نے کچھ جائداد چھوڑ کر رحلت کی، اور پس ماندہ، ایک ماں، ۲ بھائی، اور ۲ بیویاں چھوڑیں، ہر ایک کو کتنا ملے گا۔

ج:۔ ترکہ میں سے ماں کو چھٹا حصہ، بیوی کو آٹھواں حصہ، باقی دونوں بھائیوں کا ہے (اہلحدیث ۱۲ جون ۱۹۳۱ء)

تصحیح میت مسئلہ ۲۴ تصحیح ۴۸

زوجہ	زوجہ	ام	اخ	اخ
۳	۳	۸	۱۷	۱۷

(عبدالرحمن بجوادی)

س:۔ ایک بزرگ انتقال فرما کر چار لڑکیاں، ایک لڑکا چھوڑ گیا، اب کل ملک پر لڑکا قبضہ کئے ہوئے ہے، التماس یہ ہے، کہ میراث میں لڑکا اور لڑکیاں کتنے حصے کے حقدار ہیں؟ (شکر اللہ بنگلور)

ج:۔ بھائی بہنوں کو محروم نہیں کر سکتا، وہ بھی حصہ دار ہیں، کل جائداد کے ۶ حصے کر کے بھائی کو ۲ حصے، چاروں بہنوں کو ایک ایک حصہ ملے گا، بحکم قرآن مجید للذکر مثل حظ الانثیین۔ واللہ اعلم (۲۱ جمادی الاخری ۱۳۶۵ھ)

س:۔ زید نے انتقال کیا، چھوڑے اس نے ۲ پوتے ۲ پوتی، ایک بیٹی ورثہ کیسے تقسیم ہو۔

ج: میت مسئلہ ۱۲ زید

پوتا	پوتا	پوتی	پوتی	دختر
۲	۲	۱	۱	۶

صورت مذکورہ میں زید کا ترکہ مندرجہ بالا طریقہ پر تقسیم کیا جائے گا، بعد ادائے قرضہ اور وصیت کل مال کے ۱۲ حصے کئے جائیں گے۔ ۶ حصے دختر کو، ۲ حصے پہلے پوتے کو، ۲ حصے دوسرے پوتے کو، ایک حصہ ایک پوتی کو، اور دوسرا ایک حصہ پوتی کو، واللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ)

س:۔ ایک عورت مسلمان ہوئی، اور کچھ امانت اپنی ایک مسلمان کے پاس رکھ گئی، اس کا ایک لڑکا بھی ہے، مگر وہ کافر ہے، اب اس کا انتقال ہوگیا، اب اس امانت کو مسجد میں لگا سکتے ہیں، یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج:۔ مسلمان کا وارث کافر نہیں ہو سکتا، اس لئے مرحومہ کا ترکہ کسی کار خیر میں لگا دیں تو جائز ہے (اہلحدیث ص۲ ۶ر صفر سنہ ۳۸ھ)

س:۔ زید کے دو لڑکے ہیں، ایک لڑکا اپنے دو لڑکے زید کی زندگی ہی میں چھوڑ کر مر گیا سوال یہ ہے، کہ ان لڑکوں یعنی پوتوں کو زید کی جائداد سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

ج:۔ زید کا حقیقی بیٹا اگر ہے، تو ان پوتوں کو نہیں ملے گا، اگر حقیقی بیٹا نہیں ہے، تو ان کو ملے گا۔ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون، پوتے کی نسبت سے بیٹا بہت قریب ہے، اس لئے اس کے ہوتے ہوئے پوتا نہیں[1] لے سکتا۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ص۱۲ ۷ر مارچ سنہ ۱۹۱۹ء)

س:۔ ایک عورت، ایک خاوند ایک لڑکا مہینہ بھر کا، ماں، باپ اور دو بہنیں، دو بھائی جو اپنی ماں سے ہیں، اور تین بہن ایک بھائی، دوسری ماں سے ہیں چھوڑ کر مر گئی (بعد دو ماہ کے لڑکے کا بھی انتقال ہو گیا) اس کے مال کا شرعاً کیونکر فیصلہ ہو؟

ج:۔ سارے مال سے خاوند کا حصہ چوتھائی ہے، اور باقی شیر خوار لڑکے کا، بعد انتقال کرنے لڑکے کے اس کا وارث اس کا باپ ہو گا، واللہ اعلم (۷ر مارچ سنہ ۱۹۱۹ء)

تعاقب اس پر تعاقب یہ ہے۔ ولابویہ لکل واحد منهما السدس ان كان له ولد فان لم يكن له ولد وورثه ابواه الآیۃ۔ براہ مہربانی تصحیح فرمایئے۔ الراقم احمد الفاروقی۔

ج:۔ تعاقب صحیح ہے، مرحومہ کے والدین بھی چھٹے چھٹے حصے کے حقدار ہیں، بلکہ مرنے شیرخوار کے حصہ سے اس کی نانی بھی حصہ کی وارث ہے (۲۵ر شعبان سنہ ۱۳۳۷ھ)

تصحیح

مسئلہ ۱۲

زوج	ام	اب	ابن	اخوین	واختین لام	ثلث اخوات	واخ لام
۳	۳	۲	۵	۲	۲	۲	۲

جواب میں اجمال تھا، ماں باپ کا حصہ نہیں لکھا تھا، اس لئے تصحیح کر دی ہے۔

س:۔ زید ایک عورت، ایک لڑکی اور تین لڑکے چھوڑ کر مر گیا، کوئی املاک نہیں تھی بعد وفات زید، عورت اور بچے سب اپنے ننہال کے گھر پرورش ہوئے، بعد چند سال کے زید کے بڑے لڑکے نے کسی شہر میں جا کر بود و باش کی، اور نوکری پیشہ اختیار کیا، یہ دوسرا لڑکا

[1] اس حالت میں پوتا محجوب ہوتا ہے، اس پر مذاکرہ علمیہ آئندہ صفحات پر دیکھئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی آکر چند سال اپنے بھائی کے پاس رہا، وہ بھی کچھ کما کر لا کر دیتا رہا، کمائی تو ایسی قلیل کہ اس کے خرچ کو بھی کافی نہ تھی، بڑے بھائی نے رعایتاً اپنے چھوٹے بھائی کو سنبھال لیا، بعد چند ماہ کے چھوٹے بھائی نے علیحدگی اختیار کی، پھر آکر مل گیا، پھر علیحدہ ہو گیا، اب نوکری چھوڑ دی بے کار ہے، اور الگ بھی ہے، بڑے بھائی نے چند سال سے نوکری چھوڑ کر کچھ معاملہ کر لیا ہے، اور کچھ مالداروں کی شکل میں ہے، لہذا مذکور بھائی لوگوں میں بول رہا ہے، کہ بھائی کے مال میں اپنا حصہ ہے، لے لوں گا، حالانکہ بڑے بھائی کے دو عورت، دو مرد بچے بھی ہیں، اب تصفیہ طلب یہ بات ہے، کہ بڑے بھائی کے مال میں، بڑے بھائی کے حین حیات اپنے چھوٹے بھائی کو شرعاً کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ اور بعد وفات بھی کوئی حصہ ہے

ج:۔ زندہ باپ بھی ہو، تو اس کے مال سے ورثہ نہیں ملتا، بھائی کا تو کیسے ملے گا، خاص کر بھائی کی اولاد حجب ہے، تو چھوٹا بھائی بالکل وارث نہیں (۳ رجب ۱۳۳۷ھ)

واضح ہو کہ وارث حین حیات مورث کے مستحق ترکہ کا نہیں ہو سکتا، کہ تقسیم ترکہ کی مورث پر واجب ہو لیکن بطریق اباحت کے روا ہے (فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۴۲۷)

تشریح مفید

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے انتقال کے بعد زید کے چھوٹے لڑکوں نے بڑے لڑکے کو متروکہ پدری کا منتظم قرار دیا، اب اگر بڑا لڑکا یہ کہے، کہ میرے عرصہ کثیر کے قبضہ ہونے کے سبب ترکہ کی تقسیم کو تمادی عارض ہے، اور تقسیم نہیں ہو سکتا، میں مالک ہوں، تو کیا شرعاً وہ مالک ہو سکتا ہے اور تقسیم ترکہ کی کوئی میعاد تیس برس رکھی گئی ہے، یا نہیں، بینوا توجروا

الجواب۔ ھو الموفق للحق والصواب۔ عرصہ کثیر تک کسی کے ترکہ پر قابض رہنا اور ترکہ کا مدت مدید تک تقسیم نہ ہونا مبطل جواز تقسیم ترکہ نہیں، اور نہ رافع حق ارث ہے، ترکہ پر مدت مدید تک قابض رہنا اسباب ملک سے نہیں ہے، کہ قابض مالک ہو جاوے اور ترکہ کی تقسیم جائز نہ ہو، شرع میں تقسیم ترکہ کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے، کہ اس مدت کے گذرنے سے پہلے تو تقسیم جائز ہو، اور اس کے گذرنے کے بعد جائز نہ ہو، امتداد مدت حق ثابت کی رافع نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد اسحاق۔

(فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۴۱۹)

س:۔ زید کی عورت ایک لڑکا عمر چھوڑ کر مرگئی، زید نے دوسری شادی ہندہ سے کی جس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس بہت سی جائداد تھی، چند دن کے بعد زید آگئے اور ہندہ پیچھے انتقال کر گئے ہندہ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن اس کے کچھ خویش و اقارب بہن، بھائی، پھوپھی وغیرہ ہیں، اب عمر ہندہ کی تمام جائداد کا اپنے آپ کو واحد و جائز مالک بناتا ہے، سوال یہ ہے، کہ عمر کا یہ دعوے کہاں تک صحیح ہے، اور اس کو ہندہ کی جائداد میں سے کچھ حصہ ملے گا یا نہیں اگر ملے گا، تو کتنا ملے گا؟

ج: صورت مرقومہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہندہ عمر کی سوتیلی ماں ہے، سوتیلی ماں سے سوتیلی اولاد کو کوئی حصہ نہیں پہنچتا، ہندہ کے ورثا اس کے حق دار ہیں۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ)

س: ایک شخص کی عورت کا انتقال ہوا اس کی ایک چھوٹی سی لڑکی ہے، کیا وہ ننھیال کے گھر میں پرورش پائے، یا والد کے نزدیک پرورش پائے، پرورش کرنے کے لئے کس کا حق ہے

ج: بحکم حدیث شریف نانی کو حق پرورش ہے (اہلحدیث ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ)

تشریح مفید کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ جو لڑکا صغیر سن ڈھائی یا تین برس کا ہو، اور اس کا باپ، دادا فوت ہو گیا ہو، اور ماں و دادی و نانی و نانا اور دادا کا بھائی موجود ہو، تو ایسی صورت میں ولایت پرورش کا حق کس کو ہے اور ولایت مال کی کس کو ہے، اور ولایت نکاح کی کس کو ہے؟

الجواب: درصورت مرقومہ حق پرورش لڑکے صغیر سن کا ماں کو ہے، اگر ماں قبول نہ کرے، تو نانی کو ہے، اور نانی قبول نہ کرے، تو دادی کو ہے، اور اس کے مال کی ولایت حاکم ہو، چاہے اپنے پاس اس کے مال کو رکھے، اور بقدر اس کے خرچ کے دے دیا کرے یا کسی دیانت دار کے پاس رکھوا دے، کہ امانت دار بقدر ضرورت کے اس کی ماں کو دے دیا کرے، اور ولایت نکاح دادا کے بھائی کو پہنچتی ہے شرعاً، چنانچہ کتب شریعت میں ایسا ہی مرقوم ہے، واللہ اعلم۔ الراقم سید نذیر حسین عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین

(فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۳۷)

س: ایک عورت انتقال کرنے سے پیشتر وصیت کر گئی، کہ میرا مہر میرے والد کو دیا، کیا اس کے مہر میں مرد کا، اور اس کی ایک موجودہ چھوٹی لڑکی کا حق نہیں ہے؟

ج: وصیت مذکورہ غلط ہے، حدیث شریف میں آیا ہے، وارث کے لئے وصیت جائز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، ماں کو چھٹا حصہ، خاوند کا چوتھا، اور لڑکی کو نصف ملے گا تقسیم ہوگی گیارہ عدد(حصص)
سے، جن میں ۶ لڑکی کے، تین مرد کے، اور ۲ ماں کے، واللہ اعلم۔
(اہلحدیث امرتسر مئی ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۳۹ھ)

دریافت:۔ اہلحدیث میں بجواب نمبر ۴ ۵ (مذکورہ بالا) آپ نے ارقام فرمایا ہے، کہ
ماں کو چھٹا، خاوند کو چوتھا، لڑکی کو نصف حصہ، اور اس کے بعد آپ نے گیارہ سے تقسیم کرنے
کو لکھا ہے، سو گیارہ کے نصف ۵ ½ ہوتے ہیں، آپ نے ۶ حصے لڑکی کو کیسے دلائے کیا
لڑکی کو ۶ حصے دینے سے اور کسی کی حق تلفی تو نہ ہوگی، اور گیارہ حصہ کی کیا ضرورت ہے،
اس کو آپ قرآن و حدیث سے مدلل فرمایئے۔

جواب:۔ ایسے مسئلہ کو علم میراث میں رد یہ کہتے ہیں، اس کی تقسیم اسی طرح ہوتی ہے
کہنے میں یہی آتا ہے، کہ لڑکی کو نصف، خاوند کو چوتھائی، مگر دراصل اس سے کچھ زائد ہوتا ہے،
اہل علم اس کی وجہ جانتے ہیں، العلم عند اللہ (اہلحدیث ۹ رجمادی الاخری ۱۳۳۹ھ)

تشریح اس کی تشریح مطابق بیان سراجی یوں ہے جیسے مسئلہ ۴ لہ ۱۶
سولہ سے مسئلہ کیا جائے چار شوہر کو

ام	بنت	زوج
۳	۹	¼

۹ لڑکی کو، ۳ ماں کو دیا جائے (عبدالرحمن بجوادی)

س:۔ آج کل پیری مریدی کا جو طریقہ یہاں سندھ میں مروج ہے، وہ ایک قدیمی رسم پشت
بہ پشت چلی آتی ہے، مرید باوجود اصل وارث ہونے کے بھی اپنی نفسانی غرض کے درپے
ہو کر اپنی جائداد منقولہ، غیر منقولہ مرشد کو وقف کر دیتے ہیں، اور وہ مرشد جائداد وقف والی
کو اپنے ذاتی عیش و عشرت میں شرعی مصارف کے خلاف بے دریغ اڑاتے ہیں، ایسی صورت
میں وقف جائز ہو سکتا ہے یا نہ؟ مرید خواہ مرشد دونوں کے لئے شرعی حکم کیا عائد ہوتا ہے
ج:۔ یہ نفس پرستی ہے، ایسے وقف کو وارث توڑ سکتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے فمن
خاف من موص جنفا او اثما فلا جناح علیہ، جو کوئی ظلم یا گناہ کی وصیت کو بدل دے

لہ تشریح مطابق سراجی اس قول کی بنا پر جو زوجین کے رد کے قائل نہیں ہیں، میں نے لکھی ہے، مگر حقیقت میں
زوجین کے رد کا کوئی مانع نہیں ہے، اگر رد کا مسئلہ صحیح ہے، تو زوجین پر بھی صحیح ہے، مولانا مرحوم کے
جواب سے معلوم ہوتا ہے، کہ زوجین کے رد کے قائل ہیں، میں بھی اس سے موافقت کرتا ہوں، اس بنا پر
مولانا کا مسئلہ ۱۱ سے قائم کرنا صحیح ہے (عبدالرحمن بجوادی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر گناہ نہیں ہے۔ ایسے وقف کرنے والے وارثوں کے حق تلف کرنے والے ہیں اور پیرظالم ہیں (اہلحدیث صفحہ ۱۰۔ ۲۱ رجب ۱۳۳۹ھ)

س:۔ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کوئی چیز مثلاً باغیچہ، باڑی، مکان وغیرہ وقف کر دے اور وہ اس کو کئی سال اپنے قبضہ میں رکھ کر اس سے فائدہ اٹھائے، تو از روئے شریعت وہ چیز کس کی ملکیت ہوئی، اور جس کو وہ چیز دی گئی ہے، اس سے واپس لینا از روئے شریعت کیا جائز ہے؟

ج:۔ وقف شدہ چیز واقف واپس نہیں لے سکتا، جو اس سے فوائد حاصل ہوں، ان کا بھی واقف حقدار نہیں، ان کو اسی مصرف میں خرچ کرے، جس کے لئے وہ چیز وقف کی گئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اوفوا بالعقود (اہلحدیث امرتسر ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ)

اضافہ مفید

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ اہلیہ سابقہ کو کہ جس کے عقد کو عرصہ چھتیس سال کا ہوا، اور اس سے ایک بیٹا اور بیٹی اور پوتا پوتی و نواسہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں، اور اب زید نے مسماۃ ہندہ اہلیہ سابقہ کے پاس و دوسرے مکان میں آنا جانا اور خدمت لینا، اور حق شب داری وغیرہ واسطے لگانے الزام عدم اطاعت و نافرمانی کے ترک کیا، اور اس مدت دراز زمانہ موافقت میں یعنی چھتیس سال میں جو کچھ زید نے تھوڑی یا بہت جائداد منقولہ یا غیر منقولہ اپنی رضامندی سے اہلیہ سابقہ اپنی کو ہبہ کر کے دے دی اور قابض کر دیا۔ اب بوجہ طمع نفسانی یا کسی کے اغوائش یا اہلیہ جدیدہ کی آسائش کے خیال سے وہ ہبہ کی ہوئی جائداد کو عدم اطاعت و نافرمانی کا الزام اہلیہ سابقہ کو لگا کر واپس لینا چاہتا ہے، حالانکہ اہلیہ سابقہ کو اطاعت و فرمانبرداری میں بموجب حکم شرع کے زید شوہر اپنے سے بالکل انکار نہیں پس ایسی حالت واقعہ میں زید کا جائداد موہوبہ کو اہلیہ سابقہ سے واپس لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ درصورتے کہ زید نے اپنی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ برضا و رغبت اپنی زوجہ اولیٰ کو ہبہ کر دی، اور قابض بھی کر دیا، تو بلاشبہ جائداد موہوبہ ملک زوجہ اولیٰ کی ہو گئی اب زید کو جائداد موہوبہ کو واپس لینا شرعاً جائز نہیں

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العائد فی ہبتہ کالکلب یقئ ثم یعود فی قیئہ (متفق علیہ) عالمگیریہ میں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذا وہب احد الزوجین لصاحبہ لا یرجع فی الھبۃ وان انقطع النکاح بینھما انتہی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ السید عبد السلام عفی عنہ ۱۷ محرم ۱۳۱۷ھ

سید محمد نذیر حسین

ھوالموفق:۔ فی الواقعہ صورت مسئولہ میں زید کو ہرگز جائز نہیں ہے، کہ جائداد موہوبہ کو اپنی زوجہ اولٰے سے واپس لیوے، بلوغ المرام میں ہے۔ عن ابن عمر وعن ابن عباس رضی اللہ عنھم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لرجل ان یعطی العطیۃ ثم یرجع فیھا الا الوالد فیما یعطی ولدہ رواہ احمد والاربعۃ وصححہ الترمذی وابن حبان والحاکم۔ قال فی سبل السلام قولہ لا یحل ظاھر فی التحریم والقول بانہ لمجاز عن الکراھۃ الشدیدۃ صرف لہ عن ظاھرہ وقولہ الا الوالد دلیل علی انہ یجوز للاب الرجوع فیما وھبہ لابنہ کبیرا کان او صغیرا وخصہ الھادویۃ بالطفل وھو خلاف ظاھر الاحادیث۔ انتہی۔ وقال فیہ تحت حدیث العائد فی ھبتہ کالکلب الخ فیدل لا لتہ علی تحریم الرجوع فی الھبۃ وھو مذھب جماھیر العلماء۔ وبوب البخاری باب لا یحل لاحد ان یرجع ھبتہ وصدقتہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ عنہ

(فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۱۰۳)

س:۔ زید کی سابقہ عورت سے ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی، کچھ دنوں بعد عورت مذکورہ فوت ہوگئی، دال بعد زید نے نکاح ثانی کیا، اس سے ایک لڑکا ہوا مشیت ایزدی سے زید بھی راہی ملک عدم ہوا۔ زید کے ایک سال بعد زوجہ ثانی کا لڑکا بھی فوت ہوگیا، اب استفسار یہ ہے، کہ زوجہ ثانیہ کے لڑکے کا حصہ اس کی ماں کو دیا جائے، یا اس کے ورثہ میں سے بہن بھائی کو بھی پہنچتا ہے، تو کس نوع سے ہے، اس کا خلاصہ بحوالہ کتاب اللہ ترقیم فرما کر اخبار گوہر بار کے کسی گوشہ میں جگہ دے کر ملتمس کو مشکور اپنا کریں گے۔

ج:۔ صورت مرقومہ میں زید کے دوسرے لڑکے کے حصہ میں سے چھٹا حصہ اس کی ماں کو ملے گا، باقی اس کے بہن بھائی علاتیوں کو، یعنی روپیہ میں سے اڑھائی آنہ ۲ باقی ماں کو، واللہ اعلم

(اہلحدیث صفحہ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ)

س:۔ ماں، حقیقی ایک بہن، سوتیلی ایک بہن، سوتیلے دو بھائی، ایک بیوی، ایک لڑکی،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بھانجا، لڑکی نابالغ تین چار برس کی ہے، اس کے حصہ کی جائداد کا حق تولیت متوفی کی والدہ کو ہے یا متوفی کی بیوی کو؟ اور کیا اس جائداد کے متولی کو یہ بھی اختیار ہو سکتا ہے، کہ وہ لڑکی کی نابالغی ہی میں اس جائداد کو فروخت کر دے؟

ج۔ لڑکی کی جائداد کے متولی بھائی ہوں گے، اگر ان پر اعتماد نہ ہو، تو سرکار کی طرف سے گارڈین مقرر کرایا جائے، جائداد ایسی قسم سے ہو، جو رکھنے سے خراب ہوتی ہو، تو متولی بیچ سکتا ہے۔ واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۹ محرم ۱۳۴۹ھ)

تشریح مفید

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی، اس کے وارث تین بچے خورد سال اور خاوند ہے، اور مال متروکہ متوفیہ ہندہ کا بحیثیت ولایت خاوند کے قبضہ میں ہے، چونکہ خاوند مذکور مقروض اور بدنیت ہے، مال متروکہ اس کے پاس محفوظ نہیں رہے گا، لہذا دوسرے رشتہ دار یعنی ماموں بچوں کے چاہتے ہیں، کہ مال جو بحق بچوں کے آوے، کسی امین کے پاس رکھ دیا جاوے تاکہ بوقت بلوغ ان بچوں کو مل جاوے، نیز ان دیگر رشتہ داروں کو اس ولی سے تفہیم حساب کا حق ہے یا نہیں، اور ولی نے دوسری شادی بھی کر لی ہے، اور اس سے اولاد بھی ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مرقومہ میں معلوم ہوا، کہ مقصود اور غرض ولایت سے شفقت و خیر خواہی و نگہبانی جان و مال صغیرین ہے، پس جب کہ خاوند مذکور مقروض و بدنیت ہے، اور مال متروکہ ہندہ اس کے پاس محفوظ نہیں رہے گا، تو اس صورت میں وہ ہندہ کے خورد سال بچوں کا ولی نہیں رہا، بوجہ بدنیتی کے اس کی ولایت جاتی رہی۔ الاب ولی اشفق مالم یکن مفسدا وخائنا ومتہتکا کذا فی الفتاوی الغیاثیہ۔ پس ان بچوں کے مال کی حفاظت و نگہبانی کی صورت یہ ہے، کہ وہ مال حفاظت میں اس شخص کے پاس تا بلوغ رکھا جائے جس کو حاکم وقت یا وہاں کے پنچ امین و محافظ تجویز کریں، اور حاکم وقت یا پنچ کے ذریعہ سے حساب فہمی کا بھی حق ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حررہ ابو الحسن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۱)

س۔ ایک غریب الوطن عالم نے اللہ شخص نے لوگوں کو ہدایت و سیدھی راہ دکھلاتے ہوئے، ان لوگوں کی تعلیم و تہذیب کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا، جس کی تائید اہل اطراف نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر قسم کی خیرات سے کی، اب سوال یہ ہے، کہ وہ عالم شخص اپنی آخری عمر میں ایسا انتظام کرتا ہے کہ مدرسہ کی آمدنی سے جو جائداد ہے، وہ ان کے بعد ان کے ورثاء تقسیم کر کے نہ لینے پائیں، بلکہ ان کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے اس مدرسہ کے متولی ہوں، اور مدرسہ با انتظام چلاویں اور یہ بھی ان کا قول ہے، کہ اگر ہمارے بعد ہمارے ورثاء میں سے کوئی مدرسہ چلانے کے قابل نہ ہو، تو دوسرا غیر آدمی جو قابل ہو، مدرسہ چلا دے، مگر ورثاء ہرگز نہ بانٹ لیں، کیونکہ ہم نے یہ جائداد میراثاً نہیں پائی، اور اس سلئے ہمارے ورثاء بھی نہ پائیں، جس طرح مدرسہ چلتا ہے، چلتا رہے، ورثاء کو محروم کر کے ایسا کرنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

ج: صورت مرقومہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ مدرسہ وقف ہے، لہٰذا اس کا کوئی مالک نہیں، اور وقف میں وراثت نہیں، اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۳ اپریل ۱۹۳۱ء)

تشریح اس حد تک تو ٹھیک ہے، مگر بعض پیروں، اماموں، مولویوں کو دیکھا گیا ہے کہ خاصی جائداد پیدا کر کے مرتے وقت اسے وقف بنا کر اپنے کسی خاص بیٹے کے نام یا کسی خاص چہیتے مرید کے نام رجسٹرڈ کر جاتے ہیں، اور دیگر ورثاء کو محروم کر دیتے ہیں، یہ سخت ظلم ہے، اگر وہ مال فی الحقیقت وقف ہے، تو اسے کسی شخص معین کے نام رجسٹرڈ کر دینا کہاں روا ہے، بلکہ اسے مسلمانوں کی جماعت کے حوالے کرنا چاہیئے، اور اگر وہ ذاتی چیز ہے، تو پھر دوسرے ورثاء کو محروم کر کے بہانہ سازی سے کسی خاص فرزند یا مرید کے نام اس کو رجسٹرڈ کرا دینا محض حیلہ ہے، ایسے حیلوں سے شرعی وارثوں کو محروم کرنا سراسر ظلم ہے، ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون (محمد داؤد راز)

س: میرا حقیقی تایا عرصہ پندرہ سال کا ہوا کہ فوت ہو گئے ہیں، مگر وہ اپنی تمام جائداد، زمین اور مکان وغیرہ جس کا میں حقدار تھا، وہ اپنی لڑکی کو دے گیا، یعنی ہبہ کر گیا، جس کا اصلی وارث میں ہوں، اب وہ لڑکی مذکورہ اس زمین کو چھوڑتی ہے، اور کہتی ہے، کہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب ہمیں شریعت محمدیہ کے مطابق حکم دیں، کہ کتنی زمین خود رکھ سکتی ہوں، اور کتنی اصلی وارث کو چھوڑ سکتی ہوں، لہٰذا التماس خدمت میں ہے، کہ وراثت تقسیم کر کے بذریعہ اخبار اطلاع دیں، عین نوازش ہوگی

ج: جائداد متروکہ میں نصف حصہ لڑکی کا تھا، اور نصف حصہ بطور عصبہ بھتیجے کا، لڑکی قابضہ اگر چاہے، تو نصف آپ کو دے دے، اس کا باپ مواخذہ سے بری ہو گا (۷ جمیع ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح مفید۔ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو بنام اپنی اولاد ذکور واناث کے ہبہ کرنا چاہتی ہے، آیا اس کو یہ حق شرعاً پہنچتا ہے، یا نہیں. کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو برابر مساوی حصہ دے، بینوا توجروا۔

الجواب: ۔صورت مسئولہ میں ہندہ کو شرعاً یہ حق ہے، کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو برابر مساوی حصہ دے، کیونکہ ظاہر فیصلہ نبوی یہی ہے، کہ جب کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے، تو بیٹے اور بیٹی کو مساوی حصہ دے، جیسا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

عن نعمان بن بشیر ان اباہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی ھذا غلاما کان لی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل ولدلک نحلت مثل ھذا فقال لا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارجعہ وفی لفظ فانطلق ابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیشھدہ علی صدقتی فقال افعلت ھذا بولدک کلھم قال لا قال فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم فرجع ابی فرد تلک الصدقۃ۔ متفق علیہ۔ وفی روایۃ لمسلم قال فاشھد علی ھذا غیری ثم قال ایسرک ان یکونوا الک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذن۔ کذا فی بلوغ المرام۔

اس حدیث سے ظاہر یہی ہے، کہ ہبہ اور عطیہ میں بیٹا اور بیٹی کو برابر اور مساوی حصہ دینا چاہیئے، اور بعض اہل علم کہتے ہیں، کہ جب باپ اپنی اولاد کو کچھ ہبہ کرے یا کچھ عطیہ دیوے تو بیٹے کو دو حصہ دے، اور بیٹی کو ایک حصہ دے، جیسا کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اور بیٹی میں اس کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے، مگر ظاہر الفاظ حدیث نعمان بن بشیر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب باپ اپنی زندگی میں اولاد کو کچھ ہبہ کرے، تو بیٹا اور بیٹی کو برابر حصہ دے، اور زندگی کی حالت میں باپ کے ہبہ وعطیہ کو تقسیم ترکہ پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں، علامہ محمد بن اسماعیل الامیر سبل السلام میں نعمان بن بشیر کی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں:۔

الحدیث دلیل علی وجوب المساواۃ بین الاولاد فی الھبۃ وقد صرح بہ البخاری وھو قول احمد واسحق واخرین وانھا باطلۃ مع عدم المساواۃ وھو الذی یفیدہ الفاظ الحدیث من امرہ صلی اللہ علیہ وسلم بارجاعہ من قولہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومن قولہ اتقوا اللہ وقولہ اعدلوا بین اولادکم وقولہ فلا اذن وقولہ لا اشہد علی جور واختلف فی کیفیۃ التسویۃ فقیل بان تکون عطیۃ الذکر والانثی سواء وھو ظاہر قولہ فی بعض الفاظہ عند النسائی الا سویت بینھم وعند ابن حبان سووا بینھم ولحدیث ابن عباس سووا بین اولادکم فی العطیۃ فلو کنت مفضلا احدا لفضلت النساء اخرجہ سعید بن منصور والبیھقی باسناد حسن وقیل التسویۃ ان یجعل للذکر مثل حظ الانثیین علی حسب التوریث انتہی۔ حررہ السید محمد عبد الحفیظ عفر لہ سید محمد نذیر حسین

(فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۱۰۰)

س:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر کو ایک نیم سال کا عرصہ ہوا، جو اپنی خاص املاک منقولہ، غیر منقولہ کثیر تعداد میں چھوڑ کر مرا ہے، اور پسماندگان حسب تفصیل ذیل وارث ہیں۔

بکر مرحوم کا ایک برادر خورد ہے، اور اس برادر کی ۳ دختران شادی شدہ، اور ۳ فرزندان بھی شادی شدہ ہیں، اور بکر مرحوم کی ایک دختر بیوہ، اور اس بیوہ کی ایک لڑکی شادی شدہ اور ایک لڑکا ناکتخدا ہے، بکر کی پہلی بیوی کی نواسی ۳ لڑکیاں ناکتخدا اور ایک لڑکا ناکتخدا ہے صرف مطلب یہ ہے کہ از روئے شرع تقسیم ترکہ کے کون کون حق دار ہیں، اور ہر ایک حقدار کو موافق شرع کیا پہنچتا ہے، مثلاً اندازاً بکر مرحوم کی جائداد غیر منقولہ زمین اور گھر وغیرہ قیمتاً دس ہزار ہے، اور منقولہ روپیہ زر، زیور وغیرہ بیس ہزار کی تعداد ہے

ج:۔ بکر مرحوم کا ترکہ یوں تقسیم ہو گا، کل تقریباً پندرہ ہزار میں سے نصف یعنی ساڑھے سات ہزار لڑکی کو ملے گا، اور باقی اس کے بھائی کو ملے گا، اس کے سوا باقی تمام محروم ہوں گے

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

س:۔ زید نے ایک عورت کو اسلام قبول کرا کر اپنے عقد میں لیا، اس عورت کے اس وقت دو لڑکے بھی تھے، ایک کی عمر ۱۲ سال کی اور دوسرے کی عمر ۹ سال کی، ان کو بھی اسلام قبول کرایا، اب سوال یہ ہے کہ زید ان دونوں لڑکوں کا قرآن شریف یا حدیث شریف کی رو سے باپ کہلانے کا مستحق ہے کہ نہیں، اس کا جواب بذریعہ اخبار اہلحدیث شائع کیا جاوے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج۔ باپ وہی ہے، جس کے نطفہ سے وہ لڑکے ہیں، زید ان کا حقیقی باپ نہیں ہے مربی ضرور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ادعوھم لآبائھم الآیۃ۔ واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

شجرہ

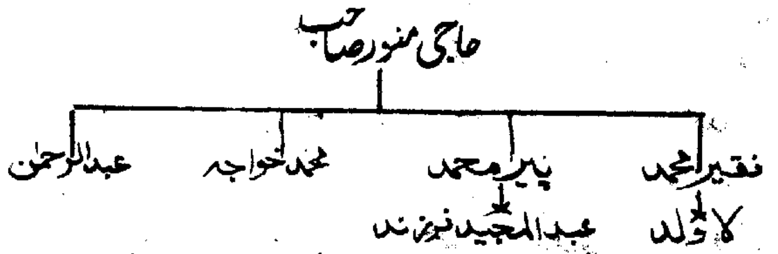

حاجی منور صاحب کے چار فرزند تھے، چاروں کی کمائی جائداد مشترکہ ہے، نمبر ۱۔ ۲ انتقال کر گئے، اس کے بعد حاجی منور صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

نمبر ۳۔ ۴ بقید حیات ہیں، اور نمبر ۲ کا فرزند عبدالمجید بقید حیات ہے، اس کو یہ کہا جا رہا ہے، کہ دادا کے سامنے اس کے والد کا انتقال ہو گیا ہے، اس لئے از روئے شریعت محروم الارث ہے، یہ از روئے شریعت کہاں تک صحیح ہے یعنی عبدالمجید کو کیا ترکہ ملنا چاہیے

ج۔ عبدالمجید کو اس کے باپ کا ترکہ ملے گا، دادا کے حقیقی بیٹوں کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں، فقیر محمد کی متروکہ جائداد میں سے ایک روپیہ سے ۴ر آنہ وارث اس کی بیوی ہو گی۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

تشریح۔ جواب میں فقیر محمد کی بیوی کا حصہ مرقوم ہے، مگر سوال میں ذکر نہیں، اور روپیہ میں سے ۱۲ر آنے کس کو ملے گا، یہ بھی مذکور نہیں، لہٰذا ۱۲ر آنے جو بیوی سے بچا ہے، وہ فقیر محمد کے دونوں بھائیوں کو نصفا نصف (آدھوں آدھ) بطور عصبہ ملے گا۔

(عبدالرحمن بجوادی)

س۔ کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس سے ولد الزنا (حرامی بچہ) باپ کا وارث ہو سکتا ہے زید کی بیوی نے گذارہ دینے کو بھی گناہ خیال کیا، کیونکہ اس میں گذشتہ گناہوں کی معاونت (مدد) سمجھی گئی ہے، اور اب جب کہ زید تائب ہو گیا ہے، اور آئندہ بھی اس نے عہد کر لیا ہے تو ان بچوں کی پرورش چھوڑ دینا ضروری ہے یا نہیں، جب کہ وہ گناہ کا نتیجہ ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج:۔ ولد الزنا وراثت میں حقدار نہیں، ہاں حنفی مذہب میں وراثت ثابت ہو جاتی ہے
(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۷ ارجون ۱۹۳۸ء)

تشریح مفید

سوال:۔ ولد الزنا اپنے والد زانی کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس سے اس کا نسب قائم ہو سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ولد الزنا نہ اپنے والد زانی کا وارث ہو سکتا ہے، اور نہ اس سے اس کا نسب قائم ہو سکتا ہے۔ قال الرملی من الزنا لا یثبت نسبہ ولا یرث منہ کذا فی الفتاوی العالمگیریہ۔ وقال فی زاد المعاد واما اذا کان من امۃ لم یملکھا او من حرۃ عاھر بھا فانہ لا یلحق ولا یرث وان ادعاہ الواطی وھو ولد زنیۃ من امۃ کان او من حرۃ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ عین الدین عفی عنہ
(سید محمد نذیر حسین) (فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۳۶۸)

س:۔ زید کی پہلی زوجہ سے دو لڑکے، اور دوسری زوجہ سے چار لڑکے موجود ہیں زید کا انتقال ہوا، زید کا متروکہ مال کل لڑکوں میں مساوی طور پر ہوگا یا کم وبیش، بینوا توجروا۔

ج:۔ ہر ایک کو مساوی تقسیم ہوگا، کیونکہ تمام لڑکے زید کے نطفہ سے ہیں، اللہ اعلم
(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۵ اگست ۱۹۳۸ء)

س:۔ میری ہمشیرگان نے مجھے اپنا حق باپ کی وراثت والا تقسیم سے پہلے خود معاف کر دیا ہے، آیا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان معاف کرنے والی بہنوں کا احسان مانو، اور ان سے حسن سلوک رکھو، اللہ اعلم۔
(اہلحدیث امرتسر ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء)

تشریح:۔ حق وراثت کی معافی اگر بطور رواج ہے، تو معافی نہیں ہو سکتی چونکہ لڑکیاں ملکی رواج سے محروم سمجھی جاتی ہیں، اس بنا پر وہ حق وراثت کو معاف کر دیتی ہیں، ورنہ تجربہ اس کے خلاف ہے۔ (عبد الرحمن بجوادی)

س:۔ زید جس وقت سخت بیمار تھا، اور کبھی کبھی بے ہوش بھی ہو جاتا تھا، اس وقت زید کی بی بی مسمات زینب اور ایک لڑکی ہندہ تھی، اور پھر ہندہ کا ایک لڑکا بکر تھا، اور ایک لڑکی زیب النساء خاتون تھی، اور بکر اور زیب النساء خاتون کے چچا وغیرہ ۴-۵ اشخاص نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ساتھ مل کر مشورہ کر کے زید کا تمام مال کچھ حصہ زید کی بی بی زینب کو دے دیا، باقی سب مال زید کی لڑکی ہندہ کو محروم کر کے بکر کو لکھ دیا، ہندہ سخت غصہ ہوتی ہے، اس لئے کہ اس کی لڑکی زیب النساء خاتون محروم ہو جاتی ہے، اب سوال یہ ہے، کہ ایسا کام کرنا از روئے شریعت جائز و درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ عبارت سوال سے معلوم ہوتا ہے، کہ زید کی بیٹی کو محروم کیا گیا ہے، اور اس کے نواسے بکر کے نام تمام جائداد کی گئی ہے، جو شرعاً جائز نہیں، بہت بڑا ظلم ہے، جن لوگوں نے ایسا کیا ہے، ان کو اللہ سے ڈر کر فوراً ایسے فیصلے کو منسوخ کر کے شریعت کے مطابق تقسیم کرنی چاہیئے، اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص۱۳۵، ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء)

تشریح: لڑکیوں کو جائداد سے محروم کر دینا سخت ترین ظلم ہے، یہ اسلام کا صنف نازک پر اہم ترین احسان ہے، کہ اس نے بیٹیوں کو باپ کی میراث میں حصہ دار قرار دیا، اب اگر کوئی شخص مسلمان کہلوانے کے باوجود اپنی لڑکیوں کو حصہ سے محروم کر دے، تو وہ عند اللہ ضرور جوابدہ ہے، خدانخواستہ اگر کوئی ملکی قانون بیٹی کو حصہ دینے سے مانع ہو، تو اپنی زندگی میں لڑکی کے حصہ کی قیمت لگا کر باپ ادا کر جائے، تو امید ہے کہ عند اللہ مواخذہ سے بری ہو جائے۔ انما الاعمال بالنیات۔ بہر حال لڑکی کا حصہ دینا ضروری ہے، اور اس کو غصب کرنا ظلم ہے (راز)

س:۔ ایک شخص ہے جس کی منکوحہ فوت ہو گئی، اور موت ایسی واقع ہوئی، کہ شوہر متوفیہ سے دین مہر معاف نہ کرا سکا، اس کو کیا کرنا چاہیئے، بڑی تردد فکر ہے۔

ج:۔ متوفیہ کے ورثاء کو دے، یا معاف کرائے، اولاد اس کی نہیں ہے، تو نصف کا مالک خود خاوند ہے، اولاد ہو تو ربع کا مالک ہے، باقی ورثاء کا، ان سے بات چیت کرے اگر وارث کوئی نہ ہو، تو سب خاوند کا ہے (اہلحدیث امرتسر ص۱۳، ۲۹ جنوری ۱۹۳۲ء)

س:۔ زید کی عمر چھ ماہ اور ہندہ کی عمر اڑھائی سال، جب ان کا والد بکر شروع سال ۱۹۰۳ء میں فوت ہو گیا، بالغ ہونے تک ہر دو دختر بکر پرورش پاتے رہے ۱۹۲۱ء کو ہندہ کی شادی کر دی، بموجب رواج پارچات، زیور بطریقہ جہیز دیا، بعد ازاں ہندہ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۱ء تک اپنے خاوند کے گھر پر تمام اخراجات، خرچ، خوراک حاصل کرتی رہی، ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک زید نے ہندہ کو وارث شرعی قرار دے کر ثلث حصہ اس کو دیدیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل دریافت یہ امر ہے، کہ زید نے جو ۱۹۲۱ء سنہ سے ۱۹۳۱ء کے درمیان اس کو حصہ شرعی کے مطابق جائداد والد بکر سے حصہ نہیں دیا، اس عرصہ میں زید نے جائداد بھی پیدا کی، آیا زید اس جائداد میں سے بھی ہندہ کو ثلث حصہ دے یا بکر ہی کی جائداد سے جو چھوڑ مرا تھا، یا ہندہ اتنے عرصہ کی آمدنی مع جائداد پیدا کردہ معاف کر دے، یا والد کی جائداد سے پورا حصہ لے لے۔

ج: ہندہ اسی دن سے وارث ہے، جس دن اس کا والد فوت ہوا اس لئے زید کو چاہیے کہ اس روز کے حساب سے جو ترکہ والد چھوڑ گیا تھا، اس میں سے تیسرا حصہ ہندہ کو دے مثلاً زید و ہندہ کا والد تین ہزار روپیہ چھوڑ گیا تھا، اور متوفی پر کوئی قرضہ نہ تھا، اور نہ ہی اس نے وصیت کی تھی، تو ہندہ ایک ہزار روپے کی وارث ہے، جب کبھی زید ہندہ کو دے گا ایک ہزار روپیہ دے گا، اگر زمین و مکان ہے، تو ان کی آمدنی بھی مطابق حصہ ہندہ کے اتنے سالوں کی دی جائے گی، یا ہندہ معاف کرے، یا زید ادا کرے، اللہ اعلم

س: جمیلہ اپنے شوہر کے بعد از وفات شوہر کی جائداد کی مالک بن چکی، جمیلہ نے اس وقت دار فانی سے کوچ کیا، اس کی جمیلہ کی غیر منقولہ جائیداد کا وارث قرار دے کر مقامی مالگذاروں نے کسی بھی طریقہ کار رشتہ لگا کر آپس ہی میں تقسیم کر لی، مگر جمیلہ کی سگی بہن نسیمہ بھی موجود ہے، تو کیا جمیلہ کی جائداد (سگی بہن) نسیمہ کو ورثہ میں پہنچ سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نسیمہ (جمیلہ کی سگی بہن) حقدار ثابت ہو چکنے پر بھی ملکیت کے لینے سے انکار کرتی ہے، تو کیا اس حالت میں نسیمہ کے (یعنی جمیلہ کے بھی) چچا اور تایا کی اولاد حقدار ثابت ہو سکے گی، یا نسیمہ کی اولاد حقدار ثابت ہو گی؟ اور اس طرح حق دار جو بھی ثابت ہو، تو نسیمہ کی زندگی میں یا بعد از وفات؟

ج: جمیلہ کی وفات کے بعد اس کی سگی بہن نصف کی وارث ہو گی، باقی نصف ترکہ جمیلہ کی چچا زاد اولاد ذکور کو ملے گا (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳۔ ارنومبر ۱۹۳۹ء)

س: فضل حسین حسب ذیل ورثا چھوڑ کر مر گیا، باپ، بیوی، پانچ لڑکے، ایک لڑکی ان کو کیا کیا حصہ ملے گا؟

(نوٹ) اللہ دتا۔ احمد دین، سراج الدین کی شادی نہ ہوئی تھی، اللہ دتا کی شادی بڑے بھائی نور محمد نے کر دی، مگر احمد دین، سراج دین ابھی کنوارے ہیں، کیا ان کی شادی کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے بھی جائداد متروکہ کچھ مل سکتا ہے یا نہیں؟

ج: کل جائداد سے غیر شادی شدگان کے لئے بمشورہ دیگر ورثاء مناسب رقم وضع کر کے امانت رکھی جائے، پھر اس کے بعد حصص اس طرح تقسیم ہوں گے

المیت ۲۴ (۲۶۴) فضل دین

باپ	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
		ظہور دین	اللہ دتہ	احمد دین	سراج دین	نور محمد	غلام فاطمہ
۴۴	۳۳	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۱۷

بیوی کو کل ترکہ ۲۶۴ میں سے آٹھواں (۳۳) اور باپ کو چھٹا حصہ (۴۴) باقی ترکہ اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا۔ کہ لڑکی کو روپیہ میں سے ۸ ر اور ہر ایک لڑکے کو ایک روپیہ ملے گا (یعنی ۳۴ حصے) غیر شادی شدہ لڑکوں کو بھی شادی کے لئے کچھ مزید ملنا چاہیئے بحکم حدیث اعدلوا فی اولادکم (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۱۶ر فروری ۱۹۴۰ء)

س: قاضی بری میاں مرحوم نے دو شادیاں کی تھیں، جن کے بطن سے حسب ذیل اولاد ہوئی۔

(۱) پہلی بیوی کے بطن سے چار لڑکیاں ہوئیں، جن میں سے صرف ایک لڑکی شہید دن زندہ ہے تین بقیہ لڑکیاں باپ کی موجودگی میں انتقال کر گئیں۔

(۲) دوسری بیوی کے بطن سے تین اولاد ہوئے، جن میں سے ایک لڑکا مسمی محمد رفیق دو لڑکیاں مسمات نبیہن و زمیرن، محمد رفیق زندہ ہے نبیہن باپ کی موجودگی میں تین اولاد مع شوہر چھوڑ کر قضا کر گئی، زمیرن باپ کے انتقال کرنے کے بعد صرف دو لڑکیاں مع شوہر چھوڑ کر انتقال کر گئی، لہذا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

ج: صورت ہذا میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں مرحوم کی زندہ ہیں، ترکہ انہیں چاروں کو تقسیم ہوگا، پانچ حصص کر کے، ان میں سے دو حصے محمد رفیق کو، اور باقی تین تینوں لڑکیوں کو تقسیم کر دیں، اس کے بعد زمیرن دختر بری میاں فوت شدہ کا حصہ شوہر اور دو لڑکیوں کو ملے گا

صورت مسئولہ

المیت مسئلہ ۱۱ ردیہ زمیرن

خاوند	لڑکی	لڑکی
۳	۴	۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تقسیم بعد اجرائے وصیت اور ادائے قرضہ ہوگی، واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۸ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

تشریح:۔ جواب میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں مرحوم کی زندہ ہیں، حالانکہ سوال میں صاف مذکور ہے کہ مرحوم کی پہلی بیوی سے صرف شہیدن اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا محمد رفیق، دو لڑکیاں نبیہن، وزمیرن، نبیہن مرحوم کی زندگی میں تین لڑکیاں و شوہر چھوڑ کر انتقال کر گئی، تو دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا محمد رفیق وزمیرن لڑکی مرحوم کے انتقال کے وقت زندہ ہے، اس سے صاف ظاہر ہے، کہ مرحوم کے ورثاء ایک لڑکا، دو لڑکیاں و نواسے ہیں، نواسے محروم رہیں گے، ترکہ ایک لڑکا دو لڑکیوں میں اس طرح تقسیم ہوگا

میت مسئلہ ۴

ابن	بنت	بنت
۲	۱	۱

دوسرا حصہ لڑکے کو اور ایک ایک لڑکیوں کو ملے گا، یعنی شہیدن کو ایک، زمیرن کو ایک اور محمد رفیق کو دو حصہ ملے گا، زمیرن کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

میت مسئلہ ۱۲ ما فی الید

زوج	بنت	بنت
۳	۴	۴

یہ مسئلہ بھی ردیہ ہے، جس کی تقسیم اس طرح ہوگی:۔

میت ۴ ۸

زوج	بنت	بنت
۲	۳	۳

آٹھ حصہ میں دو حصہ شوہر کو، اور ۳ حصہ ایک لڑکی کو، اور ۳ حصہ دوسری لڑکی کو ملے گا۔

(عبد الرحمٰن الجوادی)

س:۔ زید اہلحدیث، متدین حاجی ہے، مگر کوئی اولاد نہیں، پوتے ہیں، مگر وہ شرع کے پابند نہیں ہیں، بے نمازی وغیرہ ہیں، دریں صورت زید اپنی جائداد راہ خدا میں دینا چاہتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

ج:۔ زید اپنی زندگی میں مختار ہے، اپنی جائداد کو راہ خدا میں خرچ کر سکتا ہے، جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال خدا کی راہ میں دے دیا تھا، اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح:۔ بے شک زید اپنی زندگی میں مختار ہے، چاہے تو اپنی زندگی میں سارا مال خرچ کر دے، ایسا کرنا اگر جذبہ للہیت کے ماتحت ہے تو ٹھیک ہے، اور اگر جائز وارثوں کو محض محروم الارث کرنے کی نیت سے ہے، تو قطعاً ٹھیک نہ ہوگا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انک ان تذر ورثتك اغنیاء خیر من ان تذرھم عالة یتکففون الناس۔ الحدیث (متفق علیہ) تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ کر جاؤ، یہ بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ کر جاؤ، کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

مذاکرہ علمیہ بابت مسئلہ توریث

(مجریہ ۱۵ ر نومبر سنہ ۱۹۳۵ء)

ماہرین علم فرائض کا مذاکرہ مذا پر دل سے متوجہ ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ حقوق کے متعلق ہے

میت ـــــــــــــــــــــــــــــــــ زید

لڑکی	ہمشیرہ	چچازاد بھائی

لڑکی ذات الفرض ہے، نصف کی مالکہ ہمشیرہ ہے، اور چچازاد بھائی کے لئے دو حدیثیں اصحاب الفرائض نقل کیا کرتے ہیں، پہلی حدیث اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة دوسری حدیث ما ابقتہ الفرائض فلاولی رجل ذکر۔ پہلی حدیث کے مطابق نصف باقی کی وارثہ ہمشیرہ ہونی چاہیئے، دوسری حدیث کے مطابق مابقی (نصف) چچازاد بھائی کا ہے، اس صورت تقسیم کیسے ہوگی، اصحاب العلم توجہ فرمائیں۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۷ ر شعبان سنہ ۱۳۵۴ھ)

۱۵ ر نومبر کے اہلحدیث میں ایک مذاکرہ علمیہ متعلقہ فرائض لکھا تھا جس کا مضمون تھا، کہ علمائے فرائض نے دو حدیثیں نقل کی ہیں (۱) ما ابقتہ الفرائض فھو لاولی رجل ذکر (۲) دوسری حدیث ہے۔ اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة اب ہمارے سامنے یہ صورت آئی ہے:۔

ایک لڑکی   ایک بہن   ایک چچازاد بھائی، اس صورت میں تقسیم کس طرح ہو۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۰ ر جنوری سنہ ۱۹۳۶ء)

بات جو مستفسر نے دریافت فرمائی ہے، وہ یہ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ما ابقتہ الفرائض فہو لاولی رجل ذکر (ب) اجعلوا الاخوات مع البنات عصبتہ۔ ان دونوں شرعی قواعد کے مطابق صورت ذیل میں ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

میت

چچا زاد بھائی	اخت	بنت

الجواب: دونوں شرعی قواعد اپنے محل پر چسپاں ہیں، اس واسطے ان میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے۔

ذوی الفروض ورثار کے علاوہ اگر میت کا کوئی یک جدی ایسا مرد ہو، جو میت کے نزدیک ترین ہو، اور ذوالفروض کو حصص دیئے جانے کے بعد کچھ بچ رہے، تو وہ اس یک جدی کو دیا جائے گا، اور باقی سب محروم کئے جادیں گے، اور اگر ذوی الفروض کے حصص دیئے جاچکیں، اور میت کا کوئی یک جدی جو نزدیک ترین ہو موجود نہ ہو اور صرف اناث ہی اناث ہوں، تو اس وقت دوسرا قاعدہ جاری ہوگا یعنی بنات کے ساتھ ہمشیرۂ میت کو عصبہ بنایا جاوے گا۔ صورت مسئولہ کا حل یہ ہوگا۔

چچا زاد بھائی	اخت	بنت
$\frac{1}{2}$	صفر	$\frac{1}{2}$

کیونکہ یہاں رجل موجود ہے، اور بنت صاحب فریضہ کو اس کا حصہ مل چکا ہے یعنی نصف x اس لئے باقی نصف حق چچا زاد بھائی ہے، ہاں اگر رجل ذکر موجود نہ ہوتا تو بنت $\frac{1}{2}$ اور اخت $\frac{1}{2}$ لے لیتی، دوسری قاعدہ شرعی کے مطابق۔

(الراقم الاثم مولوی ابوالمسیح عرف احمد دین محلہ میانہ پورہ شہر سیالکوٹ)

(اہلحدیث امرتسر ص۱۰ ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ)

مذاکرہ علمیہ دربارہ مسئلہ فرائض

(از قلم جناب حضرت مولوی عبیداللہ صاحب صدر بازار دھلی)

صورت مسئولہ یہ ہے، بیٹی۔ بہن۔ چچا زاد بھائی مضمون کا خلاصہ یہ ہے، کہ بیٹی ذات الفرض کے بعد اقرب الی المیت کو ملے گا (مدیر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاکرہ علمیہ دربارہ مسئلہ فرائض کا اعلان اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۵ر نومبر ۱۹۲۵ئہ میں میری نظر سے گذرا تھا، جس میں علماء کو متوجہ کیا گیا تھا، کہ اس پر قلم اٹھائیں، مذاکرہ واقعی قابل توجہ تھا، میں اخبار اہلحدیث برابر دیکھتا رہا، لیکن وائے افسوس بر حال ما کہ لذت کش انتظار ہی رہا، کسی نے اس طرف عنان توجہ منعطف نہ کی، پھر اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۶ئہ میں پر زور لفظوں کے ساتھ علماء کو متوجہ کیا گیا، کہ اس پر ضرور قلم اٹھائیں۔

مذاکرہ کی صورت یہ تھی، کہ ایک حدیث ہے۔ ما ابقتہ الفرائض فلاولی رجل ذکر، دوسری حدیث ہے۔ اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔ حدیث اول کی رو سے عصبہ صرف مرد ہی ہوسکتا ہے، عورت نہیں، اور حدیث دوم کی رو سے عورت (بہن) عصبہ ہوسکتی ہے، اب مسئلہ یہ ہے، کہ ایک شخص نے بیٹی بہن، چچیرا بھائی چھوڑا، تو دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تقسیم مال کس طرح ہوگی۔

میں عالم شخص نہیں، مگر دیکھا، کہ ہمارے اکابر خاموشی سے کام لے رہے ہیں، اس پر قلم اٹھانے کا نام نہیں لیتے ہیں، تو بمصداق "بدنام کنندہ نکو نامے چند" محض اس خیال سے اللہ کا نام لے کر خامہ فرسائی کی جرأت کر بیٹھا، کہ ممکن ہے، کہ مجھ سے کم علم کے اقدام کرنے پر ہمارے اکابر قلم اٹھانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو حسبی ونعم الوکیل۔

مذکورہ بالا حدیثوں میں قابل غور حدیث اول ہے، کیونکہ اس میں عام حکم ہے، کہ اہل فرض کو ان کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ اس عصبہ کا ہے، جو مذکر ہو، چنانچہ اس میں صحابہ کرام اور علماء کے دو گروہ ہیں، ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہما جو حدیث مذکور کے راوی بھی ہیں، اور اہل ظاہر ان لوگوں کا یہی مذہب ہے، کہ اصحاب فرائض کو دینے کے بعد باقی ماندہ عصبہ مذکر کو ملے گا، ابن عباس رضی اللہ عنہما حدیث مذکور کے اس آیت شریفہ سے بھی حجت پکڑتے ہیں۔ ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک یعنی اگر کوئی مر جائے، اور اس کی اولاد نہ ہو، اور اس کی بہن ہو، تو اس کے واسطے مال متروکہ کا نصف ہے، اور یہ بھی کہتے ہیں، کہ بہن کو بیٹی کے ساتھ جو شخص کچھ دلائے، وہ ظاہر قرآن کا مخالف ہے، صحابہ رضوان اللہ علیہم کی ایک جماعت اور علماء جمہور کا یہ مسلک ہے، کہ بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے بیٹی کو دینے کے بعد جو باقی بچے، وہ بہن کو ملے گا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب باندھتے ہیں باب میراث الاخوات مع البنات عصبۃ اس باب کی شرح کے تحت میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں

قال ابن بطال اجمعوا علی ان الاخوات عصبۃ البنات فیرثن ما فضل عن البنات یعنی ابن بطال کہتے ہیں، کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے، کہ بہنیں بیٹیوں کی بنائی ہوئی عصبہ ہیں، پس بیٹیوں سے جو فاضل بچے گا اس کی وارث ہوں گی

نیل الاوطار جزء ششم کے صفحہ ۷۱ میں حدیث اول کے تحت میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں،

والحدیث یدل علی ان الباقی بعد استیفاد اھل الفروض المقدر لھم فروضھم یکون لاقرب العصبات من الرجال ولا یشارکہ من ھو ابعد منہ وقد حکی النووی الاجماع علی ذلک وقد استدل بہ ابن عباس ومن وافقہ علی ان المیت اذا ترک بنتا واختا واخا یکون للبنت النصف والباقی للاخ ولا شئ للاخت انتہی یعنی حدیث (ما ابقتہ الفرائض الخ) اس پر دال ہے، کہ "قرآن مجید میں مقررہ فرض والوں کو ان کا فرض دینے کے بعد باقی ماندہ قریب کے عصبہ مذکر کا ہوگا۔

اور جو عصبہ بعید ہے، وہ اس کا شریک نہ ہوگا، اور امام نووی رحمہ اللہ حکایت کرتے ہیں، کہ اجماع اس پر ہے، ابن عباس رضؓ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ میت جب بیٹی، بہن اور بھائی کو چھوڑے، تو آدھا بیٹی کا ہوگا، اور باقی بھائی کا، بہن کو کچھ نہ ملے گا، بظاہر علامہ شوکانی نے بھی حضرت ابن عباس رضؓ ہی کے مسلک کو ترجیح دی ہے[2] لیکن امام نووی رحمہ اللہ مسلم شریف کی شرح میں، اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں،۔

"یہ حدیث عصبہ[1] کی وراثت کے متعلق ہے، اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، کہ فروض کے بعد جو باقی بچ رہے عصبہ کا ہے، قریبی عصبہ مقدم کیا جائے گا، پھر اس کے بعد کا قریبی، تو عصبہ قریب کے ہوتے عصبہ بعید وارث نہیں ہو سکتا پس اگر کسی نے بیٹی، بھائی اور چچا چھوڑا، تو آدھا بیٹی کا فرض کے مطابق ہوگا، اور باقی بھائی کا، چچا کو کچھ نہیں ملے گا"

آگے فرماتے ہیں، کہ میرے اصحاب نے کہا، کہ عصبہ کی تین قسمیں ہیں، ایک عصبہ بنفسہ

---

[1] عصبہ کے معنی لڑکوں اور قریب وارثوں نرینہ کے جو باپ کی طرف سے ہوں (تفسیر اللغات جلد ۲ ص ۳۷)

[2] بہن عصبہ نہیں بنتی، بلکہ حکم حدیث مذکور عصبہ منصوصہ ہے، اور یہی صحیح ہے (الحدیث)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے عصبہ لغیرہ، تیسرے عصبہ مع غیرہ، اگر کوئی بیٹی حقیقی بہن، اور سوتیلا بھائی چھوڑے تو ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے، کہ بیٹی کو آدھا ملے گا، اور باقی بہن کو، سوتیلے بھائی کو کچھ بھی نہ ملے گا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری جزء ۲۷ ص۲۹۵ میں حدیث ما ابقتہ الفرائض الخ کے تحت میں لکھتے ہیں

کرمانی نے کہا، کہ ذکر صفت لفظ اولی کی ہے رجل کی نہیں ہے، اور اولی معنے میں قریب کے ہے، تو گویا یوں کہا، کہ باقی ماندہ میت کے قریبی مذکر کے لئے ہے، جو صلب کی جانب سے ہو نہ کہ اس کے لئے جو بطن کی جانب سے ہو پس اولی باعتبار معنی کے میت کی طرف مضاف ہے، اور اگر رجل کو ذکر کرکے اولویت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، تو اس سے یہ فائدہ نکلا، کہ میراث کی نفی اس اولی سے کی گئی ہے، جو ماں کی جانب سے ہو، مثلاً ماموں اور لفظ ذکر سے میراث کی نفی عورت عصبہ سے ہے، اگرچہ وہ میت کی جانب باعتبار صلب کے منسوب ہو۔

پھر اسی جزء ۲۷ کے ص۲۹۶ میں اسی حدیث کے تحت میں طحاوی کا قول نقل کرتے ہیں۔

طحاوی کہتے ہیں، کہ ایک جماعت یعنی ابن عباس رضؓ اور ان کے متبعین ابن عباس رضؓ کی حدیث سے اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہیں، کہ کسی نے بیٹی اور حقیقی بھائی بہن چھوڑا، تو بیٹی کا آدھا، باقی بھائی کا ہو، بہن کا کچھ نہ ہوگا، اگرچہ وہ حقیقی ہی کیوں نہ ہو، اور اسی کا لحاظ اس میں کیا ہے، کہ حقیقی بہن کے ساتھ اگر کوئی عصبہ ہو، تو بہن کا بیٹی کے ساتھ کچھ نہ ہوگا، بلکہ بیٹی کے بعد جو بچے وہ عصبہ کا ہے، اگرچہ وہ عصبہ بعید ہو، اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک سے بھی حجت پکڑی اور کہتے ہیں، کہ جو شخص بیٹی کے ساتھ بہن کو دلائے، وہ ظاہر قرآن کا مخالف ہے۔

طحاوی نے کہا، ان لوگوں پر بالاتفاق استدلال پیش کیا گیا، اس بات پر کسی نے بیٹی اور پوتا، پوتی مساوی درجہ کے چھوڑا، تو آدھا بیٹی کا ہوگا، اور باقی پوتا پوتی کے درمیان تقسیم ہوگا، پوتے کو مذکر ہونے کے سبب سے باقی کے ساتھ مختص نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ اس کی بہن کو بھی وارث قرار دیا، حالانکہ وہ مؤنث ہے، اس سے معلوم ہوا، کہ ابن عباس رضؓ کی حدیث اپنے عموم پر نہیں، بلکہ کسی خاص بارے میں ہے، اور وہ یہ ہے، کہ جب کوئی بیٹی اور چچا اور پھوپھی چھوڑے تو بے شک آدھا بیٹی کا، اور باقی ماندہ چچا کا ہوگا، نہ کہ پھوپھی کا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آیت سے حجت پکڑنے کا جواب دیا، کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے، کہ میت اگر بیٹی اور سوتیلا بھائی چھوڑے، تو آدھا بیٹی کا اور باقی بھائی کا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے قول لیس لہ ولد کا مطلب یہ ہے، کہ ولد سے وہ ولد مراد ہے جو کل کا مالک ہو سکے، نہ وہ ولد جو کل کا مالک نہ ہو سکے۔

حاصل کلام یہ کہ حدیث اول سے معلوم ہوا، کہ اصحاب فروض کو مقررشدہ حق دینے کے بعد باقی ماندہ عصبہ کو ملنا چاہیے، علماء کی تصریح کے مطابق عصبہ کی تین قسمیں ہیں، ایک عصبہ بنفسہ، کہ اگر اصحاب فروض نہ ہوں، تو کل مال کا مالک بذات خود ہو جائے

دوسرے عصبہ بغیرہ، کہ بذات خود تو عصبہ نہ ہو، مگر بذات خود عصبہ بننے والے کے ساتھ عصبہ بن جائے جیسے بیٹی وپوتی وغیرہ کہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے۔

تیسرے عصبہ مع غیرہ، جو بذات خود عصبہ نہ ہو بننے والے کے ساتھ مل کر عصبہ بنے جیسے جیسے بہن کہ بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے

جب عصبہ کی تین قسمیں ہوئیں، تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے، کہ کئی کئی عصبے جمع ہو جاتے ہیں، جیسے عصبہ بنفسہ قریبی، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ، یا صرف عصبات بنفسہ، یا عصبہ بنفسہ بعید اور عصبہ مع غیرہ، تو ان صورتوں میں باقی ماندہ کا مستحق کون ہوگا، اگر پہلی صورت پیش آجائے، تو عصبہ بنفسہ قریبی باقی ماندہ کا مستحق ہوگا، مگر اپنے اس حق میں اس کو بھی شامل کرے گا، جسے وہ عصبہ بناتا ہے، مثلاً بیٹا، بیٹی، بہن اور ماں کو کوئی چھوڑے، تو ماں کا فرض مقرر کر دینے کے بعد باقی ماندہ کو بیٹا بیٹی تقسیم کریں گے، بہن کو کچھ نہ ملے گا۔

اور اگر دوسری صورت پیش آجائے، تو جو میت سے زیادہ قریب ہوگا، وہ کل باقیماندہ کو لے گا، جیسے ماں، بیٹا، بھائی، چچا یا ان کے لڑکے جمع ہو جائیں، تو ماں کے دینے کے بعد باقی ماندہ کا مالک بیٹا یا اس کا لڑکا ہوگا، بھائی، چچا یا ان کے لڑکوں کو کچھ نہیں مل سکتا۔

اور اگر تیسری صورت پیش آجائے یعنی عصبہ بنفسہ بعید، اور عصبہ مع غیرہ جمع ہو جائیں تو بھی اقرب کا لحاظ کیا جائے گا، جیسے بیٹی، بہن اور سوتیلا بھائی کو کوئی چھوڑے، تو بیٹی کو آدھا بقدر فرض دینے کے بعد باقی ماندہ کی مالک بہن ہوگی، سوتیلا بھائی نہیں ہو سکتا، کیونکہ بہن سوتیلے بھائی سے زیادہ قریب ہے، اول اور دوم صورت میں حدیث اول ما بقتہ الفرائض فلاولی رجل ذکر پر عمل کیا جائے گا، اور تیسری صورت میں حدیث اجعلوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاخوات مع البنات عصبۃ پر
اس قدر تفصیل کرنے کے بعد مسئلہ مذاکرہ کے اندر دیکھا، تو یہی تیسری صورت پائی جاتی یعنی بیٹی، بہن، چچازاد بھائی، بہن اگرچہ عصبہ مع الغیر ہے، اور چچازاد عصبہ بنفسہٖ ہے، مگر بہن میت سے زیادہ قریب ہے، اور چچازاد بھائی بالکل بعید ہے، اسی لئے بیٹی کو آدھا دینے کے بعد باقی ماندہ آدمے کی مالک بہن ہوگی چچازاد کو کچھ نہیں ملے گا، یہی علماء کا متفق علیہ اور معمول بہ ہے، حدیث ما بقتہ الفرائض فلاولی رجل ذکر طحاوی کی تحقیق کے مطابق عموم پر محمول کی جائے گی۔ اور اگر عموم پر ہی محمول کی جاسے، پھر بھی بہن کے ہوتے چچازاد کو کچھ نہیں مل سکتا، کیونکہ اس عموم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص کردہ ہے، علاوہ ازیں اگر بیٹی کے ساتھ بہن نہ ہو، تو ما ابقتہ الفرائض فلاولی رجل ذکر پر عمل ہوگا، اور اگر بہن ہو تو اجعلوا الاخوات مع البنات پر عمل کیا جائے گا۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم

اہل حدیث
قابل مجیب نے بہن کو اقرب ہونے کی وجہ سے اسی کو عصبہ بنایا ہے مولوی احمد دین صاحب سیالکوٹی کا جواب سابقہ پرچہ میں درج ہو چکا ہے، موصوف نے چچازاد بھائی کو عصبہ بنا کر بقیہ کا وارث بنایا ہے، دونوں جوابوں میں اختلاف ہے مسئلہ ضروری ہے اہل علم بالضرور توجہ کریں (اہلحدیث امرتسر ص ۹-۸ ، ۷ فروری ۱۹۳۶ء)

ذوی الفروض
دو لڑکیاں، ایک بہن، ایک چچیرا بھائی، حدیثی جھگڑا۔
(۱) لڑکیاں حقدار دو ثلث، باقی کے لئے بہن عصبہ۔
(۲) بہن کے بجائے چچازاد عصبہ ہے، جاہل ہو کر دخل در معقولات گستاخی ہے ؎
رموز مملکت خویش خسرواں دانند

مدعا مذاکرہ سے مقصود تخالف حدیث کو رفع کرنا ہے، غرض نکلے بغیر نہیں رہ سکتا، دین میں حسب مواقع عقل کو بھی دخل ہے، بظاہر بہن عصبہ اول ہے، چچازاد درجہ دوم ہے، اگر قضیہ برپسندیدگی لڑکیاں چھوڑا جاوے، تو کیا گناہ ہے؟ ایک حدیث پر عمل ہوگا، اصحاب خرد نے بھی آخر اپنی ذاتی رائے سے کام لیا ہے۔ واللہ اعلم
جب دونوں حدیثیں صحیح ہیں، تو ایک پر ہی عمل ہو سکتا ہے، جس میں موقع شناسی کی ضرورت ہے (احقر قاسم علی اوورسیر نہر پنجنند بہاولپور)
(اہلحدیث امرتسر ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاکرہ علمیہ بابت میراث

بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جن میں خواہ مخواہ اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، جیسا کہ اسی مسئلہ میراث میں کہ بہن کو محروم الارث قرار دیا، حالانکہ فن میراث کی کتاب سراجی میں الاقرب فالاقرب بھی آیا ہے، اس میں شک نہیں، کہ بہن کو محروم الارث ثابت کرنے والے فاضل نگار نے لاولی رجل ذکر لکھ کر حجت پکڑی ہے، جس کا جواب مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی نے دیا، جو ایک مطول اور مدلل ہونے کے باعث اپنے مضمون میں کامل ہے، مگر بطور تائید کے یہ چند سطور حوالہ قلم کر رہا ہوں، اور مختصر طریق پر الاقرب فالاقرب سے حجت پکڑتے ہوئے بہن کو نہ صرف وارث بلکہ اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کی بنا پر عصبہ سمجھتا ہوں، اور اس مسئلہ میں جو مرد ہے، وہ بہن کے اعتبار سے ابعد ہے، لہٰذا نہ وہ وارث اور نہ عصبہ ہے۔ امید ہے۔ کہ اس مطول مضمون پر علماء کا بغور فرماتے ہوئے اس تتمہ کو بھی منظور نظر رکھیں گے (عبد الوکیل خطیب رحمانی "مولوی فاضل منشی فاضل) ناظم ریاض توحید نواب گنج دہلی (۱۰ محرم ۱۳۵۵ھ)

جواب مذاکرہ میراث

۱۵ نومبر ۳۵ء کے پرچہ اہلحدیث میں مذاکرہ علمیہ متعلقہ فرائض لکھا تھا جس کا مضمون یوں مرقوم تھا، علمائے فرائض نے دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(اول) ما ابقتہ الفرائض فھو لاولی رجل ذکر (دوم) اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ، اور صورت مستفسرہ یوں ہے۔ کہ ایک شخص مر گیا جس کے ورثاء میں سے حسب ذیل موجود ہیں، ایک لڑکی، ایک بہن، ایک چچا زاد بھائی، ورثہ کیسے تقسیم ہو۔

اس کا حل بندہ مختصر لکھتا ہے، مہربانی فرما کر اپنے جریدہ گوہر فریدہ میں درج کر کے ممنون ہوں۔ اقول وباللہ التوفیق

میت

چچا زاد بھائی	بہن	لڑکی
محروم	۱	۱

یعنی تمام مال کے دو حصص کئے جائیں، ایک لڑکی اور دوسرا بہن کو دیا جائے چچا زاد بھائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محروم رہے گا کیونکہ تقسیم میں ہمیشہ قرب کا زیادہ لحاظ رکھا جاتا ہے، اور بہن اقرب ہے چچا زاد بھائی سے، نیز ما ابقتہ الفرائض والی حدیث سے اجعلوا الاخوات والی حدیث خاص ہے، جب بہن سے کوئی عصبہ قریبی نہ ہو، تو بہن حقیقی لڑکی کے ساتھ عصبہ بنے گی، جیسا کہ احادیث اور فیصلہ صحابہ رض شاہد ہے، اور ایسا ہی کتب میراث میں منقول ہے (البانی فی مطولات۔

نیز اخبار اہلحدیث ۲۰ مارچ ۱۹۳۶ء میں ایک سوال کا جز غلط لکھا گیا ہے، اس کی تصحیح فرمالیں، اور اخبار میں درج کردیں، تاکہ مستفتی غلطی میں نہ پڑے، صحیح یوں ہے۔

س نمبر ۱۴۶۔ زید کے ورثا حسب ذیل ہیں، حصص شرعی کیسے ہوں گے؟

زوجہ	ام	اب	اخ	اخ	اخت

ج نمبر ۱۴۶۔ مسئلہ ۱۲

زوجہ	ام	اب	اخ	اخ	اخت
۳	۲	۷	محروم	محروم	محروم

باپ کی موجودگی میں سب بھائی بہن محروم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

(ابو اسحٰق عبداللہ عفی عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ، ازدیروال)

(اہلحدیث امرتسر صفحہ ۱۰ محرم ۱۳۵۵ھ)

فیصلہ بابت مذاکرہ علمیہ بابت مسئلہ توریث

میت مسئلہ ۲

بنت	اخت	ابن العم
۱	۱	م

بہن عصبہ بنص حدیث ہے، اور اقرب الی المیت ہے، ابن العم اگرچہ عصبہ ہے، مگر عصبہ بعید ہے اس وجہ سے محروم ہے، چونکہ علمائے کوئی فیصلہ نہیں لکھا تھا، اس لئے تو فیصل میں نے درج کر دیا ہے (عبدالرحمٰن بجواوی)

س: زید فوت ہوا، دو لڑکے اور ایک لڑکی ورثا سے ہے، لڑکے بہن کو حصہ شرعی ورثہ کا اس بنا پر دینا نہیں چاہتے کہ دونوں بھائی مشترکہ کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں، اور تقسیم کی ضرورت نہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں، کہ ان کی بہن شادی شدہ ان سے زیادہ امیر اور عرصہ دراز سے خانہ آباد ہے، صحیح مسئلہ کس طرح ہے، بطور حجت یہ بھی کہا کہ لڑکی کو شرعی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ وراثت دینے کی اصلی غرض یہ ہے، کہ لڑکی مال پر قابض رہے، اور اپنی ضروریات کو پورا کر سکے، خاوند یا خسر جبراً مال پر قابض نہ ہوں، جیسے نصاریٰ لیکن فی زمانہ مسلمانوں میں یہ بات پائی نہیں جاتی، خاوند منکوحہ کے مال پر جبراً قبضہ کر لیتا ہے، ایسی حالت میں حصہ شرعی دے، یا نہ دے، جب کہ اصل مقصود مفقود ہے (قاسم علی اوورسیر منشنر بہاولپور)

ج: ۔ لڑکی کا حصہ منصوص شرعی ہے، ایسی دیسی حجتوں سے کسی طرح ضائع نہیں ہو سکتا ہاں دوکان کو یکجا رکھنا چاہتے ہیں، تو بہن کو بھی شریک دوکان رکھیں، اور اس کے حصے کے مطابق نفع تقسیم کریں، اپنی کارکردگی کا معاوضہ حسب دستور نصف یا کم و بیش لے کر باقی نفع رسدی ہمشیرہ کو دیں، اور اس کے حصہ کی رقم درج ہی کھاتہ بھی کریں، اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء)

تشریح: ۔ لڑکی بہر صورت اپنے حصہ کی حقدار ہے، کوئی حیلہ اس کو محروم الارث قرار نہیں دے سکتا، اس قسم کی سب حجتیں بے کار ہیں، اگر وہ مالدار ہے، بھائی غریب یا زیادہ حاجت مند ہیں، تو اس صورت میں وہ خود اپنے بھائیوں پر رحم کھا کر اپنا حصہ محض اپنی رضامندی سے معاف کر دے، تو یہ بات پھر الگ ہے، فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان (راز)

س: ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ (۱) ایک شخص نے اپنے انتقال کے وقت چار لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑی، مرحوم کی جائداد سکنی وزرعی ہے، ان میں کس طرح شرعی طور پر تقسیم ہونی چاہیئے

(۲) مرحوم کے دو لڑکے ایک ماں سے، اور دو لڑکے ایک لڑکی دوسری ماں سے ہیں، اب پہلے دو لڑکے جو ایک ماں سے تھے، ان میں سے بڑے لڑکے کا انتقال ہوا اس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، اس کی بیوہ زندہ موجود ہے، اس لڑکے کی جائداد کے شرعی درثا ر کون کون ہیں، اور ان میں سے اس کی جائداد شرعاً کس طرح تقسیم ہونی چاہیئے۔

(عبد الحمید خان از مظفر نگر)

ج: ۔ مرحوم کی جائداد اس طرح تقسیم ہوگی: ۔

مسئلہ ۹ تا ۱۲۶

المیت

بنت	ابن	ابن	ابن	ابن
۱/۱۴	۲/۲۸	۲/۲۸	۲/۲۸	۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) المیت مسئلہ ۴ / ۲۸ صف ۲

زوجہ	اخ	اخ	اخ	اخت
۷	۶	۶	۶	۳

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ / ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

تشریح:۔ میت مسئلہ ۱۹ / ۱۲۶

ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
۲ / ۲۸	۲ / ۲۸	۲ / ۲۸	(۲)	۱ / ۱۴

میت مسئلہ ۴ / ۲۸ مافی الید ۲

زوجہ	اخ	اخ	اخ	اخت
۷	۶	۶	۶	۳

الاحیاء

زوجہ	اخ	اخ	اخ	اخت
۷	۳۴	۳۴	۳۴	۱۷

(عبدالرحمن المجوادی)

س:۔ زید دعویٰ اسلام کا کرتا ہے صوم و صلوٰۃ وغیرہ ارکان اسلام بجالاتا ہے صرف نص قرآنی بابت وراثت انثیٰ (لڑکی) سے قطعی منکر ہے، جب ذوی الفروض انثیٰ میں سے کوئی حصہ دار حصہ وراثت زید سے طلب کرتا ہے تو حکومت حاضرہ میں تقریر و تحریر سے مقر و مصر ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں ہندوؤں کا قاعدہ ہے شرع محمدی نہیں، اور ہندو قاعدہ پر لڑکی کو حصہ نہیں مل سکتا، اگر ہم اسلامی قاعدے پر ہوتے تو البتہ لڑکی مستحق وراثت ہوتی، اسی قاعدے پر کئی پشتیں گذر چکی ہیں، اور زندہ بھی اسی قاعدہ پر ہیں، پس جو اس قاعدہ پر مر گئے ہیں، یا جو زندہ ہیں، شرع شریف ان کو مسلمان کہتی ہے یا نہیں؟ (سیٹھ عبدالکریم ابن محمد یعقوب، کراچی)

ج:۔ سوال کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ زید شرع محمدی کے حکم کو تسلیم کرتا ہے، مگر نہ دینے کا بہانہ کرتا ہے، اس صورت میں وہ حق تلفی کرنے کی وجہ سے ظالم ہے کافر نہیں، دوسری صورت یہ ہے، کہ یہ مانتا نہیں، کہ شرع میں لڑکیوں کو حصہ دینے کا حکم ہے، اس صورت میں وہ منکر قرآن ہے، کیونکہ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے۔ للذکر مثل حظ الانثیین الآیۃ

(اہلحدیث امرتسر ۹ / ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء)

س:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا اور دو بھائی چھوڑے، اس کے بعد اس کی لڑکی کا انتقال ہوا، اس نے ایک لڑکا، اور دو دیور چھوڑے، اس کے بعد زید کے لڑکے کا انتقال ہوا، اس نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بیوی اور ایک چچا چھوڑا۔ اب ورثہ از روئے شرع کس طرح اور کتنا کتنا وارثوں کو ملے گا

بینوا توجروا۔

ج۔ مرحوم مورث اعلیٰ کی وراثت اس طرح تقسیم ہوگی۔

زید متوفی

المیت ۸/۲۴/۷۲/۱۴۴

زینب	ابن	فاطمہ	اخ	اخ
زوجہ	بکر	بنت	اللہ دتہ	خداداد
۱/۸	۱۴/۴۲	۷	م	م

٣

المیت فاطمہ

زینب	اخ حقیقی	اخ	اخ
ام	بکر	اللہ دتہ	خداداد
۱/۷	۲/۱۴	م	م

المیت ۱۶ زینب ۱۶ — المیت ۴ توافق بالربع ۱۸ — ۷۲ بکر

ابن بکر	دیور خداداد	دیور اللہ دتہ	امینہ زوجہ	عم خداداد
۱۲	م	اللہ دتہ	۱/۴	۳/۱۰۸

الاحیاء

امینہ زوجہ بکر	عم بکر خداداد
۳۶	۱۰۸

(نوٹ) یہ تقسیم بعد ادائے قرض اور وصیت وغیرہ کے ہوگی، واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۷ نومبر ۱۹۳۶ء)

تعاقب

بخدمت شریف جناب مولانا ثناء اللہ صاحب ادام اللہ بقاؤکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مؤدبانہ گذارش خدمت ہے، کہ آنجناب نے اخبار اہلحدیث مجریہ ۲۹ رجب ۵۵ھ میں سوال کا جو جواب تحریر فرمایا ہے، اس میں آپ نے خیال نہیں فرمایا کہ عینی (حقیقی) بھائی علاتی بھائی کے ترکہ پانے یا نہ پانے میں فرق نہ کرتے ہوئے، سب کو مساوی اور یکساں قرار دے دیا ہے، سوال یہ ہے، کہ شخص متوفی کے دو لڑکے ایک ماں (یعنی متوفی کی بیوی) سے ہیں اور دو لڑکے ایک لڑکی اس کی دوسری بیوی سے ہیں، صورت مسئولہ میں جواب حسب ذیل ہوگا:۔

۱؎ مرحوم نے ہر دو جگہ اخ اخ لکھا ہے، جو غالباً سہو کاتب ہے، عم عم ہونا چاہیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص متوفی مسئلہ ۹ المد از زوجہ اولی				نصف ۱۸ از زوجہ ثانی
ابن کلاں	ابن	ابن	ابن	بنت
۲	۲/۴	۲/۴	۲/۴	۱/۲
ابن کلاں	مسئلہ ۴	توافق بالنصف		مع ۲

میت				
زوجہ	اخ حقیقی	اخ علاتی	اخ علاتی	اخت علاتیہ
۱	۳	م	م	م

یعنی بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و رفع موانعہ ترکہ شخص متوفی مسئول عنہ کا اٹھارہ سہام پر تقسیم ہو کر سات سہام اس کے بڑے لڑکے کے حقیقی بھائی کو اور ایک سہم اس کی بہو یعنی بڑے لڑکے کی بیوی کو، اور چار چار سہام اس کے دوسرے دو بیٹوں کو، اور دو سہام اس کی لڑکی کو ملیں گے حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی اور علاتیہ بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

(الراقم العاجز ابو الطیب عبد الصمد مبارکفوری عفی عنہ ۲ رشعبان ۵۵ھ)

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ہم دسمبر ۱۹۳۶ء)

تشریح: ۔ تعاقب معہ جواب صحیح ہے، مگر آخر میں یہ لکھنا چاہیئے۔

المبلغ ۱۸

الاحیاء				
زوجہ	اخ عینی	اخ علاتی	اخت علاتی	اخ علاتی
۱	۷	۴	۲	۴

(عبد الرحمن البجوادی)

س: ۔ زید کے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں، لڑکا دس گیارہ سال کی عمر میں باپ سے ناراض ہو کر کہیں چلا گیا، بعد ایک مدت کے زید یعنی باپ اس کا پتہ پا کر کسی دوسرے شہر میں اس سے جا ملا، اور اس کو اپنے ساتھ مکان پر لانے کی کوشش کی، لڑکے نے انکار کر دیا اور اپنے اہل ددھیال سے وہیں رہ گیا، اس واقعہ کے بعد باپ ۸ - ۹ سال زندہ رہا، اور اس عرصہ میں باپ اور بیٹے میں کسی طرح کا تعلق نہ رہا، اور یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ آیا وہ زندہ ہے یا مر گیا، اور اس کے بال بچے زندہ ہیں یا نہیں، زید نے مرتے وقت اس نا فرمان لڑکے کو وراثت سے محروم کر کے اس کے حصہ کو آپس میں تقسیم کر لینے کے لئے اپنی تینوں لڑکیوں کو وصیت کی، زید کا انتقال ہوئے تین چار سال ہو گئے ہیں، ابھی تک لڑکا مذکور لاپتہ ہے، اب سوال یہ ہے، کہ:-

(۱) اس لڑکے کے حصہ کو جو بطور امانت سرکار کے پاس ہے، کیا کیا جائے

(۲) زید کا ایک حقیقی بھائی یعنی لڑکیوں کا چچا زندہ ہے آیا اس کو بھی اس میں سے کچھ ملنا ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) زید کی وصیت پر عمل کرنے سے شریعت کا خلاف ہوگا یا نہیں؟

ج:۔ کچھ شک نہیں، کہ زید کا لڑکا بے فرمان ہے، سخت مجرم ہے، جس نے باپ کا حکم نہ مانا، مگر جب تک کلمہ اسلام پڑھتا ہے، وراثت سے محروم نہیں کیا جائے گا، اس لئے زید کی وصیت ناجائز ہے، لڑکیاں اپنا حصہ لے لیں، اور لڑکے کا حصہ داخل خزانہ سرکار رہے، جب وہ ملے یا اس کی اولاد ملے، وہ لے لے گی، اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۱۲، ۶ شعبان ۱۳۴۷ھ)

س:۔ وہاب خاں کے فرزند عبدالکریم خاں کو شیخ رحمان صاحب کی دختر امینہ بی بی کے ساتھ نکاح کیا گیا، چند روز کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا، نام غفور خاں، بعد ۲ سال کے امینہ بی بی کا انتقال ہوگیا، بعد تھوڑے دنوں کے غفور خاں کا بھی انتقال ہوگیا، عبدالکریم خان زندہ ہے اس وقت امینہ بی بی کے والدین مہر کے دعویدار ہیں، مہر سات سو پچیس روپے ہے اس مہر میں کتنے حصے تقسیم ہوں گے، عبدالکریم خان کو کتنا حصہ، غفور خان کو کتنا حصہ، غفور خان کے حصہ کے وارث کون ہیں، امینہ بی بی کے والدین اور بھائیوں کا کتنا حصہ، اور کون کون لوگ حصہ کے حقدار ہیں، جواب مفصل ومدلل ہو۔

ج:۔ صورت مسئولہ میں ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا:۔

مسئلہ ۱۲ (۲)

المیت

خاوند	ماں	باپ	لڑکا	بھائی
عبدالکریم	ہندہ	زید	غفور خاں	م
۳/۱۲	۲/۱۲	۲/۱۲	۵	

بعد ادائے قرض وصیت وغیرہ کل اسہام ۷۲ ہیں سے حسب ذیل حصص تقسیم ہوں گے۔

الاحیاء

عبدالکریم	ہندہ	زید
۳۸	۱۷	۱۷

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۹ مارچ ۱۹۳۷ء)

متفقہ فتویٰ بابت توریث بنات

(از قلم مولانا الحکیم عبدالشکور صاحب شکراوی)

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

۱؎ بکسر اول وتخفیف تا تیر کے معنی میں بھی آتا ہے، یہاں بمعنی حصہ ہے ۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا

یعنی مردوں کا حصہ ہے، اس میں سے جو ماں باپ اور نزدیک کے رشتہ داروں نے چھوڑا اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے، اس میں سے جو چھوڑا ہے ماں باپ نے اور قریبی رشتہ داروں نے ترکہ کم ہو یا زیادہ، سب میں سے حصہ مقرر کیا ہوا (چاہے ترکہ جائداد صحرائی یا مکان دکان وغیرہ ہو، چاہے نقد یا برتن کپڑے وغیرہ ہو، اور خواہ نقد موجود ہو خواہ کسی پر میت کا قرض آتا ہو سب میں مردوں کی طرح عورتیں بھی حقدار ہیں) اس آیت سے صراحۃ معلوم ہوا کہ مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حصہ ہے، یعنی جیسا کہ بیٹا، پوتا وغیرہ اپنے ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ کا وارث ہوتا ہے ایسا ہی بیٹی، پوتی وغیرہ بھی حقدار اور وارث ہیں، اور جیسا کہ بھائی وارث ہوتا ہے بھائی بہن کا، جب کہ کوئی حاجب نہ ہو، ایسا ہی بہن بھی اس ورثہ میں شریک ہے، اور جیسا کہ خاوند بیوی کا وارث ہوتا ہے، ایسا ہی بیوی بھی ہر حال میں وارث ہے۔

اور اس آیت میں تو مردوں اور عورتوں کا مستحق میراث ہونا ارشاد فرمایا ہے، آئندہ رکوع میں ان کے حصص بیان فرماتا ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت (اور حکم) کرتا ہے، کہ مرد (یعنی بیٹے) کے لئے دو عورتوں (یعنی بیٹیوں) کے حصہ کے برابر ہے، پس اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی وارث ہوں تو ایک تہائی بیٹی کو اور دو تہائیاں بیٹے کو ملیں گی، اور اگر دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہو، تو آدھا بیٹے کو، اور آدھے میں سے دونوں بیٹیوں کو برابر ملے گا، اور اگر دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوں، تو پانچواں حصہ بیٹی کا ہے، اور باقی دونوں بیٹے تقسیم کر لیں، غرض بیٹی کا اکہرا اور بیٹے کا دوہرا حصہ ہے یہ نہیں کہ تہائی میں بیٹیاں شریک اور دو تہائی میں بیٹے، جیسا کہ بعض کو خیال ہو جاتا ہے، اور یہ جب ہے، کہ بیٹی بیٹا دونوں وارث ہوں، اور اگر فقط بیٹا ہو تو (جو اولاد کا حق ہو وہ) کل اس کو ملے گا اور اگر فقط بیٹی ہو، تو اس کا بیان آگے آتا ہے۔

فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ۔ یعنی پس اگر عورتیں (یعنی بیٹیاں) ہی ہوں (دو خواہ) دو سے زیادہ تو ان کے لئے دو تہائیاں ہیں کل ترکہ میں سے، اور اگر ایک ہی بیٹی ہو تو اس کے لئے آدھا ترکہ ہے پس یہ جو رواج ہے، کہ بیٹی کو حصہ نہیں دیا جاتا، تو یہ ظلم ہے، اور بعض لوگ بیٹا نہ ہونے کی حالت میں تو بیٹی کو حصہ دے دیتے ہیں، اور بیٹا موجود ہو، تو بیٹی کو حق نہیں دیتے، یہ بھی ظلم ہے، دونوں حال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیٹی کا حق دار ہونا اسی آیت میں موجود ہے۔

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ یعنی میت کے ماں باپ کے لئے ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہے ترکہ میں سے اگر میت کی کوئی اولاد (لڑکا یا لڑکی) بھی ہو، اور اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی وارث ہوں، تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے، اور دو تہائی باپ کے لئے ہے، اور اگر میت کی بیوی بھی موجود ہو، تو اس کو چوتھائی دینے کے بعد یہ تقسیم ہوگی، اسی طرح اگر میت عورت ہے، اور اس کے ماں باپ، اور خاوند موجود ہوں، تو خاوند کو نصف دے کر باقی نصف کے تین حصے کرکے ایک ماں کو اور دو باپ کو دیئے جائیں، اور اگر اس کے بہن بھائی بھی ہوں (یعنی کم از کم دو بہن یا دو بھائی، یا ایک بہن یا ایک بھائی ہوں) تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے، بعد اس وصیت پوری کرنے کے جو اس نے کی ہو، اور شریعت میں معتبر ہو، یا قرض (ادا کرنے) کے (جو شرعًا اس کے ذمہ ہو)

اس آیت میں صاف موجود ہے، کہ اگر کسی کا بیٹا اور باپ دونوں وارث ہوں، تب بھی باپ کو حق پہنچتا ہے، پس یہ جو رواج ہے کہ بیٹا کل ترکہ لے لیتا ہے، یہ ظلم ہے، اس صورت میں چھٹا حصہ والد کو دے کر باقی بیٹے کا ہے، اس طرح ماں ہر حال میں وارث ہے، اس کو کسی حال میں وارث قرار نہیں دیا جاتا، یہ بھی خلاف شریعت اور حرام ہے، بعض لوگوں کو اس حکم میں وسوسہ ہو سکتا تھا، اور جو ان میں عام رسم ہے، اس میں کچھ خوبی کا خیال ہو سکتا تھا، اس کو رفع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔

آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ یعنی تمہارے اصول و فروع (ماں، باپ، بیٹا، بیٹی) جو ہیں تم پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے ہو، کہ ان میں کون سا شخص تم کو (دنیوی یا اخروی) نفع پہنچانے میں نزدیک ہے یہ حکم من جانب اللہ مقرر کیا گیا، اور یہ امر بالیقین مسلم ہے، کہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں پس جو حکمتیں انہوں نے اپنے علم سے اس میں ملحوظ رکھی ہیں، وہ ہی قابل اعتبار ہیں، اس لئے تمہاری رائے پر نہ رکھا۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ اور تمہارے لئے آدھا ہے اس کا جو چھوڑا ہے تمہاری بیویوں نے اگر ان کی اولاد نہ ہو، پس اگر ان کی اولاد ہو، تو تمہارے لئے چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑا انہوں نے بعد اس وصیت (جائز پوری کرنے) کے جو وہ کریں، یا قرض (ادا کرنے) کے اور ان (بیویوں) کے لئے چوتھائی ہے جو چھوڑا تم نے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، اگر تمہاری اولاد (بیٹا بیٹی، پوتا پوتی) ہو، تو ان (بیویوں) کے واسطے آٹھواں حصہ ہے، اس میں سے جو چھوڑا ہے تم نے بعد اس (جائز) وصیت کے جو تم کرو یا قرض کے۔

اس آیت سے معلوم ہوا، کہ خاوند کے ترکہ میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور لاولد خاوند کے ترکہ میں سے چوتھائی ہے، وہ کسی صورت میں کل ترکہ کی وارث نہیں ہوسکتی، اور نہ بالکل محروم ہوسکتی ہے، پس یہ رواج ہے، کہ بعض صورت میں بیوی سب کی مالک بن بیٹھتی ہے، باطل ہے اس کو چاہیے، کہ اپنے حصہ مذکورہ سے زائد شوہر کے دیگر ورثا بیٹا بیٹی، بھائی یا بہن وغیرہ کو دے دے، اسی صورت یہ دستور کہ عورت اگر نکاح ثانی کرے، تو اس کے خاوند کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملتا ظلم اور حرام ہے، اسی طرح بیٹوں کا سب ترکہ پر قابض ہوجانا، اور بیوی کو محروم کرنا بھی ناجائز ہے، نیز یہ رواج کہ خاوند بیوی کا کل مال خود لے لیتا ہے، خلاف شرع ہے اس کو اپنا حصہ مقررہ لے کر بقیہ دیگر شرعی وارثوں کو دینا لازم ہے۔

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ یعنی اگر وہ شخص جس کی میراث لی جاتی ہے، کلالہ ہو (یعنی نہ تو اس کا باپ ہو، اور نہ اس کی کوئی اولاد ہو) یا عورت (ایسی ہی) ہو اور اس کے (ماں شریک) بھائی یا بہن ہوں، تو ہر ایک بھائی بہن کے لئے چھٹا حصہ ہے، پس اگر وہ (ماں شریک بھائی بہن) اس سے (یعنی ایک سے) زیادہ ہوں، تو وہ تہائی میں شریک ہیں، بعد وصیت کے جو کی جاوے، یا قرض کے بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچا دے، یہ حکم کیا گیا ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا تحمل والا ہے۔

اور آخر سورت میں ہے۔ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ یعنی حکم دریافت کرتے ہیں آپ سے، فرما دیجیے کہ کلالہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی مرد (یا عورت) مر جاوے، اور اس کی کوئی اولاد (پسری) نہ ہو اور (نہ باپ ہو) اور اس کی ایک بہن (سگی یا باپ شریک ہے)، تو اس کے لئے نصف ہے (اور اگر اولاد دختری موجود ہو، تو اس کا حصہ مقررہ دے کر بقیہ بھائی یا بہن کو دیا جاوے) اور بھائی بھی وارث ہوتا ہے بہن (اور بھائی) کا۔ اگر اس بہن (یا بھائی کی اولاد نہ ہو) اور بھائی بہن (دونوں وارث ہوں) تو مرد کے لئے دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (احکام) بیان کرتا ہے، تاکہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا، کہ بیٹا اور باپ نہ ہونے کی حالت میں جیسا کہ بھائی وارث ہے، ایسا ہی بہن کو حق وراثت پہنچتا ہے، بہن کو محروم قرار دینا صریح ظلم ہے، اور یوصیکم اللہ اور فریضۃ من اللہ اور وصیۃ من اللہ میں ان احکام کی بہت بڑی تاکید فرمانے کے علاوہ ارشاد ہے۔

www.KitaboSunnat.com

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ یعنی یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے، اس کو اللہ بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو اللہ اور اس کے رسول کے نافرمانی کرے، اور اس کی حدول سے (بالکل ہی) نکل جاوے اس کو خدا دوزخ کی آگ میں داخل کریگا، اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اس کے واسطے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اس سے زیادہ کیا تاکید ہو سکتی ہے، کہ مخالفت کرنے والے کے واسطے ہمیشہ کا عذاب ہے، خدا ہم سب کو بچا دے، اور اس مقام پر گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مختصر بیان کیا گیا ہے، مفصل بیان فرائض کی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے، اس مختصر اور مجمل بیان ہی سے یہ معلوم ہو گیا، کہ رواج عام میں کتنے حقداروں کی حق تلفی کی جاتی ہے، اور یہی مقصود مقام ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حق تلفی کی ممانعت میں مذمت میں آیت بالا کے علاوہ دوسری آیات و احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، چنانچہ ارشاد ہے۔

وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا اور تم یتیموں کو ان کا مال دے دو، اور پاک (مال) سے ناپاک (مال) مت بدلو، اور یتیموں کا مال اپنے مال میں ملا کر مت کھاؤ بے شک وہ بڑا گناہ ہے، اس آیت سے معلوم ہوا، کہ حلال میں حرام مل جائے، تو اس کا کھانا حرام ہے، اس میں حرام کم ہو، یا زیادہ (کما ہو الظاہر من العموم) اور ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا۔ یعنی اے لوگو جو چیزیں زمین میں ہے ان میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ، اور ارشاد ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا۔ یعنی بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، اور عنقریب وہ لوگ آتش دوزخ میں داخل ہوں گے، اور ارشاد ہے:۔

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ یعنی اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو) اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو، ان آیات سے معلوم ہوا، کہ حرام مال آگ ہے، جو کسی کا مال ناحق کھاتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے۔

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظلم ظلمات یوم القیمۃ رواہ البخاری ومسلم وترمذی (ترغیب ص ۳۸۹) ظلم کرنا قیامت کے دن کئی اندھیریاں (یعنی اندھیروں کا سبب) ہے (جو کہ انسان کو جنت میں جانے سے روکنے والی ہیں)

وعن سعید بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیمۃ سبع ارضین (متفق علیہ) مشکوۃ شریف ص ۳۱۵) یعنی جس نے ایک بالشت بھر زمین بھی ناحق لے لی، ضرور وہ اس کے گلے میں طوق کر کے پہنائی جاوے گی، سات زمینوں تک۔

وعن سالم عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیمۃ الی سبع ارضین رواہ البخاری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مشکوٰۃ ص۲۵۶) یعنی جس نے کچھ زمین ناحق لے لی، اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جاوے گا۔

وعن یعلی بن مرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما رجل اظلم شبرا من الارض کلفہ اللہ عزوجل ان یحفرہ حتی یبلغ بہ آخر سبع ارضین ثم یطوقہ یوم القیمۃ حتی یقضی بین الناس رواہ احمد والطبرانی وابن حبان فی صحیحہ (ترغیب ص ۳۳۵) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جس نے بالشت بھر (یعنی بہت تھوڑی سی) زمین بھی از رہ ظلم لے لی، اللہ عزوجل اس کو قبر میں تکلیف دے گا، کہ (اس ظلم سے لی ہوئی زمین) کو کھودے، یہاں تک کہ سات زمینوں کے آخر تک پہنچ جاوے، پھر وہ اس کے گلے میں پہنائی جاوے گی، جب تک کہ لوگوں میں فیصلہ کیا جاوے (خدا محفوظ رکھے) آمین۔

وعن ابی بکر الصدیق رضہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنۃ جسد غذی بالحرام رواہ ابو یعلی والبزار والطبرانی فی الاوسط والبیہقی وبعض اسانیدھم حسن (ترغیب ص ۳۱۱) یعنی حضرت صدیق اکبر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جنت میں وہ جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام غذا دی گئی، اور اگر حرام مال سے زکوٰۃ وصدقہ دیا جاوے، یا نماز، روزہ اور حج میں خرچ کیا جاوے، تو وہ قبول نہیں ہوتے، کیونکہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (یعنی اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ (یعنی حلال پاک) چیز کو اور جو ہم نے زمین سے تمہارے لئے پیدا کیا ہے، اس میں سے خرچ کیا کرو، اور ردی چیز کی طرف خیال مت لے جایا کرو، کہ اس میں سے خرچ کردو، حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں، ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ، اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے، تعریف کے لائق ہے، اس آیت میں مال طیب خرچ کرنے کا حکم ہے، اور خبیث سے منع فرمایا ہے، اور حرام سے بڑھ کر کیا خبیث ہوگا، اور حدیث شریف میں ہے

لا یقبل اللہ الا الطیب رواہ البخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجۃ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وابن خزیمۃ فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ (ترغیب ص ۲۸۴) یعنی اللہ تعالیٰ حلال کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں کرتا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادیت زکوۃ مالک فقد قضیت ما علیک ومن جمع مالا حراما ثم تصدق بہ لم یکن لہ فیہ اجر وکان وزرہ علیہ رواہ ابن حبان وابن خزیمۃ فی صحیحہما والحاکم (ترغیب ص ۳۰۹) یعنی جب تو نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی، تو جو تیرے ذمہ حکم تھا، وہ پورا کر دیا، اور جس نے حرام مال جمع کیا، پھر وہ صدقہ کر دیا، تو اس میں اس کو کچھ ثواب نہیں ہوا اور اس (مال حرام) کا گناہ اس کے ذمہ رہے گا (صدقے سے نہ اس کو صدقہ کا ثواب ملے گا، اور نہ ظلم کا گناہ معاف ہو گا، بلکہ جب صاحب حق کو دے دے گا، تب سبکدوش ہو گا۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ اس رواج کی وجہ سے حق تلفی کا گناہ ہونے کے علاوہ عبادات مالیہ (صدقہ وغیرہ) اور بدنیہ (نماز وغیرہ) بھی قبول نہیں ہوتیں اس سے زیادہ کیا خسارہ ہو سکتا ہے، اے میرے پیارے مسلمان بھائیو! فرقہ اناث کو ترکہ سے محروم کرنا بہت بڑا ظلم ہے اب ظالم کا بیان سنیئے۔

وعن سلمان الفارسی وسعد بن مالک وحذیفۃ بن الیمان وعبد اللہ بن مسعود حتی عد ستۃ او سبعۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا ان الرجل لترفع لہ یوم القیمۃ صحیفۃ حتی یری انہ ناج فما تزال مظالم بنی آدم تتبعہ حتی ما یبقی لہ حسنۃ وتحمل علیہ من سیئاتہم رواہ البیہقی فی البعث باسناد جید (ترغیب ص ۳۹۰) یعنی حضرت سلمان فارسی اور سعد بن مالک، اور حذیفہ بن الیمان وعبد اللہ بن مسعود وغیرہ چھ یا سات صحابہ رض نے فرمایا ہے، کہ (بعض) آدمی کے لئے اعمال نامہ اٹھایا جائے گا (اور اس میں بہت نیکیاں ہوں گی) یہاں تک کہ وہ (اس کو دیکھ کر نجات کا یقین کرے گا، پھر لوگوں پر کئے ہوئے ظلم (مطالبہ کے لئے) اس کے پیچھے لگے رہیں گے (اور ان کا بدلہ دیا جائے گا) یہاں تک کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہ رہے گی، اور ان (مظلوموں) کی خطائیں (حساب پورا کرنے کی مقدار) اس پر ڈالی جاویں گی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ او شیء فلیتحلل منہ الیوم قبل ان لا یکون دینار ولا درھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم یکن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہ حسنات اخذ سیئات صاحبہ فحمل علیہ، رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ (مشکوٰۃ ص ۴۳۷) یعنی جس پر کسی بھائی کی آبرو ریزی یا کسی قسم کا رجانی، مالی، حق ہو، اس کو چاہیئے کہ اس سے آج ہی سبکدوشی حاصل کرے، اس (دن) سے پہلے کہ نہ دینار ہوگا اور نہ درہم (بلکہ) اگر اس کے پاس نیک عمل ہوں گے، تو ان میں سے اس کے ظلم کے موافق (یعنی جو اس کا عوض ہو جائیں وہ) لیے جاویں گے، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی، تو اس کے فریق کے گناہوں میں سے لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

وعن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ ثم قرأ وکذلک اخذ ربك اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۴۳۷) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب پکڑے گا، تو چھوڑے گا نہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وکذلک اخذ ربك الآیۃ یعنی اسی طرح تیرے رب کا پکڑنا ہے جس وقت بستیوں کو (یعنی بستی والوں کو) پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ (بستی والے) ظالم ہوں

غرض وہاں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا، اور سب حقداروں کے حق ادا کرنے ہوں گے، اور اس حرام کھانے کا مزا معلوم ہو جائے گا، قال اللہ تعالیٰ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ، پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی، وہ اس کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی وہ اس کو بھی دیکھے گا۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیمۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۴۳۷) یعنی قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ضرور بالضرور ادا کئے جائیں گے یہاں تک سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری (کے مارنے) کا بھی بدلہ لیا جاوے گا، ان آفتوں کا خطرہ لیتے ہوئے حرام کھانا، اور ظلم کرنا کون عقل مند پسند کرسکتا ہے قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ الآیۃ اس کے علاوہ اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں بوجہ اختصار کے انہیں پر اکتفا کیا گیا

(مضمون مولوی عبدالکریم گمتھلوی کے رسالہ غصب المیراث سے ماخوذ ہے)

اس رواج کا باطل و منکر ہونا، اور توریث بنات وغیرہا نص قطعی سے ثابت ہے، اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت اگر اعتقاداً ہے تو کفر ہے، اور عملاً ہے تو اشد درجہ کا فسق ہے، پس اس باب میں عقیدہ کی درستی اور عمل کی اصلاح تو یقیناً فرض ہے، اور ابطال باطل وازالہ منکر قادر پر فرض ہے، لہٰذا سکوت بھی حرام ہوگا، اور تسلیم کرنا تو اس سے اشد ہے، اور حمایت کرنا سب سے بڑھ کر اشنع واقبح ہے۔ وہذا کلہ ظاہر۔ (کتبہ اشرف علی تھانوی)

ہر مسلمان پر فرض ہے، کہ اس باطل وحرام رواج کے قلع قمع میں کوشش کرے، امید ہے کہ علمائے کرام اس فریضہ اسلامی کی طرف تقریراً وتحریراً ضرور توجہ دلائیں گے

(حررہ احقر ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ، تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر)

اگر کوئی صاحب میراث کے (قانون شرعی) کا انکار کرے، تو نصوص قطعیہ کا انکار ہوگا، اور معلوم ہے، کہ قرآن پاک اور احکام قطعیہ کا منکر کون ہوتا ہے۔ اس سے زائد کیا کہا جا سکتا ہے (کتبہ الاحقر عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس اول مدرسہ موصوفہ)

اس قانون کی مخالفت واجب ہے۔ رقمہ ضیاء احمد الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ

صح الجواب۔ عنایت الٰہی مہتمم مدرسہ (ناظم مدرسہ موصوفہ)

الجواب صحیح۔ بندہ عبد الرحمٰن (کامل پوری) عفی عنہ (مدرس مدرسہ)

اس باطل وحرام رواج عام کے مرتکب اور مجوز اور معاون اور باقی رکھنے والے، اور اس پر (عملاً) اصرار کرنے والے ظالم وعاصی ہیں۔ اور اس فرض قطعی کے انکار کا کفر ہونا اظہر ہے، اور مواخذہ حق العباد کا ان کی گردن پر رہے گا، تاوقتیکہ وہ صاحب حقوق کے حقوق ادا نہ کریں گے (کتبہ مسعود احمد)

الجواب صحیح، بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مدرسہ دیوبند۔

الجواب صواب، محمد انور عفا اللہ عنہ الجواب صحیح۔ بندہ مرتضیٰ حسن عفی عنہ

یہ رواج شریعت غرا کے صریح منصوص احکام کے مخالف ہے، اور اولاد دختری (وغیرہ) کے ساتھ کھلا ہوا ظلم ہے جو لوگ اس رواج کو جائز اور تقسیم میراث کے شرعی اصول سے بہتر سمجھیں، وہ مسلمان نہیں رہ سکتے، اور جو لوگ ناجائز اور خلاف شریعت یقین کرتے ہوں، مگر اس پر عمل کرتے ہوں وہ بھی ظالم اور فاسق ہیں۔ محمد کفایت اللہ غفر اللہ لہ، مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی۔

احمد سعید (ناظم جمعیۃ العلماء) حمد اللہ (پانی پتی) عبد الرحمٰن روپڑ ضلع انبالہ

حشمت اللہ مفتی پٹیالہ عبد الخالق، جہان خیلاں جماعت علی (علی پوری) بقلم خود۔

غلام مرشد مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ عبد العزیز گوجرانوالہ۔ ثناء اللہ امرتسری۔ غلام مصطفےٰ (مفتی امرتسری)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ و رسول نے جو جو حقوق مال میں مقرر فرما دیئے ہیں، اس میں فرق کرنا سخت گناہ ہے، اس کے واسطے اللہ پاک نے خود جس قدر اہتمام فرمایا ہے، اور جس قدر اس کے خلاف پر وعید او دھمکی فرمائی ہے، وہ پتہ کو پانی کرنے کے لئے بہت کافی ہے، ذرا رسالہ غصب المیراث کو سب صاحب غور سے دیکھ لیں، اس سے بہت کچھ آپ پر کھل جاوے گا۔

(فقط بندہ ناچیز محمد الیاس عفی عنہ)

صورت مسئولہ میں واضح و لائح ہو کر لڑکیوں کو حصہ شرعی میراث نہ دینا صریح ظلم و رسم کفار پہ عامل بنتا ہے پس مسلمانوں کو اسلام میں پورے طور پر داخل ہونا چاہیئے۔ لقولہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوت الشیطان الآیۃ، یہ نہیں کہ بعض باتیں اسلام کی قبول کریں، اور بعض رسمیں کفار پر عامل نہیں، چونکہ لڑکیوں کو حصہ نہ دینا صریح قرآن مجید کا خلاف کرنا ہے، کما لا یخفیٰ، واللہ اعلم

(کتبہ ابو محمد عبد الجبار، مدرس مدرسہ حمیدیہ عربیہ، دہلی، صدر بازار)

الجواب صحیح والرای نجیح :۔ (عاجز ابو محمد عبد الوہاب المہاجری، امام جماعت غرباء اہلحدیث)

جو رسوم کہ خلاف شرع محمدیہ ہیں، ان کی بیخ کنی اہل اسلام پر فرض ہے، اللہ پاک مسلمانوں کو نیک توفیق دے، کہ وہ اس کی طرف توجہ کریں۔

(العبد ابو یحییٰ عبد اللطیف، مدرس مدرسہ حمیدیہ، موری دروازہ دہلی)

یہ جابرانہ رسم یعنی لڑکی کو حصہ نہ دینا، انہیں چند رواجوں میں سے ہے، جو فی الحقیقت زمانہ جاہلیت سے منتقل ہو کر ہماری قوم میں آئے، اے مسلمانو! ڈرو اللہ سے، اور اس ظلم سے باز آؤ، یہ حق العباد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہ ہوگا، قیامت کے دن سے ڈرو، جس کی شان یہ ہے کلکم اتیہ یوم القیمۃ فردا۔ یعنی ہر ایک بندہ خدا کے پاس اکیلا آوے گا۔

(ابو محمد عبد الجبار، مہتمم مدرسہ اشاعت القرآن والسنۃ، سوکھپوی)

بے شک یہ غلط رسم ہے، ہر مسلمان کو شرعی تعلیم کرکے حصہ دینا لازم ہے، جو اس کے خلاف کریں گے، وہ غاصب اور ظالم ہوں گے۔ اللھم احفظنا۔ آمین

(الراقم محمد داؤد، رہپوا، ابو اسحاق عبد الرزاق رہپوہ، عبد الصمد رہپوا)

بے شک یہ رواج یعنی لڑکی حصہ نہ دینا رسم جاہلیت ہے، اس سے بچنا چاہیئے، اور مسئلہ شرعی پر عمل کرنا فرض ہے، اس پر کاربند ہونا چاہیئے، تصریح اس مسئلہ کی اوپر علمائے کرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فرما چکے ہیں، زیادہ ضرورت نہیں (العبد عبدالغفار غفر لہ الستار اوتہوی)
(بندہ عبدالرحمن عفی عنہ) (ملخص از اصلاح میوات از ص ۱۹ تا ص ۲۹)

س: زید و عمرو دو حقیقی بھائی تھے عمرو کا انتقال ہو چکا ہے، زید و عمرو کے والد کا ایک مکان جو اس نے اپنے عالم حیات میں خریدا تھا موجود ہے، نیز زید و عمرو کی شراکت سے پیدا کردہ ایک مکان اور ایک دکان ہے، مرحوم عمرو کی دو لڑکیاں، اور زوجہ موجود ہے تقسیم شرعی کس طرح ہو بینوا توجروا

ج: عمرو کو والد کی جائداد سے نصف ملے گا اسی طرح مشترک خرید کردہ میں سے بھی نصف اس کا ہے، اس ساری متروکہ جائداد کی تقسیم یوں ہو گی

۲۴ صورت مسئلہ عمرو مرحوم

زوجہ	بنت	بنت	اخ زید
۳	۸	۸	۵

یعنی کل جائداد سے آٹھواں حصہ بیوی کو اور ثلثان ۲/۳ لڑکیوں کو ملے گا، اور باقی کا مالک عمرو کا بھائی زید ہو گا (نوٹ) یہ تقسیم ادائے قرض (قرضہ عمرو) مہر وغیرہ اور اجرائے وصیت کے بعد ہو گی، واللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۲۳ ۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

س: زید نے اپنا مکان اپنے چچا عمرو کو ہبہ کر دیا، اور قبضہ مالکانہ بھی دے دیا عرصہ آٹھ سال کے بعد عمرو (موہوب) نے مکان بحق خالد بیع رجسٹری کر دیا اس کے بعد زید نے بھی مکان موہوبہ کسی اور کے حق میں بیع کر دیا، از روئے شرع شریف مکان موہوبہ کا مالک زید ہے یا عمرو، اور کس کی بیع صحیح ہو گی۔

ج: مکان کا مالک موہوب ہے جب کہ وہ باقبضہ مالک بھی ہو چکا ہے، اب واہب کو کوئی اختیار نہیں، کہ اس مکان کو بیع وغیرہ کرے، اور نہ واپس لے سکتا ہے، حدیث میں آیا ہے، ہبہ کو واپس لینے والا کتے کی طرح ہے جو قے کر کے کھا لیتا ہے، اللہ اعلم۔

(اہل حدیث، امرتسر ص ۱۳ ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء)

(یہ حدیث بخاری شریف میں بایں الفاظ مروی ہے۔ العائد فی هبته کالکلب یعود فی قیئه) (راز)

س: آپ براہ مہربانی اخبار اہلحدیث میں تحریر فرمائیں۔ کہ قرآن پاک وحدیث شریف کے بموجب لڑکیوں کا حصہ وراثت نہ دینے والوں کا نذرانہ لینا، اور ان کا کھانا کھانا مولویوں کو، اور ان کی دعوتوں

www.KitaboSunnat.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شریک ہونا عام مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ باپ جب تک زندہ ہے، اس پر حصہ نہ دینے والا لفظ صادق نہیں آتا۔ ہاں اگر وہ وصیت لکھ دے، کہ میرے ترکہ میں سے میری لڑکیوں کو نہ دینا، تو ظالم ہے، اس کی کمائی جائز طریق سے ہے، تو نذرانہ اور اس کی دعوت جائز ہے، حرام کی کمائی ہے، تو حرام ہے، لڑکیوں کو حصہ سے محروم کرنا ظلم ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ)

س:۔ کیا شوہر اپنی زندگی میں اپنی بیوی کو کوئی رقم ہبہ کر سکتا ہے، اور ایسا کرنے کے لئے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے؟

ج:۔ اس کی خدمت اور اطاعت پر بطور انعام دے سکتا ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۲، ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ)

س:۔ خالد فوت ہو گیا، ایک بیوی ۲ لڑکے ۴ لڑکیاں ہیں، ترکہ کیسے تقسیم ہو؟

ج:۔ ترکہ میں فی روپیہ ۲ر زوجہ کو، فی لڑکا ساڑھے تین آنہ، فی لڑکی سات پیسے

(اہلحدیث امرتسر ۱۵ صفر ۱۳۶۳ھ)

س:۔ زید نے چند وارثان چھوڑ کر انتقال کیا، جو درج ذیل ہے، ایک زوجہ، دو لڑکیاں، ایک برادر، ایک بہن، ترکہ کس کو کتنا ملنا چاہیے؟

ج:۔ مسئلہ ۲۴ تصحیح ۷۲

میت زید

زوجہ	لڑکی	لڑکی	بھائی	ہمشیرہ
۳/۹	۸/۲۴	۸/۲۴	۱۰	۵

صورت مرقومہ میں زید کا ترکہ بعد ادائے قرض، وصیت اور مہر ۷۲ حصوں پر تقسیم ہوگا، ۹ حصے زوجہ کو، ۲۴ و ۲۴ حصے ہر ایک لڑکی کو، ۱۰ حصے بھائی کو، ۵ حصے ہمشیرہ کو دیئے جائیں گے

(اہلحدیث امرتسر ص ۲، ۹ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ)

س:۔ زید کا باپ بدچلنی میں اپنی جائداد خراب کرتا ہے، ایک زانیہ عورت اور اس کے رشتہ داروں سے اسی ناجائز تعلق میں اس حد تک سلوک کرتا ہے، اور کرنا چاہتا ہے، کہ اپنی حقیقی اولاد کے لئے کچھ چھوڑنا نہیں چاہتا، ایسی حالت میں اولاد اس کے ایسا کرنے میں مانع ہو، تو نافرمانی کی وجہ سے گنہ گار تو نہیں؟

ج:۔ صورت مرقومہ میں زید کا والد ظالم اور گمراہ ہے، اور اس کو ایسے ظلم اور کجروی سے نیک نیتی کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سا نفروکن گناہ نہیں، بلکہ ثواب ہے، حدیث شریف میں ہے انصر اخاک ظالما ومظلوما (جو کوئی ناجائز کام کرتا ہو اس کو روک دو) مگر باپ کے مرتبہ کا لحاظ اور ادب رکھ کر بے ادبی نہ کرے صرف اس ناجائز حرکت سے روکے (اہلحدیث امرتسر ۱۲ صفر المظفر ۳۶ھ)

س: ۔ ایک لڑکا اور لڑکی کے ماں باپ صغر سنی میں انتقال کر گئے، اور ماموں نے پرورش کئے، ان بچوں کے والدین کے پاس کسی قدر زیور اور مویشی بھی تھے، جب لڑکی بالغ ہوئی، اس کے ماموں نے شادی کر دی، اور اپنے گھر سے چند مویشی بھی بطور ہبہ کے دیئے، جب لڑکا بالغ ہوا، مویشی اور زیور اپنے ماموں سے لے کر بہن کے پاس رہنے لگا، امسال اس کا انتقال ہو گیا، ماموں نے وہ زقومات جو اس کے والد کی تھیں، اس کی بہن سے لے کر کہا، کہ میں اس کا چہلم کروں گا، بہن اس کے خلاف ہے، اور کہتی ہے میں چہلم کروں گی، غرض یہاں تک نزاع ہوئی کہ اس لڑکی کو شادی میں دیئے ہوئے مویشی بھی واپس لینے کا ماموں ارادہ کرتا ہے، لہذا دریافت طلب امور یہ ہیں کہ آیا ماموں کا ان زقومات و مویشی پر جو ان بچوں کے ماں باپ کے تھے، کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں اور وہ مویشی جو شادی میں لڑکی کو دیئے تھے، ماموں واپس لینے کا مجاز ہے یا نہیں؟

ج: ۔ والدین کی رقوم اور مویشی کا حق ان کی اولاد لڑکے لڑکی کو ہے، ان کے ماموں کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الایۃ ماموں نے جو مویشی ہبہ کئے ہیں، ان کا واپس لینا منع ہے (ہدایہ وغیرہ) اہلحدیث امرتسر ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ)

س ۳: ۔ حاجی محمد قاسم کے دو وارث تھے، ایک لڑکا محمد ہاشم، دوسری لڑکی خدیجہ۔ ان دونوں نے مورث کے ترکہ سے حصے پا لئے، اس کے بعد ہاشم مر گیا، اس کے بعد اس کی بیوی اور ہمشیرہ اور ہمشیرہ زادی ریزابی رہے، اس کے بعد ہاشم کی ہمشیرہ خدیجہ بھی فوت ہو گئی، اور اس کی بیٹی ریزابی زندہ رہی، ان دونوں کا حصہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

ج: ۔ ہاشم کا حصہ یوں تقسیم ہوگا، ایک ثلث اس کی بیوی کو، اور دو ثلث اس کی ہمشیرہ کو ملیں گے خدیجہ کا ترکہ اس کی لڑکی ریزابی کو ملے گا، واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ اپریل ۱۹۱۸ء)

تشریح س ۳ کا جواب، ہاشم کا ترکہ (حصہ) یوں تقسیم ہوگا، ایک ثلث اس کی بیوی کو، اور دو ثلث اس کی ہمشیرہ کو ملے گا جس کی تصحیح یوں ہونا چاہیئے، ایک ربع بیوی کو، اور بطور رد بقیہ ہمشیرہ کو ملے گا (عبد الرحمن البجوادی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابل توجہ علماء اہلحدیث

مسئلہ رد

رَدّ کے معنی لوٹانا، اور اہل فرائض کی اصطلاح میں جو مال ذوی الفروض کو دے کر باقی رہے بصورت عدم موجودگی عصبہ پھر ذوی الفروض پر تقسیم کردینا۔ رد کی صحت میں علماء کا سخت اختلاف ہے، علماء احناف رَدّ کے قائل ہیں، اور علمائے محدثین محققین فرماتے ہیں، کہ رَدّ بچند دلیل صحیح نہیں، بلکہ شرعی حد سے تجاوز کرنا ہے۔ لان اللہ تعالیٰ قد رنصیب اصحاب الفروض بالنص الظاھر فلا یجوز ان یزاد علیہ فمن قال بالرد تعدی عن حد الشرعی وقد قال اللہ تعالیٰ۔ من یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا ولہ عذاب مھین۔ اقول ان الرد اما بالفرضیۃ او العصوبۃ او الرحم لا یجوز ان یکون باعتبار الفرضیۃ لانہ وصل بذوی الفروض فرضھم ولا باعتبار العصوبۃ لان باعتبارھا یقدم الاقرب فالاقرب وھو منتف ولا باعتبار الرحم لا منافی معنی الاستحقاق کالعصوبۃ واذا بطلت ھذہ الوجوہ بطل الرد۔

الحاصل مسئلہ رد نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث سے اور نہ قیاس صحیح سے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان بالبیان اور یہی مذہب ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرائض زیادہ جانتے تھے، خود حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افرضھم زید بن ثابت رضی اسی کے قائل ہیں عروہ اور زہری، اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ونقل عن بعض اصحاب الشافعی انہم یفتون بتوریث ذوی الارحام مع ذوی الفروض لھذا المعنی کذا فی المستصفی۔ اور صاحب در مختار نے جو لکھا ہے یرد علیھم بقدر سہامھم اجماعا لفساد بیت المال یہ ان کا تسامح ہے صحت رد پر دعوی اجماع صریح باطل ہے اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق فقیر کے رسالہ تصحیح الفرائض عربی میں جو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ طبع ہو کر شائع ہوگا، ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

تنبیہ: ساتبدائے عالم سے یہ بات دیکھی جاتی ہے، کہ ہر امر کی ابتدا بقوت ہوتی ہے اور بمرور مرور دہضی سنین وشہور اس کی قوت کم ہو جاتی ہے، اور ضعف بڑھتا جاتا ہے، چنانچہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر شریعت اور ہر ملت کی قوت جو ابتدا میں تھی، اوسط یا آخر زمانہ میں نہ رہی، اسی بنا پر اس ملت بیضا جس کا دن اور رات یکساں روشن ہے، اس کے قرن اول لے اور ثانی میں جو قوت تھی آج وہ قوت بالکل سلب ہوگئی، اور ضعف شدید پیدا ہوگیا، لوگوں میں تقلید کا مادہ یک دم نہ تھا، ہر ہر قدم پر کتاب وسنت کی اتباع کرتے، مسائل شرعیہ میں کسی کا قول اگرچہ علامہ دوراں ہوتا بلا دلیل نہیں ملتے تھے، آج وہ قوم جس کا دعویٰ ہے، کہ میں متبع قرآن وسنت ہوں، ان کی حالت یہ ہو رہی ہے کہ بہتیرے مسائل میں فقہائے مقلدین کے اقوال پر اعتماد کر کے فتویٰ دیتے ہیں، اور تحقیق سے کام نہیں لیتے، چنانچہ علمائے اہلحدیث نے درباب فرائض بہت کچھ تساہل اختیار کر لیا ہے جہاں استفتا آیا، اور قلم برداشتہ مذہب فقہائے حنفیہ کے موافق جواب تحریر فرما دیا، چنانچہ من جملہ مسائل فرائض ایک ردّی کا مسئلہ ہے، عدم توجہ کے باعث بعض صورت میں مستحق محروم کر دیا جاتا ہے، مثلاً زید نے انتقال کیا، اور چھوڑا ذوی الفروض اور ذوی الارحام، پس جب مسلک فقہائے احناف ذوی الارحام یک دم محروم رہیں گے، حالانکہ مابقی از ذوی الفروض ذوی الارحام کو ملنا چاہیے۔ کما حققتہ فی رسالتی تصحیح الفرائض، علاوہ ازیں اور مسائل بھی محققین اہلحدیث کے خلاف ہیں کما لا یخفی علی اہل العلم۔

حضرات علمائے کرام اہلحدیث پر لازم ہے، کہ اس امر کی جانب ضرور توجہ مبذول فرمائیں

(ابو طاہر بہاری عفا عنہ الباری، مدرس مدرسہ احمدیہ)

ایک مسئلہ ردّی پر کیا موقوف ہے، فرائض کی بہت سی صورتیں قابل توجہ ہیں (اڈیٹر)

(اہلحدیث امرتسر ۱۹ اپریل ۱۹۱۸ء)

محجوب پوتا

عرصہ ہوا امرتسر سے ایک آواز اٹھی تھی، کہ کسی مرحوم کے ترکہ میں جس طرح اس کا زندہ بیٹا وارث ہے، اس کی زندگی میں متوفی لڑکے کا بیٹا یعنی اس کا پوتا بھی وارث ہونا چاہیے، اس کا جواب اہلحدیث مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۱۷ء میں دیا گیا، اس پر امرتسری اہل علم میں مباحثہ چلا مباحثہ ہوتے ہوتے قریب ہاتھا پائی کے نوبت پہنچی، جس کو خاکسار الگ بیٹھا دیکھا کیا، جب یہ ہاتھا پائی ختم ہوئی، تو ہمارے عزیز دوست حافظ محمد اسلم صاحب جیراج پوری کا ایک مضمون رسالہ معارف بابت جولائی ۱۹۱۸ء میں نکلا جس میں موصوف نے عالمانہ رنگ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب نے یتیم پوتے کی تائید میں بڑے زور سے لکھا، کہ یتیم پوتے کو دادا کے ترکے سے محروم کرنا سراسر ظلم ہے، اس نے جواب میں امرتسری حنفی اخباروں میں سلسلہ مضامین شروع ہوا تو خاکسار پھر خاموش رہا، کہ بغیر ہمارے دخل دیئے اگر کام نکل سکے، تو دخل دینے کی ضرورت کیا، مگر افسوس کہ سلسلہ باوجود مدت دراز گذرنے کے کسی معقول حد تک نہیں پہنچا

ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے، کہ حافظ صاحب جیراج پوری کا مضمون علم کی شان لئے ہوئے ہے، اس کے جواب میں حنفی اخبارات کا رویہ ذاتیات تک پہنچنا اچھا نمونہ نہیں، کسی میں راقم مضمون حافظ صاحب پر کسی ہیں ان کی لاگ لپیٹ میں مدیں خیال کہ حافظ صاحب بھی اہلحدیث ہوں گے، کیونکہ ایسی موشگافیاں (بحسن ظن فریق ثانی) اہلحدیث ہی کے حصہ میں ہیں، تمام فرقہ اہلحدیث پر نظر عنایت کی گئی، حالانکہ سب سے اول مخالف اس خیال کا امرتسر میں اہلحدیث ہی تھا اس لئے مایوس ہو کر آج اس کار میں دخیل ہونے کو نہایت اختصار سے مضمون ہذا نذر ناظرین کرتے ہیں:۔

مسئلہ متنازعہ کی صورت یہ ہے

زید

میت

پوتا بیٹا

اس صورت میں باتفاق علمائے اسلام بیٹا وارث ہوگا، اور پوتا محروم۔

بس یہ ہے صورت متنازعہ، فاضل جیراج پوری نے مسئلہ ہذا پر بحث کرتے ہوئے علم وراثت کے بہت سے مسائل پر ضمناً نکتہ چینی کی ہے، ہم اس سے منکر نہیں، کہ علم فرائض میں جو قواعد تقسیم وراثت کے یا بعض ورثاء کے حصے لکھے گئے ہیں، ان پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے لیکن سر دست ہم صرف اس مسئلہ پر بحث کو محدود کر کے اپنا روئے سخن صرف اسی طرف رکھتے ہیں، جو اصل متنازعہ ہے۔

حافظ صاحب موصوف نے یوں تو بڑی قابلیت سے مضمون کو ادا کیا ہے، مگر ہمارے خیال میں (معاف فرمائیں) آپ کا مضمون آداب مناظرہ کے خلاف ہے، کیونکہ جارحانہ پہلو سے کام لیا ہے، برہان سے اثبات مدعا نہیں کیا

صورت متنازعہ ہم بتا آئے ہیں، بات بالکل صاف ہے، کہ صورت مرقومہ میں پوتے کو بھی وراثت دلوانے کے لئے کوئی نقلی دلیل (آیت یا حدیث) پیش کرنی چاہیئے تھی، در صورت عدم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقلی کے عقلی دلیل سے ثابت کرنا تھا جو افسوس نہیں کیا گیا کہ

ہم اس سے غافل نہیں، کہ حافظ صاحب نے آیت اولاد کم لکھی ہے یعنی یوصیکم اللہ فی اولادکم میں پوتے کو داخل کیا ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں تقسیم ترکہ کا حکم دیتے ہیں، حافظ صاحب کہتے ہیں، کہ جس طرح بیٹا اولاد ہے پوتا بھی ہے، بہت خوب! لیکن سوال یہ ہے، کہ بیٹا بلا واسطہ اولاد ہے، کیا پوتا بھی بلا واسطہ اولاد ہے؟ بلا واسطہ کہتے ہوئے، اس سوال کا جواب بھی سوچ لینا مقدم ہے، کہ جس لڑکی کا باپ اور دادا زندہ ہیں، اس کے نکاح کا ولی کون ہوگا؟ باپ یا دادا، ہم اس سوال کا جواب مختلف فیہ نہیں جانتے، اس لئے باتباع قرآن شریف خود ہی دیتے ہیں، کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا ولی نکاح نہیں ہوگا۔ حافظ صاحب کو اس میں اختلاف ہو، تو ان کا حق ہے کہ انکار کردیں، اور دادا کو ولی ظاہر کریں، پس اگر باپ کے ہوتے ہوئے دادا کو حق ولایت نہیں، تو ثابت ہوا، کہ پوتا دادا کی اولاد بالواسطہ ہے بے واسطہ نہیں، لہٰذا اولاد کا لفظ صلبی اولاد کے لئے حقیقت اور غیر صلبی کے لئے مجاز ہوا، اور یہ تو علم اصول میں ثابت شدہ بات ہے، کہ ایک ہی لفظ سے حقیقت اور مجاز آن واحد میں مراد لینا جائز نہیں، پس اولادکم میں بیٹا ہونے کی صورت میں پوتا کیونکر مراد ہو سکے گا۔

عقلی دلیل بھی حافظ صاحب کے مدعا کے خلاف پائی جاتی ہے، کیونکہ اہل فلسفہ اس بات پر متفق ہیں، کہ علت بعیدہ کا اثر معلول پر نہیں پہنچتا، بلکہ علت متوسطہ سے معلول پیدا ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض اوقات معلول ایسے وقت میں وجود پذیر ہوتا ہے، کہ علت بعیدہ خود موجود نہیں ہوتی، حالانکہ علت و معلول میں انفکاک جائز نہیں، لہٰذا ثابت ہوا، کہ دادا پوتے کے لئے بیٹے کی طرح علت قریبہ نہیں ہے، بلکہ اگر کچھ ہے، تو علت بعیدہ ہے، جس کو معلول اول سے بہ نسبت ثانی کے بعد ہے۔

علاوہ اس کے مسئلہ وراثت اور مسئلہ وجود کی بنا ایک نہیں مسئلہ وجود کی بنا وجود ہے، اور مسئلہ وراثت کی بنا عدم (موت) ہے، کیونکہ وارث محض وجود پذیر ہوتے ہی اپنے مورث کا وارث نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کی موت کے بعد ہوتا ہے۔ بسا اوقات، وجود کے برعکس وراثت کا ظہور ہوتا ہے، مثلاً ایک شخص کے ہاں بیٹا پیدا ہوا، بالغ ہوا، الگ ہو کر کماتا رہا، مالک جائداد ہوا۔ وجود کی حیثیت سے وہ باپ کا وارث ہونا چاہیئے لیکن ایسا ہوا کہ وہ مر گیا، اور بجائے اس کے کہ وہ بحسب خیال و گمان ہمارے وہ باپ کا وارث ہوتا باپ اس کا وارث ہوتا ہے، کیوں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ محض سلسلہ وجود علت وراثت نہیں، بلکہ موت کو بھی دخل ہے۔

پس دادا کے مرنے پر جب جائداد کا انتقال ہوا، تو اس کے سامنے دو سٹیشن آئے، ایک بیٹا دوسرا پوتا، بیٹا قریب تھا، اور پوتا بعید، اس لئے ترکہ قریب کے اسٹیشن پر ٹھہر کر رہ گیا، اس لئے اس تقریر کو واضح کرنے کے لئے ہم ذرا اور تفصیل کرتے ہیں، اور اس تفصیل کے لئے ایک نقشہ بناتے ہیں جو یہ ہے:۔

اس نقشہ کو ہم بجلی کی روشنی سے تشبیہ دیں، تو یوں کہہ سکتے ہیں، کہ دادا سے روشنی کا کرنٹ چلا، تو بیٹے پر پہنچا، بیٹے کے ذریعہ سے پوتے پر آتا تھا، مگر وہاں پر اتصال نہ پاکر کرنٹ رک گیا، دوسری طرف بیٹے سے اتصال ہوا، اس نے روشنی کو قبول کر لیا، میرے خیال میں یہ مثال ایسی واضح ہے کہ اس سے اچھی کوئی مثال نہیں۔

ایک اور طرح بھی ہم اپنا مدعا عرض سکتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں، کہ پوتا اپنے باپ کا وارث ہے، اس لئے اگر اس کا مرحوم باپ اگر کچھ چھوڑ گیا ہے، تو اس کے چچا کو اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا، بلکہ وہی اپنے باپ کا وارث ہوگا، پھر جس صورت میں یہ یتیم پوتا اپنے باپ کا وارث ہے، تو زندہ بیٹا اپنے باپ کا سارا وارث کیوں نہ ہو؟

علاوہ اس کے حافظ صاحب کی نقلی دلیل پر ایک اعتراض اور بھی ہے، جو یہ ہے، کہ اولاد کا لفظ اگر پوتوں کو بھی شامل ہے، تو جس صورت میں ایک شخص کے دو بیٹے زندہ اور انہیں دو بیٹوں کے دو، دو بیٹے زندہ ہیں، اور مرحوم بیٹے کے دو بیٹے زندہ ہیں، جس کی صورت یہ ہے:۔

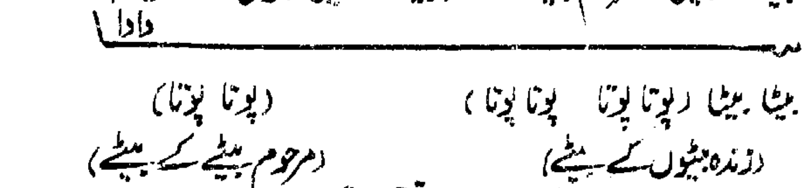

کیا اس صورت میں دادا کی جائداد آٹھ اولادوں پر تقسیم ہوگی، حافظ محمد اسلم صاحب نے اسے تسلیم نہیں کیا، فرمایا ہے، کہ زندہ بیٹے اپنے بیٹوں تک حصہ پہنچنے کو مانع ہیں، کیونکہ وہ خود وارث ہیں، مگر مرحوم بیٹے کی اولاد وارث ہوگی، کیونکہ ان کا مانع باپ تھا، وہ نہیں ہے، لہذا میں کہتا ہوں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ ہی ہو، ہم آپ کے اس اصول پر اعتراض نہیں کرتے، بلکہ یہ دریافت کرتے ہیں، کہ اولاد کا لفظ بقول آپ کے جب ان پوتوں کو بھی شامل ہے، تو زندہ بیٹوں کے بیٹوں کو نہ سہی مردہ بیٹے کے دو بیٹوں کو آپ بھی اولاد مانتے ہیں، تو کیا پھر اس دادا مرحوم کے ترکہ کو چار اولادوں پر تقسیم کریں گے دو زندہ بیٹوں کو، اور دو یتیم پوتوں کو؟ اس صورت میں ایسا کریں گے، تو ممکن ہے، کہ کوئی صورت آپ کو ایسی بھی پیش آجائے، کہ زندہ بیٹے کو دسواں حصہ دلائیں گے؟ اور پوتوں کو نو؟ تو کیا آپ بتا سکتے ہیں، کہ زندہ بیٹے نے کیا گناہ کیا، کہ اس کا حصہ اتنا کم کر دیا گیا، کہ اگر اس کا حقیقی بھائی زندہ رہتا، تو اتنا کم نہ ہوتا۔

غالباً حافظ صاحب اور ان کے ہم خیال ایسا نہ کہیں گے، اس لئے ہم بھی اس پر زیادہ زور نہیں دیتے بلکہ حافظ صاحب یہ کہیں گے، کہ مرحوم بیٹے کی اولاد اپنے باپ کا حصہ لیں گے، تو اس صورت میں آپ کو ماننا پڑے گا، کہ اولاد کا لفظ پوتوں کو اصلی معنی سے شامل نہیں، اور مجازی سے ہمیں بحث نہیں، اس مسئلہ کے حامیوں نے اپنی دلائل میں ایک اور آیت قرآنی بھی لکھی ہے جو مع ترجمہ یہ ہے:۔

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ۔

(ترجمہ) خدا نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں بنائیں، اور تمہاری بیویوں میں سے بیٹے اور پوتے بنائے کہتے ہیں کہ پوتوں کو خدا نے نعمت قرار، تو پھر ان کو محروم کیوں کیا جائے؟

میں کہتا ہوں، کہ آپ خود اس آیت کا خلاف کرتے ہیں، اگر نہیں، تو ہماری پیش کردہ صورت میں (جس میں دو بیٹے اور چھ پوتے ہیں) آٹھ پر تقسیم کیوں نہیں کرتے، وہاں کیوں چار پوتوں کو محروم کر کے صرف دو کو دیتے ہیں، اگر کسی وجہ سے ایسا کر کے بھی اس نعمت کے قائل رہ سکتے ہیں، تو ہم بھی اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں، کہ بیٹے نعمت ہیں (یعنی بقول آپ کے وارث) اور بیٹوں کے بعد پوتے نعمت ہیں، یعنی بقول آپ کے بیٹوں کے نہ ہونے کی صورت میں پوتے وارث ہیں، جیسے آپ نے زندہ بیٹوں کی اولاد پوتوں کو باوجود نعمت ماننے کے محروم کیا، ہم نے بھی زندہ بیٹا ہونے کی صورت میں پوتوں کو باوجود نعمت ماننے کے ترکہ سے محروم سمجھا، تو دونوں برابر ہوئے یا کم وبیش؟

حافظ صاحب نے ایک اور دلیل عقلی نہیں، بلکہ فرضی پیش کی ہے، فرماتے ہیں، کہ اگر پوتوں کو معلوم ہوگا، کہ چچا کی زندگی میں ہم دادا کی جائداد سے محروم ہیں، تو طبعی جوش میں چچا کو قتل کر ڈالیں گے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مالک بن جائیں گے، اس کا جواب یہ ہے، کہ یہ بھی ممکن ہے، کہ دو بھائیوں کی صورت میں ایک بھائی عیاش ہو، اور وہ جوش مستی میں بھائی کو قتل کر ڈالے، کہ میں ساری جائداد کا واحد مالک بن جاؤں تو کیا ایسی صورت کا بھی کوئی انتظام جناب نے سوچا ہے؟

مختصر یہ کہ یتیم پوتا اپنے باپ کا قائم مقام ہے، تو زندہ بیٹا بھی اپنے باپ کا قائم مقام ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہے، کہ زندہ بیٹے کے ساتھ پوتا دادا کی جائداد میں اس کا شریک ہو سکے بحالیکہ وہ جائداد اس کے باپ کی طرف ہنوز منتقل نہیں ہوئی۔

حافظ صاحب اور ان کے ہم خیال اصحاب کو یتیم پوتے پر بہت رحم آتا ہے، جس رحم میں ہم بھی ان کے شریک حال ہیں، بلکہ یوں کہیے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں بھی اس یتیم بچے کا حال قابل رحم ہے اس لئے اس نے دادا کو اجازت دی ہے، کہ پوتے کے حق میں مناسب وصیت کر کے فائدہ پہنچائے، مگر اسلامی مسائل چونکہ قانون قدرت پر مبنی ہیں، اور قانون قدرت یہ ہے، کہ بلا واسطہ اتصال رکھنے والا بے واسطہ کے برابر نہیں ہو سکتا، اس لئے بیٹے کے ساتھ پوتا وارث نہ ہوگا، مگر دادا اس کے حق میں وصیت کر سکتا ہے، اور اگر دادا بھی اپنے پوتے کے حق میں وصیت کر کے فائدہ نہ پہنچائے تو بحکم وعلی الوارث مثل ذلک دیگر اقربا پر فرض ہے، کہ یتیم لڑکوں کی خبر گیری کریں، امید ہے کہ اس مسئلہ کے حامی ہماری مختصری گذارش پر غائر نظر سے غور کریں گے۔

اندکے با تو بگفتم و بدل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(اہلحدیث امرتسر ص ۳ ۲۴ رصفر ۱۳۳۷ھ)

س، مساۃ معصومہ کا کل اثاثہ ہے، اور اس کی تین لڑکیاں، بڑی مصری، منجھلی مریم چھوٹی زینب، ایک بھائی امید علی اور ایک بہن سہورہ ہیں، اول مصری کا انتقال ہوا مصری نے ایک زوج عبدالحلیم دو لڑکے حبیب الرحمٰن و عبداللہ و ایک لڑکی سائرہ و والدہ معصومہ و دو بہنیں مریم و زینب و ایک ماموں امید علی و ایک خالہ سہورہ چھوڑے، اس کے بعد معصومہ کا انتقال ہوا، اس نے دو نواسے حبیب الرحمٰن و عبداللہ و ایک نواسی سائرہ و ایک بیٹی مریم و ایک بھائی امید علی، و ایک بہن سہورہ چھوڑے، اس کے بعد حبیب الرحمٰن کا انتقال ہوا، اس نے والد عبدالحلیم ایک بھائی عبداللہ و ایک بہن سائرہ و ایک خالہ مریم و خیرہ وغیرہ چھوڑے، اس کے بعد سائرہ کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد جو وارث چھوڑے، وہ اوپر کے سوالات سے ظاہر ہے۔

(سائل عطار الحق زوج مساۃ مریم از مقام مجھول ضلع گونڈہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج: سارا اثاثہ آپ معصومہ کا لکھتے ہیں، تو معصومہ مورث اعلیٰ ہوئی، پھر جو اس سے پہلے مرے ہیں مصری وغیرہ ان کو اس تقسیم میں دخل نہ ہوگا، اسی لئے ہم نے معصومہ کو مورث اعلیٰ مالک اثاثہ قرار دے کے جواب دیا ہے۔

مسئلہ ۶ معصومہ

بیٹی	بھائی	بہن	نواسے	
مرید	امید علی	سہورہ	حبیب الرحمن	عبداللہ
۳	۲	۱	م	م

اس کے بعد جن کی وفات دکھائی ہے، ان کو اس ترکہ میں حصہ نہیں، اس لئے وہ اس مناسخہ میں نہیں آسکتے۔ یہ جواب آپ کو کافی نہ ہو، تو مورث مالک اثاثہ کے بعد اموات کو بالترتیب لکھ کر سوال بھیجیں، اس سوال کا جواب یہی ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ص ۱۴ ربیع الاخری ۱۳۳۷ھ)

محجوب پوتا

مکرم و مخدوم قوم دام فیضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ نے اخبار اہلحدیث مؤرخہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ میں حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری سلمہ اللہ تعالیٰ کے مضمون محجوب الارث کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے، اس کی بابت خدمت عالی میں یہ عرضداشت بھیجنا ضروری سمجھتا ہوں، امید ہے، کہ اس تحریر کو اخبار مذکور میں شائع فرمادیں گے۔

حافظ صاحب موصوف کا جو مضمون رسالہ معارف کے جولائی اور اگست کے نمبر میں نکلا ہے خوش قسمتی سے مجھے اس کے پڑھنے کا موقع ملا ہے، حافظ صاحب کا دعویٰ یہ ہے، کہ قرآن و حدیث تو خیر خود فقہ بھی اصولاً یتیم اولاد کو محجوب نہیں کرسکتی، اس دعویٰ کا اثبات ایسی خوبی کے ساتھ ادا کیا گیا ہے، کہ اس میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، آپ سے اتنی شکایت ضرور ہے کہ اس مضمون کو اپنے اخبار میں بلا چھاپے ہوئے آپ نے اس کے خلاف لکھا، وہ مضمون بھی ناظرین اہلحدیث پڑھ لیتے، تو پھر اس کے بعد آپ کی رائے کا وزن ان کو اچھی طرح معلوم ہوتا۔

دوسری شکایت یہ ہے، کہ خود آپ نے بھی اس مضمون کو سرسری نگاہ سے دیکھا، اور شاید اس کا بقیہ حصہ جو اگست میں چھپا ہے، آپ نے غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا، جس میں ان تمام باتوں کا مفصل جواب موجود ہے، جو آپ نے تحریر فرمائی ہیں۔[1]

[1] جواب تھا تو بجائے اتنا لمبا لکھنے کے آپ وہی نقل کر دیتے کس نے منع کیا تھا (ایڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے حافظ صاحب سے اختلاف فرماتے ہوئے ایسی جزئی اور سرسری باتیں لکھی ہیں جن پر تعجب ہوتا ہے، حالانکہ حافظ صاحب نے ایک نہایت لطیف اصولی بحث کی ہے۔

پہلی بات جو آپ نے تحریر فرمائی ہے، وہ یہ ہے، کہ اولاد کے لفظ کو صلبی اولاد پر آپ حقیقت اور بالواسطہ اولاد پر مجاز قرار دیتے ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

" اولاد کا لفظ صلبی اولاد کے لئے حقیقت اور غیر صلبی کے لئے مجاز ہوا، اور یہ تو علم اصول میں ثابت شدہ بات ہے، کہ ایک ہی لفظ سے حقیقت اور مجاز آن واحد میں مراد لینا جائز نہیں"

اس کے جواب میں یہ عرض ہے، کہ صحیح بخاری کی حدیث آن واحد میں بیٹی اور پوتی دونوں کو حصہ دلاتی ہے، یعنی بقول آپ کے حقیقی اور مجازی دونوں آن واحد ہی میں مراد ہیں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اولاد کے لفظ کو آپ نے ابن کو وبنات پر قیاس کیا ہے، کہ ان الفاظ کا اطلاق حقیقۃً صلبی پر ہوتا ہے، اور غیر صلبی پر مجازاً لیکن اولاد کا لفظ ایسا نہیں ہے، وہ ان سے عام ہے،[1] علت و معلول کی جو بحث آپ نے فرمائی ہے وہ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے،

بہن، بھائی، چچا اور بھتیجے میت کے وارث ہوتے ہیں، یہاں کہاں علت اور معلول کا سلسلہ ہے، حقیقت یہ ہے، کہ وراثت اقربیت کے محور پر گردش کرتی ہے، اور اقربیت میں یتیم اولاد شامل ہے۔

حافظ صاحب نے اس بات کو خصوصیت کے ساتھ اپنے مضمون میں واضح اور نمایاں طور پر ثابت کیا ہے[2]

بجلی کے کرنٹ کی جو مثال آپ نے لکھی ہے، اور جس کی بابت آپ نے فرمایا ہے، کہ اس سے اچھی کوئی مثال نہیں، آیئے ہم اس سے بھی واضح اور صاف مثال پیش کرتے ہیں، وہ یہ کہ میت نے باپ اور پرنانی کو چھوڑا، ظاہر ہے، کہ اس صورت میں آپ کے قول کے مطابق وراثت کی برق کا جو کرنٹ چلے گا، وہ قریب کے اسٹیشن یعنی باپ پر رک جانا چاہیئے، لیکن قانون وراثت اس کرنٹ کو

---

[1] عام ہے تو ہماری پیش کردہ مثال میں پوتوں کو بھی حصہ دلانے سے کون مانع ہے یعنی کسی مرحوم کے ۲ بیٹے ہیں، ایک بیٹا لاولد ہے، اور ایک کے ۲ بیٹے ہیں، سب ملا کر چار ہوئے، کیا آپ یا حافظ صاحب چار پر تقسیم کریں گے یا دو پر؟ غالباً چار کی ہاں نہ کریں گے، دو پر کریں گے، تو ثابت ہوا، کہ پوتے حقیقۃً اولاد نہیں۔ (اڈیٹر)

[2] محجوب پوتا دادا کی طرف چچا کے ہوتے ہوئے دوسروں کے قریب ہے، مگر اقرب نہیں، اقرب اس کا چچا ہے پس اصولاً چونکہ ہم آپ متفق ہیں، کہ الاقرب فالاقرب لہذا مسئلہ کا یہی فیصلہ ہے (اڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرنانی تک پہنچتا ہے، اور باپ ہی تک محدود نہیں رکھتا، اس سے صاف ظاہر ہوا، کہ آپ کی یہ دلیل بے کار ہے۔[1]

پھر اس کے بعد آپ لکھتے ہیں، کہ یتیم پوتا اپنے باپ کا وارث ہے، تو زندہ بیٹا اپنے باپ کا سارا وارث کیوں نہ ہو؟ اس سے انکار نہیں، کہ زندہ بیٹا اپنے باپ کا وارث کیوں نہ ہو لیکن سارا کا لفظ جو آپ نے لکھا ہے، یہی بحث طلب ہے، اور منطقی طور پر نتیجہ میں یہ الفاظ نہیں آیا، پھر اس کے بعد دو بیٹوں اور چھ پوتوں کا دریافت طلب مسئلہ جو آپ نے لکھا ہے، اس متعلق حافظ صاحب کے مضمون میں صاف جواب لکھا ہے، کہ یتیم اولاد اپنے باپ کے قائم مقام ہو کر وہی حصہ لے گی جو اس کے باپ کا تھا۔ قائم مقام کا اصول نظر انداز کر دینے سے یہ غلط فہمی آپ کو پیدا ہو گئی، اور غلط فہمی کی بنیاد پر آگے چل کر آپ اس بات پر اصرار کرتے ہیں، کہ زندہ بیٹوں کے بیٹوں کو بھی حصہ کیوں نہیں جاتا، حالانکہ جب ان کے باپ زندہ ہیں، تو ابھی وہ بیٹے ان کے قائم مقام کیوں کر ہو سکتے ہیں، بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ باپ کی موجودگی میں دادا باپ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اسی لئے وارث نہیں ہوتا۔[2]

حافظ صاحب کی فرضی دلیل پر آپ نے جو آپ کے معارضہ کیا ہے، کہ:- دو بھائیوں کی کی صورت میں ایک بھائی عیاش ہے، اور وہ جوش مستی میں بھائی کو قتل کر ڈالے، کہ میں ساری جائداد کا واحد مالک بن جاؤں، تو کیا ایسی صورت کا بھی کوئی انتظام جناب نے سوچا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے، کہ اس کا شریعت نے خود مکمل بندوبست کر دیا ہے، کہ قاتل کو وراثت نہیں ملتی، اور وہ قصاصاً قتل کر دیا جاتا ہے، جو صورت حافظ صاحب نے پیش کی ہے، اس کو پھر ذرا بغور ملاحظہ فرمائیے، وہ اس نوعیت سے ہرگز نہیں ہے، جس نوعیت پر آپ نے پیش کی ہے اوس صورت میں قاتل کو محروم کرنے، اور اس سے قصاص کے بعد بھی اس کے دوسرے محجوب بھائی وارث ہوتے ہیں، اور اسی لئے محجوب الارث کا مسئلہ یقیناً قطع رحم اور قتل کا محرک ہو

[1] بے کار نہیں، غور طلب ہے، مرحوم سے ترکہ دو مختلف لائنوں کی طرف جاتا ہے ایک ددھیال دوسرے ننھیال، ان دونوں میں کوئی لائن دوسرے کے لئے ذریعہ یا حاجب نہیں، برخلاف صورت تنازعہ کے کہ صورت کا مرحوم بیٹا پوتے کے لئے ذریعہ اور زندگی میں بالاتفاق حاجب (مانع) ہے۔ فافترقا فافہم ولا تعجل (ایڈیٹر)

[2] بس یہی جواب فیصلہ کن ہے، اس سے ثابت ہوا، کہ پوتا اولاد کم میں حقیقۃً داخل نہیں، بلکہ بحیثیت قائم مقامی ہے یعنی اولاد کی اولاد ہے، لہٰذا یوصیکم اللہ فی اولادکم میں حقیقی اولاد کے ساتھ درجہ نہیں پائے گا (ایڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے، پھر آپ نے جو یہ لکھا ہے :-

"کوئی وجہ نہیں ہے، کہ زندہ بیٹے کے ساتھ پوتا، دادا کی جائداد میں اس کا شریک ہو سکے، بحالیکہ وہ جائداد اس کے باپ کی طرف ہنوز منتقل نہیں ہوئی"

اس پر آپ سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے، کہ مجوب پوتے کا وارث پھر آپ اس کے دادا کو کیوں قرار دیتے ہیں، جب کہ اس کے مردہ باپ کی طرف ہنوز اس کی جائداد منتقل نہیں ہوئی تھی، اصلیت یہ ہے، کہ قائم مقامی کے اصولوں کو نظر انداز کرنے کی یہ سب خرابیاں ہیں۔

آخر میں مجوب محروم اور مظلوم پوتے کی بابت آپ لکھتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کے علم میں بھی اس یتیم بچے کا حال قابل رحم ہے"

بیشک قابل رحم ہے، لیکن ویسا ہی جیسا زندہ گاڑی ہوئی لڑکیوں کا جس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝

از چشم خود بپرس کہ مارا کہ می کشد جاناں گناہ طالع وجرم ستارہ نیست

(احقر العباد احمد حسین خاں، پنشنر خریدار اخبار اہلحدیث)

(اہلحدیث امرتسر جلد ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ)

س :- ہماری طرف رواج ہے، کہ چھوکری کو حصہ نہیں دیا جاتا، باپ کی جائداد سے، اور میرے

۵۱ کس قدر جلدی میں آپ نے یہ بات تحریر فرمائی ہے جناب! دادا پوتے کا وارث اس صورت میں ہوتا ہے، کہ لائن میں دادا اور پوتے کے درمیان کوئی اقرب وارث نہیں، صرف باپ تھا، سو درمیان سے اٹھ گیا، اب پوتے اور دادا میں کوئی روک نہیں، اس کے مقابل کی مثال اگر ہے، تو یہ ہے، اور یقیناً یہی ہے، کہ کسی مرحوم کا صلبی بیٹا نہیں صرف پوتا ہے، تو بے شک وہ اسی طرح بے مانع وارث ہے، جس طرح دادا (باپ کے عدم پر) پوتے کا وارث ہے، لیکن جس صورت میں دادا کا صلبی بیٹا موجود ہے، جو پوتے سے اقرب ہے، تو پھر قریب اقرب کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے، بس یہی ایک اصول ہے، جو ہم آپ میں متفق علیہ ہے، اور یہی فیصلہ کن ہے۔

(نوٹ) اس مسئلہ کے امرتسری حامیوں نے بھی ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے، گو انہوں نے اہلحدیث کی تردید میں لکھا ہے، مگر خوش قسمتی سے میں اس کو تائید سمجھتا ہوں، اس کا ذکر آئندہ کسی نمبر میں ہو گا، انشاء اللہ زبانی گفتگو ان سے ہو چکی ہے، جس میں بہت سے مراتب طے ہو چکے ہیں (ایڈیٹر)

۵۲ الحمد للہ جملہ مراتب طے ہو کر بحث اب مرکز پر آگئی ہے، کہ پوتا اپنے مرحوم باپ کا قائم مقام ہو کر چچا کے ساتھ وارث ہے، اس کا ثبوت نقلی یا عقلی دینا فریق ثانی کا فرض، ہم سبکدوش ہیں (ایڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چچا صاحب سے اولاد نرینہ نہیں ہے، اور ان کے تین چھوکری ہیں، میرے چچا کی وفات پر ان لڑکیوں کا رواج کے موافق کوئی حصہ نہیں ہے، اور ہمارے چچا صاحب کے چار بھائی ہیں، چچا کی وفات پر یہ زندہ بھائی اس کی جائداد کو آپس میں تقسیم کر لیتے، مگر میرے چچا نے مجھ کو گود لے لیا ہے، جیسا کہ ہمارے رواج ہے، کہ اگر اولاد نہ ہو، تو اپنے بھائیوں کی اولاد سے ایک کو اپنا بنا لیوے، جس کو اچھا سمجھے اپنے مزاج کے موافق بالکل اپنے بیٹے کی طرح رکھتے ہیں، اور اپنی کل جائداد اسی کے نام کرا دیتے ہیں، پھر اس جائداد پر نہ تو مرحوم کے بھائی قبضہ کر سکتے ہیں، نہ اس کی چھوکری قبضہ کر سکتی ہے، وہ بالکل اسی کی ہو جاتی ہے، اور میرے چچا نے مجھ کو گود لے رکھا ہے، اب ان کی وفات پر کل جائداد سے پھر حصہ اپنا لوں گا، اب آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں، کہ آیا یہ جائز ہے یا کہ نہیں؟ اور نہیں ہے تو لکھیں کہ کس کس کا حق ہے، اور کتنا کتنا، اس زمین میں ماموں یا بہن یا چچا آیا کون کون حق دار ہیں، آپ پہلے مضمون کو پڑھ کر سوچ کر پورا تفصیل سے جواب دیں، پھر دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت نہ پڑے، اور میرے چچا نے زمین بہت سی گردی رکھی ہے اوروں کی، اور زمین والے مرحوم کی وفات پر روپیہ ادا کر کے اپنی زمین واپس لیویں، رواج کے موافق، تو میں روپیہ کا مالک ہوں، آپ سے دریافت ہے، کہ شرع کے موافق اس میں بھی سب کا حق ہے یا نہیں؟ روپیہ کچھ تو میری کمائی کا ہے، اور کچھ چچا صاحب کی کمائی کا، امید ہے، کہ جواب سے جلد مطلع فرمائیں گے

(المرسل فیروز خاں سوار برٹش ایجنٹ کابل)

ج متبنی بنانا شریعت میں منع ہے، جس کو اپنا بیٹا بنایا جائے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ "تمہارے لے پالک خدا کے نزدیک بیٹے نہیں ہیں" اس لئے لے پالک کو مثل وارث کے ترکہ نہیں ملتا، آپ کے چچا کے ترکہ کے وارث اس کے بھائی ہیں، ہاں آپ کے حق میں زیادہ سے زیادہ وصیت کی صورت ہو سکتی ہے، کہ اگر مرحوم آپ کے حق میں کچھ لکھ گیا ہے، تو ایک ثلث تک بطور وصیت کے آپ حقدار ہو سکتے ہیں، باقی میں سے لڑکیوں کے دو ثلث، باقی بھائیوں کا، جو آپ کی کمائی تھی، وہ آپ کا حق ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ ۲۴ جنوری ۱۹۱۹ء)

مجوب ہونا

اس عنوان پر مفصل بحث اور سوال و جواب پہلے کئی بار اہلحدیث میں ہو چکے ہیں سب سے اخیر دفعہ ۲۴ جنوری کو ایک مراسلہ درج ہوا، اب پھر اسی مضمون کے مختلف مضامین آئے ہیں، جو طوالت میں حد اعتدال سے متجاوز ہیں، ہمارے رائے میں بات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالکل مختصر ہے، جو درج ذیل ہے۔ دونوں فریق اس پر متفق ہیں، کہ بحکم آیت کریمہ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ قریب کی نسبت اقرب کا حق ہے، اس اتفاق کے بعد اب دیکھنا یہ ہے، کہ ایک شخص کے مرنے پر اس کی اولاد دو ہیں، ایک صلبی بیٹا، دوسرے بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا، ان دونوں میں میت کی طرف اقرب کون ہے، فریق اول (یعنی جو لوگ صورت مرقومہ میں پوتے کو محروم کہتے ہیں) یہ کہتے ہیں، کہ صلبی بیٹا اقرب ہے، اس لئے وہی وارث ہوگا، دوسرا فریق کہتا ہے، پوتا بھی وارث ہوگا پس اس مختصر عنوان پر جو صاحب لکھیں گے، درج کیا جائے گا، اور کسی مزید قال اقول کی سامعین کو ضرورت نہیں ہے

(اہلحدیث امرتسر ۴ ص ۱۱ رجمادی الاخری ۱۳۳۷ھ)

اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے، کہ ایسی صورت میں متوفی کے بیٹے وارث ہونگے اور پوتا محروم رہے گا، تاریخ کی متفقہ شہادت ہے، کہ صحابہ کرام بھی اس پر متفق تھے، ہاں بیٹوں کی عدم موجودگی میں پوتے کی وراثت میں کوئی خلجان نہیں (از مولانا حافظ محمد صاحب گوجرانوالہ)

(الاعتصام ۱۹ فروری ۵۴ء)

س:۔ زید نے نکاح کیا، جس سے ایک لڑکا ہوا، عورت انتقال کر گئی، زید نے دوسرا نکاح کیا، جس سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں پھر زید انتقال کر گیا، پھر زید کے انتقال کے بعد زید کا مال چار لڑکے اور دو لڑکیوں میں تقسیم ہوگیا، اور عورت کا حصہ بھی دیا گیا، زید کی دوسری عورت بھی انتقال کر گئی، اس کا مال متلاع ہے، اس صورت میں از روئے شرع زید مذکور کی پہلی عورت اور دوسری عورت کے لڑکے اور لڑکیوں کا دوسری عورت کے مال میں حصہ ہے، یا فقط دوسری عورت کے لڑکے اور لڑکیوں کا حصہ ہے۔

ج:۔ جو عورت فوت ہوئی ہے اس کی اولاد وارث ہوگی، اس کی سوکن کی اولاد اس کی وارث نہ ہوگی۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم (اہلحدیث امرتسر ۱۲ ص ۲۳ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ)

س:۔ زید کی عمر ۶ ماہ اور ہندہ کی عمر اڑھائی سال، جب ان کا والد بکر شروع سال ۱۹۰۳ء میں فوت ہوگیا، بالغ ہونے تک ہر دو وارثان بکر پر پرورش پاتے رہے، ۱۹۲۱ء کو ہندہ کی شادی کر دی، بموجب رواج پارچات، زیور بطریقہ جہیز دیا، بعد ازاں ہندہ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۱ء تک اپنے خاوند کے گھر پر تمام اخراجات، خرچ خوراک حاصل کرتی رہی، ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۸ء تک زید نے ہندہ کو وارث شرعی قرار دے کر ثلث حصہ اس کو دے دیا، قابل دریافت یہ امر ہے، کہ زید نے جو ۱۹۲۱ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسط ۱۹۳۱ء کے درمیان اس حصہ شرعی کے مطابق جائداد والد بکر سے حصہ نہیں دیا، اس عرصہ میں زید نے جائداد بھی پیدا کی، آیا زید اس جائداد میں سے بھی ہندہ کو ثلث حصہ دے، یا بکر ہی کی جائداد سے جو چھوڑ مرا تھا، یا ہندہ اتنے عرصہ کی آمدنی بمع جائداد پیدا کردہ معاف کر دے، یا والد کی جائداد سے پورا حصہ لے لے۔

ج:۔ ہندہ اسی دن سے وارث ہے، جس دن اس کا والد فوت ہوا، اس لئے زید کو چاہیے کہ اس روز کے حساب سے جو ترکہ والد چھوڑ کر مر گیا تھا، اس میں سے تیسرا حصہ ہندہ کو دے، مثلاً زید و ہندہ کا والد تین ہزار روپیہ چھوڑ گیا تھا، اور متوفی پر کوئی قرضہ نہ تھا، اور نہ ہی اس نے وصیت کی تھی، تو ہندہ ایک ہزار روپیہ کی وارث ہے، جب کبھی زید ہندہ کو ایک ہزار روپیہ دے گا، اگر زمین و مکان ہے، تو ان کی آمدنی بھی مطابق حصہ ہندہ کے اتنے سالوں کی دی جاوے گی، یا ہندہ معاف کرے، یا زید ادا کرے۔ اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ص ۸ ارنومبر ۱۹۳۲ء)

س:۔ اب مساۃ ہندہ کا بھی انتقال ہو گیا، اور ہندہ لاولد ہے، ایک حقیقی خالہ اور دو حقیقی خالہ زاد بہنیں، اور ہی دو نوں بہنیں حقیقی چچا زاد بہنیں ہوتی ہیں، اور دو حقیقی پھوپھی کی اولاد جن میں ایک پھوپھی کی اولاد میں ایک لڑکا ہے، دوسری پھوپھی کی اولاد میں دو لڑکے ایک لڑکی ہے، اور جس قدر نقدی و زیور ہندہ نے چھوڑا ہے، وہ عمر سے پہلے خاوند کا مہر ہے۔

ج:۔ حسب فتوی علم وراثت ہندہ کے مال کے پانچ حصے ہوں گے، ایک حصہ حقیقی خالہ کو ملے گا، چار (دو، دو) ہر ایک پھوپھی کو ملیں گے۔ خالہ زاد بہنیں محروم (ملاحظہ ہو سراجی)

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳/۲ جون ۱۹۱۳ء)

س:۔ سوال ترکہ کے لئے ہے، رحیم بخش نے وفات پانے کے بعد دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، تفصیل یہ ہے:۔

علی بخش[۱] نبی بخش[۲] ص[۳] (لڑکی) ح[۴] (لڑکی)

اس حادثہ کے بعد نبی بخش نے انتقال کیا، اور بعد انتقال بیوی و بڑی لڑکی و چھوٹی لڑکی مریں، نبی بخش کا حصہ کس کس کو تقسیم ہو گا، اور کس طور سے تقسیم ہو گا، مع ثبوت کے اپنے اخبار میں طبع کریں۔

ج:۔ نبی بخش کے وارث، اس کی بیوی، دو لڑکیاں، بھائی اور بہن ہوں گے، آٹھواں حصہ بیوی کا، دو ثلث لڑکیوں کے، باقی بھائی علی بخش اور بہنوں کا، صورت درج ذیل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میت ـــــ مسئلہ ۲۴ ۹۶ ـــــ نبی بخش

بیوی	لڑکیاں	بھائی	بہن	بہن
۱۲/۱۲	۱۶/۶۴	۱۰	۵	۵

(اہلحدیث امرتسر ص ۲۵ ۲۲/۲۹ اگست ۱۹۱۳ء)

س:۔ ایک شخص نے اپنی بیٹی و داماد کو ترکہ کی صورت میں کچھ زمین دے کر راضی کیا تھا، دونوں بیٹی و داماد کھاد ہے تھے، لیکن دینے والا انتقال کر گیا، اس وقت اس لڑکی کے بھائی نے وہی زمین اس کے ہاتھ سے چھین لی، اب وہ زمین صرف لڑکی کا حق ہو گا، یا بھائی کا بھی ہو گا؟

ج:۔ صورت مرقومہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ باپ نے لڑکی کو اراضی ہبہ کر دی تھی، اور قبضہ بھی کرا دیا، اس لئے وہ لڑکی کی ملکیت ہو گئی، اور اگر محض فائدہ اٹھانے کو دی تھی، اور ہبہ نہیں کی تو باپ کے سارے ترکہ میں داخل رہ کر تقسیم ہو گی۔ (اہلحدیث ص ۹ ۳۰ مارچ ۳۴ء)

س:۔ خالد کی عین حیات میں اس کا لڑکا ملازم ہو گیا، اور اپنی کمائی خاص سے بہت سی جائداد خرید کی، بعد وفات خالد کے لڑکی اپنے بھائی سے موجودہ جائداد سے اپنا پورا حق طلب کرتی ہے اور بھائی صرف اس قدر حصہ دینا چاہتا ہے، جو اس کی ملازمت سے پیشتر مال و متاع اور جائداد تھی، صحیح مسئلہ کیا ہے؟

ج:۔ رجسٹری پر فیصلہ ہو گا، باپ کے نام کی ہے، تو سب اولاد شریک ہو گی۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء)

س:۔ چند اشخاص متفق ہو کر کیا کسی شخص کی خاص ملک زمین وغیرہ کو جبراً قہراً ظلماً از روئے شرع وقف کرا سکتے ہیں، اور اگر کوئی ظلم و زیادتی وغیرہ سے مجبور تنگ ہو کر یہ جبری وقف کر بھی دے، تو شرعاً ایسا وقف جائز ہے، یا ناجائز؟ اور ایسا کرنے والے از روئے شرع کس جرم کے مرتکب ہیں؟

ج:۔ دین کے کسی کام میں جبر جائز نہیں، لقولہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۰ مارچ ۳۹ء)

س:۔ کوئی شخص کسی خاص چند شروط کی بناء پر بغرض دفعہ قضیہ فساد اپنی کوئی خاص ملک مسجد کے سوا جو احاطہ مسجد سے ملحق ہو، اگر وقف کر دے، اور اس کے بعد جن جن شروط کی بناء پر وقف تھا اس کا خلاف باطل عہد شکن ہو جائے، یعنی وہ فریق جو شروط کر چکا تھا، اپنے عہد کو توڑ دے تو وقف منسوخ یا باطل ہو جائے گا، یا بحال رہے گا؟

ج:۔ وقف بحال اور محفوظ رہے گا، موقوف لہم حقدار نہ ہوں گے، تاوقتیکہ شروط کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پابندی نہ کریں (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء)

س :۔ ایک چیز ایک مسجد خاص کے نام سے وقف اور رجسٹر بھی ہو گئی ہے اگر کوئی شخص کہ جس کے پاس اس ملک وقف شدہ کے کاغذات وغیرہ اس کو معتمد سمجھ کر رکھ دیئے جائیں، اور پھر وہ شخص معتمد اس میں خائن ہو، یا ایسی ملک کو کسی دوسری مسجد یا مدرسہ وغیرہ میں اپنی خود غرضی، نام آوری ریاکاری کی غرض سے خرچ کرے، اور جس مسجد کے نام سے رجسٹر ہے جب اس مسجد کے والی اس سے اس ملک وقف شدہ کا حساب آمد و خرچ طلب کریں، تو حیلے حوالے کرے، اور اس کے غبن کی وجہ سے نت نئے فتنے برپا کرے، تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج :۔ ایسے شخص کو تولیت سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے، اس کی جگہ کوئی دیانتدار مقرر کیا جائے اس کا فیصلہ کوئی منتظمہ جماعت ہو، تو کرے، یا جج سے کرایا جائے۔ اس کے سوا ناطق نہ ہو گا۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۱۷ مارچ ۱۹۳۹ء)

س :۔ عمر نے انتقال کیا، اور ایک مکان اور ایک جوڑی کڑوں کی طلائی اور جو جائداد منقولہ غیر منقولہ چھوڑی، اور وارث دو لڑکے، ایک لڑکی پہلی بیوی کی چھوڑی، اور ایک زوجہ یعنی دوسری بیوی لاولد مسماۃ مذکور کو عمر متوفی نے اپنی حین حیات میں ایک وصیت نامہ بدیں مضمون تحریر کیا، کہ تا حین حیات مسماۃ ہندہ اس مکان میں رہے، اور بعد انتقال مسماۃ مذکورہ بالا کے دونوں لڑکے و لڑکی مالک مکان کے ہوں، تا حین حیات مسماۃ مذکورہ کسی وارث کو اختیار بیع و رہن کا نہ ہو گا، یہ وصیت نامہ جائز ہے یا نہیں؟ اور مسماۃ ہندہ زوجہ عمر کو اس مکان میں جو کہ لاولد ہے، حصہ وراثۃ مل سکتا ہے یا نہیں؟

ج :۔ مرحوم کو ایسی وصیت کرنی جائز نہیں، لہذا اس کی پابندی بھی ضروری نہیں، مسماۃ ہندہ کو اس مکان میں سے سولہواں حصہ یعنی فی روپیہ ایک آنہ ملے گا۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۷ ۱۳/۲۰ جون ۱۹۱۳ء)

تشریح :۔ ورثاء کی تعداد، ایک لڑکی، دو لڑکے پہلی بیوی سے اور ایک بیوی لاولد جس کی تصحیح

میت مسئلہ ۸ ت ۴۰

ابن	ابن	بنت	زوجہ
۱۴	۱۴	۷	۵

عورت کا آٹھواں حصہ ہونا چاہیئے، روپیہ میں ۲ ر سولہواں حصہ روپیہ میں ار ٹھیک نہیں ہے (عبید الرحمن الجوادی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س:۔ زید نے اپنے لڑکے کو اس جرم میں گھر سے نکال دیا، کہ اس نے روزہ نماز ترک کی اور ہر قسم کے نشہ کا عادی تھا، بدفعلی اس کا ادنیٰ کرشمہ تھا، غرض جملہ خرابیوں کا مجموعہ تھا، اب عرض یہ ہے کہ ایسا لڑکا اپنے باپ کے مال کا وارث ہو سکتا ہے؟ والد اپنی زندگی میں بطور وصیت لکھ سکتا ہے؟ کہ جب تک ان فعلوں سے توبہ نہ کرے، اور نیک چلن اختیار نہ کرے، تب تک میرے مال کا وارث نہیں ہو سکتا، از روئے شرع شریف و قانون گورنمنٹ موجودہ کیا حکم ہے؟

ج:۔ اولاد جب تک مسلمان ہے باپ کی وارث ہے، بدفعلی یا فرمانی سے باپ کے انعامات خاصہ سے محروم ہو جائے گی، مگر وراثت سے نہیں، کیونکہ قرآن شریف میں وراثت کی بنا تعلق نسلی پر ہے، اگر احد الفریقین کافر ہوں، تو تعلق نسلی بمنزلہ معدوم کے ہو جاتا ہے، گورنمنٹ کا قانون مثل وراثت میں شریعت کے ماتحت ہے (اہلحدیث ص ۱۳ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ)

س:۔ کسی نے سولہ برس سے پہلے ایک جامع مسجد کی عمارت کے لئے اندازاً پانچ بیگہ زمین کچھ رقم دے کر زمیندار سے لاخراج بنا کر خالصاً للہ ایک مسجد پختہ بنائی تھی، اور زمین مذکورہ متصل مسجد میں میوہ دار درختوں سے ایک باغ بنا کر مصلیوں اور مسافروں کے لئے للہ وقف کیا تھا، اس وقت نواسہ وقف کنندہ کہتا ہے، کہ سوائے مسجد پختہ کے جتنی زمین اور باغ ہے میرے قبضہ میں ہے، یہ سب وقف شدہ ہیں، دریں صورت نواسہ وقف کنندہ گنہگار ہے؟ یا مصلیوں کا حق زائل ہو جائے گا؟ جواب از قرآن و حدیث ہو۔

ج:۔ وقف کا ثبوت اگر ہے، تو وقف ہے، تحریری ہو یا زبانی، پھر کسی کا انکار چنداں مضر نہیں، (اہلحدیث امرتسر ص ۱۲ ۶ رجب جمادی الاخریٰ ۱۳۴۶ھ)

تشریح:۔ کسی واقف نے یہ وصیت کی ہو، کہ آمدنی فلاں مکان موقوف یا فلاں دکان موقوف کی فلاں مسجد کے مصرف میں خرچ ہوتی رہے، تو کیا کسی وارث واقف یا حاکم یا متولی کو جائز ہے، کہ کہ اس مکان یا دکان موقوف کی آمدنی کسی دوسری مسجد کے مصرف میں صرف کرے، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ہرگاہ نص صریح واقف کی طرف سے یہ پائی گئی، کہ فلاں مکان موقوف یا فلاں دکان موقوف کی آمدنی فلاں مسجد کے مصرف میں خرچ ہوتی رہے، تو بعد ازاں کسی وارث واقف یا حاکم یا متولی کو یہ روا نہیں، کہ آمدنی اس مکان موقوف یا دکان موقوف کی کسی دوسری مسجد کے مصرف میں صرف کرے۔ شرط الواقف یجب اتباعہ لقولھم شرط الواقف کنص الشارع کذا فی الاشباہ والقنیۃ والدر المختار وغیرہا من کتب الفقہ، وان اختلف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احد ھما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسۃ ووقف علیھما اوقافا لا یجوز لہ ذلک کذا فی المختار یعنی اگر مختلف ہو اس طرح پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں، یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا، اور دونوں پر اوقاف وقف کئے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے پر صرف کرے، پھر جو کوئی خلاف نص موصی وواقف کے کرے گا، وہ وعید میں اس آیت کریمہ کے فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ داخل ہوگا، واللہ اعلم بالصواب ۔ سید محمد نذیر حسین

(فتاوی نذیریہ جلد ۲ ص ۱۲۴-۱۲۵)

س: ۔ چار آدمی مسجد کے پاس بیٹھ کر تاش کھیلتے تھے، ایک پرہیزگار متقی نے انہیں منع کیا، کہ یہاں مت کھیلو، انہوں نے جواب دیا، یہ تو مسجد نہیں، جاؤ اس میں تمہارا کام نہیں، مسجد کے متولی نے بھی کھلاڑیوں کی تائید کی، درانحالیکہ وہ جگہ متصل مسجد ہے، یہ بھی ظاہر ہے، کہ متولی از وارث وقف کنندہ مرحوم متولی ہے، کیا یہ سب کھلاڑی اور متولی صاحب مجرم ہیں؟

ج: ۔ تاش، جوا وغیرہ ہر جگہ منع ہے، مسجد کے پاس ہو یا دور، کھیلنے والوں کی تائید کرنا بھی گناہ ہے

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۲ ۶ رجمادی الاخری ۱۳۴۶ھ)

س: ۔ زید کے پاس تین قطعہ مکان ہے، ایک قطعہ وہ وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہے، کہ اس آمدنی اللہ کے کاموں اور مسافروں اور فقیروں میں خرچ کی جائے، اور اس کا متولی یعنی منتظم اپنی اولاد میں سے کسی کو بنا دے، تو بنا سکتا ہے یا نہیں؟

اگر وہ اولاد یعنی جس کو متولی بنایا گیا ہے، خود محتاج ہے، تو وقف شدہ مکان کی آمدنی اپنے مصرف میں لا سکتا ہے یا نہیں؟

اگر زید قرضدار ہے، تو ایسی حالت میں یہ وقف جائز ہے یا نہیں، کہ بعد وفات زید کے زید کا قرضہ اسی مکان مذکورہ سے (یعنی جس کو وقف کرنا چاہتا ہے) ادا کیا جاوے، بعدہ وہ مکان وقف فی سبیل اللہ ہو۔

حدیث لا وصیۃ لوارث کے خلاف تو نہیں ہے، اور حدیث ترمذی ونسائی وغیرہ متعلق وقف لا جناح علی من ولیھا ان یاکل بالمعروف او یطعم صدیقا غیر متمول فیہ کا کیا مطلب ہے، نیز زمانہ نبوی یا خلافت کے زمانہ میں وقف کا متولی یا منتظم کون ہوا کرتا ہے کیا حدیث میں اس کا کہیں ذکر ہے کہ کسی نے اپنے بیٹے کو وقف کا متولی بنایا ہو، صاف صاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر فرمائیں۔

ج۔ جتنا قرض ہے، اس کی ادائیگی مقدم ہے، قرض کے بعد جو بچے اس میں سے ثلث فی سبیل اللہ وقف کر سکتا ہے، اس وقف کا متولی اس کا بیٹا ہو سکتا ہے، اس کی نگرانی اور اصلاح کرے، تو اپنی محنت کا حق الخدمت لے سکتا ہے، بغیر اس کے وقف میں اس کا حق نہیں ہے سب سے مقدم قرض ہے، قرض وقف میں نہیں آئے گا، واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۷، ۲۷ جنوری ۱۹۲۸ء)

س۔ زید نے گاؤں سے باہر مگر قریب ایک قطعہ زمین عیدگاہ کے ارادہ سے وقف کیا اب وہ آبادی بڑھ جانے کے سبب وہ زمین بالکل گاؤں میں آگئی ہے، اور چاروں طرف اس کے آبادی ہے، اب عیدگاہ دوسری مقرر ہو گئی ہے جو کہ پہلے بھی عیدگاہ تھی، یہ مستفسرہ عیدگاہ ایک نزاع کی صورت میں بنی تھی، وہ نزاع اٹھ جانے کے بعد پھر وہ پہلی عیدگاہ مقرر ہو گئی۔

اب سوال یہ ہے، کہ آیا وہ عیدگاہ جو آبادی میں آگئی ہے، وہ ویران ہے، مسجد بنائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر بنا لی گئی ہو، تو آیا اسے گرا دیا جائے، یا بصورت مسجد استعمال کی جائے،

ج۔ عیدگاہ جو برائے نماز وقف ہو، وہ خود ایک مسجد ہے، اس کا مسجد بنانا یقیناً اپنے مصرف میں استعمال کرنا ہے۔ إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ۔ اگر وہ حالت موجودہ میں استعمال کے لائق نہ ہو، تو گرا بھی سکتے ہیں جیسے اور مساجد حتی کہ خانہ کعبہ کو گرا کر بنایا گیا۔ اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳، ۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۴۶ھ)

س۔ زید کے پاس تین قطعہ مکانات ہیں، وہ چاہتا ہے، کہ ایک ثلث یعنی ایک قطعہ مکان جس کی شرع نے اجازت دی ہے، اس شرط پر وصیت کرے، کہ اس کی وفات پر اس کی اولاد میں سے جو نادار، متبع شریعت اور پابند صوم وصلوٰۃ ہو اس مکان کا متولی ہو، اور کرایہ مکان سے زید کا قرضہ ادا کرنے کے بعد اپنے صرف میں لاوے لیکن غنی اس سے مستثنیٰ ہے پس شرعاً وقانوناً کیا ایسا وصیت نامہ بعد وفات زید قائم رہے گا یا نہیں؟ جواب مدلل ہو۔

ج۔ حدیث شریف میں ہے کہ وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں صورت مرقومہ میں وارث کے حق میں وصیت ہے، البتہ وصیت کا مضمون یوں بدل دے، کہ قرضہ زید ادا کرنے کے بعد باقی کوئی سبیل اللہ صرف کرے، تو جائز ہے۔ واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱، ۸ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س: زید متوفی نے دو اولاد چھوڑیں، ایک دختر مسماۃ ہندہ اور ایک فرزند مسمی عمر ان دونوں بچوں کی کفالت ان کی خالہ نے کی، ان دونوں بچوں کا ایک بھائی اخیافی ہے، مسمی بکر، پہلے مسماۃ ہندہ کی منگنی اس کے بھائی حقیقی عمر اور اخیافی بھائی بکر کی رضامندی سے ہوگئی، جب ہندہ کا نکاح جس شخص سے منگنی ہوئی تھی، ہونے لگا، تو اس کا اخیافی بھائی جو بوقت منگنی رضامند تھا، حارج ہوا، اب دریافت طلب یہ ہے، کہ اس کا حقیقی بھائی عمر اس کا نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کو حق تولیت ہے یا نہیں، یا بکر کو حق تولیت حاصل ہے؟

ج: عمر کا حق تولیت مقدم ہے، کیونکہ وہ ہندہ کا عینی بھائی ہے، واللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۲ ۲۴ شعبان ۱۳۴۶ھ)

س: عید کی نماز بدوں بارش یا بدوں کسی عذر شرعی کے مسجد میں پڑھنے کا ثبوت اور عید کی نماز کے بعد چندہ کر کے، یا وقف کردہ زمین کے اخراجات سے کھانا تیار کر کے کھانا اور کھلانا، اور اس کو لازم وضروری جاننا شرع میں جائز ہے یا نہیں؟

ج: بغیر عذر کے نماز عید بستی میں پڑھنی خلاف سنت ہے، چندہ اگر کھانے کے لئے ہے، تو اس کا کھانا کھلانا جائز ہے، اور اگر اور غرض کے لئے ہے تو اسی غرض میں لگانا ضروری ہے، ایسا ہی وقف زمین بھی اگر دعوت مسلمین کے لئے موقوفہ ہے، تو اس کا کھانا کھلانا جائز ہے، اور اگر وہ کسی خاص غرض کے لئے وقف ہے، تو اسی غرض میں اس کو استعمال کرنا چاہیے، اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۲ ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ)

مذاکرہ فی تحقیق المیراث

علمائے کرام! ہمارے سچے نبی کی سچی خبریں کتنی وہ ہیں جو پوری ہو چکیں، جن کو ہمارے کانوں نے سنا، اور کتنی ایسی ہیں جن کو ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ کچھ ایسی بھی باقی ہیں، جن کے وقوع کا لازوال یقین ہمارے دلوں میں مضمر ہے، آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر ہمارے ہادی صادق فداہ ابی وامی نے فرمایا تھا۔ یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔ جس کا صحیح نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، کتنے فتنے ہیں جن کو دنیا کی اس بدترین جماعت نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے حرص وہوا سے ایجاد کر کے عالم اسلام میں پھیلا کر مسلمانوں کے ایمان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ سب سے بڑا فتنہ جس نے مسلمانوں کی اصل پونجی توحید اور تفقہ فی الدین میں آگ لگائی، علماء کا اپنے اسلاف کے اقوال کی تقلید کرنا ہے، یہی وہ اصل فتنہ ہے جس سے مسلمانوں میں وہ غیر متزلزل مخالفت و معاندت پیدا ہوئی، جو تمام مہلک بیماریوں، کمزوریوں اور ذلتوں کی مورث اور تحقیق معنی کی ہلاکت کے لئے کافی ہوئی۔

لیکن حسب فرمان نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق و بمقتضائے کلام الٰہی وقلیل من عبادی الشکور کے ہر زمانہ میں ایک تھوڑی جماعت ایسی قائم رہی جو حقیقی اسلام کی حلقہ بگوش ہو کر دین کی تجدید اور سنن نبویہ کا احیاء کرتی رہی الحمد للہ کہ ہندوستان کی قسمت بھی اس ربانی جماعت سے محروم نہیں۔

ہم آج اسی ربانی جماعت کے سامنے جو تحقیق حق و ابطال باطل کے دلدادہ ہیں، اس بات کے پیش کرنے کی جرات کرتے ہیں، کہ بحمد اللہ اس جماعت کے تحقیق مسائل کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے لیکن باوجود اس کے علم الفرائض (جس کی شان نصف العلم ہونے کی ہے) کی تحقیق میں ہندوستان کے اندر کسی نے بھی قدم نہ رکھا، ذیل کی تحریر اس غرض سے پیش کی جاتی ہے، کہ یہ حقانی جماعت اس شاندار علم کی تحقیق کی برکت سے بھی محروم نہ رہے، اور کچھ افراد اس طرف بھی قدم بڑھائیں یہ ایک بڑے شرم کی بات ہے، کہ سراجیہ جیسی کتاب کو جس کے مصنف نہ تو مستند محدث اور نہ اس کے مضامین مدلل بدلائل شرعیہ ہیں، ہم اس کو اپنے میراث کے فتووں کا مدار بنا لیں، ہمارا خیال ہے، کہ اگر علمائے حقانی کی توجہ اس طرف نہ ہوئی بلکہ وہی سراجیہ بلا تحقیق و تنقید مدار عمل رہا، تو شاید اتخذوا احبارھم الآیۃ سے خروج حاصل نہ ہو۔

اب ہم اصل مضمون کو اس امید کے ساتھ پیش کرتے ہیں، کہ حضرات علماء اس کو تحقیق و تنقید کی نظر سے دیکھیں گے، اور ان شاء اللہ اسی ذریعہ سے حق و صداقت کا ظہور ہو جائے گا، ہم اس عظیم الشان کو اسی لفظ سے شروع کرتے ہیں جس لفظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس علم کو شروع کیا،

قولہ تعالیٰ۔ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ یعنی مسلمانو! تمہارا اللہ اولاد کے حصوں کے بارے میں تم سے کہتا ہے، کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصے کے برابر دیا کرو، پھر اگر اولاد صرف لڑکیاں ہوں، اور وہ (دو یا) دو سے زیادہ ہوں، تو ترکہ میں ان کا حصہ دو تہائی ہوگا، اور اگر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ہو تو آدھا ہے۔

سب سے ہم اس بات پر بحث کرنا چاہتے ہیں، کہ آیت مذکورہ میں لفظ اولادِ کُم کن افراد کو شامل ہے، ہمارے خیال میں چند دلائل مندرجہ ذیل ایسے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پوتا پوتی کی طرح نواسہ، نواسی بھی اس آیت کے لفظ اولادکم میں داخل ہیں۔

دوسری دلیل:۔ قولہ تعالیٰ وَحَلَائِلُ اَبْنَائِكُمْ اس آیت کے لفظ" ابناء" میں نواسہ بھی داخل ہے، یہی وجہ ہے، کہ پوتوں کی بیویوں کی طرح نانی کی بیوی بھی حرام ہے، جیسا کہ امام الائمہ امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ امام موصوف نے بعد بیان" حلائل الابناء" کے وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابنتہ ابنا لکھا ہے۔

تیسری دلیل:۔ قولہ تعالیٰ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِىٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ الخ باتفاق علماء لفظ" ابناءھن" میں پوتا، نواسہ دونوں داخل ہیں۔

چوتھی دلیل:۔ امام بخاری کی وہ حدیث جو ابوبکرہ سے مروی ہے۔ ان ابنی ھذا (حسن) لعل اللہ یصلح بین فئتین عظیمتین بین المسلمین

پانچویں دلیل:۔ ابوداؤد کی وہ روایت جس کو بریدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل الحسن والحسین علیہما قمیصان احمران یعثران ویقومان فاخذھما فصعد بہما المنبر ثم قال صدق اللہ۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ الحدیث۔

چھٹی دلیل:۔ قولہ تعالیٰ وَوَالِدٍ (آدم) وَّمَا وَلَدَ (ذریۃ) اس آیت کے لفظ" ماولد" میں حضرت عیسیٰ داخل ہیں جو آدم کے نواسہ ہیں۔

ساتویں دلیل:۔ حدیث مسلم کی انا سید ولد آدم ہے۔ اس حدیث میں بھی لفظ" ولد آدم" میں حضرت عیسیٰ داخل ہیں۔

تنبیہ:۔ پہلی چار دلیلوں سے یہ بات ثابت ہوئی، کہ لفظ ابناء و بنات (جو آیات مذکورہ بالا میں واقع ہے) نواسے نواسیاں ہیں، اور یہ ظاہر ہے، کہ لفظ" اولاد" لفظ" بنات و ابناء" سے اعم و اشمل ہے، اس لئے نواسے نواسیاں لفظ اولاد میں بطریق اولیٰ داخل ہوں گے، پچھلی تین دلیلوں سے صراحۃً نواسے نواسیاں کا لفظ اولاد میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے، پس اب ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ آیات میراث کے لفظ" اولاد" اور" ولد" میں بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی یہ سب داخل ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند سوالات علمائے کرام سے

(۱) کیا کوئی ایسی مرفوع حدیث ہے، جو آیات میراث کے لفظ "ولد" سے نواسہ، نواسی کی تخصیص پر دلالت کرتی ہو؟

(۲) کیا اقوال صحابہ وتابعین سے عموم قرآن کی تخصیص کی جا سکتی ہے؟

(۳) کیا بر تقدیر حدیث مخصص نہ ہونے، اور اقوال صحابہ وتابعین سے عموم قرآن کی تخصیص جائز نہ ہونے کے آیات میراث کے لفظ "اولاد" و "ولد" میں نواسہ، نواسی کو داخل جاننا مسلمانوں پر فرض نہیں ہے؟

انشاء اللہ وراثت اولاد کی ترتیب مدلل بدلائل شرعیہ لفظ اولاد کی بحث ختم ہونے کے بعد پیش کی جائے گی (حررہ محمد ایوب ملا مارکوئیس لین، مصری گنج کلکتہ)

اڈیٹر آپ کے سوالوں میں ایک دو سوالوں کا اضافہ[1] میں بھی کرتا ہوں

ایک شخص کی اولاد میں لڑکا، لڑکی، اور اس لڑکی کے بیٹے چار نواسے، کیا ان میں تقسیم حسب اولاد یوں ہو گی، کہ لڑکا اور چار نواسے ملا کر پانچ نواسے، اور لڑکی ملا کر چھ اولادیں سمجھی جائیں گی تقسیم گیارہ پر ہو کر یوں تقسیم ہو گی۔

میت ——— مسئلہ ۱۱ ——— زید

لڑکا	لڑکی	نواسہ	نواسہ	نواسہ	نواسہ

دوسری صورت یہ ہو گی، کہ ایک لڑکی، ایک لڑکا، اور اس لڑکے کے بیٹے چار پوتے، کیا ان سب کی نسبت یہ کہنا جائز ہے، کہ مرحوم کی اولاد چھ ہے، اور تقسیم یوں ہے

میت ——— زید

لڑکی	لڑکا	پوتا	پوتا	پوتا	پوتا
۱	۲	۲	۲	۲	۲

یہ سوال اس اصول پر ہے، کہ پوتے اور نواسے مثل بیٹے اور بیٹیوں کے اولاد سمجھے گئے اگر یہ فرادیں، تو نواسے مال کی عدم موجودگی میں اولاد کی طرح وارث ہوں گے، تو عرض ہو گا، کہ پھر تو ان دو میں حقیقت مجاز کی نسبت ہے، تو چنداں اختلاف بھی نہیں، کیونکہ حقیقت کے وجود میں مجاز کو دخل نہیں ہے۔ فافہم (اہلحدیث امرتسر ۱۲ سفر ۱۳ شعبان المکرم ۱۳۳۲ھ)

س ۔ زید کی شادی ہو چکی ہے، ابھی برسر روزگار نہ تھا، سکول میں تعلیم پاتا تھا، کہ زید کے والد

---

[1] صرف اضافہ ہی نہیں، بلکہ سوالات بالا کا بہترین جواب ۱۲ (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا انتقال ہوگیا، اور انہوں نے مع زید پانچ لڑکے، تین لڑکیاں، ایک بیوی چھوڑی، تھوڑے عرصہ بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا۔ زید نے اپنے بھائیوں، بہنوں، والدہ اور بیوی کے سوا کوئی اولاد نہیں چھوڑی، بعد انتقال زید اس کی بیوی اپنے والد کے ہمراہ برضا و رغبت برادران زید وغیرہ اپنے میکے چلی آئی، بوقت رخصت زید کے بھائیوں وغیرہ نے جو زیورات کہ زید کی بیوی کو اس کے سسرال میں ملے تھے، زید کی بیوی کے حوالے کر دیئے۔

اب سوال یہ ہے، کہ جو زیورات زید کی بیوی کو اس کے سسرال میں ملے تھے، زید کی بیوی اس کی واحد مالکہ ہے، یا زید کے بھائی بہن والدہ بھی اس میں حقدار ہیں؟

ج:۔ بوقت نکاح جو کچھ منکوحہ کو دیا جاتا ہے، شرع شریف میں وہ منکوحہ کی ملک ہے، وہ اس کی واحد مالکہ ہے لیکن اگر ناکح کی برادری میں دستور ہے، کہ زیور وغیرہ محض استعمال کرنے کے لئے دیا جائے جیسے امرتسر کی شیخ برادری میں دستور ہے، تو منکوحہ کی ملک نہیں ہوگا، اس صورت میں منکوحہ مالک نہ ہوگی، بہر حال برادری کے عرف عام کا اس میں لحاظ ہے، کیونکہ وہ بمنزلہ تنصیص کے ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ہم ۱۲ جون ۱۹۲۵ء)

س:۔ دوسرا سوال یہ ہے، کہ زید متوفی کی بیوی اگر عقد ثانی کرلے، تو وہ اپنے خسر کی جائداد متروکہ سے (جس میں کہ ایک حقدار اس کا شوہر زید بھی تھا) اپنے دین مہر و نیز ترکہ پانے کی مستحق ہوگی، یا کہ نہیں؟ اگر ہوگی، تو کس قدر؟

ج:۔ زید متوفی کی بیوی نکاح ثانی کرے یا نہ کرے، اپنے خاوند کے حصہ پدری سے دین مہر اور ربع ترکہ لینے کی حقدار ہے۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۳ ہم ۱۲ جون ۱۹۲۵ء)

اصلاح:۔ ۵ محرم الحرام سنہ رواں فتوی غلط چھپ گیا ہے، صحیح یوں ہے (جزی اللہ المنبی)

صورت مسئلہ

المیت مسئلہ ۱۲/۶ امینہ

خاوند	ماں	باپ	لڑکا	بھائی
عبد الکریم	ہندہ	زید	غفور خاں	محروم
	$\frac{۲}{۱۲}$	$\frac{۲}{۱۲}$	۵	

المیت مسئلہ ۶ معہ غفور خاں

نانی	باپ	نانا
		زید
$\frac{۱}{۵}$	$\frac{۵}{۲۵}$	محروم

الاحیاء

عبد الکریم	ہندہ	زید
	۱۷	۱۲

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ہم ۱۲ اپریل ۱۹۳۰ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س: مسمیان محمد شریف و محمد حسن و ولی محمد برادر حقیقی ہیں، مگر عرصہ سے الگ الگ ہیں، ساری چیزیں بجز کھیت کے منقسم ہو چکی ہیں، ایک کھیت کے متعلق مسمی ولی محمد بغیر رائے و مشورہ اپنے بھائیوں کے اسامی سے قبضے کا مقدمہ لڑے، ولی محمد ہار گئے، اور اسامی جیت گیا، ولی محمد بعدہ گھر سے اپنے سسرال چلے گئے، جہاں تقریباً ۴ برس رہے، ولی محمد نے سسرال پہنچ کر ایک معتبر شخص کی زبانی کہلا بھیجا، کہ محمد حسن بھائی اگر اپنا کچھ فائدہ دیکھیں، تو آگے مقدمہ لڑیں، ہم کو اب اس کھیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، بعدہ محمد حسن نے کھیت مذکور کا مقدمہ بعدالت کشنری و ہائی کورٹ بعد خرچ زر کثیر کے جیت لیا، اور کھیت پر قبضہ و دخل حاصل کر لیا، ولی محمد اب اپنے سسرال سے بعد ۴ برس کے آگئے ہیں، اور دعوے دار ہیں، کہ ہمارے مقدمہ کا خرچہ (جس کو ہار گئے تھے) دونوں بھائی دیں، مگر محمد حسن و محمد شریف عذر دار ہیں، کہ تم مشترکہ کھیت کا مقدمہ دائر کر کے بلا ہم لوگوں کے مشورہ کے ہماری ملکیت کھو بیٹھے تھے، اور بلا ہم لوگوں کی رائے کے تم کو مقدمہ داخل کرنے کا کوئی حق نہ تھا ہم دونوں ہرگز خرچہ دینے کے ذمہ دار نہیں، بلکہ بمطابق تمہارے کہلا بھیجنے کے اس کھیت پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے، اب سوال یہ ہے، کہ ولی محمد ہارے ہوئے مقدمہ کا خرچہ پانے کا مستحق ہے یا نہیں، حالانکہ دوران مقدمہ میں بھی کبھی تذکرہ نہیں کیا، اور اب کھیت پر اس کا حق بحال رہا یا نہیں؟

ج: شراکتوں میں دو قسم کا طریقہ رائج ہے، ایک طریقہ تو یہ ہے، کہ ایک شخص جو مختار ہو یا شرکا میں سے بڑا ہو، وہ جو کام کرے، عدالتی اور عرفی طور پر دوسرے سب اس کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں دوسرا طریقہ یہ ہے، کہ ایک شریک کوئی کام کرتا ہے، دوسرے خاموش رہ کر اپنی رضامندی ظاہر کر دیتے ہیں، ان تینوں بھائیوں کا برتاؤ اگر ایسا ہی ہے، تو تینوں خرچ میں شریک سمجھے جائیں گے، اگر ان کا دستور العمل مشورے سے کام کرنے کا ہے، تو اکیلا ولی محمد خرچے کا ذمہ دار ہے، بہر حال ان کے سابقہ طرز عمل کو دیکھا جائے گا

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۲ اپریل ۱۹۲۷ء)

س: زید کی بیوی ہندہ بیمار ہو کر اپنے ماموں کے مکان پر گئی، اس کی بیماری میں ہر قسم کا خرچ زید نے اٹھایا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہندہ نے انتقال کیا، اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ بھی سب زید نے کی، زید کا زیور جو ہندہ مرحومہ کے پاس تھا، اور کچھ پہنے ہوئے تھی، وہ سب کا سب ہندہ کے ماموں پاس رہا، اب زید ہندہ کے ماموں سے اپنا زیور طلب کرتا ہے، تو ہندہ مرحومہ کا ماموں کو جہیز طلب کرنے کا شرعاً حق ہے یا نہیں؟

ج: ہندہ کی تمام ملکیت جہیز ہو یا مہر یا زیور بعد وفات ہندہ اس کا ترکہ ہے جو شرعاً تمام حقداروں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم ہوگا، اگر اولاد ہے، تو خاوند چوتھے حصہ کا مالک ہے، اولاد نہیں تو نصف کا وارث خاوند باقی دیگر وارثوں کو ملے گا، جو شرعاً حقدار ہوں گے، ماموں کا مطالبہ صحیح نہیں ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۹ جولائی ۱۹۳۷ء)

س:۔ زید و بکر علاتی بھائی ہیں، والد فوت ہوا، جب کہ بکر خورد سال تھا، زید نے اس کی پرورش کی، اور شادی کی، مکان پدری کو زید نے اپنی کمائی سے پختہ تعمیر کیا، بلوغت پر بکر پختہ مکان کی حیثیت سے نصف قیمت اپنے حصہ کی طلب کرتا ہے لیکن زید قیمت اس قدر دینا چاہتا ہے، کہ جتنی حیثیت والد مرحوم کی وفات پر تھی، بکر نے اپنی کمائی سے کبھی ایک پیسہ زید کو نہیں دیا، شرعی فیصلہ کیا ہے؟

ج:۔ زید کا قول صحیح ہے، آیت قرآنی لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ الآیۃ میں والدین کے اس مال سے اولاد کو حصہ قرار دیا ہے، جو بوقت موت مورث چھوڑ جائے۔ اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ یکم جنوری ۱۹۳۲ء)

س:۔ زید و بکر دو حقیقی بھائیوں کا ایک مکان ہے، وہ دونوں لاولد ہیں (یعنی اولاد نہیں) اب زید و بکر اپنی زندگی ہی میں اس مکان کو فروخت کر کے اپنی عورتوں کو اس میں سے جو کچھ ترکہ پہنچتا ہے دے دینا چاہتے تھے، لہٰذا از روئے شرع محمدی (موافق قرآن و حدیث) زید و بکر کی عورتوں کو کتنا پہنچتا ہے؟ مفصل جواب دیں۔

ج:۔ صورت مرقومہ میں دوسرے ورثاء نہیں بتائے گئے یعنی باپ کے طرف سے یا ماں کی طرف سے کوئی کون ہیں یا نہیں، بہر حال اگر یہی صورت ہے، تو زید و بکر کی عورتوں کو مقررہ مہر کے علاوہ چوتھا چوتھا حصہ ترکہ میں حق ہے

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۶ اگست ۱۹۳۲ء)

س ۲۰۱:۔ زید و بکر کی مرحومہ بہن کے چھ یتیم بچے ہیں، ان کو تین تین کر کے ہر ایک بھائی نے متبنے کر لیا ہے، ان بچوں کو اس مکان کے ترکہ سے کتنا ملے گا، لڑکی اور لڑکے کو برابر حصہ ملے گا، یا لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے؟

س ۲۰۲:۔ اگر زید و بکر کی وفات کے بعد مکان بکا جائے، تو اس میں سے مذکورہ یتیم بچوں کو کتنا حصہ پہنچے گا، اور زید و بکر کی عورتوں کو کتنا حصہ ملے گا؟

ج ۲۰۱ و ۲۰۲:۔ متبنیٰ ہونے کی وجہ سے تو ورثہ نہیں ہوتا، البتہ بہن کی اولاد ہونے کی وجہ سے ذوی الارحام میں بیویوں کو دے باقی ان کو ملے گا، لڑکی کو لڑکے سے نصف (اہلحدیث ۲۶ اگست ۱۹۳۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س:۔ زید وبکر اپنی عورتوں کے مہر کو اسی مکان کے روپیہ سے ادا کر دینا چاہتے ہیں تو جتنا مہر نکاح کے وقت مقرر ہوا، اسی کو ادا کرنا پڑے گا، یا مہر میں کمی بیشی جائز ہے؟

ج:۔ مہر مقررہ میں اگر بتراضی فریقین کمی نہیں، تو مہر جو بوقت نکاح مقرر ہوا تھا۔ اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۲۶ر اگست ۱۹۳۲ء)

س:۔ زید نے اپنی وفات کے بعد تین لڑکے، ایک لڑکی اور ایک بیوی چھوڑی، اب اس کی جائداد اس کے وارثوں میں کیونکر تقسیم کی جائے؟

ج:۔ بیوی کو آٹھواں حصہ کل ترکہ سے ملے گا، باقی ترکہ کو سات حصص پر تقسیم کرکے دو دو حصے ہر ایک لڑکے کو، ایک حصہ لڑکی کو دیا جائے گا

زید

المیت مف

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۱	۲	۲	۲	۱

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۱۴ر فروری ۱۹۴۱ء)

س:۔ زید نے اپنی وفات کے بعد تین لڑکے اور ایک بیوی چھوڑی، اب اس کی جائداد کس طرح اس کے وارثوں میں تقسیم کی جائے؟

ج:۔ بیوی کو آٹھواں حصہ کل جائداد سے، باقی بحصہ برابر لڑکوں میں تقسیم ہوگی، اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ۱۴ر فروری ۱۹۴۱ء)

س:۔ محبوب بخش نے پانچ اولاد چھوڑیں، عبد الحفیظ، ایک ہندہ، عبد الغنی، عبد الرحمن، محمد یاسین یہ چاروں بھائی ہمیشہ شامل شرکت میں رہے، اور وہ اپنے والد مرحوم کی رقم سے کاروبار کرتے رہے اور ابھی کر رہے ہیں، وہ مال اب تک تقسیم نہیں، اب ان میں سے عبد الحفیظ اور ان کی بیوی کا انتقال ہوا، اس نے ایک لڑکا چھوڑا، وہ اب تک لاپتہ ہے پچیس تیس سال سے، اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہوا، اس نے ایک لڑکا اور شوہر چھوڑا۔ وہ اب تک حیات ہے، اس کے بعد عبد الغنی کا انتقال ہوا، بیوی اور ایک لڑکی چھوڑی، اس کے بعد بیوی کا انتقال ہوا، لڑکی حیات موجود ہے اس کے بعد عبد الرحمن کا انتقال ہوا، انہوں نے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی نے ایک لڑکی چھوڑی، بیوی کا عبد الرحمن کی حیات میں انتقال ہوا، دوسری بیوی سے دو لڑکیاں چھوڑیں، اور بیوی حیات ہیں، اور محمد یاسین حیات موجود ہیں، اب مال کی تقسیم ورثا میں کس طرح ہوگی خط کشیدہ یعنے دختر عبد الغنی کی موجودہ ورثہ کی مستحق ہے یا نہیں، اگر ہے تو کتنا ہے؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج:۔ عبدالغنی کی وفات کے بعد اس کی بیوی کو مرحوم کے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا، اور زوجہ عبدالغنی کی وفات کے بعد اس کی وارث اس کی لڑکی یا دیگر ورثاء اگر ہوں تو عبدالغنی کے ترکہ سے نصف کی وارث ہوگی، اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء)

س:۔ عبداللہ اپنی جائداد چھوڑ کر مر گیا، ایک بیوی اور تین لڑکیاں، اور دو بھائی حشم اللہ، کودنی لیکن حشم اللہ، عبداللہ متوفی کا سگا بھائی جو ایک ماں باپ سے ہے، اور کودنی دوسری ماں سے ہے لیکن باپ تینوں کا ایک ہے، اب عبداللہ متوفی کی جائداد میں بہت سخت تنازعہ ہے، حشم اللہ کہتا ہے، کہ میراث میں کودنی کا حق نہیں ہے کیونکہ دوسری ماں سے ہے، باپ ہم تینوں کا ایک ہونے سے کیا ہوتا ہے، اور کودنی دعویدار ہے، کہ میراث میں میرا حق ہوتا ہے، کیونکہ ہم تینوں بھائی ایک باپ سے ہیں، ایسی صورت میں کودنی کو حق میراث میں پہنچتا ہے یا نہیں؟

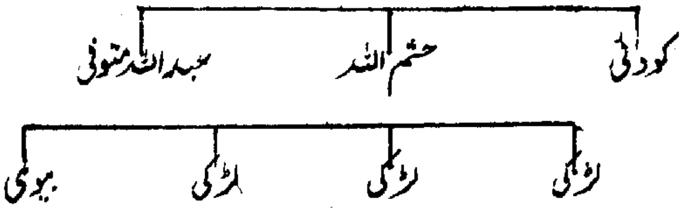

ج:۔ صورت مسئولہ میں آٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا، اور کل ترکہ سے دو تہائی لڑکیوں کو باقی ترکہ حشم اللہ کو ملے گا، کیونکہ میت سے اقرب ہے،

المیت ۲۴ صورت مسئولہ عبداللہ مرحوم

بیوی	لڑکی لڑکی لڑکی	بھائی حشم اللہ	بھائی علاتی
۳	۱۶	۵	م

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۵ اپریل ۱۹۴۱ء)

س:۔ بکر کے پاس مبلغ پانچ صد روپیہ نقد موجود ہے، وہ تقسیم کرنا چاہتا ہے، اور اس کی اولاد تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اور کوئی کسی قسم کا وارث نہیں، اور نہ ہی اپنا حصہ رکھنا چاہتا ہے تو مبلغ مذکورہ سے تین لڑکیوں کو کتنا ملتا ہے اور دو لڑکیوں کو کتنا، جواب تحریر فرمایئے۔

ج:۔ جملہ جائداد کے آٹھ حصے کر کے چھ حصے لڑکوں کو، اور دو حصے لڑکیوں کو دیئے جائیں، اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء)

س:۔ ایک شخص نے اپنی بیٹی و داماد کو ترکہ کی صورت میں کچھ زمین دے کر راضی کیا تھا، دونوں بیٹی داماد کھا رہے تھے، لیکن دینے والا انتقال کر گیا، اس وقت لڑکے کے بھائی نے وہی زمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ہاتھ سے چھین لی، اب وہ صرف لڑکی کا حق ہوگا، یا بھائی کا بھی ہوگا؟

ج: ۔صورت مرقومہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ باپ نے لڑکی اراضی ہبہ کر دی تھی، اور قبضہ بھی کرا دیا، اس لئے وہ لڑکی کی ملکیت ہوگئی، اور اگر محض فائدہ اٹھانے کو دی تھی، اور ہبہ نہیں کی، تو باپ کے سارے ترکہ میں داخل ہو کر تقسیم ہوگی۔ (اہلحدیث امرتسر ۹ مارچ ۱۹۳۲ء)

س: ۔زید فوت ہوا، اور تین لڑکے چھوڑ گیا، دو بھائیوں نے ایک کے ساتھ بے انصافی کی اور پورا حق نہ دیا، وہ ناراض ہو کر دوسری جگہ چلا گیا، اور وہاں جا کر کسب حلال سے شادی بھی کرائی، جائداد بھی پیدا کی، پھر دو عورتیں اور تین لڑکیاں چھوڑ کر مر گیا، اب وہ دونوں بھائی اپنے فوت شدہ بھائی کی وراثت طلب کرتے ہیں، کیا متوفی کی جائداد میں بھائیوں کو حق پہنچتا ہے، جب کہ اس کی دو بیویاں، اور تین لڑکیاں موجود ہیں۔

ج: ۔متوفی کی جائداد میں سے آٹھواں حصہ دونوں بیویوں کو، اور دو ثلث تینوں لڑکیوں کو تقسیم ہو کر باقی جائداد کے وارث اس کے بھائی ہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۳ جون ۱۹۳۲ء)

س: ۔زید کی بیوی دو ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی، زید نے لڑکا بغرض پرورش اپنے بھائی کو دے دیا اب وہ لڑکا ۹ سال کا ہے، اور زید کا بھائی فوت ہو گیا ہے، زید کہتا ہے، کہ میرا لڑکا میرے بھائی کا وارث ہے، کیا از روئے شریعت وہ لڑکا حقدار ہے؟

ج: ۔زید کا لڑکا اس کے بھائی کا وارث نہیں ہو سکتا، متوفی کی صلبی اولاد نہیں ہے، تو زید اس کا عصبہ وارث ہے، زید کا بیٹا وارث نہیں، اللہ اعلم (اہلحدیث امرتسر ۱۳ جون ۱۹۳۲ء)

س: ۔خالد کی عین حیات میں اس کا لڑکا ملازم ہو گیا، اور اپنی کمائی خاص سے بہت سی جائداد خرید کی بعد وفات خالد کے لڑکی اپنے بھائی سے موجودہ جائداد سے اپنا پورا حق طلب کرتی ہے، اور بھائی صرف اس قدر حصہ دینا چاہتا ہے، جو اس کی ملازمت سے پیشتر مال و متاع اور جائداد تھی، یہ صحیح مسئلہ کیا ہے

ج: ۔رجسٹری پر فیصلہ ہوگا، باپ کے نام کی ہے، تو سب اولاد شریک ہوگی،

(اہلحدیث امرتسر ۱۳ ستمبر ۱۹۳۲ء)

س: ۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین، از روئے شرع شریف،

(۱) عبد الرحیم فوت ہوا، اس نے زوجہ اولیٰ سے صرف ایک دختر مسماۃ فاطمہ، اور زوجہ ثانیہ سے پسر عبد الصمد و پسر عبد الرشید، دختر مسماۃ سونا، دختر مسماۃ زینب عرف انجیال وارث چھوڑے۔

(۲) عبد الصمد کا انتقال ہو گیا، اس نے ہمشیرہ مسماۃ فاطمہ، جو کہ دوسری ماں سے پیدا ہے، اور عبد الرشید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برادر حقیقی و مسماۃ سونا حقیقی و مسماۃ زینب عرف انجیاں ہمشیرہ حقیقی اور ایک زوجہ مسماۃ سکینہ لاولد وارث چھوڑ کے

(۳) عبدالرشید کا انتقال ہو گیا، اس نے فاطمہ ہمشیرہ جو کہ دوسری والدہ سے ہے، مسماۃ سونا ہمشیرہ حقیقی و مسماۃ زینب عرف انجیاں ہمشیرہ حقیقی اور زوجہ اولی مسماۃ خاتون بعہد طفولیت بلا خلوت صحیحہ، اور زوجہ ثانیہ مسماۃ سکینہ، اور دختر مسماۃ ہاجرہ اور نذیر احمد برادر تایا زاد و علی محمد برادر تایا زاد و مسماۃ مریم ہمشیرہ تایا زاد و مسماۃ سکینہ ہمشیرہ تایا زاد وارث چھوڑے، مگر وجوہات یہ ہیں کہ عبدالرشید کا نکاح مسماۃ خاتون سے ہوا تھا، اس وقت دونوں زوج و زوجہ نابالغ تھے، وقت نکاح زیور دیا گیا تھا جو اب تک مسماۃ خاتون کے قبضہ میں ہے، مسماۃ خاتون اب تک نابالغ اور وہ اپنے مکان فی الدین پر ہے۔ اس سے خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اور جب عبدالرشید بالغ ہو گیا، تب اس نے بھاوجہ مسماۃ سکینہ کے ساتھ عقد ثانی کر لیا، اور از نکاح تا وفات زیور بالکل نہیں دیا تھا۔

سوال: جس قدر زیور مسماۃ خاتون کو دیا تھا، اس قدر مالیت متروکہ عبدالرشید سے پہلے لینا واجب ہے یا نہیں؟

سوال:۔ مسماۃ خاتون کے زیور کی قیمت مسماۃ خاتون کے مہر سے کم کرنا واجب ہے یا نہیں؟

سوال: مسماۃ خاتون کا دین مہر ایسی حالت میں واجب ہے یا نہیں، اگر واجب ہے تو کس قدر؟

سوال:۔ جملہ ورثا کو ترکہ شرعی کس قدر پہنچا، بلحاظ واقعات۔

تقسیم ترکہ

میت مسئلہ ۸ / ۶۴ / ۲۵۶ — عبدالرحیم متوفی

زوجہ زوجہ	بیٹا عبدالصمد	بیٹا عبدالرشید	بیٹی فاطمہ	بیٹی سونا	بیٹی زینب
۱/۸	۲	۲	۱/۸	۱/۸	۱/۸
۳۲		۶	۳۲	۳۲	۳۲

(۲) میت مسئلہ ۴ / ۱۶ — عبدالصمد متوفی ۲

زوجہ سکینہ	اخ عبدالرشید	سونا بہن	زینب بہن	فاطمہ علاتی بہن
۱/۴		۳	۳	محروم
۱۶	۶	۱۲	۱۲	

(۳) میت مسئلہ — عبدالرشید متوفی ۳۲

زوجہ ۲ زوجہ	لڑکی ہاجرہ	اخت حقیقی آنکس سونا۔ زینب	فاطمہ اخت علاتی	چچازاد بھائی	بھتیجی
۱/۱۱	۴/۴۴	۳/۳۳	م	م	م

الاحیاء — المبلغ

فاطمہ	سونا۔ زینب	۲ زوجہ عبدالرحیم	سکینہ زوجہ عبدالصمد	سکینہ خاتون دو زوجہ عبدالرشید	ہاجرہ
۳۲	(۸۰)	۳۲	۱۶	۱۱	۴۴

(اہلحدیث امرتسر ص ۳، ۵ راکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح مسئلہ ۸ ۶۴ ۵۱۲ — میت عبدالرحیم

زوجہ	زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۱/۸		عبدالصمد	عبدالرشید	فاطمہ	سونا	زینب
			۲	۱	۱	۱
۳۲	۳۲	۲	۱۴	۶۴	۶۴	۶۴

میت مسئلہ ۴ ۱۶ توافق بالنصف — عبدالصمد مافی الیدہ ۲

زوجہ سکینہ	اخ عبدالرشید	اخت سونا	اخت زینب	اخت کاب
۱/۴	(۶)	۳	۳	فاطمہ
۳۲		۲۴	۲۴	م

میت مسئلہ ۸ ۱/۱۶ توافق بالنصف — عبدالرشید مافی الیدہ ۲۲

زوجہ	زوجہ	بنت	اخت	اخت	اخت علاتی	چچازاد بھائی	بھتیجی
۱/۲		ہاجرہ ۱/۲	سونا ۳	زینب ۳	فاطمہ		
۱۱	۱۱	۸۸	۳۳	۳۳	م	م	م

المبلغ — الاحیاء

زوجہ عبدالرحیم	زوجہ عبدالرحیم	فاطمہ	زینب	سونا	سکینہ زوجہ عبدالصمد
۳۲	۳۲	۶۴	۱۲۱	۱۲۱	۳۲

زوجہ عبدالرشید	زوجہ عبدالرشید	ہاجرہ
۱۱	۱۱	۸۸

واضح ہو کہ سکینہ کو پہلے شوہر عبدالصمد سے ۳۲ دوسرے شوہر عبدالرشید سے ۱۱ جملہ ۴۳ ہیں۔ تینا لیس۔ (عبدالرحمن البجاوی)

س: ایک قطعہ اراضی جامع مسجد کے ساتھ وقف ہے، اور مدت سے اس کی آمدنی مسجد پر خرچ ہوتی چلی آئی ہے، اب ایک شخص اس کو ایک غیر مسلم کے قبضہ میں دینا چاہتا ہے ایک شخص نے روکا، تو اسے بھی زد و کوب کیا، ایسے شخص اور اس کے معاونین کے لئے کیا حکم ہے؟

ج: سوال میں صرف یہ ذکر کیا ہے، کہ آمدنی مسجد پر صرف ہوتی ہے، یہ نہیں بتایا، کہ زمین مذکورہ اصل مالک نے وقف کی تھی یا نہ؟ جب تک وقف کا ثبوت نہ ہو محض آمدنی کا مسجد پر خرچ ہونا ثبوت وقف نہیں، سوال کا یہ فقرہ یہ زمین فی الواقع مسجد کی ہے تشریح طلب ہے، اس سے مراد اگر موقوفہ للمسجد ہے، تو شخص مذکور ظالم و غاصب ہیں، اور اگر اس کے یہ معنی ثابت ہوں، کہ منافع کے لحاظ سے مسجد کی ہے، تو پھر اور حکم ہوگا، بہر حال ثبوت وقف ہونا چاہیے۔ اللہ اعلم

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

س: مسجد کے لئے اپنی جائداد کو کوئی مسلمان وقف کر سکتا ہے یا نہیں؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج:- جائداد وقف کرنا مسجد کے لئے ہو، یا کسی اور غرض کے لئے جائز ہے، اللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۱۵ ذی قعدہ سنہ ۱۹۲۳ء)

س:- پرانی مسجد جو کبھی مسلمانوں کے زمانہ آبادی میں آباد تھی، اور اب کھنڈر دکھائی دیتی ہے اور سرکاری قبضہ میں ہے، اس کے گرد و نواح میں اب ہندو آباد ہیں، مسلمانوں کو اگر سرکار مسجد موصوف دے دے، تو کیا مسلمان اس جگہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے اپنے محلہ میں مسجد بنوا سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

ج:- مسجد وقف چیز ہے، اس کی فروخت جائز نہیں، سرکار بطور خود اس کے عوض کوئی زمین دے دے، تو لے کر لے مسجد بنوا لیں لیکن اس پرانی مسجد پر بیع کا لفظ نہ آئے کیونکہ مسجد کی بیع رہن جائز نہیں

(اہلحدیث امرتسر ص۱۳ یکم جون ۱۹۳۴ء)

س:- اولیاء اللہ کے نام پر کوئی زمین سرکار سے ملی ہے، اور ہر سال کچھ نہ کچھ غلہ آتا ہے، تو اس میں سے کھانے کے لئے کیا حکم ہے؟ مدلل جواب فرمائیں۔

ج:- یہ زمین اگر کسی ولی یا قبر کے نام پر وقف ہے، تو بحکم ما اھل لغیر اللہ بہ حرام ہے، اور اگر آنے جانے والوں[1] کے فائدہ کے لئے وقف ہے، تو متولی یا محافظ اپنی خدمت کا عوض لے سکتا ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ص۱۳ ۱۸ مئی ۱۹۳۴ء)

س:- زید نے بلا ندر مسجد تھوڑی سی جگہ مسجد کے لئے وقف کی تھی، اور مسجد بھی بنالی گئی، اور جمعہ اور وقتیہ نمازیں ادا ہو رہی ہیں، فی الحال مسجد کے شمالی انگنہ کے کچھ حصہ اور باہر کے کچھ اسکول بنایا گیا اور بنگالہ، انگریزی تعلیم دیا جاتا ہے، زید کہتا ہے، کہ اسکول دوسری جگہ لے جاؤ، کیونکہ یہاں جگہ تنگ ہے اور بچوں کے پڑھنے کے شور و غل سے مصلیوں کی نماز میں نقصان ہوگا، البتہ اگر دینی تعلیم ہو، تو میں راضی ہوں، اب بکر کہتا ہے، کہ جب تم نے جگہ کا دعوے کیا، تو نماز نہیں ہوگی، زید نے جواباً کہا، کہ ہم نے جگہ کا دعوے نہیں کیا، بلکہ نگران اور خواہاں اس بات کا ہوں، کہ جس کام کے لئے وقف کیا گیا ہو وہی کام اس میں ہو۔

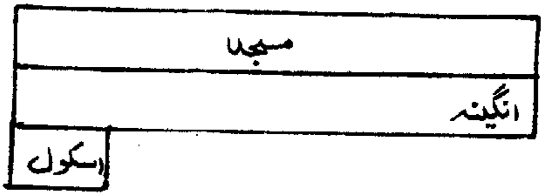

ج:- سوال سے معلوم ہوتا ہے، کہ وقف کنندہ نے سکول بننے کے وقت اعتراض نہیں کیا، اس لئے

[1] آنے جانے والوں کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الخ بھی ملحوظ رکھنی چاہیے ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب وہ شور و غل سے منع کر سکتا ہے، مگر اسکول اٹھانے کا مجاز نہیں، اللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۳ ۹ راگست ۱۹۴۰ء)

س ۔ زید پانچ بھائی تھے، مگر تین بھائی فوت ہوگئے، اس وقت دو بھائی موجود ہیں، ہر ایک بھائیوں میں جدائی سے اوقات بسر ہوا، ہر ایک الگ الگ مکان میں رہتے تھے، اور الگ الگ ہی کماتے اور اوقات بسر کرتے تھے، اس وقت فوت شدہ بھائی کے دو دو لڑکے ہیں، وہ بھی الگ ہی کماتے اوقات بسر کرتے ہیں، اور زید کے اس وقت کوئی اولاد نہیں ہے، صرف ایک بی بی اور دو لڑکی ہیں، زید کا منشا ہے کہ جتنی جائداد ہے، بالکل میری حاصل کردہ ہے، وہ سب جائداد ہم اپنے والدہ بالڑکی کے نام سے بیع کر دیں، تو ایسا کرنا زید کو چاہیئے یا نہیں، یا یہ کہ ہر ایک کا حق پہنچتا ہے تو کس کو کتنا دینا چاہیئے، ہر ایک کا حصہ تفصیل وار بیان کریں۔

ج :۔ زید کے وارث لڑکیاں، بیوی اور بھائی بھی ہیں، لڑکیاں دو ثلث اور بیوی ثمن (آٹھواں) ایک روپیہ میں سے قریبا ساڑھے بارہ آنہ ان کے ہیں، باقی ساڑھے تین آنہ بھائیوں کے

(اہلحدیث امرتسر ص ۱۴ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

س :۔ زید، بکر برادران حقیقی۔

زید .... بکر

خالد۔ عمرو۔ فاطمہ۔ زینب۔ کلثوم — شیرو

پسر: مونا، زوجہ — پسر: بتول، زوجہ — ہاجرہ، دختر — پسر: علی، پسر

واضح ہو کہ پہلے زید مرا، بعدہ خالد مرا، بعدہ مونا مری لاولد و لاوارث، بعدہ بکر مرا، بعدہ شیرو مرا بعدہ فاطمہ و زینب و کلثوم دختران زید کے بعد دیگرے فوت ہوگئیں لیکن ان کے ورثاء موجود ہیں لہذا اب زید کا ترکہ کس قدر فاطمہ و زینب و کلثوم کے ورثاء کو، اور کس قدر بتول و ہاجرہ و علی کو پہنچے گا

(راقم یکے از خریداران اہلحدیث)

ج :۔ زید کے وارث زید کی اولاد اور بکر کے وارث بکر کی اولاد، زید کے بعد زید کا ترکہ اس کی اولاد خمسہ میں تقسیم ہوگا۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، خالد پسر زید کا ترکہ اس کے بھائی بہنوں اور بیوی پر تقسیم ہوگا، بیوی کو چوتھا حصہ، باقی بھائی بہن کا ہوگا، باقی جس کا کوئی وارث ہوگا، وہ لے گا جس کسی شخص کا حصہ معلوم کرنا ہو، اس کا سلسلہ تقدیم و تاخیر تفصیل سے بتلایا چاہیئے۔ (۲۳ جمادی الاخری ۱۳۲۸ھ)

س ۔ ایک شخص بہت مالدار اور جائداد والا ہے، اور اس کی اولاد نہایت خراب یعنی پکے بدکار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اب وہ شخص اپنی جائداد وقف علی الاولاد کرنا چاہتا ہے، اس خوف سے کہ جائداد مذکورہ میری اولاد تقسیم نہ کرے (خلیل الرحمٰن بنگالی)۔

ج :۔ وقف علی الاولاد کر سکتا ہے، ہر وارث کے لئے منافع میں اس کے حصہ کے مطابق حصہ رکھے، مگر سرکاری قانون میں یہ وقف نافذ نہ ہوگا، مسلمانوں نے سرکار کو اس کے متعلق توجہ دلائی ہے امید ہے، منظور ہو جاوے گا۔ (اہلحدیث ۳۱ جنوری ۱۹۱۳ء)

س :۔ زید دو زوجہ دشش پسر و پنج دختر نہادہ انتقال کرد، اکنوں تقسیم مورث مذکور چہ باشد بالتفصیل فرض ہر یک ممنون و مشکور فرمائید۔

ج :۔ زوجہ ہر دو ثمن یعنی فی روپیہ دو آنہ خواہند گرفت، باقی پسرہا و دختر ہا یا ہمی للذکر مثل حظ الانثیین گیرند یعنی یک یک فلوس دختر را بمقابلہ آں دو فلوس پسر را بطریق علم الفرائض صورت مسئلہ چنیں باشد۔

زید
میت

زوجہ ۲	پسر ۶	دختر ۵
فی کس ۵۱	فی کس ۸۴	فی کس ۴۲

(اہلحدیث ۸ شوال ۱۳۳۰ھ)

س :۔ عمر نے انتقال کیا، اور ایک مکان اور ایک جوڑی کڑوں کی طلائی اور جو جائداد منقولہ غیر منقولہ چھوڑی، اور دو وارث، دو لڑکے، ایک لڑکی پہلی بیوی کی چھوڑی، اور ایک زوجہ یعنی دوسری بیوی لاولد مسماۃ مذکور کو عمر متوفی نے اپنی حین حیات میں ایک وصیت نامہ بدیں مضمون تحریر کیا، کہ تاحین حیات مسماۃ ہندہ اس مکان میں رہیں، اور بعد انتقال مسماۃ مذکورہ بالا کے دونوں لڑکے و لڑکی مالک مکان کے ہوں، تاحین حیات مسماۃ ہندہ کسی وارث کو اختیار بیع و رہن کا نہ ہوگا، یہ وصیت نامہ جائز ہے یا نہیں اور مسماۃ ہندہ زوجہ عمر کو اس مکان میں جو کہ لاولد ہے حصہ وراثۃً مل سکتا ہے یا نہیں؟

(احقر نیاز الدین، از آگرہ)

ج :۔ مرحوم کو ایسی وصیت کرنی جائز نہیں مسماۃ ہندہ کو اس مکان میں سے سولہواں حصہ یعنی فی روپیہ ایک آنہ ملے گا

س :۔ اب مسماۃ ہندہ کا بھی انتقال ہو گیا، اور ہندہ لاولد ہے، ایک حقیقی خالہ اور دو حقیقی خالہ زاد بہنیں موتی ہیں، اور دو حقیقی پھوپھی کی اولاد جن میں ایک پھوپھی کی اولاد میں ایک لڑکا ہے، دوسری پھوپھی کی اولاد میں سے دو لڑکے ایک لڑکی ہے، اور جس قدر نقدی زیور ہندہ نے چھوڑا ہے، وہ عمر سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاوند کے مہر کا ہے؟

ج۔ حسب فتوی علم وراثت ہندہ کے مال کے پانچ حصے ہوں گے۔ ایک حصہ حقیقی خالہ کو ملے گا چار (دو، دو) ہر ایک پھوپھی کو ملیں گے۔ خالہ زاد بہنیں محروم (سراجی ملاحظہ ہو) (۱۳ رجون ۱۹۱۳ء)

س۔

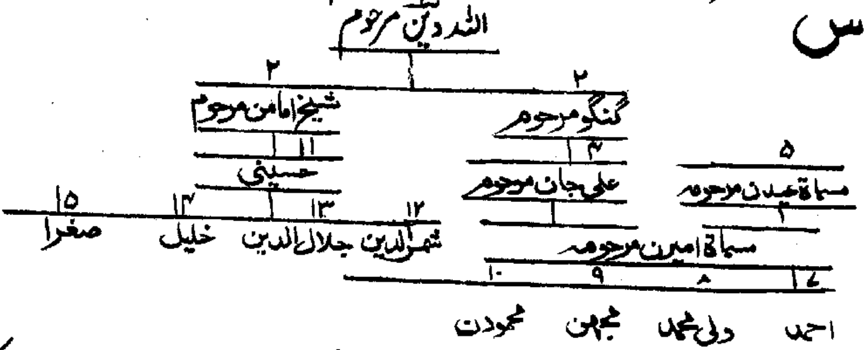

مرحوم جان علی، اور شیخ امامن مرحوم دونوں نے مل کر مشترکہ روپیہ سے ایک جائداد خریدی، کچھ زمانہ گذرنے کے بعد جان علی مرحوم نے شیخ امامن مرحوم کا روپیہ ادا کر دیا، اور جائداد تمام وکمال بلا شرکت غیرے اپنے قبضہ میں کر لی، جان علی مرحوم کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، لہذا انہوں نے مسماۃ امیرن دختر خود کے نام وہ جائداد ہبہ کر دی، جان علی مرحوم کی موت کے بعد مسماۃ عیدن بیوہ جان علی مرحوم نے پٹہ یعنی کاغذات ہبہ مسمی حسینی کے پاس بطور امانت رکھ دیئے کیونکہ مسماۃ امیرن کا شوہر قمار باز تھا مسماۃ امیرن کی موت کے بعد مسماۃ عیدن اکثر حسینی سے کاغذات مانگتی تھی لیکن حسینی موصوف بلطائف الحیل ٹال دیتا تھا، مسماۃ عیدن کی وفات کے بعد احمد پسر امیرن نے مالک جائداد ہونے کی حیثیت سے حسینی سے کاغذات طلب کئے، جس کا جواب حسینی نے یہ دیا کہ اس جائداد میں میرا بھی حصہ ہے احمد ازروئے شریعت مالک جائداد نہیں بن سکتا، مہربانی فرما کر ازروئے شرع اس کی تقسیم کر دیجئے۔

(خاکسار احمد)

ج۔ حسینی، جان علی مرحوم کا چچا زاد بھائی ہونے کی وجہ سے عصبہ ہے، اس لئے جان علی اگر ساری جائداد لڑکی کو ہبہ نہ کر جاتا، تو لڑکی کا حصہ نصف ترکہ نکال کر باقی حسینی کو پہنچتا، مگر جان علی کے ہبہ کر دینے سے وہ سارا مال مسماۃ امیرن کی طرف منتقل ہو گیا، اس کے بعد اس کے بیٹے احمد کی طرف انتقال ہوا، اب حسینی کا کوئی حق نہیں، اللہ اعلم (اہلحدیث ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ)

س:۔ ایک آدمی کے تین بیٹے ہیں، جن میں سے ایک کی شادی دو دفعہ ہو گئی ہے، ان کے والد کی جائداد تخمیناً تین ہزار روپیہ کے قریب ہے، جس میں بڑے بیٹے کی شادی کی بابت کچھ کم ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزار کے قریب خرچ ہوگیا، اور وہ باپ کی جائداد میں حصہ برادری کا طالب ہے تو اس کو حصہ دینا چاہیے یا نہیں، اور وہ باقی ماندہ جائداد کا حقدار ہے یا نہیں، حالانکہ وہ مطلقہ ہے، اور یہ تین بیٹے جو ہیں جن کا ذکر مندرجہ بالا ندکور ہے، وہ پچھلی شادی عورت کی اولاد ہیں، اب وہ مطلقہ عورت کا کیا حق ہے یا نہیں؟ (راقم قطب الدین از جالی کھیڑا ضلع ناسک)

ج: جس قدر جائداد باپ چھوڑ کر مرے، اس میں سب اولاد کا حق ہے، چاہے شادی ہو یا کنوارا مطلقہ عورت کو حصہ نہیں ملے گا، حق مہر اگر باقی ہے، تو اس کی حقدار ہے (۲۸ رجب ۱۳۲۸ھ)

س: ایک شخص کے پاس مال حرام مقدار میں اس قدر ہے، کہ جس میں شرعاً وصیت جائز ہوسکتی ہے کیا وہ اس میں مرنے وقت وصیت کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا ہے تو گنہ گار نہ ہوگا، اگر کر سکتا ہے، تو کیوں اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثا، اگر حسب حکم شرع باوجود علم اس امر کے کہ یہ مال حرام ہے تقسیم کرلیں، تو وہ گنہ گار رہوں گے یا نہیں؟ (سید علی سردیر از پشاور)

ج: حرام مال شریعت میں قابض کی ملک نہیں ہوتا، لہٰذا اس میں نہ وصیت جائز ہے نہ ہبہ نہ خیرات وارث باوجود علم کے اس پر قبضہ کریں گے، تو وہ بھی گنہ گار ہوں گے (۹ محرم ۱۳۲۸ھ)

س: مسماۃ ہندہ دو ہزار کا زیور وغیرہ جائداد چھوڑ کر فوت ہوگئی ہے، وارث اس کے حسب تفصیل ہیں، خاوند، ماں، باپ، ایک لڑکا، ایک لڑکی، بہنیں سات، ساس سسر بھتیجا، بھائی اس کا فوت شدہ ہے، مہربانی کر کے اس کا جواب پرچہ میں تفصیل وار دے دیجیے، کہ ہر ایک کو کیا حصہ میں آئیگا علاوہ اس جائداد کے تین سو اس کا مہر ہے، اس مہر کا فتوی بھی دے دیں، کہ ہر ایک کو مہر کا کیا حصہ آئے گا (رشید - ا - ۵ - امرتسری)

ج: مہر وغیرہ کل مرحومہ کی جائداد میں داخل سمجھ کر چوتھا حصہ خاوند کا، چھٹا حصہ ماں کا، اور چھٹا ہی باپ کا، باقی لڑکے اور لڑکی کا، لڑکے کو لڑکی سے دگنا، صورت یہ ہوگی۔

میت ۳۶

لڑکی	لڑکا	باپ	ماں	خاوند
۵	۱۰	۶	۶	۹

(اہلحدیث ۲۸ شوال ۱۳۲۷ھ)

س: ایک شخص مر گیا، اس کے وارث اس کی ماں، بہن اور چچازاد بھائی اور پھوپھی ہیں، اس کا مال کس کس کو پہنچتا ہے؟ (حافظ عبداللہ از لال پور ریاست رامپور)

ج: ماں کو چھٹا حصہ، لڑکی کو نصف، باقی چچازاد بھائی کو (۲۵ جون ۱۹۲۰ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س:۔ ایک مسجد میں روپے جمع پڑے ہوئے ہیں، اور ہمیشہ مسجد کی آمدنی مسجد کے خرچ سے زیادہ آتی ہے، لہٰذا ایسی مسجد کے روپے کسی اور للٰہی کام مثلاً کوئی مدرسہ وغیرہ جاری کرنے یا کسی اور مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنے جائز ہیں یا نہیں؟

ج:۔ وقف کی آمدنی واقف کی نیت سے خرچ ہونی چاہیئے، واقف کی نیت اگر کسی مسجد کے لئے تھی، تو اسی پر خرچ ہو، اس کے علاوہ دوسری جگہ نہ ہو، اور اگر عام تھی، تو اس کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے، اور اگر اس کی نیت کا کسی طرح علم نہیں، تو جہاں کے ساتھ وقف ہے، وہاں ہی رہنی چاہیئے، تا وقتیکہ عموم ثابت نہ ہو، یہ عام اصول ہے، جو شرع سے ثابت ہے

س:۔ ایک مسجد ہے جس میں لوگوں نے کھیت وقف کئے ہوئے ہیں، لیکن کھیت کی آمدنی بہت تھوڑی ہے، لہٰذا ان کھیتوں کو فروخت کر کے کوئی اور جائداد جس کی آمدنی کھیتوں کی آمدنی سے زیادہ ہو خرید کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:۔ وقف چیز کی بیع درست نہیں، لہٰذا کھیت کو بیچنا جائز نہیں (۲۱ صفر ۱۳۳۴ھ)

س:۔ زید کے والدین اپنی اولاد ذکور و اناث میں مساوی طریق پر محبت نہ رکھیں یعنی والدین میں سے والد بالخصوص، والدہ اپنی اولاد اناث سے بے حد محبت و شفقت کا اظہار کرے، حتیٰ کہ کل دولت یا اثاث البیت بخلاف ذکور دے دینا چاہے، اور بطریق مخالفت اولاد ذکور کو بالکل محروم رکھنا چاہے اور بے وجہ ہمدردی و محبت کا مستحق نہ سمجھے، اور بہ تبعیت والدہ والد بھی اس قسم کے برتاؤ پر مجبور ہو جائے اور اس دائمی و بغض و عناد کی وجہ سے اولاد ذکور بھی رنجیدہ ہو کر حقوق والدین کی پرواہ نہ کرے، تو عند الشرع ایسی اولاد اور والدین کے لئے کیا حکم ہے؟

ج:۔ حدیث میں دونوں فریق کے لئے ہدایت آئی ہے۔ من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا فلیس منا یعنی جو بڑے کی عزت نہ کرے، اور چھوٹے پر رحم نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے نیز فرمایا اعدلوا بین اولادکم۔ اپنی اولاد کے حق میں انصاف کیا کرو، اس لئے اولاد کو فائدہ پہنچانے میں عدل و انصاف کا خیال رکھنا چاہیئے لیکن حصص میں فرق ہونے سے اولاد کا حق نہیں کہ جس کو نہ ملے یا کم ملے، وہ ماں باپ کا مقابلہ کرے، بلکہ ہمیشہ ادب ملحوظ رکھے، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے انت ومالك لابيك تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے (۲۴ محرم ۱۳۳۴ھ)

س:۔ حاجی محمد حسن صاحب کے چار لڑکے ہیں عبدالرحمٰن، عثمان، عبدالمجید اور اسحاق اور ایک لڑکی مسماۃ آمنہ حیات ہیں، عثمان ناخلف ہے، ہر طرح سے ایذا رسانی پر کمربستہ، حاجی محمد حسن کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابعداری نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ باپ کی مخالفت کر کے مکان سے بھی علیحدہ ہو گیا ہے، وقت علیحدہ کرنے کے اس کو ایک رقم دے دی ہے، مگر کاشتکاری کے کام میں شریک ہے، تجارت کا کام عبدالرحمن و عبدالمجید ہی کرتے ہیں، وہ خوب محنت کر کے روپیہ پیدا کرتے ہیں، مگر ہیں سب باپ کے ساتھ شامل، ایک جگہ کھانا وغیرہ کھاتے اور رہتے ہیں، اور عثمان علیحدہ ہے، اب بعد فوت ہو جانے حاجی محمد حسن صاحب کے عثمان کو حصہ تجارتی مال میں ملے گا یا نہیں، دوسرے یہ کہ باپ ان لڑکیوں کا تینوں (عبدالرحمن، عبدالمجید، اسحاق) پر خوش ہے، اور عثمان سے سخت ناراض، والدین بیماری میں مبتلا ہے، مگر عثمان اور اس کی زوجہ نے کسی قسم کی خدمت نہیں، اور پاس تک نہیں آئے، ایسی حالت میں بقیہ مال میں جو بعد حاجی محمد حسن صاحب کے رہے گا (عثمان) ترکہ پانے کا مستحق ہو گا یا نہیں؟

ج: عثمان مثل اور بھائیوں کے باپ کی کل جائداد میں سے اپنے حصہ کا وارث ہو گا، باپ نے جو کچھ اس کو دیا تھا، اگر اس تصریح کے ساتھ دیا تھا، کہ تیرے نام ڈالا جائے گا، تو اتنا کٹ جائے گا، ورنہ نہیں۔

س: حاجی محمد حسن و عبدالرحیم دونوں حقیقی بھائی تھے، عبدالرحیم کا انتقال ہو گیا، عبدالرحیم نے زوجہ اول سے ایک لڑکا سلیمان اور دوسری زوجہ سے ایک لڑکا محمد یحیٰی اور تیسری سے لڑکا محمد یعقوب چھوڑے محمد یحیٰی کا انتقال ہو گیا، مال متروکہ کیونکر تقسیم ہو گا، اور محمد یعقوب نابالغ بچہ ہے، اس کے حصہ کا مال سلیمان کے قبضہ میں ہے، اور محمد یعقوب بچہ حاجی محمد حسن کے پاس رہتا ہے، اور محمد یعقوب کی والدہ بھی نہیں ہے، اور سلیمان اس مال کو اپنے تصرف میں لا کر سب اڑائے دیتا ہے، اور یا چوری سے علیحدہ جمع کرتا ہو گا، مگر محمد یعقوب کے خرچ کے واسطے ایک پیسہ بھی نہیں دیتا ایسی حالت میں ولی حاجی محمد حسن کا ہونا لازمی ہے، یا اس کے بھائی سلیمان کا، جو کچھ جواب ہو اخبار میں درج فرما دیں (خریدار نمبر ۲۰۰۰)

ج: عبدالرحیم کے مال کے سب بیٹے وارث ہوں گے، محمد یحیٰی اگر باپ کے سامنے مرا ہے، تو اس کا حصہ نہ ہو گا، اگر پیچھے مرا ہے، تو اس کا حصہ ہو گا، مگر مرنے کے بعد پھر اس کے بھائیوں کو مل جائے گا، محمد یعقوب کا ولی اقرب اس کا بھائی ہے لیکن اگر وہ خیانت کرتا ہے، تو دوسرے بھائی ولی ہوں گے، اگر ان کی بھی خیانت ثابت ہو، تو چچا کے سپرد کیا جائے گا، واللہ اعلم

(اہلحدیث، یکم شوال ۱۳۴۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س:۔ زید اپنے مرنے کے وقت اپنی زوجہ مسماۃ جنت بی بی و یک لڑکی مسماۃ محی الدین بی نامی چھوڑ گیا، بعد مدت جنت بی بی سے لڑکی محی الدین بی کا نکاح کر دیا چند روز کے بعد محی الدین بی اپنی ماں کے روبرو انتقال کر گئی، اب محی الدین بی کا خاوند جو محی الدین بی کے باپ کی زندگی میں سے اپنا حق طلب کرتا ہے، اب زید کی زندگی میں سے اس کی بی بی، اور اس کی بیٹی محی الدین بی اور محی الدین بی کے خاوند کو فی روپیہ کتنا حصہ دینا چاہیئے، زید کی بی بی اپنے خاوند کی زندگی میں سے مہر کے سوا کتنی زندگی لینا، اور بیٹی کو کتنی دینا، اور بیٹی کے حصہ میں سے اس کے خاوند کو کیا دینا چاہیئے، جنت بی بی اپنی بیٹی کا مہر اپنے داماد سے لینے کی مستحق ہے، یا نہیں۔

(عبد الغنی سیکرٹری مدرسہ نسواں، از مقام گدگ ہپلی)

ج:۔ زید کے مال سے جنت بی بی کو علاوہ مہر کے آٹھواں حصہ، باقی لڑکی کو، لڑکی کے حصے میں سے نصف اس کے خاوند کو (اگر خاوند کے ذمے مہر ہو تو وہ بھی ملایا جائے گا) باقی اس کی والدہ کو ملے گا یعنی فی روپیہ بعد مہر ۹ر جنت بی بی کو، اور ۷ر لڑکی کے خاوند کو، یہ تقسیم کل مال کی ہوگی۔

(اہلحدیث ۲۷ رجب ۱۳۴۳ھ)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین صورت مسئولہ میں کہ ایک شخص نے اپنا مکان مسجد بنانے کے لئے وقف للہ کر دیا، تاکہ احاطۂ مکان جہاں تک ہے، اس پر مسجد بنائی جائے، اور ذکر اللہ سے وہ موضع آباد ہو، اور لوگوں میں اعلان کر دیا، کہ میں نے اس مکان کو مسجد بنانے کے لئے وقف کر دیا، اب اس وقف کو توڑ سکتا ہے یا نہیں، اور فروخت کر سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:۔ امام ابو یوسف کی روایت کے مطابق وقف بالقول صحیح ہے پس صورت مسئولہ میں یہ وقف صحیح ہو گیا، اور اب اسے جائز نہیں، کہ اسے فروخت کرے۔ واذا کان الملک یزول عندهما یزول بالقول عند ابی یوسف وهو قول الائمة الثلاثة و هو قول اکثر اهل العلم وعلی هذا مشائخ بلخ وفی المنیة وعلیه الفتوی کذا فی فتح القدير وعليه الفتوى كذا فى السراج الوهاج انتهى (عالمگيرى) وفى الدر المنتقى و قدم فى التنوير والدرر والوقاية وغيرها قول ابى يوسف وعلمت ارجحيته فى الوقف والقضاء (رد المحتار) والله اعلم۔ كتبه محمد كفايت الله عفا عنه مولاه مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح۔ سید محمد عبد السلام غفر لہ۔

الجواب صحیح:۔ سید محمد ابو الحسن

الجواب صحیح والرای نجیح:۔ ابو محمد عبد الوہاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتانی صدر بازار دھلی الجواب صحیح:۔ بندہ محمد قاسم عفی عنہ، مدرس مدرسہ امینیہ دھلی الجواب صواب:۔ بندہ ضیاء الحق عفی عنہ، مدرسہ امینیہ دھلی الجواب صحیح:۔ عبد العزیز رحیم آبادی الجواب صحیح:۔ احقر سیف الرحمٰن عفی عنہ مدرس مدرسہ فتحپوری دھلی لا شک ان الوقف صحیح:۔ حررہ عبید الرحمٰن کفاہ المنان مقیم دھلی الجواب صحیح:۔ محمد کرامت اللہ عفا عنہ دھلوی۔ الجواب صحیح:۔ محمد ابراہیم دھلوی الجواب صحیح:۔ کتبہ محمد عبد اللہ ۹ رشوال سنہ ۳۱ھ الجواب صحیح:۔ عبد الرحمٰن مدرس مدرسہ سید نذیر حسین واقع پھاٹک حبش خاں دھلی المجیب مصیب:۔ ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی مقیم دھلی (۳۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۲ھ)

اڈیٹر اس فتوی کے اول مفتی حنفی علماء ہیں، دلیل میں کتب فقہ کا حوالہ ہے، نہ آیت ہے نہ حدیث مگر چونکہ اہلحدیث علماء کے نزدیک یہی حق تھا، اس لئے اہلحدیث عالم نے دستخط کرنے سے انکار نہیں کیا، یہی میری مراد ہے، کہ جو کام مجھ میں اور میرے مخالف میں متفق ہے اس میں شریک ہونے سے مجھے ہٹنا نہیں چاہیئے (از قلم مفتی مرحوم)

وراثتِ نبی ؐ کا سوال

قرآن شریف پارہ ۵ رکوع ۱- آیت ۸ کا جناب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عمل فرمایا، اور کون وارث اقرباء سے قرار دیا، یا اس آیت کریمہ سے مستثنی تھے، جواب کافی و شافی سے ممنون فرمادیں (عبد الکریم معمار ضلع سیالکوٹ)

جواب:۔ یہ سوال آیت میراث سے ہے مطلب اس سوال کا یہ ہے، کہ قرآن مجید میں جو حکم ہے۔ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ آنحضرت کا وارث کون ہوا تھا، جواب اس کا یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے حکم میں داخل نہیں تھے، کیونکہ حضور نے خود فرمایا ہے، کہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ (صحیح بخاری) یعنی ہم پیغمبر لوگ کسی کو اپنا وارث نہیں بنایا کرتے بلکہ ہم جو چھوڑ جائیں، وہ فی سبیل اللہ صدقہ ہوتا ہے، یہی روایت شیعوں کی معتبر کتاب اصول کلینی میں بھی ملتی ہے (اہلحدیث امرتسر ۱۰ دسمبر سنہ ۱۵ھ)

س:۔ ایک شخص فوت ہوگیا ہے، اس کی ایک بیوی، اور ایک حقیقی بھائی، اور ایک حقیقی بھتیجا، اور ایک چچازاد بھائی، اور ایک چچازاد بھائی کا بیٹا، اور ایک بھانجی، اور ایک بھانجا موجود ہیں، اس متوفی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے مال میں سے بروئے شرع شریف کتنے کتنے حصے پانے کا کون کون مستحق ہے؟

ج:۔ بیوی چوتھے حصہ کی وارث ہے، باقی کا حقیقی بھائی، ان کے سوا سب محروم ہیں۔

(اہلحدیث امرتسر، ۴ رمضان المبارک سنہ ۳۶ھ)

س:۔ ایک شخص مسمی زید فوت ہوگیا، اس کے بعد اس کے تین وارث ہیں، ایک زوجہ ہندہ، دوسری دختر جمیلہ، تیسرا بھائی عمر، متوفی کی زوجہ ہندہ نے کل مال اسباب وجائداد وغیرہ سب کا سب دختر جمیلہ کو دے دیا، اور زید کے بھائی عمر کو کچھ نہیں دیا، اور اس کے نام باضابطہ رجسٹری کرادی، کچھ عرصہ کے بعد مسمات جمیلہ دختر متوفی فوت ہوگئی، اب اس کے فوت ہونے کے بعد دختر جمیلہ کے وارثان ذیل باقی رہ گئے، والدہ مسمات ہندہ، چچا مسمی عمر، شوہر مسمی بکر، اب یہ مال واسباب وغیرہ اس کا کس طرح تقسیم ہوگا (منیر الدین از کلکتہ)

ج:۔ خاوند کو نصف، والدہ کو ثلث، باقی چچا کو، جس کی صورت یہ ہے:۔

میت

خاوند	والدہ	چچا
(۳)	(۲)	(۱)

(اہلحدیث امرتسر ۲۱ شوال سنہ ۳۵ھ)

س:۔ ایک عورت فوت ہوگئی، اس کے وارث خاوند، ماں، دو مادری بہنیں، دو پدری بھائی، دو حقیقی بھائی ہیں، ان میں تقسیم کس طرح ہوگی؟ (مولا بخش از امرتسر)

ج:۔ فرائض والے عام طور پر اس کی تقسیم یوں کرتے ہیں، کہ خاوند کو نصف، ماں کو سدس، دو مادری بہنوں کو ثلث، باقی ندارد، اس کی بنا آیت کلالہ پر ہے، جس کے الفاظ یہ ہے: وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ (پ ۴ ع ۱۳) اصحاب الفرائض بتائید مفسرین کہتے ہیں کہ اس أخ اور أخت سے ان سے مادری بہنیں مراد ہیں، اس لحاظ سے مادری بہنوں کو ذوی الفروض شمار کیا گیا ہے، اور حقیقی اور پدری بھائیوں کو عصبہ اس لئے مادری اولاد مقدم ہوگی، مگر ایسا کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی آیت یا حدیث نہیں، میرے نزدیک تو یہ تقسیم یوں ہونی چاہیے، کہ بحکم قرآن شریف خاوند کو نصف، ماں کو سدس (چھٹا حصہ) باقی ثلث بحکم قرآن فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ، بہن بھائیوں کا ہے، کیوں کہ قرآن مجید میں حرمت کے موقع پر وَأَخَوَاتُكُمْ جو آیا ہے، اس سے بالاتفاق حقیقی پدری اور مادری تینوں قسم کی بہنیں مراد ہیں، یہاں بھی وہی لفظ ہے، پھر یہ کیوں نہ تینوں قسموں کو شامل ہو، اللہ اعلم (۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۶ھ)

www.KitaboSunnat.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س :۔ ایک لڑکا اور لڑکی کے ماں باپ صغر سنی میں انتقال کر گئے، اور ماموں نے پرورش کئے ان بچوں کے والدین کے پاس کسی قدر زیور اور مویشی تھے، جب لڑکی بالغ ہوئی، اس کے ماموں نے شادی کر دی، اور اپنے گھر سے چند مویشی بھی بطور ہبہ کے دیئے، جب لڑکا بالغ ہوا، مویشی اور زیور اپنے ماموں سے لے کر بہن کے پاس رہنے لگا، امسال اس کا انتقال ہو گیا، ماموں نے وہ رقومات جو اس کے والدین کی تھی، اس کی بہن سے لے کر کہا، کہ میں اس کا چہلم کروں گا بہن اس کے خلاف ہے، اور کہتی ہے، میں چہلم کروں گی غرض یہاں تک نزاع ہوئی، کہ اس لڑکی کو شادی میں دیئے ہوئے مویشی بھی واپس لینے کا ماموں ارادہ کرتا ہے۔ لہذا دریافت طلب امور یہ ہیں، کہ آیا ماموں کا ان رقومات و مویشی پر جوان بچوں کے والدین کے تھے کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں، اور وہ مویشی جو شادی میں لڑکی کو دیئے تھے، ماموں واپس لینے کا مجاز ہے، یا نہیں؟

(محمود الحسن خان و فقیر محمد از سرون)

ج :۔ والدین کی رقوم اور مویشی کا حق اس کی اولاد لڑکے لڑکی کا ہے، ان کے ماموں کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ الآیۃ۔ ماموں نے جو مویشی ہبہ کئے ہیں، ان کا واپس لینا منع ہے (ہدایہ وغیرہ) (۸ مارچ ۱۸ سنہ)

پوتے کا حق وراثت

پوتے کو دادا کی جائداد کا مستحق قرار دینے کا سوال آج کل خاصہ زور پکڑ گیا ہے، بعض لوگوں پر تو یہ خیال اتنا مستولی ہو گیا ہے، کہ وہ اسے قانونی شکل دینے کے درپے ہیں

صورت مسئلہ یہ ہے، کہ اگر کوئی ایسا شخص انتقال کر جائے جس کا مثلاً ایک لڑکا موجود ہے اور ایسا پوتا بھی موجود ہے، جس کا باپ متوفی کی زندگی میں وفات پا چکا ہے تو کیا یہ پوتا دادا کی جائداد کا مستحق وراثت ٹھہرتا ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور کرنے والوں بلکہ پوری امت کا آج تک کا متفقہ فیصلہ یہ ہے، اور عقل سلیم بھی اسی کی مؤید ہے، کہ صورت مذکور میں اس پوتے کو دادا کی جائداد کا حق وراثت نہیں پہنچتا، اور متوفی کی جائداد کا مستحق وراثت اس کا موجودہ بیٹا ہے، امت کے اس متفقہ فیصلے کی بنیاد صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر۔ یعنی متوفی کی جائداد کے مقررہ حصے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ داروں کو دے دو، جو بچ جائے، اس پر ان مردوں کا حق ہے، جو متوفی سے نسبتاً زیادہ قریب ہوں، واضح رہے، کہ یہ فرمان نبوی قرآن سے کوئی الگ شئے نہیں، بلکہ اس کے اس بیان کردہ قانون ارث پر مبنی ہے، اور قرآن اور حدیث نے اس امر کی وضاحت کر دی، کہ میت کی جائداد سے جو جو حصے جن جن کو پہنچتے ہیں، وہ ان میں ٹھیک مقدار پر بانٹ دینے ضروری ہیں، اور بقیہ جائداد کا مستحق وہ مرد ہوگا، جو متوفی سے زیادہ قریب ہو، متوفی سے "زیادہ قریب" کے لئے حامل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے "اولیٰ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جسے اسلامی قانون میراث میں "اقرب" سے تعبیر کیا جاتا ہے، بالفاظ دیگر یوں سمجھیئے، کہ متوفی سے جو زیادہ قریب ہوگا، وہی اس کی وراثت کا صحیح حق دار ہوگا، اس اصول کی روشنی میں امت کا اس پر بلا استثناء اجماع ہے، کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جس کے بیٹے بھی ہوں، اور ایسا پوتا بھی جس کا باپ وفات پا چکا ہو، تو وہ اپنے دادا کی جائداد سے مستحق وراثت نہیں ہوگا، اور جائداد متوفی کے دیگر مستحق ورثاء میں تقسیم کر دی جائے گی، اس لئے کہ میراث کی رو سے ایسا پوتا مستحق وراثت نہیں، بلکہ مستحق وراثت متوفی کی موجود صلبی اولاد ہے، اس ضمن میں خاص طور پر قابل غور لفظ "اولیٰ" یا "اقرب" ہے، جو اس مفہوم کو واضح کرتا ہے، کہ متوفی کا وارث وہ شخص ہے، جو اس سے قریب تر ہو، ظاہر ہے، کہ اس سے قریب تر پوتا نہیں، بلکہ بیٹا ہی ہو سکتا ہے، اور یہ اس لئے کہ پوتا اور دادا کا رشتہ براہ راست نہیں ہے، بلکہ درمیان میں بیٹے کا واسطہ حائل ہے، جو کہ "اقرب" ہے، اور اس درمیانی واسطہ نے پوتے کو "اولیٰ" یا "اقرب" نہ رہنے دیا، جب صورت یہ ہوئی، تو دادا کی وراثت کا پوتے کی نسبت صلبی بیٹا ہی حق دار ٹھہرا، اور اس کی جائداد کا اصل وارث قرار دیا، اور پوتا قرابت کے اس اصول کی روشنی میں خود بخود ہی محروم ہو گیا یہاں یہ بات صاف ہو جانا ضروری ہے، کہ علمائے امت نے بالاجماع اب تک جن چیزوں کو استدلال کا ماخذ اور احکام کی عمارت کا بنیادی پتھر قرار دیا ہے، وہ یہ ہے:۔

کتاب اللہ — سنت رسول اللہ — اجماع — اور قیاس مجتہد

علماء کا طریق استدلال یہ ہے، کہ اگر کسی مسئلہ کے بارے میں ان کو تحقیق کرنا ہو تو وہ اولاً کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اگر کتاب اللہ سے اس کی وضاحت نہ ہوتی ہو، تو سنت رسول اللہ کی طرف لوٹتے ہیں، اگر اس میں بھی ناکام رہیں، تو اجماع امت کو دیکھتے ہیں، اگر اس میں بھی کامیاب نہ ہوں، تو قیاس مجتہد کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔

یہ چار مراحل ہیں جنہیں استدلال کا سفر کرتے وقت عبور کرنا پڑتا ہے، دیکھنا یہ ہے، کہ آیا زیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحث مسئلہ پوتے کی وراثت سے متعلق ان چاروں میں سے کسی میں یہ ثابت ہوتا ہے، کہ ایسا پوتا دادا کی جائداد کا مستحق قرار پاتا ہے، ہرگز نہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت، اور قیاس آپ ان چاروں کو خوب کھنگال ڈالئے، ان کی مقررہ حدود میں بار بار اشہب فکر کو دوڑا یئے، اور اپنی نظر عمیق کو وسیع سے وسیع تر کیجیے، مگر آپ یقین جانیے، کہ آپ کو ایسا پوتا محروم الارث ہی نظر آئے گا

(الاعتصام ۵ مارچ ۱۹۴۵ء)

قانون وراثت اور رواج

عرصے سے ملک کی بہت سی مسلمان قوموں میں ایسے مقدمات وراثت کے متعلق عدالتوں میں پیش ہوتے رہے ہیں جن میں فریقین میں سے ایک شرع شریف پیش کرتا ہے، تو دوسرا رواج، رواج پیش کرنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے۔ خاص امرت سر میں بھی اس قسم کے مقدمات کثرت سے ہوتے ہیں جن کا فیصلہ اس طرح ہوتا ہے، کہ جن قوموں میں شریعت کے رواج کی ایک دو مثالیں مدعی پیش کرسکتا ہے، تو شریعت پر فیصلہ ہوجاتا ہے، اور جس قوم میں رواج کا ثبوت ہوتا ہے، رواج پر ہوجاتا ہے، اس سے عدالتوں میں بڑی دقتیں پیش آتی تھیں، اس کے فیصلہ کے لئے عنقریب سرکاری کانفرنس بیٹھنے والی ہے، مسلمانوں کے امتحان کا موقع ہے، کہ دنیا یا دین کو پسند کرتے ہیں یا ایمان قوی کو، اگر انہوں نے صاف صاف لفظوں میں اظہار خیال کردیا کہ ہم کو شریعت منظور ہے، تو دین اور دنیا دونوں بچ جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مسلمانوں کے امتحان کا موقع یہی قرار دیتا ہے، غور سے سنیے۔ اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ مسلمانوں کو جب اللہ اور رسول کی طرف فیصلہ کے لئے بلایا جاتا ہے، تو وہ بجز اس کے کچھ نہیں کہتے، کہ ہم نے سنا اور مانا بس یہی لوگ کامیاب ہونگے اس آیت نے فیصلہ کردیا ہے، کہ جو لوگ اپنے نزاعات میں عموماً اور مسئلہ وراثت میں خصوصاً شریعت سے روگرداں ہوتے ہیں، وہ خدا کے نزدیک ایمان سے خارج ہیں۔

ایسے لوگ جو مقدمات میں شریعت کے مقابلہ میں رواج کو ترجیح دیتے ہیں، پنجاب میں تو بہت کم ہیں، جمہور اہل اسلام برابر شریعت کے مطابق تقسیم کرتے ہیں، اس لئے سرکاری کانفرنس سے ہمیں توقع رکھنی چاہیے، کہ وہ اس امر میں جمہور مسلمانوں کے جذبات کا خیال فرما کر گمراہ مسلمانوں کو راہ راست پر لانے کا قانون بنا دے گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کرے، کہ ہماری آرزو پوری ہو، اور گورنمنٹ کے دل میں خدا کی طرف سے یہی ڈالا جائے کہ جدید قانون سے حسب الوعدہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو صدمہ نہ پہنچے۔

(اہلحدیث ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

پوتے کی وراثت میں مرزائی غلطی

مرزا صاحب اور ان کے اتباع قسم کھائے بیٹھے ہیں، کہ جائز و ناجائز ہر امر میں علماء اور فقہاء کی مخالفت کریں گے، قادیانی جماعت تو اس بارے میں اعلیٰ معراج پر ہے، لاہوری جماعت کے ارکان بھی اس امر میں ان سے کچھ کم نہیں، لطف یہ ہے، کہ اپنا دعویٰ ثابت کرنے سے پہلے ہی علماء اور فقہاء پر جارحانہ حملے شروع کر دیتے ہیں، مولوی محمد علی صاحب کی ساری تفسیر میں یہی طرز عمل ملتا ہے، اس جماعت کے دوسرے بڑے رکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہیں، جو عربی میں ناکافی قابلیت رکھنے کے باوجود فقہ میں امام ابو حنیفہ سے، حدیث میں امام بخاری سے، اور تفسیر میں امام رازی سے اعلیٰ ہونے کا زعم و گمان رکھتے ہیں، چنانچہ پیغام صلح مورخہ ۸ اکتوبر میں یتیم پوتے کی وراثت کے متعلق آپ کا مضمون نکلا ہے، جس کے الفاظ مع سرخی یہ ہیں۔

پوتے کی وراثت میں اجتہادی غلطی ان مسائل میں سے جن میں بعض فقہاء کو غلطی لگی ہے پوتے کی وراثت کا بھی مسئلہ ہے، ان کے نزدیک کسی شخص کے دادا کی زندگی میں اگر اس کا باپ مر جائے، تو چچا کی موجودگی میں دادا کے ترکے سے وہ پوتا محروم ہو جائیگا مثلاً زید کے دو بیٹے بکر اور عمر ہیں، اگر عمر اپنے باپ زید کی زندگی میں مر جائے، تو عمر کا بیٹا خالد اپنے دادا زید کے ترکے سے محروم ہو جائے گا، اور سارا ترکہ اس کے چچا بکر کو مل جائے گا

جہاں تک میں نے غور و فکر اور تحقیقات کی ہے، پوتے کی محرومی غلط ہے، قرآن کریم میں صاف لفظوں میں ارشاد ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (النساء) اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو، جس کے صاف معنی ہیں، کہ زید کی جتنی بھی اولاد ہو، لڑکے ہوں یا لڑکیاں، سب کو زید کے ترکہ میں سے حصہ دیا جائے، کوئی وجہ نہیں، کہ ایک باپ کی اولاد میں سے ایک شاخ کو حصہ ملے، اور دوسری کو نہ ملے۔

(پیغام صلح لاہور۔ ۸ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

اہلحدیث:۔ طریقہ تحقیق یہ ہے، کہ اس مسئلہ پر بحث کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے، کہ قرآن مجید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ارشاد یوصیکم اللہ فی اولادکم میں اولاد کا لفظ بیٹوں اور پوتوں کو یکساں شامل ہے یعنی کلی متواطی ہے، یا حقیقت و مجاز کی قسم سے ہے، ڈاکٹر صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ بیٹوں اور پوتوں دونوں کو اولاد کا حقیقی مصداق جانتے ہیں، اسی بنا پر ان کا سارا مضمون مبنی ہے، پس وہ ہمارا سوال حل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

سوال:۔ زید کے دو بیٹے بکر اور خالد ہیں، پھر بکر کے دو بیٹے ہیں، عبداللہ اور عبدالرحمٰن، زید کے مرنے کے وقت اس کے دونوں بیٹے اور دونوں پوتے زندہ ہیں، اب ڈاکٹر صاحب بتائیں، کہ زید کا ترکہ کتنے رؤس پر تقسیم ہوگا، بقول آپ کے چار افراد پر تقسیم ہونا چاہیئے، کیونکہ چاروں حقیقی اولاد ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ ایک بیٹا دو پوتوں کے ساتھ مل کر روپے میں سے بارہ آنے لے جائے گا، اور دوسرا صرف چار آنے۔

علیٰ ہذا القیاس اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، جن میں صلبی اولاد کو سراسر نقصان ہے، کیا یہ صورت حال صحیح ہے؟ اگر اس کو غلط کہیں، تو چاروں کے مدارج تجویز کر کے بتائیں، حقیقی اولاد کون ہیں، اور مجازی کون؟ اگر دو پوتوں کی بجائے بارہ پوتے ہوں، تو کیا ترکہ چودہ پر تقسیم ہوگا، بینوا توجروا۔ ڈاکٹر صاحب جواب میں کہیں، کہ چونکہ اصل (باپ) زندہ ہے اس لئے وہی حق دار ہے۔ تو یہ ہمارا عین مقصد ہے کہ اولاد کا لفظ پوتے کو حقیقۃً شامل نہیں ہے، بلکہ مجازاً ہے، جیسا کہ آج کل ہم انسانوں کو بنی آدم کا لفظ شامل ہے، پس نتیجہ صاف ہے، کہ جو لڑکا بلا واسطہ اولاد کا مصداق ہے، وہ بالواسطہ اولاد سے مقدم ہوگا، کیونکہ وہ حقیقت ہے، اور یہ مجاز ہے۔

دوسرا سوال:۔ پوتی کے نکاح کے موقع پر پوتی کا باپ اور دادا دونوں زندہ ہیں، نکاح کا ولی کون ہوگا، باپ کا دادا؟ دونوں میں اختلاف رائے ہونے کی صورت میں ترجیح کس کو ہوگی،

اطلاع:۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سمجھتے ہوں گے، کہ ہم نے فقہاء کی بڑی غلطی نکالی ہے، اور یتیم پوتے کو وارث بنا دیا ہے، اس لئے ہم ان کو بتاتے ہیں، کہ یہ آواز دراصل پہلے امرتسر سے اٹھی تھی، مولوی احمد الدین صاحب امرتسری منکر حدیث نے سب سے پہلے یہ آواز اٹھائی تھی، جس کا جواب اہلحدیث میں بارہا دیا گیا، اس لئے آپ اولیت کا دعویٰ کرتے ہوئے اگر یہ کہیں تو غلط ہے۔ ؎ ہم پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے۔

(اہلحدیث امرتسر ۳۰ شوال ۱۳۶۰ھ ۲۱ نومبر ۱۹۴۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب یازدہم

کتاب الامارت

افتتاحیہ

(از علامہ جلیل حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ)

اسلامی نظام کے ضروری اجزاء اسلامی نظام کے ضروری اجزاء امارت، شوریٰ اور انتخاب ہیں، اسلامی نظام میں یہ تین چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، امارت ایک ایسا عہدہ ہے، جسے خلافت کا قائم مقام سمجھنا چاہیئے، خلیفہ دنیا میں احکام الٰہی کا نفاذ کرتا ہے، مخلوق کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ وار ہے، سرحدوں کی حفاظت نظام مملکت کی اصلاح اور نگہداشت اس کا فرض ہے، اس لئے ضروری ہے، کہ زود یا بدیر اسے اس قدر قوت حاصل ہو جس سے وہ یہ جملہ انتظامات کر سکے، زکوٰۃ، صدقات، اور مختلف اموال کی تحصیل کا حق امام اور امیر کو حاصل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے دور میں زراعت اور جانوروں کی زکوٰۃ جبراً حکومت وصول کرتی تھی، البتہ نقود کی زکوٰۃ میں اہل خیر پر اعتماد کیا گیا ہے، کہ وہ خود ادا کریں[1]۔ قال ابو عبید کل هذه الاثار التی ذکرنا ها فی دفع الصدقة الی ولاة الامر ومن تفریقها هو معمول به وذلك فی زكاة الذهب والورق خاصة ای الامرین فعله صاحبه كان مؤدیا للفرض الذی علیه وهذا عندنا هو قول اهل السنة والعلم من اهل الحجاز والعراق وغیرهم فی الصامت لان المسلمین مؤتمنون علیه كما ائتمنوا علی الصلوة واما المواشی والحب والثمار فلا یلیها الا الائمة ولیس لولیها ان یغیبها عنهم وان هو فرقها ووضعها مواضعها فلیست قاضیة عنه وعلیه اعادتها الیهم فرقت بین ذلك السنة والاثار اھ۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں، کہ مذکورہ آثار کا مطلب یہ ہے

[1] قال ابو عبید قاسم بن سلام ۲۲۴ھ فی کتاب الاموال ص۵۷۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سونے اور چاندی کی زکوۃ خلیفہ کو دے دے، یا خود بانٹ دے، فرض ادا ہو جائے گا عراق و حجاز میں ائمہ سنت کا یہی مذہب ہے، اس مسئلہ میں مسلمانوں کو امین سمجھا گیا، جیسے وہ نماز کے متعلق امین ہیں، لیکن یہ اختیار اموال صامتہ میں ہے، جانور غلہ اور پھلوں کی زکوۃ امیر ہی کو دی جائے گی، اگر مالک خود تقسیم کرے، تو ادا نہیں ہو گی،

معلوم ہوتا ہے، کہ ظاہر اموال جن کا تعلق ہماری نظروں سے ہے، اور سرسری طور پر ان کا محاسبہ کیا جا سکتا ہے، ان کے لئے مصدق اور محصل بھیج کر زکوۃ وصول فرمائی گئی، اور لا جلب ولا جنب ارشاد فرما کر تاکید فرمائی گئی، کہ زکوۃ سے بچنے کے لئے کوئی حیلہ اور بہانہ نہ کیا جائے، اور مخفی اموال کے متعلق اعتماد فرمایا گیا، زکوۃ نہ دینے پر جو وعید اور سزا شارع جل شانہ نے مقرر فرمائی ہے، اسے واضح فرما کر دیانت پر چھوڑ دیا گیا، محاسبہ کی گرفت سے بچنے کے لئے جو اخلاقی برائیاں عموماً دولتمند کرتے ہیں جیسے آج کل ہم دیکھتے ہیں، محکمہ انکم ٹیکس اور پراپرٹی ٹیکس سے بچنے کے لئے عوام اور مسلمان کس قدر کمزوریاں ظاہر کرتے ہیں، شارع نے عامۃ الناس کو اس سے بالکل سبکدوش فرما دیا، اور اسے انسان اور خدا کا معاملہ قرار دے دیا گیا، جو شخص اپنے مال کی پوری زکوۃ ادا نہیں کرتا وہ عند اللہ مجرم ہے قیامت کے دن ان کی جلی ہوئی پیشانیاں اور جھلسے ہوئے پہلوان کی اس بدعملی کے شاہد ہوں گے لیکن ان پر حساب کی ذمہ داری ڈال کر انہیں جھوٹ اور بددیانتی پر مجبور نہیں کیا گیا، سخت قوانین کا یہ پہلو بڑا ہی خطرناک ہے، کہ انسان ان کی گرفت سے بچنے کے لئے جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے، تاجر دو دو حساب رکھنا شروع کر دیتے ہیں، رشوت دے کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں، عمال حکومت اور ملازم رشوت کے عادی ہو جاتے ہیں، حکومت سخت گیری سے ایک چور دروازہ بند کرتی ہے لیکن بیس چور دروازے خود بخود کھل جاتے ہیں، اس لئے دنیا بداخلاقی کے جہنم میں گرتی چلی جاتی ہے یہ مقام حکومت اور رعایا دونوں کے لئے خطرناک ہے، اموال ظاہرہ اور باطنہ میں تفریق فرما کر شارع حکیم نے قریباً تمام چور دروازے بند کر دیئے، اور سرمایہ دار کو ایک ایسی سطح پر لا کھڑا کیا ہے کہ اگر وہ تباہی سے بچنا چاہے، تو بچ سکے اگر بخل کرے، اور نقد مال کی زکوۃ نہ خود ادا کرے نہ حکومت کو دے، تو یہ عند اللہ مجرم ہے حکومت اس معاملہ میں مداخلت کی مجاز نہیں، جب تک یقینی طور پر ثابت نہ ہو، کہ وہ شخص زکوۃ نہیں دیتا، اگر یہ ثابت ہو جائے، کہ فلاں شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا، تو امیر کو حق ہے، کہ وہ دگنا رقم وصول کرے۔

امارت کا جو تخیل میں نے ذکر کیا ہے، قرآن حکیم نے اسے تمکن فی الارض سے تعبیر فرمایا ہے، جو ان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام ضروریات کا جامع ہے، جس کا ذکر ہم نے فرائض امارت میں کیا ہے، علی الفور اس نظام کا بام عروج پر پہنچ جانا ضروری نہیں، آخری منزل تدریج ہی سے سامنے آئے گی لیکن تاسیس میں ان ارتقائی مدارج کے آثار نمایاں ہونا ضروری ہے۔

حکومت کا اسلامی تخیل اسلام نے عوامی حکومت کی نہ صرف حمایت کی ہے، بلکہ یہاں حکومت کے لئے ضروری ہے کہ عوامی ہو لیکن عوامی حکومت کے عام مفہوم اور اسلامی مفہوم میں بہت زیادہ فرق ہے "عوامی حکومت" کا عام مفہوم وہی ہے، جیسے کمیونسٹ اور اکثریت زدہ حضرات عموماً استعمال فرماتے ہیں، کہ وہ عوام کی رائے سے بنائی گئی ہو، اگر عوام کی رائے اسی قدر مستند ہو جائے، کہ وہ سیاسی معموں کو حل کر سکیں، اور ایسے آدمی کو انتخاب کر سکیں، جو ان سیاسی ذمہ داریوں کو نباہ سکے، جو بحیثیت امیر مملکت اس پر عائد ہوتی ہیں، تو ایسے لوگوں کو عوام کہنا ان پر ظلم ہے۔ اسی لئے عوامی حکومت کی اصطلاح اس مفہوم کے لحاظ سے محض جذباتی ہے، اور عوام ہی کے جذبات کو اپیل کے لئے بنائی گئی ہے، ہم انتخابات میں دیکھتے ہیں، کہ کچھ پڑھے لکھے اصحاب غرض خود ہی عوام کو رائے بتاتے ہیں۔ اور ان کی رائے کو اپنی ذاتی اغراض کا انجکشن دے کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ اسلام کے نقطہ نظر سے ایسے اہم امور میں ارباب بست وکشاد کی رائے اصل فیصلہ کن رائے ہے حکومت کی تشکیل میں اساسی چیز عوام کی نصیحت (خیر خواہی) ہے، یہی دین کا اصل مقصد ہے الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم، دین خدا اور اس کے رسول کی خیر اندیشی، اور حکام اور عامۃ المسلمین کی خیر خواہی کا نام ہے۔

قرون خیر میں انتخابات کی مختلف صورتیں سامنے آئی ہیں لیکن آئینی طور پر انتخاب کو نہ ان چار صورتوں میں حصر فرمایا گیا ہے، اور نہ کسی ایک ہی کو پسند کیا گیا ہے، بلکہ کوشش کی گئی ہے کہ کوئی ایسا آدمی اس بوجھ کو اٹھائے، جو مساکین کو اونچا کر سکے، اور خود مساکین کی سی زندگی بسر کرے سقیفہ بنی ساعدہ میں سب سے پہلا انتخابی اجتماع ہوا، جو بالکل اتفاقی اور اصطلاحی طور پر غیر آئینی تھا لیکن ارباب حل وعقد کی جو تعداد یہاں جمع ہوئی، وہ شاید کسی بڑے سے بڑے اجتماع میں جمع نہ ہوئی ہوگی، مختلف تجویزوں کے بعد دو نام خلافت کے لئے پیش ہوئے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت سعدؓ دوسرا امیدوار انصار کی طرف سے تھا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ کے نام آنے کے بعد لوگوں کے سامنے ایک ایسی مبارک شخصیت آ گئی، جس پر انصار اور مہاجر سب خوش ہو گئے، اور مزید

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور اور بحث و تنقید ہی ضرورت ہی نہ رہی۔ حضرت سعد رضہ کو شاید دو دو ووٹ نہ مل سکے، گویا ارباب بست و کشاد کا یہ گروہ پارٹی بازی سے ذہن کو خالی کر کے جمع ہوا، کہ کوئی ایسا آدمی منتخب ہو جائے، جو اس نظام اور اس خدمت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کا پوری طرح اہل ہو، جب وہ سامنے آگیا، تو دوسرے امیدوار کا سوال ہی ختم ہو گیا۔

حضرت ابوبکر رضہ کی خلافت ڈھائی سال رہی معلوم ہے، کہ حضرت ابوبکر رضہ نے عوام کی کس قدر خدمت فرمائی، جہاں تک تاریخ کی شہادت ہے، کوئی معتمد آواز بھی خلافت مآب کے خلاف بلند نہ ہوئی۔ بلکہ فتوحات کے لئے زمین کو اس طرح ہموار کر لیا، کہ خلیفہ ثانی سرپٹ دوڑتے گئے، اور یکے بعد دیگرے ممالک پر اسلامی پرچم لہراتا گیا، یقیناً یہ فتوحات حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں ہوئیں، لیکن ان کے لئے زمین ہموار خلیفہ اول ہی نے فرمائی، فتنہ ارتداد کو کس صفائی اور کس عجلت سے ختم فرمایا، مانعین زکوٰۃ کو کس حسن تدبیر سے ہموار فرمایا اللھم ارض عنہ وارفع درجتہ فی اعلیٰ علیین۔

دوسرا انتخابی اجتماع ڈھائی سال کے بعد جب حضرت ابوبکر رضہ نے محسوس فرمایا، کہ وقت قریب ہے، تو مدینہ اور اس کے قرب و جوار کے ارباب بست و کشاد کی رائے معلوم کرنا شروع کیا، معتمد صحابہ سے مشورہ فرمایا، اس کے بعد ایک تحریری اعلان کے ساتھ حضرت عمر رضہ کا نام پیش فرمایا، یہ نامزدگی خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی کئی دنوں کی محنت کا نتیجہ تھی، علالت کے ایام میں حضرت ابوبکر رضہ کا یہ بہترین مشغلہ رہا، یہ نامزدگی کئی دنوں کے گہرے غور و خوض، اور ارباب حل و عقد کے مخلصانہ مشوروں کا نتیجہ تھی اسے انتخاب کہئے یا نامزدگی لیکن اس کے پیچھے شوریٰ کی مقدس قوتیں نہاں تھیں، اور اس مقدس شورائی نامزدگی سے امت کو بے حد فائدہ پہنچا۔ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس نامزدگی کے لئے حضرت ابوبکر نے بچوں اور عورتوں تک کی رائے دریافت فرمائی، حضرت عمر رضہ کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کتنا ہی نیک دل کیوں نہ ہو، دنیا کی بدگمانیوں سے نہیں بچ سکتا، حضرت عمر رضہ کو زخم لگنے کے بعد جلد ہی معلوم ہو گیا، کہ وہ جانبر نہیں ہو سکیں گے، اور حضرت ابوبکر رضہ کی طرح رائے عامہ معلوم کرنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔

تیسرا انتخابی اجتماع۔ عوام کی حالت کے متعلق حضرت عمر رضہ کو بہت کچھ معلوم تھا، ایسا آدمی جس پر پورا اطمینان ہو، کوئی نظر میں نہیں تھا، اس لئے چھ بزرگوں کے متعلق معاملہ سپرد کر کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے، اور اس وقت یہی کچھ ممکن تھا اس سے مزید ذمہ داری ممکن ہی نہ تھی اور ان چھ آدمیوں کا آخری فیصلہ حضرت عثمان کی خلافت پر ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی سال بڑے اطمینان سے گذرے، اواخر خلافت میں عبداللہ بن سبا کی فتنہ انگیزی سے بہت بڑا فساد ہوا، جس کا نتیجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت تھی، ارباب بست وکشاد اس فساد کو روکنے میں ناکام رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ ایسے معتدر حضرات مدینہ منورہ میں موجود تھے، مگر فساد نہ رک سکا، ان میں سے کوئی بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کو پسند نہیں کرتا تھا مگر شرارت پسند عنصر کو کوئی بھی لگام نہ دے سکا، اور بے شعوری میں وہ ظلم بپا کیا جس کا وہم وگمان نہ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پورے چالیس دن پانی روکا گیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی وقت چھپ چھپا کر پانی پہنچا دیتے۔ ان حالات میں حضرت عثمان کوئی انتظام نہ کر سکے، اور ایسے ناخوشگوار حالات میں شریف آدمی کر ہی کیا سکتا ہے۔

چوتھا انتخاب ــ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بوجھ بڑی ہچکچاہٹ سے اٹھایا، وہ خوب سمجھتے تھے کہ جو لوگ اس وقت اس مہم کی سربراہی کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اس کے اہل نہیں ہیں، نہ ہی ان کو ارباب حل وعقد شمار کیا جا سکتا ہے، نہ ہی ان کی رائیں درست ہیں، نہ ہی ارادے صحیح، یہ شرارت کے سرغنہ ہیں، ان سے کسی صلاحیت کی امید نہیں کی جا سکتی لیکن اگر کوئی سنجیدہ آدمی اس وقت نظام حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لے، تو نہ معلوم امت کی تباہی کے لئے کتنے اور چور دروازے کھل جائیں گے، مفسدین کے ہاتھ میں اگر نظام چلا گیا، تو نہ شرفا کی جان سلامت ہو گی نہ آبرو، اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے نظام اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے، تاکہ اصلاح کی راہ میں رکاوٹیں کم سے کم حائل ہو سکیں،

چنانچہ یہ حقیقت تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ارباب حل وعقد نے نہیں کی، ان چار طرق میں سے پہلے تین یقیناً انتخاب کہلانے کا حق رکھتے ہیں، ان میں ممکن طور پر ارباب حل وعقد کے مشورہ کی کوشش کی گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ نہ انتخابی ہے نہ شورائی وہ حالات کا ناگریز تقاضا ہے جس میں جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت نبوت کا تعلق ہے وہاں خلوص کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔

شوریٰ:- اسلامی نظام میں شوریٰ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ معمولی معمولی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوادث میں مشورہ کے لئے عامۃ المسلمین کی طرف رجوع فرماتے۔ اس کی مثالیں ان کے دورِ خلافت میں بڑی کثرت سے ملتی ہیں، معمولی مسائل کے لئے مشورہ طلب فرماتے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر حباب بن منذر رضی کے مشورہ سے اپنے جنگی موقف کو بدل لیا، غزوہ احد میں عامۃ المسلمین کی خواہش کے مطابق شہر سے باہر تشریف لے گئے، اور میدان جنگ جبل احد کے دامن میں تجویز فرمایا، بریرہ رضی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے کو مسترد کر دیا، آنحضرتؐ نے اس پر قطعی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا، حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہیں۔ ما رایت قط احدا اکثر مشورۃ لاصحابہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (معالم التنزیل للخطابی ص۶۷ ج۴) سنن دارمی میں ہے۔ ما ندم من استخار ولا خسر من استشار۔ استخارہ کرنے کے بعد ندامت نہیں ہوتی، اور مشورہ کے بعد خسارہ نہیں ہوتا۔ صلح حدیبیہ کی پوری سکیم حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ سے طے پائی تھی، معالم السنن وغیرہ۔

قرآن اور شوریٰ

قرآن عزیز نے شوریٰ کا تذکرہ دو مقام پر فرمایا ہے، سورہ شوریٰ میں جہاں اہل ایمان اور اصحاب توکل کے خواص اور خوبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے، وہاں استجابت للرب، اقامت صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ امرھم شوریٰ بینھم فرما کر مشورہ کرنا بھی مومن کی ایک خاص خوبی بتایا گیا ہے، معلوم ہے کہ سورہ شوریٰ مکی سورہ ہے جہاں ابھی نظام امارت اور دستور حکومت کی تشکیل کا کوئی خاص تصور سامنے نہیں تھا، اسی لئے اس کا تذکرہ ایمان کی خصوصیات میں مخصوص انداز سے آگیا، اس سے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں، کہ اسلامی زندگی میں مشورہ کو اتنی ہی اہمیت حاصل ہے، جس قدر نماز کو حاصل ہے، سورہ شوریٰ میں آیت ۳۷ تا ۳۹ غور سے پڑھیں، اس سے شوریٰ کی اہمیت واضح ہو جائے گی

سورہ آل عمران مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، جہاں نظام جہانداری اور جہانبانی کا آغاز ہو چکا تھا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج اور اس کے شورائی انداز کا تذکرہ جچے تلے الفاظ میں اس طرح فرمایا فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (۳-۱۵۹) یہ اللہ کی رحمت ہے، کہ تمہاری طبیعت نرم ہے اگر تند خو اور سخت دل ہوتے، تو عامۃ الناس آپ کے قریب تک نہ آتے، آپ ان کی لغزشیں معاف فرمائیں، اور ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں اور اپنے ضروری امور میں ان سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورہ طلب فرمائیں، اور جب معاملہ طے ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ فرماکر اسے کر گذریئے اللہ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

فَاِذَا عَزَمْتَ میں عزم سے پہلے فار تعقیب کا مفاد یہ معلوم ہوتا ہے، کہ عزم مشورہ کے بعد ہی ہوگا، گویا مشورہ عزم کا جزء ہے، اس سے مشورہ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے، مشورہ شرعاً ضروری ہے، امیر پر واجب ہے، کہ وہ اپنے رفقار سے مشورہ کرے، حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین سے قتال اور مانعین زکوٰۃ کی سزا کے متعلق اپنے ساتھیوں سے مشورہ فرمایا، جیش اسامہؓ کے متعلق مشورہ کیا، مشورہ کے رد وقبول میں امام کے اختیارات کیا ہیں، اور ان اختیارات کے استعمال کی حدود کیا ہیں، یہ ایک دستوری مسئلہ ہے، جسے ہر دور میں ارباب فکر کی صوابدید کے مطابق طے ہونا چاہیئے، نصوص میں نہ اس کی تصریح ہے، اور نہ ہی ایسی چیزیں نصوص میں آنا ضروری ہیں، البتہ ایسے واقعات ضرور ملتے ہیں، جہاں امیر نے شوریٰ کو مسترد کر دیا، یہ دستوری مسائل ہر دور اور ہر ملک کے دانش مندوں کی رائے سے طے ہونے چاہئیں۔

اسلام میں شوریٰ کی اہمیت قرآن اور سنت سے ظاہر ہے، ابتداءً امرائے بنوامیہ نے استبدادی حکومت کی داغ بیل ڈالی، اور خلافت موروثی ہوگئی، اس وقت علمار نے اس کی مخالفت کی، استبداد اور وراثت کو ناپسند کیا، لیکن عباسی حکومت میں یہ استبداد بڑھا، اور پرانا ہوگیا، کہ علمار کی زبانیں بند ہوگئیں، اور عام طور پر یہی سمجھا جانے لگا، کہ اسلام میں آمریت اور ملوکیت ہے، شوریٰ اور رائے عامہ کی اہمیت ذہنوں سے ناپید ہوگئی فصارت بلیتہ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور آج تک ذہن اس غلطی میں مبتلا ہے، کہ اسلام کے نظام میں ملوکیت اور شخصی اقتدار کو اہمیت حاصل ہے۔

انتخاب

انتخاب کا لفظ جب کان سنتے ہیں، تو ذہن فوراً اسی ہنگامہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جسے الیکشن کہا جاتا ہے، حالانکہ مقاصد کے لحاظ سے انتخاب اور الیکشن کے ہنگامہ میں فرق ہے، موجودہ الیکشن میں آرار کو ماؤف کیا جاتا ہے، پروپیگنڈہ کے بعد ذہن اس قدر تباہ ہو جاتا ہے، کہ اس کی سوچ اور فکر کو رائے سے تعبیر کرنا یقیناً غلط ہوگا، بلکہ الیکشن اور آج کے انتخابات میں قوت فکر پر فالج گرتا ہے، اور عقل پر لقوہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور کیفیت اس وقت نہ ہوگی، جب دھاندلی نہ ہو، اور عوام کی قیادت غنڈوں کے ہاتھ میں نہ ہو، اور اگر پروپگنڈہ کے بعد قیادت کے فرائض غنڈہ ازم انجام دینا شروع کر دے، تو حالات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا رخ بالکل ہی بدل جاتا ہے، جس شورائی مزاج کی نشأۃ کے لئے یہ ڈھونگ رچایا گیا تھا، نتائج اس کے بالکل برعکس ہوں گے، اس میں رائے عامہ بیداری کی بجائے معطل ہو جاتی ہے زندگی کی بجائے اس پر موت طاری ہو جاتی ہے ان حالات میں ایک عقلمند کی حیثیت ایک چلتے پھرتے فتنہ کی ہو جاتی ہے۔ تری الناس سُکٰرٰی وما ھم بسُکٰرٰی (دیکھے گا تو لوگوں کو مست اور نہیں وہ مست)

پھر آئینی طور پر بعض وقت اصطلاحی اکثریت فیصلہ کن ہوتی ہے، دو چار رائیں ہزار ہا لاکھوں آراء کو شکست دے کر بالکل نئی دنیا تعمیر کر دیتی ہے، رائے میں نہ اہلیت کا اعتبار ہے نہ دیانت کا، اشخاص کا وزن تو ہو جاتا ہے، گنتی بھی صحیح یا غلط طور پر ہو جاتی ہے لیکن رائے کی اصابت کا خیال بھی نہیں ہوتا، اچھے اچھے اور مخلص صاحب فکر کی رائے کی اہمیت اسی قدر ہے، جس قدر جاہل اور سفیہ کی۔

اسلام اور انتخاب

اس قسم کے انتخاب کا اسلامی تعلیم میں کوئی ذکر نہیں، اور ایک دیانت داخلاق کا داعی مذہب اسے گوارا بھی نہیں کر سکتا۔ انتخاب کا مفہوم لغوی تو یہ ہے، کہ نخبہ اور بہترین شئے کو چن کر اس سے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا جائے لیکن ردی اور حثالۃ الشئ کی ہمرسانی کو انتخاب کا نام دیا ہے، اسلام اس قلب حقیقت کا نہ داعی ہے نہ مؤید۔

قرآن عزیز سے معلوم ہوتا ہے، کہ کوئی امر بھی آپ تفویض کریں، اس میں اہلیت کا لحاظ ضروری ہے، کسی نااہل آدمی کو کتنے بھی ووٹ مل جائیں، وہ معاشرہ کی نااہلیت کی دلیل ہوں گے، عوام جب تک تدین اور تعلیم سے پوری طرح آشنا نہ ہوں، ان کی رائے کو کوئی دینی اہمیت نہیں دی جا سکتی، اسلام میں عامۃ المسلمین کی نصحت اور ان کے معاشرہ کی بہتری کو نظام حکومت میں اساسی مقام دیا گیا ہے لیکن عوام کی رائے خواص کی قسمت کا فیصلہ کرے، یہ راہ اختیار نہیں فرمائی گئی، عوام کی رائے کی یہ اہمیت تخریبی اصول ہے جسے اشتراکیت ایسے تخریبی آئین ہی پسند کر سکتے ہیں۔ اسلام میں عوامی حکومت کا یہی منشے ہے، کہ اس میں ان کی نصحت ملحوظ ہے اسلام کا مقصد یہ ہے، کہ انتخاب میں شخصی صلاحیت حسن عمل، حسن نیت، اور اہلیت کار کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے، ارشاد ہے۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا (۵-۸۳) یعنی عوام جب کوئی امن یا خطرہ کی بات سنتے ہیں، تو اسے پھیلانا شروع کر دیتے ہیں، اگر وہ ایسے معاملات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی امر کی طرف لے جائیں، تو جو لوگ عواقب اور نتائج پر نظر رکھتے ہیں اس پر پوری طرح غور کریں گے، اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا، تو تم شیطان کی ہمنوائی کر گذرتے۔

(۱) آیت سے ظاہر ہے، کہ عوام کی رائے عموماً صائب نہیں ہوتی۔

(۲) عوام کو آنحضرت اور اولی الامر اور اصحاب استنباط کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

(۳) اگر ایسا نہ کیا جائے، تو شیطان کی گرفت کا خطرہ ہے

يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ اس آیت میں اجیر کے لئے دو شرطوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، قوت اور امانت، نظام حکومت کے لئے خائن، خویش پرور، رشوت خور اور مریض کا انتخاب کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

حضرت طالوت کا نام جب بحیثیت امیر الحرب پیش کیا گیا، تو آل اسرائیل نے اعتراض کیا کہ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔ (سورہ بقرہ۔ پارہ سیقول۔ رکوع ۱۶) ان کی مالی حالت اچھی نہیں اس لئے انہیں یہ ذمہ داری نہیں ملنی چاہیے۔

اس کے جواب میں فرمایا۔ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ خدا تعالیٰ نے اسے چنا ہے، اور اس کی جسمانی صحت اور علمی وسعت تم سے کہیں زیادہ ہے۔

قرآن عزیز کا مقصد یہ ہے، کہ امارت کے لئے مال کی فراوانی کو کوئی اہمیت نہیں، اس کے لئے صحت اور علم کی ضرورت ہے، حضرت ابراہیم نے جب خواہش فرمائی، کہ ان کی اولاد کو بھی اقوام کی امامت عطاء فرمائی جائے، تو جواب دیا۔ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ، یہ مقام ظالموں کو نہیں دیا جاتا۔

ظلم کا اطلاق حقوق العباد، حقوق اللہ، حقوق النفس اور عام معاشرتی اعمال میں حق تلفی پر ہوتا ہے اس لئے کوئی خائن، کنبہ پرور، رشوت خور، بے انصاف اور ظالم اس ذمہ داری کا اہل نہیں ہو سکتا رائے کی تحصیل اور امیدوار کے خصائص اور اس کے شخصی احوال کا احتساب اس کے متعلق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیلی احکام دستور کا ایک ضروری حصہ ہے جس کی تشریحات ہر زمانے میں وقت کے ارباب فکر مرتب کر سکتے ہیں، اسلام نے یقیناً جماعتی نظم کو برکت کا موجب قرار دیا ہے، جماعت کی اہمیت کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے، مگر شخصی اخلاق اور ذاتی کیریکٹر کو ایک لمحہ کے لئے بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیا ہے، اور جب تک مسلم خلفاء اور امراء میں یہ خوبی رہی کسی شریر کو فساد کا موقع نہیں مل سکا، جب شخصی اخلاق سے چشم پوشی کی گئی، دنیا جہنم کا نمونہ ہو گئی، خلفاء بنو امیہ، خلفاء عباسیہ وغیرہم کے احوال آپ کے سامنے ہیں، اس لئے اسلام نے اخلاق کے لئے تقویٰ اور دیانت، احسان اور مروت کو بنیادی حیثیت دی ہے، اگر دیانت نہ ہو تو کوئی قانون انسان کو ظلم سے نہیں روک سکتا، اور کوئی لادینی تحریک، روس کی اشتراکیت ہو، یا امریکہ کی جمہوریت امن عالم کی کفیل نہیں ہو سکتی۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا

والسلام (ملخص) (مصباح بابت ماہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ)

رسالت اور امامت

اہل اسلام میں سب سے پہلا اختلاف شیعہ سنی کا ہوا تھا، جو افسوس ہے، کہ باوجود بعد زمانہ آج تک نہ مٹا بلکہ بڑھتا گیا، شیعہ سنی کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف ہے مگر اصل الاصول مسئلہ امامت ہے جس کا ہم آج ذکر کرتے ہیں، کیونکہ شیعوں کے نئے اخبار ذوالفقار لاہور نے اسے چھیڑا ہے

مقام شکر ہے، کہ گو اہل اسلام کے فرقوں میں اختلاف ہے، مگر اسلام کی جڑ بنیاد جو کتاب ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے یعنی ہر فریق قرآن مجید برابر عزت اور توقیر کرتا ہے، اس لئے بہترین دلیل کسی اختلافی مسئلہ میں وہی ہے، جو قرآن مجید سے ملے، قرآن مجید ایمانیات کا مفصل ذکر کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (پ ۲ ع ۶) جو لوگ اللہ پر پچھلے دن (قیامت) پر فرشتوں پر الہامی نوشتوں پر اور نبیوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کی محبت میں قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں مانگنے والوں، اور غلاموں کے آزاد کرانے میں مال خرچ کریں، اور نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں، جب وعدہ کریں، پورا کریں، تکلیفوں اور تنگیوں میں اور خاص کر دشمنوں کی جنگ میں صبر کریں، ایسے ہی لوگ ایمان میں سچے، اور یہی لوگ متقی اور پارسا ہیں۔

یہ آیت مسلمانوں کے جملہ ایمانیات اور فرائض کا بیان کرتی ہے، اس میں کوئی لفظ نہیں جو اس بات کی طرف اشارہ بھی کرے، کہ مسئلہ امامت بھی ایک مسلمان کے اعتقادیات میں ہے اس موقعہ پر علامہ ابن تیمیہ کی شہادت برمحل یا دآئی جو فرماتے ہیں۔

فقد كان يجب بيانها من النبي صلى الله عليه وسلم كامر الباقين من بعد كما بين لهم امور الصلوٰة والزكوٰة والصيام والحج وعين امر الايمان بالله وتوحيده واليوم الاخر ومن المعلوم انه ليس بيان مسئلة الامامة في الكتاب والسنة ببيان هذا الاصول (منهاج السنة ص۱۷ ج اول)

جیسے نماز روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل بیان کئے گئے ہیں، ایسے ہی امامت کے مسائل بیان کرنے بھی ضروری تھے، حالانکہ قرآن وحدیث میں مسئلہ امامت اس طرح نہیں آیا اس میں کچھ شک نہیں، کہ جو کام اصول دین میں ہو اس کی بابت ضروری ہے، کہ خدا، اور رسول بیان کریں، حالانکہ مسئلہ امامت کو جس طرح شیعہ لوگ کہتے ہیں، قرآن وحدیث میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا، اخبار ذوالفقار میں ایک نوٹ نکلا ہے، جو درج ذیل ہے لکھتا ہے جس سے شیعوں کا اس مسئلہ میں خیال معلوم کیا جا سکتا ہے

"دراصل منصب خلافت وامامت بھی منصب نبوت ہے کیوں کہ جس غرض کے پورا کرنے کے لئے نبی آتا ہے، اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے امام علیہ السلام بھی منصوب ہوتا ہے پس اسی وجہ سے خلافت وامامت کو بھی نبوت کی طرح اصول دین میں قرار دیا گیا ہے، جمہور اہل سنت جماعت نے بھی مسئلہ خلافت وامامت کو اصول دین میں تسلیم کیا ہے، ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں، لاجرم نور توفیق الٰہی در دل ایں بندہ علی لا مشروح ومبسوط گردانید تا کہ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات ایں خلافت بزرگواراں[1] اصلی است از اصول دین تا دستے کہ ایں اصل را محکم

[1] حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں، جن کی خلافت راشدہ کو تسلیم کرنا اصول دین سے شاہ مرحوم فرماتے ہیں (راز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ گیرند ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نہ شود، ہر کہ در شکستن ایں اصل سعی می کند، در حقیقت ہدم جمیع فنون دینی می نماید، کتاب الملل والنحل علامہ شہرستانی صفحہ ۵ا مطبوعہ بولاق مصر میں فرماتے ہیں۔ ومن المعلوم ان الدین اذا کان منقسما الی معرفۃ وطاعۃ والمعرفۃ اصل والطاعۃ فرع فمن تکلم فی المعرفۃ والتوحید کان اصولیا ومن تکلم فی الطاعۃ والشریعۃ کان فروعیا فالاصول ھو موضوع علم الکلام والفروع ھو موضوع علم الفقہ۔ یعنی معلوم ہوتا ہے کہ دین جب کہ معرفت وطاعت میں منقسم ہوا تو معرفت اصل ہے، اور طاعت فرع ہے، پس جو شخص کہ معرفت اور توحید میں کلام کرتا ہے، وہ اصولی ہے، اور جو شخص کہ طاعت اور شریعت میں کلام کرے، وہ فروعی ہے، اور اصول علم کلام کا موضوع ہے، اور فروع علم فقہ کا موضوع ہے پس توحید عدل نبوت امامت معاد چونکہ علم کلام کا موضوع ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ پانچوں اصول دین ہیں فروع دین"

(ذوالفقار۔ ۵ رمئی صلا)

اھلحدیث اس دعویٰ کی تشریح یہ ہے، کہ بقول شیعہ نبی کی طرح امام وقت گناہوں سے پاک اور تبلیغ شریعت میں معصوم ہوتا ہے، اس سے تبلیغ شریعت میں غلطی نہیں ہوتی، اس دعویٰ پر جو دلیل پیش کی گئی ہے، وہ حیرت افزا ہے، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے جو لکھا ہے، خاص خلافت راشدین کی بابت لکھا ہے، آپ کا مطلب یہ ہے، کہ خلافت راشدہ میں چونکہ اسلام پوری ترقی اور جلال کو پہنچا تھا، اس لئے وہ گویا ایک محکم اصول ہے دین کے سمجھنے کے لئے، یہ مطلب نہیں، کہ مطلق امامت وخلافت چاہے کسی زمانہ میں ہو، اصول دین میں ہے، علامہ شہرستانی کا قول تو بالکل بے تعلق ہے، نہ اس میں خلافت کا ذکر ہے نہ نبوت کا، علاوہ اس کے علامہ موصوف کی عبارت کو کاٹ کر نقل کیا گیا ہے، شروع اس کا یوں ہے،

قال بعض المتکلمین الاصول معرفۃ الباری تعالیٰ بوحدانیتہ وصفاتہ و معرفۃ الرسل بایاتہم وبیناتہم وبالجملۃ کل مسئلۃ یتعین الحق فیہا بین المتخاصمین فھی من الاصول (شہرستانی برابن حزم ج ا ص ۵) بعض متکلمین کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صفات کی معرفت اور انبیاء کی پہچان اصول ہیں، اور اس کے سوا جس مسئلہ میں فریقین کے مابین حق متعین ہو جائے، وہ اصول سے ہے۔

اس عبارت کا مطلب صاف ہے، کہ دین کے اصل الاصول تو دو ہی ہیں، خدا تعالیٰ کی وحدانیت، اور رسالت کی معرفت، ان کے علاوہ مخالف فریقین جس امر کو اپنے میں حد فاصل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھیں، وہ اس مباحثہ کی حیثیت سے اصول ہوگا، مثلاً شیعہ سنی میں امامت اور خلافت، یا خلافت راشدہ کی بحث ہے، یا مقلدین اور غیر مقلدین (اہلحدیث) میں مسئلہ تقلید شخصی حد فاصل ہے وغیرہ، تو یہ اصول، اصول دین نہیں ہونے، بلکہ اصول مذہب، کہنے سے ان کا یہ مطلب ہوتا ہے، کہ اس اصول پر بحث ہو، تو دونوں مذاہب کی فروعات پر پہنچ سکیں، اثر مثبت کی جانب نفی کا اثر منکر کی جانب، اس کو تنازعہ خلافت یا امامت سے تو کوئی تعلق نہیں، نہیں معلوم اس کو کیوں نقل کیا گیا، اصل مسئلہ (ضرورت امام) کی وجہ بقول شیعہ یہ ہے، کہ احکام شرع کی تبلیغ اور تفسیر کی چونکہ ضرورت ہے، اس لئے کسی ایسے آدمی کی ہر وقت ضرورت ہے جو بلا کم وکاست احکام شرع ہم کو بتا دے، اور وہ بتلانے میں غلطی سے محفوظ ہو، ورنہ اس کی غلطی سے تمام دنیا میں غلطی پھیل جائے گی، بقول شیعہ ہر زمانے میں امام زمان ہوتا رہا ہے، اس زمانے کا امام مہدی ہے، جو پیدا ہو کر نظروں سے غائب ہے، اور ہم اس کے آنے کے منتظر ہیں، علامہ ابن تیمیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

فصاحب الزمان الذی یدعون الیہ لا سبیل للناس الی معرفتہ ولا معرفۃ ما یامرھم بہ وما ینھاھم عنہ وما یخبرھم بہ فان کان احد لا یصیر سعیدا الا بطاعۃ ھذا الذی لا یعرف امرہ ولا نھیہ لزم ان لا یتمکن احد من طریق النجاۃ و السعادۃ وطاعۃ اللہ وھذا من اعظم تکلیف ما لا یطاق وان قیل بل ھو یامر بما علیہ الامامیۃ قیل فلا حاجۃ الی وجودہ ولا شھودہ فان ھذا معروف سواء کان حیا او میتا وسواء کان شاھدا او غائبا واذا کان معرفۃ ما امر اللہ بہ الخلق ممکنا بدون ھذا الامام المنتظر علم انہ لا حاجۃ الیہ ولا یتوقف علیہ طاعۃ اللہ ولا نجاۃ احد ولا سعادۃ وحینئذ فیمتنع القول بجواز امامۃ مثل ھذا فضلا عن القول بوجوب امامۃ مثل ھذا وھذا امر بین لمن تدبر فانہ لیس فی الارض من یدعی دعوی صادقۃ انہ رای ھذا المنتظر وسمع کلامہ وان لم یکن موقوفا علی ذلک امکن فعل الواجبات العقلیۃ والشرعیۃ وترک القبائح العقلیۃ والشرعیۃ بدون ھذا المنتظر فلا یحتاج الیہ ولا یجب وجودہ ولا شھودہ (منہاج السنۃ ج ا ص ۳۰)

امام الزمان جس کی طرف (شیعہ) لوگوں کو بلاتے ہیں، لوگ اس کو پہچان نہیں سکتے (کیونکہ وہ آنکھوں سے غائب ہے) نہ اس کے حکم اور منع کو معلوم کر سکتے ہیں، پھر اگر کسی مسلمان کی سعادت اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجات اس پر موقوف ہے، کہ غائب امام وقت کو معلوم کرلے، تو لازم آئے گا، کہ کوئی شخص بھی نجات اور سعادت اور اللہ کی اطاعت کی راہ پر نہ پہنچ سکے، اور یہ تکلیف محال لازم آئے گی، اگر یہ کہا جائے، کہ وہ امام مہدی جو غائب ہے وہی حکم کرتا ہے، جو شیعہ بتلاتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ پھر ایسے امام کی حاجت نہیں، کیونکہ یہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم ہے، جب اللہ کے احکام کی معرفت اس کے بغیر بھی ممکن ہے، تو ثابت ہوا، کہ اس کی حاجت نہیں، اور خدا کی اطاعت اور اخروی نجات اور سعادت اس پر موقوف نہیں، پس ایسے امام کے وجود کی ضرورت نہ ہوگی، کجا یہ کہ اس کے وجوب کی ضرورت ہو، جو شخص غور کرے اس کے لئے یہ بات بالکل کھلی ہے، کیوں کہ کوئی شخص دنیا بھر میں یہ دعوی نہیں کرتا، کہ اس نے امام غائب (مہدی) کو دیکھا ہے، یا اس کا کلام سنا ہے، اور اگر شرعی علوم امام غائب پر موقوف نہیں، تو احکام شرعیہ کی تعمیل بغیر اس کے ہو سکتی ہے، ایسا ہی عقلی اور شرعی مصالح ترک ہو سکتے ہیں، پس امام غائب کی حاجت نہیں، نہ اس کا وجود ضروری ہے نہ شہود۔

اس عبارت نے فیصلہ کر دیا، کہ اہل سنت کا یہ خیال نہیں، کہ امام وقت یا خلیفہ وقت کا اعتقاد اصول دین سے ہے، امام زمان کے مسئلہ پر ایک روایت کو بطور دلیل لایا جاتا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مر جاوے اس حال میں کہ اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا ہو، وہ کفر کی موت مرتا ہے

اس روایت کا جواب علامہ ابن تیمیہ یوں دیتے ہیں:۔

فیقال اولا من روی ھذا الحدیث بھذا اللفظ واین اسنادہ وکیف یجوزان یحتج بنقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر بیان الطریق الذی یثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھذا لو کان مجھول الحال عند اھل العلم بالحدیث بھذا اللفظ لا یعرف انما الحدیث المعروف مثل ما روی مسلم فی صحیحہ عن نافع عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیامۃ لا حجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ۔ نعلم ان ھذا الحدیث علی مادل علیہ سائر الاحادیث الآتیۃ من انہ لا یخرج علی ولاۃ امور المسلمین بالسیف (منہاج السنۃ ج۱ ص۲۷)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے یہ بتاؤ کہ اس حدیث کو کس نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کہاں ہے اور بغیر بیان کرنے سند کے جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے، دلیل میں اس کو کیسے لا سکتے ہیں یہی اس صورت میں ہے، کہ سند کا حال معلوم نہ ہو، پھر جس حال میں یہ حدیث ان لفظوں سے معلوم ہی نہیں، تو کیا ہو سکتا ہے، جو حدیث محدثین میں معروف ہے وہ یہ ہے، جس کو امام مسلم نے نافع اور ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے، اس نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، کہ جو کوئی حاکم کی اطاعت سے ہاتھ کھینچے قیامت کے اللہ تعالیٰ کے سامنے آئے گا، تو اس کے پاس نجات کے لئے کوئی حجت اور دلیل نہ ہوگی اور یہ بھی فرمایا، کہ جو شخص مر جائے اس حال میں کہ اس نے امام وقت کی طاعت کا وعدہ نہ کیا ہو، تو وہ جاہلیت کی موت مرگیا، یہ حدیث بھی وہی معنی بتاتی ہے، جو باقی احادیث بتلاتی ہیں، کہ مسلمانوں کے انتظامی امور کے والیوں سے مخالفت نہ کرنی چاہیے

(اہلحدیث امرتسر یکم جون ۱۷ء)

امام وقت کا سوال

(۱) کیا حدیث من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ (مسلم) فی زماننا قابل عمل ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر نہیں تو کیوں اور کیا وجہ ؟

(۳) اگر حدیث مسطورہ بالا قابل عمل ہے، تو امام و سردار مومنین کا تعین حتمی ہے یا نہیں ؟

(۴) امام و سردار کے لئے محض شرط قرشیت ہی ہے یا ما اقاموا الدین پر مشتمل ہے

(۵) اگر قریش ما اقاموا الدین نہ ہو، تو دوسری قوم میں باعتبار ما اقاموا الدین سردار و امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

(۶) اگر کوئی قریش یا عوام الناس حدیث مندرجہ بالا کے بوجہ تغافل و تجاہل عامل نہ ہوں، اور حدیث مذکورہ مردہ ہو چکی ہو، پر چند افراد حدیث مردہ کو دوبارہ زندہ کرنے کی غرض سے غیر قریش جو ما اقاموا الدین کرتا ہو، امام و سردار مان لیویں، اور یوماً فیوماً خادمان شریعت محمدی و متبعین مسلک احمدی جوق در جوق محض حدیث مذکور پر عمل کرنے کی غرض سے اور اپنے آپ کو حدیث مذکور پر کاربند ہونے کی وعید شدید سے بچانے کی وجہ سے عامل ہو رہے ہوں،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو نیک کام سمجھنا عند اللہ و عند الرسول جائز ہے یا نہیں؟
(شیخ احمد دین صدر بازار دہلی، خریدار نمبر ۷۶۵۰)

الجواب | قرآن و حدیث ہر زمانے میں واجب العمل ہے، جواب کے لئے تفصیل کی ضرورت ہے، پس سنیے:۔

امام وقت سے مراد ہے خلیفہ باسیاست، مسلمانوں پر فرض ہے، کہ اپنے دینی اور دنیاوی انتظام کے لئے اپنا کوئی امیر بنائیں، جو ان کی ملکی اور مذہبی امور میں راہ نمائی کرے اگر نہ کریں گے، تو سخت گنہ گار ہوں گے لیکن ایسے وقت میں جب کہ ان کا کوئی امام نہ ہو، تو پھر یہ اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا، کہ وہ کسی امام نماز سے بیعت کر کے خوش ہو جائیں کہ ہم نے اس حکم پر عمل کر لیا۔ اس کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے جس کو امام بخاری لائے ہیں۔ اذا لم تکن جماعۃ۔ حذیفہ صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور جب امام نہ ہو، نہ جماعت ہو تو میں کیا کروں، فرمایا سب سے الگ ہو کر اللہ اللہ کیجیو، اس وقت ہم ہندوستانیوں کی یہی حالت ہے، ہم افراد کثیرہ ہیں جماعت نہیں ہیں، مثلاً ایک مسجد میں ہزار آدمی اکیلا اکیلا نماز پڑھتا ہو، اس کو جماعت نہیں کہیں گے، ہاں دو کس بھی کسی کو امام بنا کر پڑھتے ہیں، تو جماعت ہوگی، جماعت کے لئے ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے، پس آج کل ہم ہندوستانی اس حالت میں زندگی گذار رہے ہیں، جو شریعت کو ناپسندیدہ ہے، مگر اس ناپسندیدہ زندگی کے وقت کے لئے بھی حکم مذکور جاری فرمایا ہے، امام سے مراد اگر کوئی امام مسجد یا امام صلوۃ ہوتا جس کو سیاسی قوت نہ ہوتی، تو صحابی مذکور نہ سوال کرتا، نہ آنحضرت کا یہ جواب صحیح ہوتا کیونکہ ایسے امام تو ہر وقت مل سکتے ہیں، جو سیاست سے خالی اور بیعت کے دلدادہ ہمارے ملک پنجاب بلکہ کل ہندوستان میں گدی نشین لوگوں سے بیعت کرتے پھرتے ہیں، اور ان کے مریدان کی اطاعت بھی کرتے ہیں، تو کیا یہ جماعت ہے؟ ہرگز نہیں۔ بس اب نمبروار جواب سنیے:۔

(۱) امام باسیاست ملے، تو حدیث موصوف واجب العمل ہے۔

(۲) آج کل کوئی باسیاست امام نہیں، اس لئے حدیث موصوف کا دوسرا ٹکڑا واجب العمل ہے۔ اعتزل الفرق کلھا۔

(۳) ہم پہلے کہہ چکے ہیں، کہ نصب امام فرض ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) قریشیت ہو تو افضل ہے، نہ ہو تو غیر قریشی قابل بھی ہو سکتا ہے۔

(۵) بنایا جا سکتا ہے، یا سیاست ہو تو اس حدیث کے ماتحت ہوگا، یا سیاست نہ ہو تو حدیث سفر کے ماتحت سمجھا جائے گا، بہر حال سردار اور امیر ہونا مفید ہے

(۶) اس کا جواب نمبر ۵ میں آچکا ہے، کہ بے شک جتنا بھی انتظام ہو سکے نہ ہونے سے بہتر ہے، مگر حدیث مذکور کے ماتحت امیر سیاست ہوگا، دگر ہیچ، ہاں حدیث سفر کے ماتحت موجب ثواب ہے، مگر ایسی صورت میں کسی باہر رہنے والے پر ایسا امیر کوئی کسی قسم کا شرعی فتوی (کافر فاسق یا باغی وغیرہ) نہیں لگا سکتا، بلکہ جتنے آدمی اس کے ماتحت ہونے ان پر مناسب حکم جاری کر سکتا ہے، اور بس۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ اللھم وفقنا للجماعۃ (اہلحدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۲۷ء)

توجہ سے سنیئے

بعض الفاظ قرآن وحدیث میں متعدد معانی پر آئے ہیں، وہ معانی متعددہ بعض دفعہ کلی مشکک کے ماتحت ہوتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ انواع مختلفہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جس سے ناواقف یا غیر متامل کو دھوکہ لگ جاتا ہے مثال کے طور پر لفظ "طہارت" ہے، جس کے مجمل معنی پاکیزگی ہے، غور فرمایئے، کہ یہ کتنے معانی پر آتا ہے:۔

(۱) طہارت سے مراد توحید ہے، اس کے مقابلہ میں نجاست شرک ہے، چنانچہ فرمایا، فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ

(۲) دوسرے معنی طہارت کے غسل بعد جنابت ہیں، چنانچہ فرمایا، اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (اگر تم جنبی ہو، تو طہارت حاصل کر لو، یعنی غسل کر لو)

(۳) تیسرے معنی طہارت کے غسل بعد حیض ہے، جیسے فرمایا۔ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ (عورتیں جب حیض سے پاک ہو لیں)

(۴) چوتھے معنے وضو ہیں۔

(۵) پانچویں معنی ہیں، ظاہری نجاست پاخانہ، پیشاب سے پاکی، جیسے فرمایا طھور اناء احدکم (حدیث شریف)

اسی طرح "امام" کا لفظ قرآن وحدیث میں متعدد معانی پر بولا گیا ہے، اصل مشترک معنی اس لفظ کے صرف "مقتدا" ہیں، مگر مقتدا کا لفظ کلی مشکک کی صورت میں مختلف اقسام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر آیا ہے۔

(۱) سب سے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بولا گیا ہے، چنانچہ فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ ان انبیاء کی اقتداء کمال درجہ کی ہوتی ہے یعنی یہ حضرات مذہبی احکام میں تمام دنیا کے لئے اسوہ حسنہ ہوتے ہیں، ان کی اقتداء کے ذریعہ نجات ہوتی ہے، حکومت دنیاوی یعنی سیاست ان معنی کے لئے لازم نہیں، ہو یا نہ ہو غرض منفک ہے جس کی مثال حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کافی ہیں

(۲) دوسرے معنی امام کے ہیں، ان انبیاء کی تعلیم پہنچانے والے علماء جن کو ائمہ ہدا کہا جاتا ہے، جیسے اماماں مشہور ہیں، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام بخاری وغیرہ، اس درجہ امامت میں بھی وہ اصل معنی مقتداء والے پائے جاتے ہیں۔ مگر ان کی اقتداء مستقلہ نہیں، جس طرح انبیاء کی تھی، بلکہ بشرط موافقت انبیاء (علیہم السلام) انہیں کے حق میں فرمایا وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ اسی درجہ کے حصول کے لئے ہم مسلمانوں کو دعا سکھائی گئی ہے۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا، ورنہ امامت نبوت کے لئے بعد ختم نبوت کوئی مسلمان دعا نہیں کر سکتا ہے

(۳) تیسرے معنی امام کے ہیں امام صلوٰۃ، جس کی بابت ارشاد ہے۔ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ۔

(۴) چوتھے معنی امام کے ہیں، مسلمان حاکم وقت جس کی بابت ارشاد ہے۔ اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ (امام ایک ڈھال ہے) اسی امام کو دوسری حدیث میں سلطان سے ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ السلطان ظل اللہ یاوی الیہ کل مظلوم (الحدیث) یعنی سلطان زمین پر خدا کا سایہ ہے، اس کے پاس مظلوم آتے ہیں، عدل کرے، تو اس کے لئے اجر ہے، اور رعیت پر شکر واجب ہے (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

قرآن و حدیث کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ چار قسمیں باہمی انواع مختلفہ تحت جنس نہیں، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں، کہ بعض مواد میں ان میں سے دو قسمیں ایک مادہ میں جمع ہو جاتی ہیں، مثلاً بعض انبیاء محض مذہبی مقتداء بلا سیاست ہیں جیسے حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ اور بعض با سیاست بھی ہیں، جیسے حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ حضرات مذہبی مقتداء با سیاست تھے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح امام بلا سیاست امام صلوٰۃ بھی ہو سکتا ہے، حالانکہ قاعدہ کلیہ ہے، کہ انواع متخالفہ تیسم ہونے کی وجہ سے ایک مادہ میں جمع نہیں ہو سکتے۔

ان اقسام اربعہ کے احکام حسب قانون محصلین تعریف کے بعد ہر ایک قسم کا حکم بتانا بھی ضروری ہے، گو ضمناً معلوم ہوتا رہا ہے تاہم تصریح کے ساتھ بتانا زیادہ مفید ہوگا۔

قسم اول یعنی امامت انبیاء کا حکم یہ ہے، کہ بلا چون وچرا ان کی پیروی کی جائے انکار کرنے والے پر کفر عاید ہو جیسا کہ مسلمہ فریقین بلکہ مسلمہ کل اہل اسلام ہے

قسم دوم یعنی ائمہ ہدیٰ کی امامت کا یہ حکم ہے، کہ اس کی پیروی کی جائے بشرط موافقت تعلیم انبیاء، والا۔ لا

قسم سوم امام صلوٰۃ کا حکم یہ ہے، کہ خاص حالت صلوٰۃ میں امام کی پیروی فرض ہے چنانچہ فرمایا۔ اِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وغیرہ، مگر سوائے نماز کے باقی اوقات میں امام کی اطاعت فرض واجب نہیں۔

قسم چہارم کا حکم یہ ہے، کہ ہر حال میں اس کی اطاعت کی جائے، ملکی انتظام اس کے حکم کے ماتحت ہو، جہاد اس کے حکم سے ہو، مظلوم اس سے فریاد کرے۔ وہ ظالم سے مظلوم کا انتقام لے، چنانچہ ارشاد ہے۔ بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وعلی اثرۃ علینا۔ الحدیث یعنی ہم (صحابہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی کہ امام وقت کی بات سنا کریں گے اور تابع داری کیا کریں گے تنگی، آسانی خوشی اور ناخوشی سب میں، اسی امام کی بابت ارشاد ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ فمات میتۃ الجاھلیۃ۔ الحدیث یعنی جو شخص امام کی اطاعت سے نکل جائے، اور جماعت سے جدا ہو جائے، وہ جاہلیت کی موت مرے گا

ان سب مراتب کی جامعہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یعنی اللہ کا کہا مانو، رسول کا حکم مانو، اور اپنے میں سے حکومت والوں کی اطاعت کرو، یاد رہے، کہ امامت قسم چہارم ہی وہ امامت ہے جس پر اسلام کی ترقی کا دارومدار ہے، اسی کے ایک فعل کی بابت فرمایا ہے۔ ذروۃ سنامہ الجہاد (اسلام کی بلندی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برتری جہاد میں ہے، یہی وہ عالی قدر فعل ہے، جس کی بابت ارشاد ہے الامام جُنّۃ یقاتل من ورائہ (امام مثل ڈھال کے ہے، جس کے حکم سے جہاد کیا جاتا ہے یہی وہ امامت ہے جس کی بابت ارشاد ہے۔ الجہاد ماض مع برو فاجر (جہاد جاری رہے گا، چاہے امام نیک ہو، یا برا) کچھ شک نہیں، کہ مسلمانوں کے تفرق انفصال کو دیکھ کر یقیناً ضرورت محسوس ہوتی ہے، کہ کوئی جامع شخص پیدا ہو، تاکہ ان کو یکجا کرے، مگر آج تک ہندوستان میں اس جامعیت کے مدعی جتنے ہوئے ہیں، انہوں نے بجائے جمع کرنے کے تفرق میں شگاف زیادہ کر دیا، معاف فرمایئے مسلمانوں کو کسی جامع امام کی ضرورت ہے، محض مدعی کی نہیں ؎

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسےٰ سے سوا ہو جب جانیں کہ دردِ دل عاشق کی دوا ہو

(اہلحدیث امرتسر ۱۷ جون ۱۹۲۷ء)

تشریح

(از جناب مولانا محمد ابو القاسم صاحب سیف بنارسی)

من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ۔ یعنی جو شخص اس حال میں مر جائے، کہ اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا تو اس کی موت مثل موت اہل جاہلیت ہوگی، یہ حدیث ان لفظوں سے حدیث کی کسی معتبر اور مشہور کتاب میں موجود نہیں شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں۔ ھذا الحدیث بھذا اللفظ لا یعرف (ص ۲۷ ج ۱) یعنی یہ حدیث ان لفظوں سے نہیں پہچانی جاتی،

تعجب تو یہ ہے کہ آج کل ہر سردار اپنے کو "امام" کہنے لگا ہے، اسے یہ بھی پتہ نہیں، کہ اصطلاح شارع میں "امام" سے مراد کون سی ہستی ہے، حدیث متفق علیہ میں وارد ہوا ہے، الامام راع وھو مسئول عن رعیتہ۔ یعنی امام حاکم ہوتا ہے، جس کی رعیت ہو جس کا وہ مسئول عنہ ہے اسی کو دوسری حدیث متفق علیہ میں یوں فرمایا گیا ہے۔ انما الامام جنۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ (بخاری شرح پارہ ۱۲ مسلم ص ۲۶ ج ۲۔ نسائی ص ۲۴۶) و فی ابن ابی شیبۃ الامام جنۃ یقاتل بہ (کنوز الحقائق ص ۹ ج ۲) یعنی امام وہ ہے، جو رعیت کے لئے سپر بنے اس کے ساتھ ہو کر کافروں سے قتال کیا جائے، اور مسلمان اپنی مصیبتوں میں اس کو آڑ بنائیں، اسی امام کو (جس کی بیعت کے بغیر جاہلیت کی سی موت ہوگی) دوسری متفق علیہ حدیث میں "سلطان"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔ لیس احد من الناس یخرج من السلطان شبرا فمات علیہ الا مات میتۃ جاھلیۃ (مسلم ص ۱۲۸ ج ۲ بخاری شروع پارہ ۲۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سلطان اسلام کی اطاعت سے ایک بالشت بھی الگ ہو کر مر جائے گا، اس کی موت مثل موت اہل جاہلیت ہو گی، یہی سلطان کا وصف مسند بزار و شعب الایمان للبیہقی وغیرہ کی روایات میں یوں مذکور ہے۔ السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ وفی روایۃ یاوی الیہ الضعیف وبہ ینتصر المظلوم (جامع صغیر ص ۳۱ ج ۲ و منتخب کنز العمال ص ۱۳۱-۱۳۲ ج ۲) یعنے سلطان زمین پر خدا کا ظل ونائب ہے، ہر کمزور مظلوم اس کی طرف پناہ لیتے ہیں، اور ہر مظلوم کا وہ بدلہ لیتا ہے۔

خدا کے لئے کوئی بتلائے تو سہی کہ برٹش حکومت میں ہندوستان کے اندر کون ایسا امام ہے؟ اور جب کوئی ایسا نہیں ہے، تو مدعیان امامت کو ایک اور حدیث بھی سن لینی چاہیئے، عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الامام الضعیف ملعون رواہ الطبرانی (جامع صغیر ص ۱۰۳ ج ۱ و کنوز الحقائق ص ۸۰ ج ۲) یعنی ملعون ہے، وہ امام جو کمزور ہو یعنی احکام حدود و حرب نافذ نہ کر سکے، جیسا کہ شعرانی کشف الغمہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ وھو الذی یضعف عن تنفیذ الامور الشرعیۃ واقامتھا (ص ۲۰۸ ج ۲) یعنی جو امور شرعی کو نافذ کرنے اور قائم رکھنے سے عاجز ہو۔ شیخ عزیزی سراج المنیر میں اور شیخ حفنی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ الامام الضعیف عن اقامۃ احکام الشرعیۃ ملعون ای مطرود فعلیہ عزل نفسہ ان اراد الخلاص فی الدنیا والآخرۃ انتہی (ص ۴۳۳ ج ۲) یعنی وہ امام جو احکام شرعیہ کے قائم کرنے سے عاجز ہے راندہ بارگاہ ہے، ایسے کو اس منصب سے خود الگ ہو جانا چاہیئے، اگر وہ اپنی جان کی خلاصی دنیا اور آخرت میں چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وجعلناھم ائمۃ (الی قولہ) واتبعناھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ الخ (پ ۲۰)

آخر میں امام زمان کے لئے ایک اور بھی شرط سن لیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الائمۃ من قریش (مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۲۸۴ منتخب کنز العمال ص ۱۳۲ ج ۲ کنوز الحقائق ص ۱۰ ج ۲ فتح الباری انصاری ص ۳۲۷ پ ۲۸ و ص ۵۸۹ پ ۲۹) یعنی امام کا قریش سے ہونا ضروری ہے ولعل فیہ کفایۃ۔ (اہلحدیث گزٹ دہلی اکتوبر ۱۹۳۵ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب جاننا چاہیے، کہ امام اکبر یعنی امیر المؤمنین جس کے اختیار میں انتظام سارے مومنوں کا ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت فرض ہے، اس میں کئی شرطیں ضرور ہیں کہ جب وہ شرطیں پائی جائیں گی۔ وہ امام وقت شرعاً ہوگا۔ ورنہ نہ ہوگا۔

شرط اول یہ ہے۔ کہ وہ قریشی ہو یعنی قریش میں سے ہو، جیسا کہ کتب عقاید میں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، کہ امامت قریش کے ساتھ مختص ہے، ان شاء اللہ تفصیل اس کی آگے آتی ہے۔

دوسری شرط یہ ہے، کہ وہ زندہ اور حاضر ہو، اور عاقل ہو، مردہ وغائب قابل امامت کے نہیں، اس کا ثبوت بھی انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کروں گا

تیسری شرط یہ ہے، کہ اس کے پہلے اور کسی امام کے ہاتھ پر مومنین نے بیعت نہ کی ہو اور وہ امام اول اب تک زندہ ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے، کہ مومن اور دیندار ہو، انشاء اللہ ان دونوں شرطوں کا بھی ثبوت ذکر کیا جاوے گا۔

ثبوت شرط اول کا یہ ہے۔ عن ابن عمر رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان رواہ البخاری ومسلم (ترجمہ) روایت ہے عبداللہ بن عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہے گا، یہ امر یعنی خلافت وامامت قریش میں جب تک باقی رہیں گے ان میں سے دو شخص، اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا، قال السید جمال الدین فی شرح المشکوٰۃ تحت ھذا الحدیث دل ھذا الحدیث ونظائرہ علی ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز عقدھا بغیرھم وعلی ھذا انعقد اجماع الصحابۃ ومن بعدھم ومن خالف فھو محجوج بالاجماع (ترجمہ) فرمایا سید جمال الدین شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت میں، دلالت کرتی ہے یہ حدیث اور جو مثل اس کے ہے اس بات پر کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے، دوسروں کو اس کا اختیار نہیں ہے۔ اور اس پر منعقد ہوا اجماع صحابہ کا، اور ان کے بعد کا، جو خلاف کرے اس کا وہ مردود ہے اجماع سے۔

وعن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احدا لا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین رواہ البخاری فی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیحہ (ترجمہ) روایت ہے، امیر معاویہ رض سے کہا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے تحقیق یہ امر یعنی خلافت قریش میں ہے، نہیں جھگڑے گا کوئی ان سے مگر اللہ اس کو منہ کے بل گرا دے گا، یعنی دنیا میں مغلوب کرے گا۔ اور آخرت میں عذاب کرے گا جب تک وہ لوگ یعنی قریش دین کو ٹھیک رکھیں گے۔ قال الحافظ فی الفتح (قولہ) ان ھذا الامر الخ ای لا ینازعھم احد فی الامر الا کان مقھورا فی الدنیا معذبا فی الاخرۃ انتھی (ترجمہ) کہا حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں، قول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشک یہ امر خلافت آخر حدیث تک جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ نہ جھگڑے گا ان سے کوئی مگر قہر ہوگا اس پر دنیا میں اور عذاب پا دے گا آخرت میں، تمام ہوا قول حافظ ابن حجر کا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس تبع لقریش فی ھذا الشان مسلمھم تبع لمسلمھم وکافرھم تبع لکافرھم رواہ مسلم (ترجمہ) روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگ تابع ہیں قریش کے اس امر میں یعنی خلافت میں، مسلمان ان کے تابع ہیں مسلمان کے، اور کفار انکے تابع ہیں کفار کے، روایت کیا اس کو مسلم نے۔ قال الامام النووی فی شرح مسلم تحت ھذا الحدیث وفی روایۃ الناس تبع لقریش فی الخیر والشر وفی روایۃ لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان وفی روایۃ البخاری ما بقی منھم اثنان ھذہ الاحادیث واشباھھا دلیل ظاھر علی ان الخلافۃ مختصۃ بقریش لا یجوز عقدھا لاحد من غیرھم وعلی ھذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابۃ وکذلک من بعدھم ومن خالف فیہ من اھل البدع او عرض بخلاف من غیرھم فھو محجوج باجماع الصحابۃ والتابعین فمن بعدھم بالاحادیث الصحیحۃ قال القاضی وقد عدھا العلماء فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیھا قول ولا فعل بخلاف ما ذکرنا وکذلک من بعدھم فی جمیع الاعصار انتھی۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ والامانۃ فی الازد یعنی الیمن رواہ الترمذی (ترجمہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رض سے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت قریش میں، اور قضاء انصار میں، اور اذان حبش میں، اور امانت یمن میں روایت کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو ترمذی نے قال الشیخ فی اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ تحت ھذا الحدیث لعل المراد ان یراعی ھذہ المناصب فیھم فھو خبر فی معنی الامر انتہیٰ۔

یہ حدیثیں صراحۃً دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ امر خلافت و امامت مخصوص و منحصر ہے قریش ہی میں ہے، انصار وغیرہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے، جیسا کہ اوپر گذرا، کہ جو ان سے اس امر میں جھگڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کو منہ کے بل گرادے گا، اور بعض حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا، کہ میرے بعد تم پر قریش امیر ہوں گے تم صبر کیجیو، اور ان کی اطاعت کیجیو۔

عن انس بن مالک رض یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للانصار انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی موعدکم الحوض رواہ البخاری (ترجمہ) روایت ہے حضرت انس بن مالک سے کہ کہتے تھے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو تحقیق تم پاؤ گے میرے بعد حکومت دوسرے کی پس صبر کیجیے یہاں تک کہ ملو مجھ سے اور جگہ وعدے تمہارے کی حوض ہے، روایت اس کو بخاری نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخصوص کرکے فرمایا، کہ تم پر دوسرے حاکم ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے، انصار کو کچھ حصہ اس میں نہیں ہے، چنانچہ کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ولما کان الامر مختصا بقریش ولاحظ للانصار فیہ خوطب الانصار بانکم ستلقون اثرۃ انتہیٰ۔ اور یہ حدیث چند طرق سے بخاری میں مروی ہے۔

اب بوجہ اتم واکمل ثابت ہوا، کہ امام قریشی ہونا چاہیے، انصاری وغیرہ کو اس سے کچھ سروکار نہیں، اور یہی شرط اول ہے کما لایخفی، اب یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے، اس کا ذکر کرنا اور دفع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ حدیث میں آیا ہے۔

عن انس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ رواہ البخاری (ترجمہ) روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سنو اور تابعداری کرو، اگرچہ حاکم بنایا جائے تم پر غلام حبشی کہ سر اس کا مانند انگور خشک کے ہو، تو یہاں پر قریش کی خصوصیت نہ فرمائی بلکہ فرمایا جو حاکم ہو، اس کی تابعداری کرو، تو اب قریش کی خصوصیت جاتی رہی، پس اس حدیث میں اور احادیث سابقہ میں تطبیق کیونکر ہوگی۔ دفعیہ اس کا یہ ہے، کہ یہاں حاکم سے مراد وہ عامل ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس کو امام وقت کسی شہر یا کسی گاؤں یا کسی لشکر پر مقرر کرے، امام وقت مراد نہیں ہے کیونکہ لفظ حدیث ان استعمل ہے جس کا ترجمہ ہے، عامل بنا جاوے، اور عامل امام وقت کو نہیں کہتے ہیں، اور احادیث سے ثابت ہوا کہ امامت خاص ہے قریش کے ساتھ تو ضرور ہوا کہ حدیث سے وہ عامل مراد لیا جائے جس کو امام وقت مقرر کرے۔

قال الحافظ فی الفتح ونقل ابن بطال عن المهلب قال قوله اسمعوا واطیعوا یوجب ان یکون المستعمل للعهد الامام قریشی لما تقدم ان الامامة لا تکون الا فی قریش واجمعت الامة علی انها لا تکون للعبید انتهی قال ایضا فی المقام الاخر واول ابن الجوزی بان المراد بالعامل هنا من یستعمل الامام الا من یلی الامامة العظمی انتهی وقال فی المقام الاخر وقیل ان الامام الاعظم اذا استعمل عبدا حبشیا علی امارة بلد مثلا وجبت طاعته ولیس فیه ان العبد الحبشی یکون هو الامام الاعظم انتهی۔ اور یہی مطلب بیان کیا ہے اس حدیث کا ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں۔ قوله وان استعمل الخ ای وان استعمل الامام الاعظم فان الائمة من قریش انتهی۔ اب یہ شبہ بھی دفع ہو گیا پس دعوی ثابت ہوا کہ سوائے قریش کے کوئی امام اور خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

ثبوت شرط دوم کا سنیئے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے۔ ینبغی ان یکون الامام ظاهرا لیرجع الیه فیقوم بالمصالح لیحصل ما هو الغرض من نصب الامام لا مختفیا من اعین الناس خوفا من الاعداء وما للظلمة من الاستیلاء ولا منتظرا خروجه عند صلاح الزمان وانقطاع مواد الشر والفساد والخلال نظام اهل الظلم والعناد لا کما زعمت الشیعة خصوصا الامامیة منهم انتهی۔ اور اسی میں ہے ویشترط ان یکون من اهل الولایة المطلقة الکاملة ای مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا اذ ما جعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیلا انتهی اور ظاہر ہے کہ امام غیب کی امامت ہوتی، تو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصب امام کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ ناجائز ہوتا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ وان احد یصلی علی الا عرضت علی صلوته حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان الله حرم

لہ قال السندی وفی الزوائد هذا الحدیث صحیح الا انه منقطع فی الموضعین لان عبادة رواه عن ابی الدرداء مرسلة قاله العلاء وزید بن ایمن عن عبادة مرسلة قاله البخاری انتهی والله اعلم ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق رواہ ابن ماجۃ غرض کہ امام غائب نہیں ہونا ہے کیونکہ امامت کا مقصود فوت ہو گیا۔ یہ عقیدہ شیعوں کا ہے نہ کہ اہل سنت وجماعت کا، اور نابالغ بھی نہیں۔

ثبوت شرط سوم کا یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب امام کی بیعت مومنین کر لیں تو اگر دوسرا امام بیعت چاہے تو اس کو قتل کر دو۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا الاخر رواہ مسلم تو اس سے معلوم ہوا کہ بیعت امام ثانی کی بعد بیعت ہو جانے امام اول کے ناجائز ہے، اور یہی ہیں نے کہا تھا۔

شرط چہارم کا ثبوت ضمن میں ثبوت شرط اول ودوم کے گذر چکا۔ وہ حدیث بخاری کی جس میں ما اقاموا الدین ہے یعنی جب تک دین ٹھیک رکھیں گے، قابل امامت رہیں گے اور جب بے دین ہوں گے، تب نہیں، اور عبارت شرح عقاید نسفی کی یہ ہے، ای مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا اذ ما جعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا الخ

سید محمد نذیر حسین (فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۵۶۷)

تشریح حدیث من لم یعرف امام زمانہ الخ کی مولانا شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ صحیح الاسناد است ومنقول جناب نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم ومعنی معرفت وجوب اطاعت است درصورت وجود امام وتحذیر از منازعت ومخالفت، چنانکہ از لفظ مات میتۃ جاھلیۃ ظاہر است، کہ اہل جاہلیت اتباع رئیس واحد نداشتند، وہر فرقہ برائے خود رئیس می کردند (فتاوی عزیزی صفحہ ۷۷ جلد دوم)

شاہ صاحب نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا ہے، مگر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی نسبت منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں۔ ھذا الحدیث بھذا اللفظ لا یعرف انما المعروف مثل ما روی مسلم فی صحیحہ عن نافع قال جاء عبد اللہ بن عمر الخ ثم ذکر حدیث ابن عمر رض من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ۔ اور یہ حدیث بہت صحیح ہے، امام مسلم نے اس کو اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رض سے روایت کیا ہے، یہ حدیث صحیح مسلم کے کتاب الامارۃ صفحہ ۱۲۸ جلد ۲ میں مذکور ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوری حدیث اس طرح پر ہے۔ من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ لا حجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ۔ اس حدیث کے جملہ اخیرہ یعنی ومن مات ولیس فی عنقہ الخ کا مطلب ومنشا یہ ہے۔ کہ جو شخص امام وقت کے ہوتے ہوئے اس کی بیعت نہ کرے، اور بلا بیعت کے مر جائے، تو وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی گمراہی پر مرا، یا اہل جاہلیت کی موت مرا، کہ جیسے ان کا کوئی امام مطاع نہیں، اس کا بھی کوئی امام مطاع نہیں، مجمع البحار میں ہے۔ وفی ح الفتن فقد مات میتۃ ھی بالکسر حالۃ الموت ای کما یموت اھل الجاھلیۃ من الضلال والفرقۃ وک من خرج من السلطان مات میتۃ جاھلیۃ ای کموت اھل الجاھلیۃ حیث لم یعرفوا اماما مطاعا ولا یرید انہ یموت کافرا بل عاصیا۔ امام نووی شرح صحیح مسلم لکھتے ہیں۔ بکسر المیم ای علی صفۃ موتھم من حیث ھم فوضی لا امام لھم انتہی۔

جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب بغیۃ الرائد فی شرح العقائد صفحہ ۹۷ میں لکھتے ہیں "مراد بمردن جاہلیت آن است، کہ باوجود امام دست بیعت باو نہند ومتابعت او نکنند واگر زمانہ آید کہ امامے دراں موجود نہ باشد ونصب امام صورت نہ بندد، امید آن است کہ داخل دریں وعید نباشد انتہی۔

شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں، وآنچہ از ابن عمرؓ نقل کردہ کہ من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ صحیح است، لیکن مراد آن ست، کہ بعد از انعقاد امامت امام باجماع اہل حل وعقد اگر عادل باشد در تسلط واستیلاء بلا مانع اگر جائز باشد توقف در بیعت روا نیست انتہی (فتاوی عزیزی جلد دوم صفحہ ۷۷) واللہ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین

حررہ محمد عبد الرحمن المبارکفوری، عفی عنہ،

(فتاوی نذیریہ جلد ثانی صفحہ ۴۲۳)

تشریح

(از قلم حضرت خطیب الہند مولانا محمد جونا گڈھی رحمہ اللہ دہلوی)

امامت وخلافت وامارت کیا چیز ہے، اور لے دے یہاں کے ان علال خوروں نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ یہ سلطان نجد وحجاز کے اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے، جو آپ نے اس وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطنتوں اور مسلمانوں کی درخواست پر انہیں دیا ہے۔ اس بے طمع سچے مسلم بادشاہ کو خدا پاک دن دونی رات چوگنی ترقیاں عطا فرمائیے آمین، سلطان المعظم کا یہ جواب عربی اردو اخبارات میں چھپ چکا ہے، ہم اپنے اں کے مقامی اخبار "ملت" سے نقل کرتے ہیں۔

انگریزوں نے یہ کوشش بھی کی تھی، کہ کسی طرح جلالۃ الملک ابن سعود منصب خلافت کو قبول کر لینے پر آمادہ ہو جائیں، مگر آپ نے صاف صاف کہہ دیا، کہ خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ زبردست اور ناقابل مقابلہ طاقت کا مالک ہو، جب دنیائے اسلام کے کسی حصہ کو غیر مسلموں کے ہاتھوں تکلیف پہنچے، تو خلیفہ کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے، کہ وہ مبتلائے مصیبت مسلمانوں کی مدد کو نکلے، اس زمانے میں جب تک کسی مسلمان حکمران کے قبضہ میں اس قدر بحری بری اور فضائی قوت نہ ہو، کہ وہ کسی بڑی سے بڑی سلطنت کا مقابلہ کر سکے وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا چونکہ میں اس قدر طاقت کا مالک نہیں ہوں، اس لئے اس منصب کو قبول نہیں کر سکتا"

کہاں ہیں ہندوستانی برسات کے کیڑے جو چپہ چپہ پر امامت کا دعویٰ کئے بیٹھے ہیں الخ "محمد" (اخبار محمدی ۱۵ یکم ستمبر ۳۸ء)

تشریح

(از حضرت علامہ جلیل مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ناظم اعلیٰ آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس)

معقل بن یسار فرماتے ہیں۔ مامن امیر یلی امر المسلمین ثم لا یجھد لھم و لا ینصح الا لم یدخل معھم الجنۃ (صحیح ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۲) یعنی مسلمانوں کا امیر یا بادشاہ اگر ان کے معاملات میں خیر خواہی اور نصیحت کی کوشش نہ کرے، تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا، ایسے کمزور حضرات جو محض شوقیہ امارت کے خواہش مند ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہیئے، زکوۃ کے چند پیسوں کے لئے جنت سے دائمی محرومی دانش مندی نہیں ہے اللھم انی اعوذ بک من ھمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون، بعض احادیث میں کمزور امراء کو لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے، سند کے لحاظ سے یہ احادیث ضعیف ہیں، مگر مفہوم کے لحاظ سے درست ہیں، جو شخص مفوضہ حقوق العباد کی حفاظت پر قدرت نہیں رکھتا، اور عامۃ الناس سے زکوۃ وصول کر لیتا ہے، وہ یقیناً عوام کو دھوکہ دے رہا ہے، ایسا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص یقیناً اس کی رحمت کو نہیں پا سکتا، حقوق العباد کا اتلاف ایسا جرم ہے، جس کی معافی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ نہیں فرمایا، سنت کی محبت اور شرعی نظام کی آرزو میں اتنا بدحواس نہیں ہونا چاہیے، کہ حق و باطل میں امتیاز ہی ناپید ہو جائے۔ (مصباح۔ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ)

سوال: ۔ ہندوستان میں بعض جگہ پر امام اور بعض جگہ نبی، مسیح وغیرہ بنے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کو ماننے والے بالکل اسی طرح مانتے ہیں، جس طرح حضورؐ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ مانتے تھے، اس سے میری غرض یہ ہے، کہ ایک شخص معمولی پڑھا لکھا ہو، اور مذہبی علم اس کو نہ ہو، تو ایسے شخص کو کسی امام سے ملنے کا اتفاق ہوا تو دس پانچ آیتیں، اور دس بیس حدیثیں بیان کر دیتے ہیں، اور اس طرح یقین دلاتے ہیں، کہ امام کے بغیر زندگی بے کار ہے، نجات ہی نہیں ہو گی، اور اسی طرح ہر ایک کا ماننے والا کرتا ہے، معمولی لکھے پڑھے آدمی کو شبہ ہو جاتا ہے، کہ یہ سچ ہی کہتے ہوں گے، ایک گروہ وہ بھی ہے، جو یہ کہتا ہے، کہ اس فرنگی حکومت میں امام ہو ہی نہیں سکتا ان کا کہنا یہ ہے کہ جو امام حد نہ لگا سکے، شرعی قانون جاری نہ کر سکے، اور معمولی بات کے لئے بھی انگریزی قانون کی مدد لے۔ تو ایسے کمزور امام کی ضرورت نہیں، اب شرعی حکم فرمایئے، ایسے کم علم شخص کے لیے بھی حکم خدا و فرمان رسول ہے، یا نہیں، ایسا آدمی حق و باطل کو کس طرح سمجھے، یا آنکھ بند کرے مان لے۔

جواب: ۔ سائل بڑا ہشیار ہے، وہ خود ہی کسوٹی پیش کرتا ہے، اور خود ہی سوال کرتا ہے، آج کل کے پیغمبروں کی پہچان ان کی پیشین گوئیوں سے ہو سکتی ہے، اگر وہ جھوٹی ہیں تو وہ بھی جھوٹے ہیں، چاہے ہزار آیتیں پڑھیں، بس یہی پہچان ہے، امام کا لفظ شریعت میں چند معنوں میں آیا ہے (۱) امام ہدایت یهدون بامرنا (۲) اور امام نبوت انی جاعلک للناس اماما (۳) امام سیاست یعنی بادشاہ الامام جنة یقاتل من وراته (۴) امام صلوۃ۔

ان چاروں قسموں کے حکم الگ الگ ہیں، امام نبوت کا منکر کافر ہے، امام سیاست کا مخالف بشرطیکہ اس کی رعیت میں داخل ہو، باغی ہے، امام ہدایت کا مخالف ہدایت پا کر اور سمجھ کر مخالفت کرنے والا گمراہ ہے، امام صلوۃ کا حکم حالت نماز میں موافقت کرنا ہے، بیرون نماز ضروری نہیں، ان چاروں قسموں کے اماموں کے احکام الگ الگ ہیں، سائل کو جس قسم کے امام سے معاملہ پڑا ہے، اس سے اس کی امامت کی تعیین کرائے پھر اس پر غور کیجیے مثلاً اگر وہ امام ہدایت کرنے کا مدعی ہے، تو اس سے سیاست کے اجراء کا سوال نہیں ہو گا، اور نہ وہ ذمہ دار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جیسے امام ابو حنیفہ وامام شافعی وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے، اگر وہ سیاست کا مدعی ہے، تو پھر اس کے متعلق سوال ہوگا، حدیث بھی اسی کے متعلق ہے، سائل ان شعبوں کو الگ الگ سمجھے جیسے علم نحو میں اسم، فعل، حرف کی تعریفیں اور حکم الگ الگ ہیں، اسی طرح علم شریعت میں امام کے اقسام اور حکم الگ الگ ہیں، ایک کو دوسرے کے ساتھ ملانے سے مقصد خبط ہو جائے گا

(اہلحدیث امرتسر جلد ۴ ش)

تشریح:۔ شرعاً مسئلہ امارت کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ کسی امام مسجد یا کسی مدرس کو اگر امیر المؤمنین کہہ دیا جائے، تو امارت شرعیہ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، یا محض اس منتر کے پڑھ دینے سے فوراً انسان میتۃ جاہلیۃ سے بچ جاتا ہے، بلکہ جاہلیت کی موت سے بچنے کے لئے ضروری ہے، کہ ایک صحیح اور فعال نظام ہو، اور عامۃ المسلمین اس سے وابستگی پیدا کریں گے، ایسی کمزور، اور بے مقصد امارتوں کو شرعی امارت کہنا، مفہوم امارت کی تضحیک ہے، اور اس کے مقاصد کی توہین، ان کمزور امارتوں کا شاہکار صرف زکوٰۃ کی وصولی ہے (ماہنامہ مصباح ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ) (از قلم حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ)

سوال:۔ امام کے ماننے والوں میں یہ حدیث بہت زور کے ساتھ بیان کی جاتی ہے کہ جہاں امام نہ ہو نہ جماعت، تو جنگلوں کو نکل جاؤ، جڑیں چباؤ، پتے کھاؤ، وغیرہ وغیرہ، اس حدیث کا صحیح مطلب کیا ہے؟ (عبد العزیز آزاد دہلی)

جواب:۔ بخاری شریف میں یہ حدیث ہے، اور امام بخاری نے اس پر باب باندھا ہے اذا لم یکن امام ولا جماعۃ اس موقع پر ارشاد نبوی یہ ہے۔ فاعتزل تلک الفرق کلھا۔ ان مختلف ٹولیوں سے الگ ہو جاؤ، چاہے تم کو درختوں کی چھال کھا کر گذارہ کرنا پڑے، یہ مطلب نہیں ہے، کہ تم خواہ مخواہ جنگلوں میں چلے جاؤ، بخاری شریف کے اس باب کو غور سے پڑھیے، اور نتیجہ پائیے (اہلحدیث امرتسر جلد ۴ نمبر ۹)

سوال:۔ امام غیر قریش بھی ہو سکتا ہے، یا نہیں، اگر ہو سکتا ہے، تو ان حدیثوں کا کیا مطلب ہے؟ (۱) لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان (بخاری ، مسلم) یعنی یہ امر امامت وخلافت قریش ہی میں رہے گا، جب تک ان میں سے دو بھی باقی رہیں، (۲) عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الامام الضعیف ملعون وھو الذی یضعف عن تنفیذ الامور الشریعۃ واقامتھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۰۸) یعنی کمزور امام لعنتی ہے، وہ کمزور جو شریعت کے قائم وجاری رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، مندرجہ بالا دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں (محمد سلطان خیر بیکے)

جواب: ۔ ان حدیثوں میں امارت سے مراد سیاست ہے جس کو خلیفہ وقت کہا جاتا ہے پہلی حدیث کا مطلب یہ کہ میرے نزدیک یہ پیش گوئی ہے حکم نہیں ہے، یعنے قریشیوں میں امامت، سیاست رہے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا لیکن اگر کوئی شخص غیر قریش بھی ایسا ہے، کہ اس کے حق میں یہ کہنا جائز ہے۔ زادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔ تو اس کا امام بنا لینا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے لیکن جو شخص امام سیاست نہیں ہے اس کے حق میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیوں کہ وہ شخص اصل معنی میں امام نہیں ہے، اصل معنی میں امام وہی ہے، جس کے حق میں فرمایا الامام جنۃ یقاتل من ورائہ اس لئے ایسے اماموں کو اس حدیث کا مصداق بنانا غلطی ہے، اور جو امام سیاست ہو کر بھی تنفیذ احکام شرعیہ نہ کر سکے، وہ واقعی حدیث ثانی کا مصداق ہے، باقی رہے آج کل امام جو بستی بستی میں بنتے پھرتے ہیں، وہ امام جماعت تو ہو سکتے ہیں، امام وقت نہیں، واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۶۲ھ)

شرفیہ: ۔ اس امر میں احادیث یہ ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان متفق علیہ وایضا قال ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین رواہ البخاری و ایضا لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ علیھم من قریش وفی روایۃ لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر رجلا کلھم من قریش وفی روایۃ لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ او یکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش متفق علیہ (مشکوۃ ص ۵۵۰) حاصل یہ ہے، کہ قریش میں دوام امارت مشروط باقامت دین ہے، جب نہ رہے خود کسی وجہ سے ہو تو غیر قریش سے بھی ہو سکتا ہے، بارہ خلیفوں تک اسلام کا غلبہ بھی اس پر دال ہے، کہ غلبہ قریش میں بارہ تک ہو گا، لبعد ازاں امکان غیر قریش کا بھی ہے، اور واقعات سے بھی یہ ثابت ہے، ورنہ خبر میں معاذ اللہ کذب لازم ہو گا وذا باطل، یہ توجیہ خبر کو خبر پر محمول کرنے کی صورت میں ہے، اور اگر یہ اخبار بمعنی انشاء ہو، تو پھر کوئی اشکال نہیں، اور قرائن ودلائل حمل بر انشاء ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدموا قریشا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا تعدموها وتعلموا منها ولا تعلموها رواہ الشافعی والبیہقی فی المعرفۃ من ابن شہاب بلاغا وابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ وصححہ فی الجامع الصغیر و اخرجہ البزار وصححہ ایضا فی الجامع۔ خلاصہ یہ کہ جب تک قریش قابل اقامت دین و قابل سیاست موجود ہوں، تو تم یعنی اور لوگوں میں سے خلیفہ نہ بنے۔ والا من یقیم الدین والسیاستہ الصحیحۃ الحقۃ بالکتاب والسنۃ لا بالاختراع والبدعۃ

(ابو سعید شرف الدین دہلوی)

تشریح

(از قلم علامہ دوران حضرت نواب صدیق حسن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

انعقاد خلافت و امامت کا کئی طرح پر ہوتا ہے، ایک یہ کہ بندوبست والے لوگ جیسے اہل علم و افسران لشکر و اہلکار و دانشمند و خیر خواہ مسلمین و اسلام ہیں، جمع ہو کر کسی سے بیعت کر لیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی طرح قائم ہوئی تھی، دوسری صورت یہ ہے، کہ ایک خلیفہ دوسرے خلیفہ کے لئے وصیت کر جائے جس طرح صدیق رضؓ فاروقؓ کے لئے کہہ گئے تھے، کہ میرے بعد ان کو خلیفہ کرنا تیسری صورت یہ ہے، کہ مشورت پر چھوڑ جائے جس طرح کہ فاروق نے خلافت عثمان میں کیا تھا، کہ چھ شخصوں کو بتا گئے تھے، کہ ان میں سے جس کو سب لوگ پسند کریں، وہی خلیفہ ہو، بلکہ علی مرتضیٰ نے بھی ایسا ہی کیا تھا، چوتھی صورت یہ ہے کہ خود کوئی شخص جامع شروط امامت لوگوں پر مسلط ہو جائے جس طرح سارے خلفائے اسلام بعد خلافت نبوت کے خلیفہ بن بیٹھے تھے، پھر اگر کوئی ایسا آدمی ملک پر مستولی ہو گیا جس میں شروط امامت کے جمع نہیں ہیں، تو ایسی حالت میں بھی اس کی مخالفت نہ کرے، اس لئے کہ خلع اس کا بغیر لڑائی بھڑائی، ترشی تنگی، دھینگا مشتی کے نہ ہو سکے گا سو مصلحت خلع کی تو الگ رہی یہ مفسدہ اس مصلحت سے زیادہ تر سخت و درشت ہو جاوے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا، کہ بھلا ہم ان کو چھوڑ نہ دیں، فرمایا نہیں جب تک کہ یہ نماز قائم رکھیں، یا تم ان کا کوئی کفر صریح دیکھو، تمہارے پاس خدا کی طرف سے برہان موجود ہو۔

تنبیہ۔ خلافت امامت بنص صحیح الائمۃ من قریش منحصر ہے اسی قوم شریف میں، ہرگز یہ بات درست نہیں ہے، کہ غیر قریش کے آدمی کو باختیار خود امام بنایا جاوے گو وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیسا ہی لائق فائق کیوں نہ ہو، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ سخت گنہگار، نابکار، مخالف حکم خدا اور رسول مختار ہیں، ہاں جس جگہ عامہ مسلمین کا زور نہیں چلا، کوئی ترک، مغل، پٹھان، پارسی غلام بزور تلوار بقوت ضرب وپیکار حاکم بن بیٹھا ہے، تو اب چاروناچار اس کی طاعت کرنا جب تک کہ وہ تارک عمد نماز، مرتکب کفر بواح نہیں ہے، شرعاً واجب ہے، پھر اگر وہ یہ کام کرتا ہے تو اس کی طاعت واجب نہیں رہتی، اگر کوئی اس پر خروج کرے گا، تو عاصی ہوگا،

(عقاید اولی الالباب ص ۱۰۰)

شرائط:۔ اعلم انہ یشترط فی الخلیفۃ ان یکون عاقلا بالغا حرا ذکرا شجاعا ذا رای وسمع وبصر ونطق وممن سلم الناس شرفہ وشرف قومہ ولا یستنکفون عن طاعتہ قد عرف منہ انہ یتبع الحق فی سیاسۃ الملۃ یتہ ہذا کلہ یدل علیہ العقل ومنہا الاسلام والعلم والعدالۃ ومنہا کونہ قریش وان یقیم الحدود ویناضل دون الملۃ وینفذ الاحکام الی آخرہ (ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ)

خلاصہ یہ کہ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین کے لئے یہ شرائط ہیں، کہ وہ عاقل بالغ ہو، آزاد ہو (کسی غیر مسلم حکومت کا ماتحت نہ ہو) ہوشیار، سمجھ دار اور صاحب بصیرت ہو، شریف النسب وشریف الحسب ہو، امر حق کی جستجو واتباع میں کوشاں رہنے والا، مسلمان ہو اور صاحب علم ہو، عادل منصف ہو اور خاندان قریش سے ہو، حدود الٰہی قائم کرتا ہو ملت اسلامیہ کا محافظ ہو، احکام الٰہی (قوانین قرآنی کا جاری کرنے والا ہو، وغیرہ وغیرہ مزید تفصیلات کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حجۃ اللہ البالغہ کا مطالعہ کیجیئے۔

سوال:۔ بعض لوگ بیعت پیری مریدی کے ثبوت میں بعض آیات قرآن سے پیش کرتے ہیں، جن سے بیعت عورتیں وغیرہ پارہ اٹھائیس سے اور ید اللہ فوق ایدیہم وغیرہ پیش کی جاتی ہیں، نیز آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے مراد مرشد پر لیتے ہیں، کہ توسل کسی بزرگ کی بیعت سے کرنا چاہیئے، اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شفاء العلیل وغیرہ میں بھی اس آیت کو اسی کے متعلق فرمایا ہے اور بیعت کو سنت کہا ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے، اور ان آیات سے کون سی بیعت مراد ہے، اور عورتوں سے کیوں بیعت ہوتی ہے؟ (سائل مذکور)

جواب:۔ بیعت برائے حصول رشد وہدایت جائز ہے، مگر ان آیتوں کے معنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہیں، پہلی بیعت جس میں ذکر ہے ید اللہ فوق ایدیہم وہ تو جنگ کے متعلق ہے، دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے، کہ نیک اعمال سے خدا کا قرب تلاش کرو، چنانچہ شاہ ولی اللہ قدس سرہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "بطلبید قرب بسوے او" (۱۸ر فروری ۱۹۳۵ء)

سوال:۔ خطبہ جمعہ میں کسی بادشاہ کا اپنے یا کسی دوسرے بادشاہ کا نام لے کر دعا مانگنا شرع شریف میں آیا ہے؟ خلفائے راشدین کے زمانہ میں والیان خلفاء جو کہ اپنے ضلع کے حاکم یا خطیب بھی ہوا کرتے تھے، وہ اپنے زمانے کے خلیفہ کا نام لے کے دعا کیا کرتے تھے؟ (رسائل مذکور)

جواب:۔ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہو یا کسی خلیفہ راشد نے کیا ہو، ہاں جب متغلبہ کا قبضہ اور تصرف ہوا جو بجبر حکومت کرتے تھے، تو انہوں نے یہ رواج دیا، کہ خطبوں میں ہمارا نام لے کر دعا کیا کرو، جس سے غرض ان کی یہ تھی، کہ ہماری حکومت کا تذکرہ اور رعب دلوں میں بڑھتا رہے، اور قائم رہے، ورنہ کوئی دینی حکم یا مذہبی رسم نہیں، ہاں دعا کرنی ہو تو اس طرح کریں۔ اللھم انصر من نصر دینک یا اللہ تو اس کی مدد کر جو تیرے دین کی مدد کرے) (۱۱ر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ)

سوال:۔ زکوٰۃ اگر اپنے مقامی امیر یا سردار یا اپنے پیر صاحب کو نہ دے، بلکہ خود ہی مستحقین کو دے دیا کرے، تو کیا اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی

(رسائل خریدار نمبر ۹۰۶۶- از پٹنہ)

جواب:۔ سردار قوم اگر ہے، اور وہ باقاعدہ مصارف میں خرچ کرتا ہے، تو اسی کے سپرد کرنا چاہیئے، اور جن لوگوں کو معطی خود مستحق سمجھے، ان کی فہرست سردار قوم کو دے دے، اور اگر کوئی سردار قوم نہیں، تو ہر ایک شخص مختار ہے، مصارف میں خرچ کرے، ان شاء اللہ خدا قبول فرمائے گا (۱۸ر رمضان المبارک ۱۳۴۵ء)

سوال:۔ اس وقت جبکہ ہندوستان میں کوئی امیر یا سردار موافق شرائط شرع کے نہیں ہے، تو کیا بغیر کسی کے ہاتھ پر بیعت کئے ہوئے جہالت کی موت مریگا (رسائل مذکور)

جواب:۔ امیر یعنی حاکم منفذ بے شک نہیں، اس لئے حدیث کا وعید لازم نہیں مگر مسلمانوں کو چاہیئے، کہ با اختیار امیر اگر نہیں ہو سکتا، تو ہر بستی میں سردار قوم بنا لیں جس کے ماتحت متفق ہو کر کام کیا کریں۔ احمد الموفق (۱۸ر رمضان ۱۳۴۷ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال :۔ زید کہتا ہے، کہ امام من جانب اللہ ہوتا ہے جیسے کہ انبیاء اور عمر اس پر معترض ہے، کہتا ہے، کہ امام پیشوا المعروف جماعت کرنے والے کو بھی کہہ سکتے ہیں لہذا فیصلہ فرمادیں کہ ہر دو مدعیان مذکور سے حق پر کون ہے؟ (سائل مذکور)

جواب :۔ امام بمعنی نبی تو خدا ہی بناتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ. مگر امام بمعنی خلیفہ یا پیش نماز یہ تو لوگوں کے انتخاب سے بنتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے اجعلوا ائمتکم خیارکم (امام ان کو بناؤ، جو تم میں عقیدہ و عمل کے لحاظ سے بہترین آدمی ہوں) (۳ جولائی ۲۵ ء)

سوال :۔ زمانہ حال کے صوفی جو انواع بدعات و منکرات میں خود مبتلا ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنی جائز ہے یا نہ؟ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی وصیت کا خلاصہ مطلب کیا ہے؟ (عنایت اللہ از صدر پنڈی)

جواب :۔ آج کل کے ہوں یا پہلے زمانے کے بدعتی ہوں، ان سے بیعت کرنی گمراہی میں داخل ہونا ہے، مولوی روم مرحوم فرما گئے ہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی بہت سے شیطان آدمی کی شکل میں ہیں، اس لئے ہر ایک کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنی چاہیئے، شاہ ولی اللہ قدس سرہ وغیرہ صلحاء امت کی نصیحت ہے "قرب خدا جوید از دوری ایناں" دگمراہ اور بدعتی پیروں سے دور رہنے میں خدا تعالیٰ کا قرب تلاش کرو) (۱۰ محرم ۳۹ھ)

سوال :۔ سردار کی صفت کیا ہے، سردار ہونے کے مقاصد اور اس کی اغراض کیا ہیں؟ (سائل محمد شمس الدین، صوبہ بہار)

جواب :۔ سردار کئی قسم کا ہوتا ہے، جو قدرت اور اختیار اس کو دیا جائے، اسی کے مطابق اس کے فرائض ہوتے ہیں، ان کو پورا کرنا اس کا فرض ہے، سرداری کا اہم مقصد قوم کی شیرازہ بندی ہے سب ایک کے حکم پر چلیں۔

سوال :۔ جو سردار ایک دم تارک صلوۃ ہو، لوگوں کو دروغ و زنا کی تہمت دیتا ہو لوگوں کے سامنے غیروں کی غیبت کرتا ہوں، امانت دی ہوئی چیزوں میں خیانت کرتا ہو، جواب طلب یہ ہے، کہ ایسا سردار سرداری کے نام سے موسوم از روئے شریعت ہو سکتا ہے؟ (سائل مذکور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب:۔ اس سوال کا جواب سردار کے فرائض پر موقوف ہے، کہ اس کے ذمہ کام کیا ہیں، اور ان کو وہ ادا کرتا ہے، یا نہیں، یہ بھی دریافت ہونا ضروری ہے، کہ سردار بنانے کے وقت بھی یہ عیب اس میں تھے، یا بعد میں پیدا ہوئے وغیرہ، البتہ عام جواب یہ ہے، کہ ایسے عیوب سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا ضروری ہے، خصوصاً ممتاز آدمی کو تو بہت ضروری ہے

(اہلحدیث امرتسر ۲۵ شوال ۴۷ھ)

حرف آخر

(از قلم حضرت مفتی علامہ مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

امارت سیاسیہ اس ملک میں ناپید ہے، اور شاید عرصہ تک ناپید ہی رہے (الا ان یشاء اللہ) اس لئے وہ زیر بحث نہیں، دوسری امارتیں وہ ممکن ہیں، مثلاً امیر عائلہ (خاندانی امیر) یا امیر سفر یا امیر خاص قوم یا خاص گروہ، ان امارتوں کا وہ حکم نہیں ہے، جو امیر سیاست کا ہے، آج کل جو کہیں کہیں سے امیر بننے کی خبریں آتی ہیں، یا بن جاتے ہیں، ان کی حدود صرف اتنی ہیں، کہ جو ان کے حلقہ بیعت میں آجائے، اس کو حکم یا مشورہ دیں، اس سے تجاوز نہ کریں یعنی یہ حکم نہ لگائیں، کہ جو ہم میں داخل نہیں ہے، وہ موت جاہلیت مرے گا، اگر ایسا کریں، تو میں ان امارتوں کو چنداں معیوب نہیں سمجھتا، مگر جب وہ اپنی حد سے تجاوز کر جائیں یعنی یہ حکم لگائیں، کہ جو ان کے حلقہ میں داخل نہ ہوئے ہوں ان کی خیرات و صدقات قبول نہیں، ان کا جمعہ جماعت صحیح نہیں، ایسی حالت میں ان امیروں سے کہا جائے گا لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ، میں اس امر کو جائز سمجھتا ہوں، کہ ایسی امارتیں ہر شہر اور ہر بستی میں قائم ہو جائیں، جن میں باہمی نفاق و شقاق نہ ہو، بے شک وہ اپنے حلقہ اثر سے صدقات اور زکوٰۃ جمع کر کے غرباء پر تقسیم کریں، نہ اپنے نفس پر، اور نہ اپنے لئے جمع کریں، بس یہ ہے ایک طرق امارت جو آج معمول ہو سکتا ہے، اور بحکم ارشاد الٰہی لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا، جائز اور مشروع ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۶ شوال ۶۳ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوازدہم

کتاب المتفرقات

مخلصانہ خط

بخدمت جناب محب مکرم مولوی ابوالکلام صاحب آزاد

(ایڈیٹر البلاغ کلکتہ)

السلام علیکم۔ میرے ساتھ آپ کے مراسم سالہاسال سے ایسے مخلصانہ ہیں، جو دو مسلمانوں میں ہونے چاہئیں، نہ آپ کو ان سے انکار ہوگا، نہ مجھے اس انکار کا اندیشہ، ہاں ان مراسم ظاہری اور ملاقاتی کے علاوہ غائبانہ تعلقات جو ایک مسلمان کو دوسرے سے بحکم حدیث للمسلم علی المسلم ست ہونے چاہئیں، میں سمجھتا ہوں، کہ آپ کو مجھ سے اور مجھے آپ سے بہت اچھا تعلق ہے، اور اگر میں یہ کہوں، کہ ان ہی مخلصانہ مراسم اور برادرانہ تعلقات کی بناء پر میں آج یہ مخلصانہ خط آپ کو لکھتا ہوں، تو اس کے باور کرنے کی میرے پاس وجوہات ہیں کہ آپ بھی اس کو باور کریں گے غرض یہ ایک بدیہی یا مسلمہ مقدمہ ہے، جس کی چنداں ضرورت نہ تھی، مگر ضابطہ کے خیال سے اس کا اظہار کیا گیا اب میں اصل مقصود شروع کرتا ہوں ؎

شرح شوقت می نوشتم دیدۂ خونبار گفت جائے سرخی ہائش بگذاری کہ من خواہم نوشت

میں جو کچھ اس خط میں لکھوں گا، یہ شعر اس کا مجمل بیان ہے، میں اس بات کو جانتا اور مانتا ہوں، کہ آپ میں تحریر و تقریر کا خداداد ملکہ ہے، اور یہ خدا کا ایک فضل ہے یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ میں یہ بھی مانتا ہوں، کہ آپ میں ایک درد ہے، جو ہونا چاہیئے، میں یہ بھی مانتا ہوں، کہ آپ کی نیت نیک ہے، جو ہر مسلمان کا فرض ہے، اگر معاف رکھیے گا، تو ہر موقع پر درد قابل معافی ہوتا ہے نہ نیت نیک، اگر ایسا ہوتا، تو شیخ منصور حلاج مرحوم قصوروار نہ ٹھہرائے جاتے، میں آپ کو اظہار جوش میں شیخ منصور کی طرح لائق ملامت اور قابل معافی جانتا ہوں، جس کے جواب میں غالباً آپ یہ شعر پڑھ دیں گے ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے، کہ آپ کے نئے رسالہ البلاغ کے دو نمبر میں نے دیکھے ہیں اگر میں ان رسالوں کے ریویو میں آپ کے جوش اور درد کا ذکر کروں تو مضمون کے دہرانے کے سوا کچھ حاصل نہیں اس لئے میں اس کو چھوڑ کر اصل مطلب کی بات کہتا ہوں

میرے عزیز دوست!

علمائے اسلام اپنی حیثیت میں مسلمانوں کے سردار ہیں، مگر اس سرداری کے استعمال میں وہ اپنے مورث اعلیٰ حضرات انبیاء علیہم السلام سے زیادہ حق نہیں رکھتے۔

حکایت:۔ ایک اسلامی بادشاہ کی کسی ناجائز حرکت پر ایک مولوی صاحب کو غصہ آیا، تو سر دربار بادشاہ کو وہ سنائیں کہ توبہ ہی بھلی، دربار برخواست ہوگیا، بادشاہ اور مولوی صاحب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد مولوی صاحب کی سرکار میں طلبی ہوئی، اب تو وہ بھی اپنی سختی کی غلطی سمجھ گئے تھے، اس لئے گھر والوں سے مل ملا کر چلے، کہ شاید آخری ملاقات ہو، مگر بادشاہ بڑا سنجیدہ مزاج تھا، اس نے آرام سے مولوی صاحب کو کہا، اے جناب! آپ حضرت موسیٰ سے برتر نہیں، اور میں فرعون سے بدتر نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو حکم ہوتا ہے قُولَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا اے موسیٰ اور ہارون فرعون کے ساتھ نرم نرم بات کیجیئے تاکہ اس کو مطلب فہمی میں رکاوٹ نہ ہو مگر آپ مجھ سے سختی اور بے عزتی سے پیش آئے، اگر پاس شریعت سے خفا ہوئے تھے، تو خفگی کو شرعی حد میں رکھے ہوتے، نہ کہ ایک خلاف شرع کام پر اظہار خفگی کرتے ہوئے خود بھی خلاف شرع کے مرتکب ہوتے (جاؤ اب کی دفعہ معاف آئندہ خبردار)

میرے دوست!

یہ ایک حکایت ہے، صحیح ہو یا غلط، مگر نتیجہ اس کا صحیح ہے، کہ جو حق امت پر نبی کو نہیں وہ کسی عالم کو، خصوصاً ایسے بے قدر زمانہ میں ہرگز نہیں ہو سکتا، اب میں ذرا مطلب کے اور قریب آتا ہوں۔

آپ اپنے رسالہ کی عربی عبارت میں کل فرقوں کا ایک ایک ذکر کرتے ہیں، بہت اچھا کیجیئے آپ کا حق ہے، قرآن مجید بھی سب فرقوں کے لئے آیا ہے، مگر میرے عزیز دوست قرآن مجید کی تبلیغ کے لئے قرآن مجید کی ہدایات کو ملحوظ رکھنا، تو آپ بھی ضروری جانتے ہوں گے قرآنی ہدایت یہ ہے قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اے نبی میرے بندوں خصوصاً علماء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین) کو کہدو، کہ بات وہ کیا کریں، جو بہت اچھی ہو، کیوں؟ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ عمدہ طرح بات نہ کرنے سے شیطان ان میں فساد ڈلوا دے گا۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۔ اس لئے کہ شیطان واقع میں انسان کا کھلا دشمن ہے، ایک اور مقام پر خود حضور علیہ السلام کے حق میں فرمایا فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ خدا کے فضل سے تو نرم خو بنا ہے ورنہ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اگر تو سخت خو اور سخت دل ہوتا، تو یہ لوگ تیرے پاس سے بھاگ گئے ہوتے۔

میں افسوس سے کہتا ہوں، کہ آپ اپنے جوش اور درد میں شیخ منصور کی طرح حدود شرعی سے نکل جاتے ہیں، گو مجھے آپ کے سامنے اپنے دعوے کا ثبوت دینے کی حاجت نہیں، مگر چونکہ خط ہذا پبلکی طور پر ہے، جس کی بعض وجوہ سے ضرورت پیش آئی اس لئے آپ کے کلام کا اقتباس نقل کرتا ہوں۔

آپ اپنے رسالہ "البلاغ" کے نمبر ۲ میں اس جماعت کا ذکر کرتے ہیں، جن کو آج کل کے محاورے میں "تعلیمیافتہ" یا انگریزی خوان کہا جاتا ہے، مگر آپ کی اصطلاح میں ان کا نام متفرنج (بناوٹی فرنگی) ہے، آپ اس جماعت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فالمتفرنجون المنافقون المفسدون الدجالون يغشون المسلمين بانهم منهم ينفعهم ما ينفعهم ويضرهم ما يضرهم والله يعلم انهم لكاذبون۔ يخدعون الله والرسول والذين امنوا وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون يغشون الامة انهم يدعونهم الى الترقي عما هم عليه الى مدينة اعلى وحضارة اسمى وهي ان يكونوا مثل الافرنج في عزهم وثروتهم وزخرفهم ويحسبون لصغر عقولهم وقطع نظرهم ان ما يفوقنا به الافرنج من الثروة واسبابه القوة قد جاءهم من عدم مبالات كثير منهم بالدين واتباع غير سبيل المؤمنين او من عاداتهم في طعامهم وازيائهم وفسقهم وفجورهم۔

(ترجمہ) یہ مصنوعی فرنگی، منافق، دجال، مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں، اور دراصل یہ دھوکہ ان کا انہی کے نفسوں پر لوٹتا ہے، یہ مصنوعی فرنگی مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں، کہ ہم تم کو اعلیٰ مدنیت اور عمدہ شہریت پر ترقی کرنے کی طرف بلاتے ہیں، اور وہ یہ ہے، کہ عزت، ثروت اور سج دھج میں انگریزوں کی طرح ہو جاؤ، وہ اپنی بے وقوفی اور کوتاہ نظری سے جانتے ہیں، کہ یورپین لوگوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ثروت اور فوقیت حاصل ہوئی ہے، وہ دین سے بے پروائی اور مسلمانوں کی راہ چھوڑنے، اور خورد و نوش اور پوشش کی عمدہ عادات اور فسق و فجور وغیرہ کی وجہ سے ہوئی ہے

میرے عزیز!

ایسی انشار پردازی تو ندوۃ العلماء کے وجود سے بہت پہلے تھی، جس کی اصلاح کے لئے آپ کے اور ہمارے واجب العزت بزرگ مولانا شبلی مرحوم نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تغمدہ اللہ برحمتہ واسعۃ کونسی مذہبی گالی ہے، جو آپ نے اس عبارت میں نہیں دی، کونسی ہتک ہے، جو آپ کے اس کلام ہدایت القیام میں نہیں، کون سی دل آزاری ہے، جو اس فصیح اور مقفی عبارت میں ادا نہیں کی گئی، اردو میں کسی شاعر نے غصہ اور جذبہ کی حالت میں اپنے معشوق کو بہت کچھ سخت سست کہا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

جفا جو، سنگدل، بے رحم، ظالم لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

مگر میرے خیال میں آپ کی تنک مزاجی کے مقابلہ میں شاعر کی نازک خیالی کم ہے، اور بالکل کم ہے، یہ خیال کہ یہ لوگ ایسے ہی ہیں، اور انہی القاب کے حقدار ہیں، اسلامی مناظرہ کی کتابیں جو ایک طرف سے دوسرے کے رد میں آج تک نکلی ہیں، جن میں وہ مغلظات ہیں، کہ ایک صحیح الدماغ آدمی ان کے سونگھنے سے بیمار ہو جائے، وہ سب اسی خیال پر مبنی ہیں، کہ فریق ثانی انہی القاب کا حقدار ہے۔

لطیفہ:۔ مدراس کی طرح بریلی میں بھی ادلہ کلامیہ میں ایک دلیل کا اضافہ ہے، جس کا نام ہے "دشنام نامہ" اعلیٰ حضرت بریلوی کے ہاں زیادہ تر اسی دلیل کا استعمال ہوتا رہا ہے اتفاق سے ایک صاحب (احمد مکی نامی) وارد بریلی ہوئے، وہ حضرت اس دلیل کے ایسے ماہر تھے، کہ کسی کو اپنا ہم پلہ نہ جانتے تھے، چنانچہ انہوں نے ایک دو ورقہ نکالا۔ بس پھر تو کیا تھا اعلیٰ حضرت مع اپنے حواریوں کے "جواب جاھلاں باشد خموشی" کہتے ہوئے خاموش ہو گئے۔

یہ مثالیں میں نے اس لئے پیش کی ہیں، کہ جس اسلامی لٹریچر کی اصلاح کے لئے آپ، اور آپ کے بزرگ ندوہ کے مداح اور شریک رہے تھے، وہ لٹریچر اسی قسم کی دل آزار تحریروں سے پر تھا، ورنہ اس میں اور کیا تھا، یہی کہ ایک فریق دوسرے کو دجال، مفسد، وہابی، لہابی، بدعتی مشرک، خائن، دغاباز، چال باز، بے ایمان وغیرہ کہا کرتا تھا، دوسرا اگر شریف ہے، تو زیادہ نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتا، مگر حکیم استاد صائب ؎

دہن خویش بدشنام میالا صائب کیں زرقلب بہر کس کہ دہی باز دہد

اسی قدر کہہ لینا تو اپنا حق جانتا، مگر خدائے حکیم کی کتاب حکیم ہم کو تعلیم دیتی ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلاؤ ساتھ حکمت کے اور ساتھ عمدہ نصیحت کے۔ پس ہمارا تو ایمان اور تجربہ ہے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ہے یہ گنبد کی صدا جیسے کہے ویسی سنے

میرے عزیز دوست!

میں نے اتنے لمبے خط میں آپ کا قیمتی وقت لیا ہے، مگر چونکہ میں جانتا ہوں، کہ میرے کسی لفظ سے آپ کو بدگمانی نہ ہوگی، اس لئے میں اس طوالت کو عرفی کے اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں اور اسی پر ختم کرتا ہوں ؎

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

(اہلحدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۱۷ء)

متفرق سوالات

(۱) نماز عیدین کب سے شروع ہوئیں، اور کیوں؟ پہلے تھیں یا نہیں؟ اگر نہ تھیں تو کیوں؟ پہلے بھی تو اسلام تھا؟

(۲) قربانی کب سے شروع ہوئی اور کیسے؟ پہلے تھی یا نہیں، اگر نہ تھی تو کیوں؟ پہلے بھی اسلام تھا؟

(۳) گوشت خنزیر کیوں حرام ہوا؟

(۴) جب آدمی دیدہ دانستہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرے، تو کیوں بخشا جاوے گا؟

(۵) جب مادہ نہ تھا، تو خدا کس چیز کا خدا تھا، جب فرشتے بھی نہ تھے، تو خدا کس کا خدا تھا؟

یہ ایک میرے دوست آریہ صاحب کا سوال ہے، اور امید ہے، کہ پوری توجہ فرمائیں گے (نیاز مند بابو عطار محمد، ریلوے سٹیشن پٹیالہ، خریدار اہلحدیث نمبر ۳۵)

جوابات

(۱) عیدین کی نماز فرض نہیں، کہ پہلے زمانہ میں بھی اس کی تلاش کی جائے، بلکہ ایک دینی رسم ہے، اور رسومات کی تبدیلی ہر نبی کے زمانہ میں بقرین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصلحت ہوتی رہی ہے۔

(۲) قربانی پہلے بھی تھی لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا بائیبل میں آج تک قربانیوں کے حکم ملتے ہیں، بلکہ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اس کا ثبوت ہے، منوجی فرماتے ہیں، یگیہ (قربانی) کے واسطے اور نوکروں کے کھانے کے واسطے اچھے ہرن اور پکشی (پرند) مارنے چاہئیں (سند دیتے ہیں) اکست رشی نے اگلے زمانے میں ایسا کیا (سمرتی باب ۵۔ فقرہ ۲۲) اور بھی بہت سے حوالے ایسے ملتے ہیں۔

(۳) خنزیر کا گوشت اخلاق کے لئے مضر ہے، اس حرمت بائیبل اور منوسمرتی میں بھی ہے (ملاحظہ ہو کتاب احبار باب ۱۱۔ فقرہ ۷) (منوسمرتی باب ۵۔ نقرہ ۱۹)

(۴) بخشش تو توبہ کے وقت جو خلوص ہوتا ہے، اس پر مبنی ہے، اگر وہ ہے تو بخشش بھی ہے نہیں تو کچھ بھی نہیں، وہ خلوص اس پر مبنی ہے، کہ توبہ کرنے کے وقت گنہ گار خدا کو اپنا حقیقی مالک سمجھ کر اس کے آگے گناہ کا اقرار کرے، اور اس کی بخشش مانگے، تو خدا بخشش دینے کا وعدہ کرتا ہے، اسی لئے ارشاد ہے، هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ اس آیت میں عباده کی اضافت اپنی طرف کر کے قبولیت توبہ کی بنا اور فلاسفی بتلائی ہے، اشارہ کیا ہے، کہ قبولیت توبہ اس لئے ہے، کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا اصلی مالک، اور ان کی فطرت سے واقف ہے، وہ جانتا ہے، کہ ان سے گناہ کا ہو جانا تعجب نہیں، اس لئے بخشش بھی محال نہیں ہے۔

(۵) یہ سوال تو آریہ سماج پر وارد ہوتا ہے، ہم پر نہیں، کیونکہ آریوں کے نزدیک خدا مادہ کا اور روح کا خالق نہیں، بلکہ وہ اجسام کا خالق ہے (بہت خوب) لیکن جس حالت میں بعد پرلے (فنا) کے تمام اجسام منتشر ہو کر مادہ کی لطیف حالت میں چلے جاتے ہیں اس وقت خدا کس چیز کا خدا ہوتا ہے، مادہ اور روح کا تو ہو نہیں سکتا، کیونکہ وہ تو اس کی مخلوق نہیں، مخلوق نہیں تو مملوک بھی نہیں، پھر خدائی کیسی؟ ہاں اسلام سرے سے اس بنا کو غلط قرار دیتا ہے، اسلام کے نزدیک خدا کے سوا جو چیزیں ہیں، ان میں سے کوئی چیز بھی خدا کی عمر کے برابر نہیں، خدائی عمر میں کسی چیز کو برابر سمجھنا خدا کا شریک بنانا ہے، جس کو اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا، اس لئے خدا کی خدائی اس کا ذاتی وصف ہے، کسی مخلوق کے وجود پر منحصر نہیں، بلکہ کسی چیز کا نہ ہونا اس کی خدائی کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ ہر چیز کا خدا کہلا سکے، اس لئے کہ اگر کوئی چیز اس کے برابر کی ہوئی تو وہ اس کا خدا نہ ہو گا، حالانکہ اسلام کہتا ہے هُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پس اسلام اپنا اعتقاد کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے ۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کچھ نہ تھا تب زار کا رتھا خلقت کا پیدا کرنہار تھا

(اہلحدیث امرتسر ۲۶ فروری ۱۹۱۵ء)

ایک سوال

جناب مولانا السلام علیکم، میں پشاور گیا تھا، وہاں مولوی غلام حسن رجسٹرار مرزائی سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے ایک تقریر کی جس کا مطلب یہ تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت غیر تشریعی ہو سکتی ہے، اس دعوے پر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ الآیۃ اس کے متعلق انہوں نے یہ کہا، کہ اہل سنت اس بات کے قائل ہیں، کہ اولیاء اللہ کو بھی اطلاع علی الغیب ہوتی ہے حالانکہ آیت موصوفہ میں اطلاع علی الغیب صرف رسولوں کے لئے ہے، اس سے ثابت ہوا، کہ اولیاء اللہ بھی رسول ہیں، مگر غیر تشریعی۔

دوسری آیت انہوں نے یہ پڑھی يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یہ آیت بھی صاف دلالت کرتی ہے، کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت غیر تشریعی جاری ہے کیونکہ يَاْتِيَنَّ صیغہ مضارع کا ہے، امید ہے کہ اس کے جواب سے خورسند فرمائیں گے۔

(صاحبزادہ عبد الحق، خریدار نمبر ۳۵۶۵)

جواب

اہل سنت اولیاء اللہ کے الہامات کے قائل ہیں، مگر اس تشریح کے ساتھ کہ ثبوت احکام میں بجز نیز دہ یعنی حضرات انبیاء علیہم صلوۃ اللہ کی اطلاع علی الغیب حجت شرعی ہے، اسی لئے وہ مثبت احکام شرعیہ ہے، مگر اولیاء نے امت کے الہام اور اطلاع علی الغیب کو یہ درجہ حاصل نہیں، اس لئے پہلے کا منکر کافر ہے، دوسرے کا نہیں، لہذا اولیاء اللہ کو غیر تشریعی نبی کہنا اہل سنت کے مذہب پر صحیح نہیں ہے، نہ اہل اسلام کے کسی فرقے کے مذہب پر جائز ہاں قادیانی اصطلاح جدید ہو تو لا مشاحۃ فی الاصطلاح مگر اس پر سوال یہ پیدا ہوگا کہ قادیانی اصطلاح میں اولیاء اللہ اگر غیر تشریعی نبی ہیں، تو ان کا انکار مثل انکار انبیاء کے کفر نہیں ہونا چاہیئے، حالانکہ یہ لوگ (باستثنار لاہوری پارٹی) مرزا صاحب کے منکروں کو کافر کہتے ہیں، اور مرزا صاحب خود بھی کہتے ہیں، ملاحظہ ہو اشتہار "معیار الاخیار"

ل غیر تشریعی نبی سے مراد قادیانی اصطلاح میں وہ نبی ہے جو صاحب وحی والہام ہو، مگر احکام مستقل اور جدیدہ نہ لاوے بلکہ نبی سابق ہی کے تحت ہو (ایڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدعا یہ کہ حضرات انبیاء کا غیب قطعی ہے، اور اولیاء کا غیب غیر قطعی ہے، جو نبوت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، اس لئے وہ نبی نہیں نہ تشریعی نہ غیر تشریعی۔

دوسری آیت کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت بنی آدم کو یہ اطلاع دی تھی، جب حضرت آدم کی توبہ قبول کر کے فرمایا تھا اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آوے، تو جو اس کو مانے گا، نجات پاوے گا، جو انکار کرے گا دوزخ میں جائے گا، اس وقت چونکہ سلسلہ نبوت و رسالت جاری تھا، اس لئے کوئی اعتراض نہ تھا، لیکن جب نص قطعی مسلمہ فریقین وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ آگئی، تو اس آیت کا استقبال ختم ہو گیا۔

دوسرا جواب اس کا منطقی طریق پر ہے، کہ قضیہ شرطیہ میں مقدم کا امکان بھی ضروری نہیں، بلکہ اس میں صدق و کذب دونوں (مقدم، ثانی) معارف پر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ (تو کہہ اگر خدا کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کروں) اس قاعدے سے آیت موصوفہ کا مطلب بالکل صاف ہے، آیت کے الفاظ یہ ہیں:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (پ ۸ ع ۱۱) اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس رسول آویں، جو تم کو میرے احکام سنا دیں، تو جو کوئی ان احکام کے مطابق پرہیزگاری کریگا، اور صالح بنے گا، اس پر نہ خوف ہو گا، نہ وہ غمناک ہو گا، اس آیت میں بھی جملہ شرطیہ ہے جس کا پہلا حصہ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ کی طرح محال ہے، فرق صرف یہ ہے، کہ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ محال بالذات ہے، اور نبوت بعد رسالت محمدیہ محال بالغیر ہے، کیونکہ آیت کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں جملہ خبریہ ہے، جس کی صداقت ضروری ہے، جو نبوت بعدیہ کی نفی تام کرتی ہے، یہ تقریر گو علمی ہونے کی وجہ سے عام فہم نہیں لیکن غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے مفید ہے، امید ہے، کہ ذی علم اس سے مستفید ہوں گے۔ بقول ؎

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلے نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

ہمارا اپنا خیال قادیانی مباحث میں میرا خیال ہی کچھ اور ہے، ہم کو نہ حیات مسیح کی بحث سے کچھ مطلب ہے، نہ مرزا صاحب کی نبوت و رسالت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحث ہے، میرے سامنے سو دفعہ کہیں مسیح کی وفات ہے یا حیات، مرزا صاحب رسول تھے یا نبی، ہیں ان سب باتوں کو خاموشی سے سنکر کہا کرتا ہوں ؎

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر گل از خار است ابراہیم از آذر

مرزا صاحب نبی ہیں (بہت خوب) ثبوت کیا؟ ان کو الہام ہوتے ہیں (بہت خوب) آؤ ان کے الہامات کی جانچ کریں، اگر وہ انبیاء کے طریق پر صحیح ہیں، تو علی الراس والعین، اور اگر وہ مثل اضغاث احلام محض بازاری گپ ہیں، تو بحث کا خاتمہ۔

ناظرین کیا ہمارے طریق مباحثہ میں کوئی دھوکہ یا فریب ہے؟ ہرگز نہیں، پس اگر یہ طریق صحیح ہے، اور بے شک صحیح ہے تو سب سے پہلے ہم اس پیش گوئی کو دیکھتے ہیں، جو سچی ہوتی، تو آج یہ سطور نہ لکھی جاتیں، یعنی میری موت کے متعلق جو ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی تھی، جس پر مرزا صاحب نے اپنا سارا دارومدار رکھا تھا جس کی تصدیق عملی طور پر لدھیانہ میں ہوئی، کہ مباحثہ میں ہم کو مبلغ (سہ صد) مرزائیوں کی طرف سے انعام ملا تھا فالحمد للہ! (اہلحدیث ۱۱ ربیع الثانی ۲۳ھ)

س :- یہ لوگ پیشوا (پیر) پکڑتے ہیں، اور ان کو اپنی نجات کا باعث جانتے ہیں، یہ شریعت میں کیا ہے، کیا جو شخص قرآن مجید اور حدیث شریف دیکھ کر عمل کر سکتا ہے وہ بھی پیر پکڑے یا نہ آیت قرآنی سے اگر تم نہ جانتے ہو تو جاننے والوں سے پوچھ لو، کیا اسی ایک پیر سے پوچھ سکتے ہیں، دوسرے پیر سے نہیں پوچھ سکتے، کیا اہل ذکر وہی ایک پیر ہوتا ہے، جو لوگ ایک ہی کے مرید گروہ در گروہ ہوتے چلے جاتے ہیں؟

ج :- اس کو بیعت کہتے ہیں، یہ کئی قسم کی ہے، ایک تو مروجہ بیعت پیری مریدی ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے، کہ مرید پیر کے سلسلہ میں منسلک ہونا چاہتا ہے اور بس یہ تو فضول محض رسم ہے دوسری بیعت وہ ہے، جس سے غرض یہ ہوتی ہے، کہ بیعت کنندہ اپنے مرشد کی صحبت میں رہ کر کچھ نیک عادات اور نیک اخلاق سیکھے اس نیت سے جائز ہے، حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک دفعہ فرمایا۔ بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم۔ الحدیث۔ کتاب الایمان۔ حدیث عبادۃ بن صامت (مشکوۃ) ترجمہ۔ میرے ساتھ اس شرط پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا چوری نہ کرنا زنا نہ کرنا، اور اولاد کو قتل نہ کرنا وغیرہ۔

www.KitaboSunnat.com

اس روایت سے ثابت ہے، کہ کسی نیک مرد سے بغرض استفادہ صحبت بعیت ہو، تو جائز بلکہ مستحب ہے، مگر چونکہ آج کل کثرت سے لوگ جادہ سنت سے دور اور بدعات سے معمور ہیں لہذا بہت کچھ احتیاط ضروری ہے، اس نیت سے اگر کوئی بعیت کرے، تو اس کو کسی اور ایسے ہی مرد صالح سے مستفید ہونا منع نہیں، بشرطیکہ ورد و دو، وظائف مسنون ہوں، بدعات تصور شیخ وغیرہ سے نفرت ہو، اور ہر کام میں اتباع سنت ملحوظ رہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ)

بخدمت حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب

آج کل پنجاب میں پیری مریدی کا عام رواج ہے لیکن ہم نوجوان اہلحدیث اس سے بالکل ناواقف جاہل مطلق ہیں، اور حیران ہیں کہ موجودگی قرآن مجید و احادیث شریف ہمیں ایسی کون سی ضرورت لاحق ہے، کہ جس سے ہم بغیر مرید ہوئے عمل صالح نہیں کر سکتے، ہمارے دوست اس کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں، کہ اگر ہم کسی گورنر سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں، تو ان کو ملنے سے پیشتر ہمیں ان کے اہلکاروں سے ملنا پڑے گا، اور اہل کاروں کے ملنے کے بعد دیگر افسران کے وسیلے سے ہم گورنر صاحب کو مل سکتے ہیں، جب بنیادی معاملات کا یہ حال ہے، تو کیا وجہ ہے، کہ تم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کے لئے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کا وسیلہ نہ کرو، بلکہ براہ راست ان سے ملنے کے متوقع رہو، اور بزرگوں کو چھوڑ دو، یہ بھی تو ان کی ملاقات کے وسیلے ہیں الخ میں ہوں جواب باصواب کا منتظر۔ محمد عبد المجید خلف الرشید منشی محمد عبد العزیز اپیل نویس روپڑ ضلع انبالہ۔

اہلحدیث یہ رسمی پیری مریدی تو کوئی چیز نہیں، ایسا ہی اس کی مثال جو سوال میں درج ہے فضول اور خلاف شریعت ہے، ایسی مثالوں کے متعلق قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی خدا کی شان میں مثالیں نہ گھڑا کرو، اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے، خدا کی حکومت انسانی حکومت کی طرح نہیں ہے کہ اس کے پاس پہنچنے کے لیے کسی امیر وزیر کی ضرورت ہو، وہ تو خود فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ میں تمہارے بالکل قریب ہوں، اس دلیل کو تو کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس دلیل کا پیش کرنا ہی گناہ ہے، البتہ کسی مرد صالح سے حسن عقیدت رکھ کر اس سے تعلق پیدا کرنا، اور اس کی صحبت میں رہ کر فائدہ صحبت لینا اور فائدہ تعلیم حاصل کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، محض پیری مریدی کی بیعت کوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز نہیں، جب سے پیروں کے گروہ (سادات وغیرہ) کو روزگار کی فکر ہوئی، انہوں نے یہ صیغہ ایجاد کر لیا۔ واللہ اعلم

(اہلحدیث ۱۷ محرم ۱۳۵۹ھ)

کیا حضرت علیؓ نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی تھی؟

یہ سرخی اس مضمون کی ہے، جو اخبار شیعہ لاہور مورخہ یکم دسمبر میں شائع ہوا ہے، قابل مضمون نگار نے بڑی ہوشیاری سے بحوالہ کتاب الامامت والسیاست (لابن قتیبہ) ثابت کیا ہے، کہ حضرت علی رضی نے حضرت ابوبکر رضی کی بیعت نہیں کی تھی، ابن قتیبہ کی اس شہادت کو یہ کہہ کر کہ موصوف معتبرین اہل سنت سے ہیں، بڑے فخر سے پیش کیا ہے، ہمیں اس مضمون کو پڑھ کر ایک پرانا قصہ یاد آگیا جو ایک بڑی شریف قوم سے دربار رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ) میں سرزد ہوا تھا جب وہ دربار رسالت میں مسئلہ رجم زانی کی تحقیق کی غرض سے آئی تھی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے، کہ یہودیوں میں رجم زانی عملاً اٹھ گیا تھا، وہ مسلمانوں پر اعتراض کرنے کو دربار رسالت میں حاضر ہوئے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا، تورات لا کر پڑھو، دیکھو اس میں رجم کا حکم لکھا ہے، یہودیوں نے سمجھا کہ اس مجلس میں تورات جاننے والا کوئی نہیں ہے اس لئے ہم جو چاہیں گے پڑھ دیں گے، اور جو چاہیں گے چھوڑ دیں گے، کسی کو خبر نہ ہوگی، چنانچہ وہ ادھر ادھر سے پڑھتے رہے، جہاں پر مسئلہ رجم لکھا تھا، اس مقام پر پڑھنے والے نے ہاتھ رکھ چھوڑا، عبد اللہ بن سلام صحابی نے (جو عالم تورات تھے) کہا ہاتھ اٹھاؤ، جب اس نے ہاتھ اٹھالیا تو اس کے نیچے سے مسئلہ رجم نکل آیا، یہودی بہت شرمندہ ہو کر مجلس محمدیہ سے چلے گئے، آج ہم اس شریف قوم کا نمونہ اخبار شیعہ میں دیکھتے ہیں، علامہ ابن قتیبہ کی عبارت جو شیعہ اخبار نے نقل کی ہے، وہ ابتدائی ذکر میں ہے اخیر میں جو فیصلہ علامہ ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

ثم قام علی فعظم حق ابی بکرؓ وذکر فضیلته وسابقته ثم مضی فبایعه فاقبل الناس علی علی فقالوا اصبت یا ابا الحسن واحسنت (ص ۱۶) یعنی مسجد نبوی میں جب لوگ جمع ہوئے، تو حضرت علی اٹھے، اور حضرت ابوبکر کے حق خدمت کی فضیلت بیان کی، اور ہر کام میں ان کی سبقت کا ذکر کیا، پھر حضرت علی رضی آگے بڑھے، حضرت ابوبکر رضی کی بیعت کی، سب لوگوں نے حضرت علی رضی کی طرف متوجہ ہو کر کہا، کہ اے ابو الحسن آپ نے صحیح راستہ اختیار کیا، اور اچھا کام کیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین کرام! ہم نے جو شیعہ کے اس فعل کو ایک شریف قوم کے فعل کے ساتھ تشبیہ دی ہے
کیا اس میں کوئی غلطی کی ہے؟
شیعہ دوستو! انصاف سے کہنا واقعات صحیحہ اس قسم کی کوششوں سے کہیں چھپائے
جا سکتے ہیں، کیا ہی سچ ہے ؎

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

(اہلحدیث ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ)

علمائے راسخین سے چند سوال کے جواب

اخبار اہلحدیث نمبر ۴۲ جلد ۱۲ میں حکیم محمد سجاد صاحب کے چند سوال بغرض جواب چھپے ہیں
جن کے جواب عرض ہیں۔

(۱) حضرت حسین رضؓ کے شہید یا قتل ہونے کے بارے میں علمائے مورخین اہلحدیث کا کیا
خیال ہے، کہ وہ قتل ہوئے یا کہیں بغرض تجارت تشریف لے گئے تھے، اور وہیں وفات پائی
مفصل اور مدلل تحریر فرمادیں۔

میرے نزدیک چونکہ یہ لڑائی درمیان میں دو مسلمانوں کے محض ایک ملکی جنگ تھی، اعلائے
کلمۃ اللہ کے لئے نہ تھی، اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں، بلکہ مقتول ہوئے یا زیادہ
سے زیادہ شہادت صغری کہنا چاہیے۔ انتہی بلفظہ۔

الجواب:۔ یہ درحقیقت دو سوال ہیں، پہلے سوال کا جواب یہ ہے، کہ بلاشبہ حضرت
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں جبراً مع اعوان کے شہید کئے گئے، اس پر تمام محدثین وعلماء
مورخین اہلحدیث کا اتفاق ہے، اور کہیں تجارت کے لئے نہیں گئے تھے، کہ ان کی وفات وہاں پر
ہوئی یہ سب چانڈو خانہ کی گپیں ہیں، جو ثبوت سب سے مستند اور صحیح اور تاریخی حیثیت سے بھی
سب سے اعلیٰ ہے، اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہے، وہ کون ثبوت؟ فن حدیث وفن رجال ہے
جس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں ہے، بلکہ کالشمس فی النہار ہے، صحیح بخاری میں ہے۔ عن انس
قال اتی عبید اللہ بن زیاد براس الحسین فجعل فی طست فجعل ینکت و
قال فی حسنہ شیئا قال انس رضؓ فقلت واللہ انہ کان اشبھھم برسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وکان مخضوبا بالوسمۃ۔ یعنی امام حسین کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا (یہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوج کا سردار تھا اور ایک طشت میں رکھا گیا، تو عبید اللہ بن زیاد آپ کے حسن میں کچھ کلام کرنے لگا اور اس کے ہاتھ میں کوئی لکڑی تھی جس سے ٹھکرانے لگا، تو حضرت انس رضؓ کہتے ہیں، میں نے کہا خدا کی قسم حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مشابہ تھے ان کے سر میں وسمہ لگا ہوا تھا، یعنی بحالت شہادت جس وقت سر لایا گیا، وسمہ سے خضاب کیا ہوا تھا، حضرت امام حسین رضؓ کا سر کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کے پاس بعد قتل کے لایا گیا تھا، اور حضرت انس رضؓ وہیں موجود تھے اسی وقت کا یہ قصہ ہے

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے۔ عن عبد الرحمن بن ابی نعم قال سمعت عبد اللہ بن عمر وسالہ رجل عن المحرم قال شعبۃ احسبہ قتل الذباب قال اھل العراق یسئلونی عن قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم ھما ریحانتی من الدنیا یعنی عبد الرحمن بن ابی نعم سے روایت ہے، کہ حضرت عمر کے بیٹے عبد اللہ سے کسی نے محرم کے بارے میں مسئلہ پوچھا، کہ محرم مکھی مار سکتا ہے، یا مکھی مارے تو اس کا کیا کفارہ ہے، حضرت عبد اللہ نے (تعجب سے) فرمایا، کہ عراق والے مکھی کے مارنے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، حالاں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر ڈالا، جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا، کہ یہ دونوں میرے پھول ہیں دنیا میں،

خلاصہ تہذیب الکمال میں ہے۔ استشھد بکربلا من ارض العراق یوم عاشوراء یوم الجمعۃ سنۃ احدی وستین بکربلا من ارض العراق فیما بین الکوفۃ والحلۃ قتلہ سنان بن انس او شمر ذی الجوشن

اسی طرح جس قدر فن رجال کی کتابیں ہیں، خواہ بسیط ہوں یا قصیر ہوں جہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، بالاتفاق یہی مضمون لکھا ہے، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب، کاشف مغنی وغیرہ وغیرہ، اگر فن رجال کی کتابوں کو غیر معتبر کہا جائے، تو بالکل امن ہی جاتا رہے گا، یہ چند عبارتیں بطور اختصار نقل کر دی ہیں۔

دوسرے سوال کا جواب:- امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقتول ہونا شہادت ہے اور بلا شبہ شہادت ہے، جیسا کہ فاضل ایڈیٹر نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے، اس پر تمام محدثین اور فقہاء کا اتفاق ہے، کیوں کہ شہید کی تعریف یہ ہے۔ وھو مسلم طاھر بالغ قتل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظلما ولم یجب بہ مال ولم یرتث، اگرچہ یہ تعریف اس شہید کی کی گئی ہے، جس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی، جس کی وجہ سے اس میں قیود بہت بڑھائے گئے ہیں، مگر پھر بھی آپ پر یہ تعریف صادق ہے، اور یہ ظاہر ہے، کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر بے انتہا ظلم کیا گیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، بلکہ اعوان و انصار کو چھوڑ دو، بچوں اور مستورات پر اس قدر ظلم کیا گیا، کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح ان پر بھی دانہ پانی بند کر دیا گیا، اور یہ کوئی جنگ نہ تھی جسے جا سکے بلکہ جنگ، کہاں چند کس، کہاں فوج، صرف اس بیعت کا انکار تھا، جو قیصر اور کسریٰ کی سنت پر کی گئی تھی، اور اس انکار میں کوئی خصوصیت امام حسین ہی کی نہ تھی، بلکہ بہت سے صحابہ اس جرم میں شہید کئے گئے، حضرت ابوہریرہ رضؓ کو اسی جرم میں دا غا گیا تھا (دیکھو واقعہ حرہ) سائل نے لکھا ہے، غایت یہ کہ یہ شہادت شہادت صغریٰ ہے، لیکن سائل نے شہادت صغریٰ کی تعریف نہیں لکھی، کہ اس پر غور کیا جائے بلاشبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا قصد اعلائے کلمۃ اللہ ہی تھا، اسی بناء پر اس بیعت سے انکار کیا تھا، جو ایک فاسق مجاہر کے ہاتھ پر بطرز سنت کسریٰ و قیصر ہوئی تھی، اسی بناء پر تمام اکابر صحابہ نے انکار کر دیا تھا، بلاشبہ سیدنا حسین رضؓ کی شہادت عظمیٰ ہے، حضرت عمار بن یاسر، حضرت طلحہ، یا حضرت عثمان کی شہادتیں، شہادت میں پیش کی جا سکتی ہیں، والعلم عند اللہ

۴۔ فرعون نے جو ڈوبتے وقت آمنت برب ھارون و موسیٰ کہا تھا، تو ایسے وقت کا ایمان شرعاً مقبول ہے یا نہیں؟ میرے نزدیک چونکہ حدیث میں مالم یغرغر آیا ہے، اور وہ قبل غرغرہ کے ایمان لایا تھا، لہٰذا اس کا ایمان مقبول ہے (اس کا جواب خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ ایڈیٹر)

جواب:۔ حضرات سائلین کو سوال کرنے کے وقت کیا کچھ غور کر لینا کوئی جرم ہے ایسے سوالات سے عوام کے خیالات میں تشویش پیدا ہوتی ہے، بالخصوص جب کہ سائل عربی جانتے ہوں، تو ضرور اس طرح بے ہنگم[1] سوال کرنا، ان کے لئے مناسب نہیں، قرآن مجید میں فرعون کے بارے میں نص موجود ہے۔ یَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ

دوسری جگہ فرمایا، وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ۔ اس طرح کے نصوص تمام قرآن میں موجود ہیں جن سے فرعون اور فرعونیوں کا جہنمی ہونا یا ملعون ہونا ظاہر

[1] اس قسم کے ہتک آمیز الفاظ بھی مناسب نہیں ۱۲۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، پھر اس کے ایمان کو مالم یغرغر سے مقبول کہنا بوالعجبی ہے، آپ نے جلدی میں جس لفظی وجہ سے اس کا ایمان مقبول بتایا ہے، اس پر بھی غور نہیں کیا، کلام اللہ میں ہے۔ حَتّٰی اِذَا اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ الخ ادراک غرقاب سے غرقاب کا اسے تھام لینا ہے، غرق نے اسی وقت تھاما، جب دو چار غوطے کھا چکا، اور بیقین ہلاکت ہوگیا، اور دوسرے عالم کا نقشہ سامنے ہوگیا، اور غرغرہ سے بھی یہی مطلب ہے، کہ بیقین ہلاکت ہو جائے، اور دوسرے عالم کے نقشے سامنے ہو جائیں، نہ کہ صرف سانس اکھڑنا، افسوس آپ نے قرآن کے کھلے الفاظ کے باوجود بھی اپنے نزدیک فرعون کا ایمان قبول کر لیا، خدا کرے کہیں ایسی وسعت مقبولیت کو علمائے زمانہ موجودہ کے نزدیک بھی حاصل ہو جائے، تو بہتیرے لوگوں کو نجات مل جائے، [1] واللہ اعلم عند اللہ

(۴) اگر کسی شخص کو ۷ یا ۷ یا ۲۰ سال کی قید ہو جائے، تو اس کی زوجہ کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب۔ کسی شخص کو کتنے ہی سال کی قید ہو، اس کے لئے قانون شرعی صاف کھلا موجود ہے، کہ اگر اس کی بیوی صبر کرے، اور تکلیف اٹھا کر خاموشی سے اپنی زندگی بسر کرنے پر اس کی منکوحہ رہ کر راضی رہے، جیسا کہ شرفاء کا دستور ہے، تو اسے کون روک ٹوک کر سکتا ہے "میاں بیوی راضی تو کیا کرے قاضی" اگر اس پر راضی نہیں ہے، تو نالش کر کے شوہر کی جائداد سے خرچ وصول کرے یہ بھی نہیں تو شوہر سے خلع کرالے، اور یہ بھی نہیں، تو نالش کر کے طلاق دلوا لے غرض ایسی عورت کے لئے راستے کھلے ہوئے ہیں، رضامندی یا خلع یا طلاق۔ حاکم جیل خانہ اسے طلاق دلوا سکتا ہے یا اور اس قسم کی کاروائی کسی طرح جیل خانہ سے رک نہیں سکتی، بلکہ جو لوگ دریائے شور کے پار بھیجے جاتے ہیں، ان کے پاس سے بھی خلع یا طلاق کا فیصلہ ہو سکتا ہے، چنانچہ ایسا ہوا بھی، قانون خود بخود کسی کی مدد نہیں کرتا، جب تک کوئی آپ اپنی مدد نہ کرے۔ [2] والعلم عند اللہ

(محمد عبید اللہ ولد مولانا عبد السلام صاحب مبارکپوری ۲۹ شوال ۱۳۳۳ھ)

عجیب فتوے

امام ابوحنیفہ صاحب رضی اللہ عنہ ایسے روشن خیال تھے، کہ ان کے نزدیک اہل سنت

---

[1] فاضل اڈیٹر نے متعاقب کے جواب میں کچھ نہیں لکھا جس کا یہ مطلب ہے، کہ مرحوم کے نزدیک تعاقب صحیح ہے۔ (راز)

[2] اگر کوئی صورت نہ ہو سکے، تو بحکم لَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا حسب فتوی شریعت علیحدہ ہو کر نکاح ثانی کر سکتی ہے (اڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ناجی فرقے کی پہچان ہی یہ ہے، کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرے (شرح فقہ اکبر) مگر آج کل ان کے نام لیوا متقلدین کا یہ حال ہے، کہ آج تک بھی بعض اطراف سے یہ آواز آتی ہے، کہ اہلحدیث کے پیچھے نماز درست نہیں کیوں؟ دلیل کیا دیں، مقلد کا کام ہے۔ کہ دعویٰ کرے تو اپنے امام کے لفظوں میں دلیل دے، اس لئے ضروری تھا کہ اس مسئلہ پر بھی اپنے امام کا قول نقل کرتے مگر قول امام کہاں سے لائیں، اس لئے طبیعت کا بہلاوہ کرنے کو حجتیں لگا لیتے ہیں، چنانچہ ایک سوال مع جواب درج ذیل ہے۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو کہ امام کسی مسجد کا اپنا مذہب اہلحدیث ہمیشہ سے رکھتا ہے، مگر آمین بالجہر ورفع الیدین پہلے سے ظاہر نہیں کرتا تھا، اب چند ماہ سے آمین بالجہر ورفع الیدین کرنے لگ گیا ہے، اور مقتدی تمام حنفی ہیں آیا اس امام کے پیچھے نماز درست ہو جاوے گی یا نہیں؟ اور یہ فعل امام کا شریعت مطہرہ کے مطابق ہے یا خلاف ہے، بینوا توجروا" (مرسلہ حاجی دین محمد از جنید محلہ قاضیاں)

الجواب: چونکہ اہلحدیث نجاست کنوئیں میں گر جانے سے یا کسی جانور کے کنوئیں میں مر جانے یا پھنس جانے سے کنواں پاک نہیں کرتے، اور خون یا ریم نکلنے اور تے آنے سے وضو نہیں کرتے، اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بدون انزال غسل نہیں کرتے۔ اور سوتی موزہ پر مسح کرتے ہیں، اور منی کو غالباً نجس نہیں جانتے، ان وجوہات سے حنفیوں کو مناسب نہیں، کہ اہلحدیث کے پیچھے نماز ادا کریں، اور اگر معلوم ہو جاوے، کہ اہل حدیث امام نے ایسے کنوئیں سے پانی لے کر وضو کیا ہے جس میں نجاست پڑی ہوئی تھی، یا یہ کہ باوجود خون نکلنے اور تے آنے کے اس نے تازہ وضو نہیں کیا، یا معلوم ہو جاوے، کہ اس کے کپڑے منی آلود ہیں، تو ایسی صورت میں حنفی کی نماز ایسے امام کے پیچھے جائز نہ ہوگی (خادم شرع محمد خلیل از کوٹلہ)

اہلحدیث سوال غیر مقلد سے ہے، جواب اس کے عوارض منفکہ سے، بھلا ایسے مفتی صاحب کہہ سکتے ہیں، کہ ہمیں خدا کا خوف ہے، بندہ خدا سوال تو آمین رفع یدین کرنے والے سے ہے، آپ ان افعال کی بنا پر اگر ناجائز کہتے ہیں، تو کہئے ہمیں کوئی نقصان نہیں، کیونکہ ہم تو آپ ہی کی مسجد کے کنوئیں سے پانی لے کر وضو کرتے ہیں، اور سب کچھ آپ کے سامنے، مگر یہ تو فرمائیے، کہ آپ کے بھائی ہند تین مذاہب والے جب ایسے کام کریں تو ان کے پیچھے کیوں آپ نماز پڑھتے ہیں، کیوں حرم شریف میں ان اماموں سے دریافت نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے کہ آج تم نے غسل کیا یا نہیں؟

ہاں ہم پوچھتے ہیں، کہ یہ دعوی آپ کا بھی دلیل طلب ہے، کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز درست نہیں جو ایسے کام کریں، سچے مقلد ہیں تو اپنے امام صاحب کا کوئی قول نقل کریں، ورنہ تقلید کو جواب شئیے، صاحب مسلم الثبوت لکھتے ہیں:۔

اما المقلد فمستندہ قول مجتہدہ۔ مقلد کا اعتماد صرف اپنے امام کے قول پر ہے دگر ہیچ پس فیصلہ آسان ہے، جس کے پیچھے آپ چاہیں منع کا فتوی دیں، مگر اپنے امام کا قول دکھا کر، ورنہ آپ کی تقلید کی خیر نہیں، اللہ اعلم (۱۶ر اپریل ۱۹۲۰ء)

دو ضروری سوال معہ جواب

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب، السلام علیکم۔

میرے دو سوال ہیں، مہربانی کرکے آپ ان کے تسلی بخش جواب اپنے قیمتی اخبار میں درج فرما کر شکریہ کا موقع دیں، اور معترض ہونے کی صورت میں، میں اپنے نام سے مطلع کرنا مناسب نہیں سمجھتا، سوال مندرجہ ذیل ہیں۔

سوال نمبر ۱۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ کہ اے رسول ہم نے کتاب دے کر تجھے اس لئے بھیجا ہے، کہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کی طرف تجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا، اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ کہ ہر ایک امت میں نبی ہوا ہے، اور فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا کہ ہر امت میں ہم نے رسول بھیجا ہے، دونوں ارشادات فرقانی کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ آنحضرت نبی نہیں ہیں، کیوں کہ جب آپ کو ان لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا، جن کی طرف کوئی نبی آپ سے پہلے نہیں آیا، اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے، کہ ایسی کوئی امت ہی نہیں جن کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی نہ آیا ہو، تو لازمی نتیجہ یہی نکلا، کہ آپ نبی نہیں، کیوں کہ اذا فات الشرط فات المشروط۔ جس سے آپ کی نبوت کی عمومیت ہی باطل نہیں ہوتی، بلکہ نفس نبوت کا ہی کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔

جواب ۱:۔ قوم مجموعہ افراد کا نام ہوتا ہے، ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے، جب وہ قوم بنتی ہے، جس طرح اس کی ابتدا ہوتی ہے، درمیان بھی ہوتا ہے اور انتہا اس کی اختتام پر ہوتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی قوم کی ابتدا اور وسط بھی تھا، پہلی آیت میں جس حالت کا ذکر ہے، وہ وسط کی حالت ہے اور دوسری میں ابتدائی حالت کا جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا زمانہ تھا، پس دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے، کہ عرب کی قوم کو ابتدا میں خدا کی طرف سے سمجھایا گیا، وسط میں سکوت رہا، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

میرا یہ جواب صرف میرے دماغ کا نتیجہ نہیں، بلکہ خود قرآن مجید کی ایک تیسری آیت اس کی طرف راہ نمائی کر رہی ہے جو یہ ہے۔ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ اٰبَاءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ (پ ۱۸ ع ۴) یعنی کیا یہ عرب لوگ قرآن کی تعلیم پر غور نہیں کرتے، کیا ان کو ایسی تعلیم آئی ہے، جو ان کے باپ دادا کو نہیں آئی تھی۔

یہ آیت میرے جواب کی اس طرح راہ نمائی کرتی ہے، کہ بصورت استفہام تقریری بتا رہی ہے، کہ یہ تعلیم وہی ہے، جو ان کے پہلے بزرگوں کو آچکی ہے اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى۔

دوسرا سوال:۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ کہ آنحضرت کو کتاب دے کر بھیجنے کی غرض یہ ہے، کہ وہ لوگوں کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لاویں، اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا، کہ آنحضرت تمام لوگوں کے لئے رسول ہیں، تو دونوں آیات کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ آنحضرت کے بھیجنے کی غرض یہ تھی، کہ وہ تمام لوگوں کو کفر کی ظلمت سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لاویں، مگر ظاہر ہے، کہ دنیا کافر لوگوں سے جو اسلام سے منکر ہیں بھری پڑی ہے اگر الناس سے مراد اہل مکہ یا اہل عرب لئے جائیں، تو آپ کی بعثت کی عمومیت باطل ہو جاتی ہے، اور علاوہ ازیں یہ ثابت شدہ امر ہے، کہ آنحضرت کی وفات پر عرب کا بھی اکثر حصہ کفر کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا جس سے ان کی وفات قبل از وقت ہوئی ثابت ہوتی ہے، اور جس غرض کے لئے آپ بھیجے گئے تھے ثابت ہوتا ہے، کہ پوری نہیں ہوئی (دیکھ از کوہاٹ)

جواب:۔ رسالت والی آیت میں "ناس" سے مراد کل ناس (سب لوگ) ہیں، کیوں کہ "جمیعًا" سے اس کی تائید کی گئی ہے، اور "تخرج الناس" میں فی الجملہ مراد ہیں جس کو منطقی اصطلاح میں قضیہ کہتے ہیں، اس کی مثال یہ آیت ہے۔ اِنَّ النَّاسَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ پس جتنے لوگ بھی ہدایت یاب ہوئے یا ہو رہے ہیں، اس آیت کی صداقت کو کافی ہیں، ساری دنیا کی ہدایت پر یہ آیت موقوف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، کیونکہ قضیہ مہملہ کا صدق کلیہ کی طرح سب افراد پر نہیں ہوتا میری اس تفسیر کا ماخذ ایک تیسری آیت ہے، جو یہ ہے۔ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ، لوگ ہمیشہ مختلف رہیں گے مگر جس پر خدا رحم کرے گا۔

یہ آیت قطعاً انسانوں کے اختلافات کا پتہ دیتی ہے، اس لئے ساری دنیا کے لوگوں کے ہدایت یاب ہونے پر اس آیت (لتخرج الناس) کا صدق موقوف نہیں اللہ اعلم

(اہلحدیث ۱۶ مئی ۱۹۱۹ء)

سواد اعظم سے ایک سوال

ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ اتبعوا السواد الاعظم (یعنی بڑی جماعت کی پیروی کیا کرو) یہ روایت بحیثیت تنقید تو صحیح نہیں، مگر ہمیں یہاں اس کی تنقید سے بحث نہیں، بلکہ اس کی دلالت سے بحث ہے

آج کل بعض رسالوں میں اس روایت کو مسئلہ تقلید پر دلیل بیان کیا جاتا ہے، کہ چونکہ مقلدین کی جماعت بہ نسبت غیر مقلدین کے بہت زیادہ ہے، اس لئے غیر مقلدین کو مقلدین کا اتباع کرنا چاہیے، کیوں؟ اس لئے کہ وہ سواد اعظم ہیں

یہ ہے تقریر دلیل کی جو مقلدین کی طرف سے بیان کی جاتی ہے، اس لئے اسی سواد اعظم سے اس حدیث کے متعلق چند سوال کئے جاتے ہیں، امید ہے وہ توجہ سے سنیں گے خاص کر رسالہ" سواد اعظم" کے مصنف کا تو اولین فرض ہوگا، کہ وہ ان سوالوں پر توجہ کریں۔

اتبعوا صیغہ امر کا ہے، اس میں انتم ضمیر فاعل ہے جس کے معنی ہیں (تم لوگ) السواد الاعظم مفعول بہ ہے، اس لئے سوال ہے، کہ فاعل سے کون لوگ مراد ہیں، اور مفعول بہ کون ہیں؟ اس سوال کے حل ہو جانے سے اس حدیث کے معنی حل ہو سکتے ہیں، آپ لوگ بے توجہی سے ان دونوں کو ایک کئے دیتے ہیں، جو کسی طرح جائز نہیں ہے۔

سنیے۔ آپ کی تقریر کے مطابق مطلب یہ ہوتا ہے، کہ مقلدین سے سوال ہو، کہ آپ کیوں مقلد بنے تو وہ جواب دیتے ہیں، کہ مقلدین ہم سواد اعظم ہیں، اور سواد اعظم کے اتباع کرنے کا حکم ہے گویا کہ وہ خود ہی فاعل ہیں، اور خود ہی مفعول، حالانکہ فاعل و مفعول میں غیریت ہونی چاہیئے حدیث کے اصل معنی کیا ہیں، ہم چاہتے تھے، کہ اس سوال کے جواب کے بعد اس کے معنی بتائیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر خیال ہوا کہ ناظرین کو انتظار ہوگا اس لئے قبل جواب ہی معنی بتا دیتے ہیں غور طلب بات یہ ہے کہ افراد امت میں تابع کون ہے اور متبوع کون؟ جو لوگ تابع ہیں ان کو حکم ہے کہ متبوعین میں اختلاف ہو تو تم ان میں سے اکثر کی پیروی کیا کرو

قرآن مجید میں حکم ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ یعنے اے مسلمانوں تم اللہ کی تابعداری کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکومت والوں کی اطاعت کرو۔

یہ آیت صاف طور پر امت کے دو گروہ بناتی ہے ایک برسر حکومت افراد، دوم رعایا کے افراد، برسر حکومت افراد شرعی اصطلاح میں ارباب حل وعقد کہتے ہیں یا آج کل کی اصطلاح میں اگزکٹو کونسل نام رکھتے ہیں، اگزکٹو کونسل کو تمام مسائل حل کرنے کا اختیار ہے۔ اس کے ممبران میں اختلاف ہو، تو کثرت پر فیصلہ ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح حدیث مذکور نے امت محمدیہ علے صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کو یہ تعلیم دی ہے، کہ انتخاب خلیفہ ہو، یا کوئی اور امر متعلق حکومت جس میں ارباب حل وعقد کا اختلاف ہو، تو اس صورت میں تم سواد اعظم یعنی اکثر ممبران جس طرف ہوں اس کی پیروی کرو۔

ایسے سیاسی مضمون کی اصولی تعلیم کو مذہبی امور پر ڈھال کرنا حق وقت ضائع کیا جاتا ہے، افسوس ہماری تشریح کے مطابق حدیث مذکور میں فاعل و مفعول دونوں الگ الگ رہتے ہیں مگر ہمارے برادران تقلید مسئلہ تقلید پر اس کو لگا کر جو مطلب نکالتے ہیں، اس معنی سے نہ فاعل و مفعول میں تمیز ہو سکتی ہے، نہ مسائل کی تعین ہوتی ہے، نہ واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں، کہ کسی مسائل میں واجب العمل تسلیم کیا گیا۔

دیکھیں ہمارے دوست ہمارے سوالات کے جوابات کیا دیتے ہیں اور حدیث مذکور کا مطلب کیا بتاتے ہیں۔ (اہلحدیث ۶ رجمادی الثانی ۳۸ھ)

چند سوال

پرچہ اہلحدیث مورخہ ۲۶ رجون سنہ حال میں جواب سوال ۹۲ کے اس فقرہ پر (مگر چونکہ یہ فیصلہ (کعبہ شریف میں چار مصلے تجویز کرنے کا) قرآن وحدیث کے موافق نہیں) یہ شک ہے کہ اطاعت اولی الامر کی بہ نص ناطق اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فرض ہے، پھر چار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصلے خلاف شرع کیسے، بر تقدیر تسلیم خلاف (معاذ اللہ) تکذیب حدیث پاک لازم آتی ہے، لاتجتمع امتی علی الضلالۃ (الحدیث)

سوال دوم:۔ ۲۲ شعبان سنہ حال کے پرچہ میں جواب سوال نمبر ۵۔ ایں جو بدعت کی تعریف فرمائی ہے (کہ وہ کام ہے جس پر شریعت نے ثواب نہ بتلایا ہو۔ اور کرنے والا ثواب جانے) کہ یہ تعریف لغوی ہے یا شرعی یا اجتہادی، ثانی صورتوں میں کوئی ایسی حدیث پیش فرماتے جس سے بدعت کا وہی معنی ٹپکتا ہوتا جو جناب کا بیان کردہ ہے تیسری صورت میں کسی مجتہد فقیہ کی طرف اس تعریف کو منسوب فرماتے جس سے تسلی ہو جاتی، بہرحال جناب کے پیش کردہ معنی پر مثلاً قرآن شریف کا چھاپنا، اور زیر متن ترجمہ پڑھانا اور بنا مدارس اور کتب خانے، اور مثل ان کے جن کی اشاعت و ترویج میں اہل اسلام ثواب ملحوظ رکھتے ہیں (معاذ اللہ) ایسی بدعات ٹھہرے جو تحت کلیہ کل بدعۃ ضلالۃ میں داخل ہیں ولم یقل بہ احد

(راقم خریدار نمبر ۳۵۲۷۔ از برما)

ایڈیٹر اولوالامر کی اطاعت ان انتظامیہ امور میں واجب ہے، جن کی بابت شرعی قانون میں (بصورت نفی یا بصورت اثبات) کوئی حکم نہ ہو، اگر حکم ہے، تو اطاعت واجب نہیں، سیاسی طور پر ماتحت رہ کر خاموش رہنا اور بات ہے، اس لئے اس آیت کے متصل ہی حکم ہے۔ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔ اگر تم (حاکم و محکوم) کو کسی امر میں اختلاف ہو، تو اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو، اس سے صاف ثابت ہے کہ موجودہ چار مصلوں کی قبولیت ہم پر واجب نہیں

جواب نمبر ۲۔ یہ تعریف شرعی ہے، اور حدیث صحیح سے ماخوذ ہے، حدیث میں آیا ہے کل عمل لیس علیہ امرنا فھو رد۔ یعنی جس کام کا ہم نے حکم نہیں دیا، یا کیا نہیں وہ مردود ہے، اسی کو دوسری حدیث میں یوں فرمایا ہے۔ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (جو کوئی ہمارے دین میں کوئی ایسا کام نکالے، جو اس میں سے نہیں ہے، تو وہ رد ہے، قرآن شریف کے اعراب یا ترجمہ یا طبع تو علی منشاء الٰہی ہے کیونکہ یہ سب ذرائع تبلیغ کے ہیں جس کی بابت ارشاد ہے بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (جو کچھ تمہاری طرف اترا ہے، اس کی تبلیغ و اشاعت کرو) ان تینوں کاموں کی مثال ریل اور توپ و بندوق ہے جو ذریعہ ہیں قطع مسافت اور جہاد کے، گو سابق زمانہ میں نہ تھے، چونکہ اصل مقصود سفر تھا، اور اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ کے مطابق اس کے ذرائع بھی تھے، اس لئے ذرائع کی تبدیلی بدعت نہیں، ورنہ ہندوستانی لباس بھی بدعت ہوگا، جو کوئی بھی نہیں کہتا، حامیان بدعت کو عمداً غلط فہمی لگتی ہے، کہ وہ مقصود اور ذرائع میں فرق نہیں جانتے، پس سنیے، ایک کام مقصود ہوتا ہے ایک ذریعہ ہوتا ہے مقصود حج ہے، ذریعہ سواری ہے، اونٹ ہو یا گھوڑا، ریل ہو یا جہاز، اب اس پر کوئی یہ سوال کرے، کہ زمانہ نبوت میں سفر اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعہ ہوتا تھا اب ریل اور جہاز پر کیوں ہوتا ہے، تو ایسے صاحب فہم کو سمجھنا چاہیئے، کہ یہ ذرائع ہیں، ان کی تبدیلی بدعت نہیں ہے، اتنا کہنے سے بھی ضد کرے، تو کہدیں ؎

تو آشنائے حقیقت نۂ خطا ایں جاست

(اہلحدیث امرتسر ۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

س: کسی شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق ایک مجلس میں دے دی، اور طلاق دینے کے دس دن بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا، اب سوال یہ ہے، کہ اس عورت کو ورثہ میں حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ (ابراہیم اسحٰق جی کاکا، خریدار اہلحدیث نمبر ۵۰۵۴)

ج: اہلحدیث کے نزدیک بحکم حدیث مسلم چونکہ دفعہ واحدہ میں ایک رجعی ہیں، اس لئے تعلق قطع نہیں ہوا، لہٰذا ورثہ میں حق پہنچتا ہے۔

س: دوسری صورت یہ ہے، کہ اہل حدیث کے مذہب کے مطابق تین عدت میں انہوں نے طلاق دی، اور اس کے بعد اس کا انتقال ہوا، اس صورت میں اس کو حق ورثہ پہنچتا ہے، یا نہیں؟ اور اس صورت میں اہل فقہ کا کیا مذہب ہے؟ مفصل جواب مع حوالہ مطلوب ہے، (سائل مذکور)

ج: باقاعدہ تین طلاقوں کے بعد انقطاع ہو گیا، یہاں تک کہ اہلحدیث کے نزدیک بحکم حدیث فاطمہ بنت قیس مطلقہ ثلاثہ کو نفقہ بھی نہیں ملتا، اس لئے ورثہ سے بھی محروم ہوگی، اہل فقہ کے نزدیک تا اختتام عدت نفقہ ملتا ہے، کیونکہ اس کی قید میں ہے، مگر ورثہ نہیں ملتا کیوں کہ وہ اس کی بیوی نہیں، قرآن مجید میں ازواج کو حصہ دینے کا حکم آیا ہے، اور یہ اس وقت زوجہ نہیں ہے، واللہ اعلم۔

س: اگر ایک شخص کی عورت طلاق چاہے، کہ وہ مرد اس کی خواہش پوری نہیں کر سکتا، مگر اس مرد کا یہ حال ہے، کہ بغیر اس کے دیکھے جینا دشوار ہے، اور اس بات کا خوف ہے، کہ اگر جبراً طلاق دلائی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائی جائے، تو وہ خودکشی کرے، اس صورت میں اسلام کا کیا حکم ہے؟ اور کس ترکیب سے کام لینا چاہیئے؟ (سائل مذکور)

ج: یہ صورت مغیث اور بریرہ والی ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیث کی محبت دیکھ کر سفارش کی تھی، مگر اس نے انکار کر دیا تھا، لاچار آپ خاموش ہو رہے، اسی طرح عورت کا عذر سنا جائے گا، اگر صحیح ہوا تو جدائی کی جاوے گی، مرد کی خالی خولی محبت عورت کو پابند رکھنے کے لئے کافی نہیں، تا وقتیکہ وہ غرض پوری نہ ہو جس کے لئے نکاح ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر تاریخ بوجہ شکستگی نامعلوم)

لاہوری علماء کا عجیب فتوی

پیسہ اخبار مورخہ ۵ ار نومبر میں ایک فتوی قربانی کے متعلق چھپا ہے، جس کے جواب سے سوال عجیب ہے، اور سوال سے جواب عجیب تر، سوال یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ جو شخص شرعاً قربانی کر سکتا ہو اور اس کی نیت قربانی کرنے کی ہو، اور وہ یہ چاہتا ہو کہ تھوڑے سے روپے میں قربانی کر دے، اگر کوئی شخص یہ کہے، کہ جو شخص قربانی کرنا چاہتا ہے، اور اس کے پاس زیادہ خرچ کی طاقت نہیں، وہ مجھ سے امداد لے، میں اس کو بھیڑ بکری کی قیمت کے لئے روپیہ پیسہ دوں گا، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے، یعنی کسی سے روپیہ لے کر قربانی کرنا، یا قرضہ لے کر قربانی کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

اس سوال کا ابتدا کچھ ہے، اور انتہا کچھ، بہرحال ہم انتہائی خلاصہ کو صحیح سمجھتے ہیں، جس کا مطلب دو لفظوں میں یہ ہے، کہ کوئی شخص صاحب مقدرت (مستطیع) کسی سے کچھ لے کر، یا قرضہ اٹھا کر قربانی کرے، تو جائز ہے یا نہیں، قرضہ کا لفظ تو صاف ہے، اس سے قبل کے لفظ (روپیہ لے کر) سے مراد غالباً یہ ہے، کہ کسی سے احسانا کچھ لے کر قربانی کرے یعنی کوئی شخص بطور خود اس سے سلوک کرے، یا وہ قرضہ لے کر قربانی کرے، تو علمائے لاہور فتوے دیتے ہیں۔ اول۔

جواب:۔ کسی سے قرضہ لے کر یا دوسرے سے امداد لے کر کوئی شخص قربانی کرنے کا شرعاً مجاز نہیں ہو سکتا۔ محمد عبد الحکیم شمس العلماء، کلانوری (از لاہور)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جواب کا مطلب صاف ہے، مگر دلیل ندارد، آگے چلئے دوسرے عالم صاحب فرماتے ہیں:۔

الجواب:۔ بے شک جو شخص خود قربانی کر سکتا ہے، وہ دوسرے کی امداد لے کر قربانی نہ کرے، وھو العالم من الاخص خادم الشریعۃ علی الحائری (لاھوری)

بہت خوب! دلیل ندارد۔ آگے سنئے تیسرے بزرگ فرماتے ہیں:۔

الجواب:۔ واقعی جس شخص کو خود قربانی کرنے کا مقدور ہو اسے چاہیے کہ خود قربانی کرے غیر کی اعانت کا ہرگز طالب نہ ہو علی الخصوص صورت معلومہ میں کہ کوئی شخص محض بطلب ناموری اس کی امداد کرنے پر مستعد ہو، قربانی محض تقرب الی اللہ کی خاطر ہے۔ لہٰذا وہ حسبۃً للہ ہونی چاہیے اگر کوئی شخص اس میں نمود اور شہرت کا خواہاں ہو، تو البتہ قربانی کا مقصد اس سے مفقود ہو جائے گا نعوذ باللہ من ریاء الناس وطلب منہ الاخلاص فی العبادات واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم۔ وانا الراجی الغفران محمد المعروف بہ فضل میاں

ان بزرگ نے یہ لفظ جو لکھا ہے، بغرض ناموری وغیرہ معلوم نہیں یہ کہاں سے لیا ہے، سوال میں تو یہ درج نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ سوال و جواب کسی خاص شخص کے لئے بنایا گیا ہے، چوتھے بزرگ فرماتے ہیں:۔

الجواب:۔ اگر قربانی بحکم شریعت کسی شخص پر واجب نہ ہو، بایں وجہ کہ وہ مالک نصاب نہ ہو تو اس صورت میں اس شخص پر واجب نہیں کہ کسی سے امداد لے یا قرضہ اٹھاوے، اس کے جائز ہے، کہ قربانی نہ کرے شرعاً اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اگر وہ مالک نصاب ہے، تو اس کے لئے جائز ہے کہ قربانی کم قیمت والی ذبح کر دے، بشرطیکہ شرعاً وہ قربانی جائز ہو سکتی ہو، ھذا ما فھمت من السوال واللہ اعلم بالکمال۔ الراقم خادم العلماء الابرار محمد یار حفی عنہ امام مسجد طلائی لاھور

یہ جواب بظاہر صحیح ہے اگر اس کو سوال سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ سوال میں تو غیر مستطیع کا ذکر ہے، بلکہ مستطیع مذکور ہے کیونکہ صاف الفاظ میں مرقوم ہے، کہ جو شخص قربانی کر سکتا ہے نہ واجب اور فرض سے سوال ہے، بلکہ جائز سے، فاضل مجیب نے کہا ہے کہ غیر مالک نصاب پر قربانی واجب نہیں، سائل کا سوال جواز سے ہے، اور مجیب کا جواب سلب وجوب سے یہی معنی ہے، سوال از آسمان جواب از ریسمان۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات علماء لاہور نے اس مسئلہ پر غور نہیں فرمایا۔ اب سنئے سوال کی صورت صاف ہے کہ ایک شخص قربانی کر سکتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کو قربانی کا حکم ہے بہت خوب۔ اب اس کے ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کو کوئی شخص دست نامراد دیتا ہے جس کو وہ قبول کر کے قربانی پر خرچ کرتا ہے یہ ہے سوال کا مطلب جواب کا مدار اس پر ہے کہ پہلے یہ امر تنقیح کیا جائے کہ صورت مرقومہ میں جو روپیہ کسی سے بطور احسان یا بطور قرض اس نے لیا ہے وہ اس کی جائز ملک ہے یا نہیں؟ یقیناً اس کی ملک ہونے پر کسی کو شک نہ ہوگا تو پھر ایسے قربانی خریدکردہ کے جواز میں کیا شک ہے؟

فاعتبروا یا اولی الالباب (اہلحدیث ۲۰ دسمبر ۱۹۱۲ء)

چند سوال بغرض جواب

بخدمت جناب مولانا مولوی ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب۔ دام فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ باادب التماس ہے کہ ذیل کی عرائض بنیرلے سوال تصور فرماویں۔ اور جواب باصواب بدلائل نص قرآن وحدیث مفصل درج اخبار گوہر بار رسالہ اہلحدیث میں فرما کر مشکور فرمائیں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں۔ سوال حسب ذیل ہیں۔

(۱) آیت کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (اے مومنو! نماز کے وقت اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو) یہ اہل سنت والجماعت کے معنی ہیں۔ آیت موصوفہ ایک شیعہ صاحب کی پیش کردہ ہے جس کی رو سے وہ صاحب کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم سر اور پاؤں کا مسح کرنا ہے۔ پاؤں کا دھونا آیت موصوفہ سے ظاہر نہیں۔ ہر چند ان کو سمجھایا گیا یہاں تک کہ ایک لمبی حدیث کا ذکر کیا۔ کہ ایک دفعہ جبریل امین آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود وضو کرایا۔ اور پاؤں دھلائے۔ مان تو گئے۔ مگر حدیث بجنسہ مانگتے ہیں لہذا التماس ہے۔ کہ اگر اور دو چار ثبوت پاؤں کے دھونے میں ہوں۔ تو ضرور درج فرمائیں۔

(۲) آیت کریمہ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ الخ سورہ جمعہ میں پہلی آیت مبین پر ٹھہرنا کفر بتاتے ہیں۔ دلیل دیتے ہیں کہ گو آیت ختم ہے اور ترادف ہے۔ لیکن چونکہ اس پر حرف لا پڑا ہے اس لئے اگلی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنا ضروری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صدہ کفر لازم آئے گا، ادھر یہ جواب بدلیل حدیث دیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک آیت پر ٹھہرتے تھے کیونکہ آیت ختم ہو جاتی ہے جس پر شیعہ صاحب نے کہا، کہ پھر یہ "لا" کیوں تجویز ہوا، اور ایسے ہی اور مثلاً "ج، ص" وغیرہ، پھر ادھر سے جواب دیا گیا، گو یہ حرف ہیں مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، تو پڑھنا ضروری ہے، مگر مزید ثبوت کا طالب ہے اس کا جواب بھی مدلل عطا ہو۔

(۳) فرقہ شیعہ کہاں اور کب شروع ہوا، اور اس کا بانی کون تھا، اہل کوفہ جو امام حسین ؓ پر چڑھے، کون تھے؟ جواب مدلل کا انتظار ہے (تابعدار خریدار نمبر ۲۹۰۵۔ از گھوڑا دل)

اہلحدیث

آیت غسل کا جواب تو صاف ہے، شیعہ صاحب سے دریافت کیا جائے، کیا وجہ ہے، کہ رُؤُسِکُمْ مجرور ہے، یعنی اس پر زیر ہے، اور اَرْجُلَکُمْ منصوب ہے یعنی اس پر زبر ہے، اگر وہ علم نحو ذرا سا بھی جانتا ہوگا، تو فوراً مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ہمارے ملک میں مرزا صاحب قادیانی ایک صاحب گزرے ہیں، جن کو سب لوگ جانتے ہیں، آپ نے ایک پیش گوئی کی تھی۔ کہ عبداللہ آتھم (عیسائی) پندرہ ماہ میں بسزائے موت دوزخ میں جائے گا، اس پیشگوئی کا حشر یہ ہوا تھا، کہ پندرہ مہینوں کی میعاد سے دو سال بعد وہ مرا تاہم مرزا صاحب کے مریدوں نے مرزا صاحب کو نہیں چھوڑا، یہ واقعہ کس قدر حیرت انگیز ہے، مگر میرے نزدیک موجودہ قرآن کے ہوتے ہوئے کسی صاحب کا پیروں کے مسح پر اعتقاد رکھنا قادیانی پیشگوئی سے عجیب تر ہے، ایک دفعہ ایک والئے ریاست نے مجھ سے پیروں کے مسئلہ کا سوال کیا، فرمایا، کہ آپ اہلحدیث ہیں، مسح کرتے ہوں گے، میں نے عرض کیا نہیں کیوں میں نے کہا مسلمان لوگ اس پر فخر کرتے ہیں، کہ ہماری کتاب کسی کاتب یا صندوق کی محتاج نہیں بلکہ سینوں میں محفوظ ہے، لیکن حفظ کے نتیجے سے انکار کرتے ہیں، یعنی قرآن مجید جو حافظوں کے سینے میں ہے، اس میں پیروں کے دھونے والی قرات ہے، اس کو تو قبول نہیں کرتے اور شاذ قرات کو لیتے ہیں جس میں اَرْجُلِکُمْ زیر سے آیا ہے، نواب صاحب یہ سن کر خاموش رہے، الحمد للہ!

نمبر ۲۔ آیات پر وقفے اور عدم وقفے یہ سب قاریوں کی اصطلاح ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہدایت مہد میں عربی طریق سے پڑھتے تھے، جہاں فقرہ ختم ہوتا ٹھہرتے جیسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگریزی، اردو، اور فارسی کا دستور ہے، اس بات میں کفر کے فتوے دینا ناواقفوں کا کام ہے۔

نمبر ۳- شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم نے تحفہ اثنا عشری میں اس فرقہ کی ابتدا، عبداللہ بن سبا سے لکھی ہے، میرے نزدیک شروع شروع میں یہ اختلاف پولٹیکل خیالات پر مبنی تھا، ہوتے ہوتے مذہبی ڈنگل بن گیا، واللہ اعلم۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لوگ یزید کی فوج تھی، کلمہ گو تھے، اسلام کے قائل تھے، پولٹیکل نشہ نے اون کو امام مرحوم سے مقابلہ کروایا، باقی ان کا انجام خدا کو معلوم عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى- الآیۃ۔

(اہلحدیث ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۴ء)

ایک قادیانی سوال کا جواب

ایک سوال ہمارے متعلق چھپا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

آپ (مولوی ثناء اللہ) نے فرمایا، کہ مامور کی صداقت کا یہ نشان ہے، کہ وہ جھوٹ نہ بولے نہ لکھے، اور میں مرزا صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتابوں سے ان کے جھوٹ دکھا سکتا ہوں، اور غالباً کچھ انعام بھی مقرر کیا، سو بہت مہربانی ہو گی، اگر آپ ایسے مقامات کے حوالے رقم فرما دیں، آپ نے ایک اور بات پر بھی پانچ سو انعام دینے کا دعوی کیا تھا جو مجھے یاد نہیں رہی، مولوی صاحب اگر دعوی میں سچے ہیں، تو بذریعہ اخبار اس کا اعلان کریں (الفضل ص۷ ۲۹ اگست)

اہلحدیث

ہمارا دعوی ہے، کہ مرزا صاحب کی زبان کذب سے محفوظ نہ تھی، آپ اس کی مثال سننا چاہیں، تو سنیں، مرزا صاحب رسالہ اعجاز احمدی میں لکھتے ہیں:۔

تیرا (ثناء اللہ کا) مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارا ہے۔ (ص۲۳)

میرا دعوی ہے، کہ اس میں مرزا صاحب نے دو جھوٹ بولے ہیں، اگر سچے ہو، تو امرتسر اگر کسی دوست دشمن کی شہادت سے ثابت کردو، کہ یہ میرے گذارہ کی نسبت جو مرزا صاحب نے دعوی کیا ہے صحیح ہے؟ دیکھو ایسا نہ ہو، کہ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے (بقول مرزا صاحب) کئی ایک جھوٹوں کے مرتکب ہو (حقیقۃ الوحی)

دوسری مثال سنو، جس کے لئے پانسو روپیہ کا اشتہار میں نے دیا تھا، سنو، اگر کچھ ہمت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھتے ہو تو میدان میں نکل کر سامنے آؤ اور مبلغ پانسو اب بھی پاؤ تا کہ لودہانہ کے تین سو سے زیادہ سے کر ہمیشہ کے لئے سرخرو ہو جاؤ۔ مرزا صاحب کے کذب کی دوسری مثال سنو، مولوی غلام دستگیر کی کتاب تو دور نہیں، مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے، دیکھو وہ کس دلیری سے لکھتا ہے، کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا

(اشتہار انعامی پانسو روپیہ)

بہر حال یہ دو مثالیں تو محفوظ رکھ کر جواب دو، اور انعام پانسو حاصل کرو، پھر اور بھی بتلادیں گے زیادہ بحث کی بات نہیں، صرف اتنا کام ہے کہ مرزا صاحب کی تحریر اور مولوی غلام دستگیر مرحوم کی کتاب دونوں ہاتھ میں رکھ کر مقابلہ کی جاویں، اگر ان کی مطابقت ہو جائے تو ہم انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں منصف کی ضرورت ہو تو ہم ماننے کو تیار ہیں غرض ساری باتیں لودہانہ کی طرح ہونگی، دیکھیے اب الفضل کا ستون قلم پر واقعہ سے نکلتا ہے، یا نہیں

(اہلحدیث امرتسر ۲۹ رشوال سنہ ۱۳۳۲ھ)

کیا یہ دعوای نبوت ہے؟

سوال: جناب نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت جو قرآن شریف میں آیا ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (یعنی یتیمی، بے خبری اور غریبی) یہ تینوں وصف مجھ میں بھی صادق ہیں، میں یتیم تھا، بے علم تھا اور غریب بھی تھا، خدا نے مجھے پرورش کیا، علم دیا، اور غنی کیا، یہ بھی کہا کہ الحمد للہ میری حالت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کے مشابہ ہوئی، کیا ایسا کہنا دعوے نبوت یا نبوت کی تمہید ہے؟

جواب: بیان مذکورہ کو دعوے نبوت سے کوئی تعلق نہیں، یتیم ہونا بے خبر ہونا غریب ہونا، یہ تینوں حالات نہ نبوت کے اجزا ہیں، نہ زمانہ نبوت کے واقعات ہیں، بلکہ نبوت کے پیشتر کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی، مگر یتیم پندرہ سال کی عمر تک رہے غریب پچیس سال کی عمر تک رہے، جب حضرت خدیجہ سے نکاح ہوا، تو آپ غنی ہو گئے جو پندرہ سال نبوت سے پہلا واقعہ ہے بے خبری یعنی ضال ہونا تو نبوت کی صریح نقیض ہے پھر نہیں معلوم ایسے بیان کو دعوی نبوت کہنے والا بجائے اس کے کہ اس کلام کے قائل پر ایسا افترا کرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے دماغ کا علاج کیوں نہیں کراتا۔ بہت سے بزرگان دین سنت اتباع سنت کے شوقین ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کی طرح ترسیٹھ سال کی عمر کی دعائیں کی ہیں تو کیا یہ بھی موصوف کی ہلتا ہے افسوس ہے لوگ علم دین اور انصاف سے کیسے دور ہیں ہاں اگر کوئی صاحب اپنی نسبت یہ کہلوائیں کرے

عدو جن کے وارثین ہیں رو سیاہ ہیں ۔۔۔ مریدوں کے بخشے گئے سب گناہ ہیں

یا یہ عرس کر اظہار خوشی کریں، کرے

تو وہ مسیح نفس ہے کہ قم اگر کہہ دے ۔۔۔ رہے نہ گور میں مردے کو قدر ہے جاگی[1]

تو ایسے پیر صاحب کی نسبت یہ خیال ہو سکتا ہے، کہ ان کو مرتبہ نبوت یا الوہیت کا خواب شاید آتا ہو گا۔ (اہلحدیث ۵ جنوری ۱۹۱۲ء)

دو ضروری سوالات

(از غازی محمود دھرم پالی)

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اہل حدیث السلام علیکم! ماہ گزشتہ کے اہلحدیث میں بابو غلام حسین صاحب کا ایک ضروری سوال اور اس کا جواب میری نظر سے گذرا بابو صاحب موصوف نے قرآن مجید کی متعدد آیتیں پیش کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہمیں حنفی شافعی حنبلی اہلحدیث وغیرہ کہلانے کی بجائے صرف "مسلمان" کہلانا چاہیے اس پر میرے دو سوالات ہیں امید ہے بابو صاحب موصوف یا آپ خود میرے ان دونوں سوالوں کا جواب بذریعہ اہل حدیث دے کر مجھے ممنون فرمائیں گے۔

اول: مسلمان کس زبان کا لفظ ہے کیا قرآن مجید میں یا کسی معتبر حدیث میں "مسلمان" کا لفظ آیا ہے یا نہیں؟

دوم: کیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے "مسلمان" کا لفظ استعمال کرتے تھے اگر کرتے تھے، تو ثبوت درکار ہے۔

ان سوالات کے پوچھنے سے میرا مدعا یہ ہے کہ اکثر احباب مجھ سے استفسار کرتے رہتے ہیں کہ میں حنفی، شافعی، حنبلی، شیعہ، اہلحدیث وغیرہ کس گروہ سے تعلق رکھتا ہوں اور جب اپنے آپ کو مسلمانوں کی بجائے مسلم کیوں لکھتا ہوں میں اپنے ایسے احباب کو عموماً یہ جواب دیتا ہوں کہ جو

[1] یہ دونوں شعر پیر جماعت علی شاہ علی پوری کے حق میں ان کے مریدوں نے شاہ صاحب کو سنائے اور جناب موصوف نے انعام دئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ اپنے آپ کو قرآن مجید کی موجودگی میں حنفی، شافعی، اہلحدیث وغیرہ کہتے ہیں، وہ تو بدعتی ہیں ہی، ہاں جو لوگ اپنے آپ کو "مسلمان" کہتے ہیں، وہ بھی بدعتی ہیں، بنا بریں میں اپنے سابقہ حنفی، شافعی، حنبلی، شیعہ، اہلحدیث کا دم چھلا لگا کر بدعتی بننے کے بجائے اپنے آپ کو "مسلمان" نہیں بلکہ "مسلم" کہتا اور لکھتا ہوں، اس لئے کہ جس کلام پاک کو میں اپنی دینی کتاب مانتا ہوں اس نے مجھے یہی سبق دیا ہے، کہ میں اپنے آپ کو "مسلم" ہی کہوں، اور "مسلم" ہی لکھوں، مجھے امید ہے، کہ آپ یا بالوصاب موصوف مہربانی فرما کر یہ بھی ارشاد فرما دیں گے، کہ آیا میرا اپنے احباب کو مذکورہ بالا جواب دینا از روئے قرآن مجید درست ہے یا غلط؟ (غازی محمود، دھرمپال ایڈیٹر المسلم لدھیانہ)

اہلحدیث

اصل سوال کا جواب تو آسان ہے، مگر آپ کی اس تحریر سے جو ہمیں حیرت بالالفاظ دیگر مسرت ہوئی ہے، وہ یہ ہے، کہ آپ اب اسلام میں ایسے پکے ہوگئے ہیں، کہ ان سب فرقوں پر بدعتی کا فتوی لگاتے ہیں، جس پر آپ کا کوئی مخلص اگر یہ کہے، تو بجا ہے

خدا ترا بت کافر دراز دستن تو کرے، جفا کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

کچھ شک نہیں، کہ لفظ مسلمان فارسی میں مستعمل ہے، اصل میں عربی لفظ مسلم کو زیادتی الف نون اہل فارس نے مسلمان بنا لیا، چونکہ ہندوستان میں اسلام اہل فارس کے ذریعہ آیا ہے، اس لئے نام (مسلمان) بھی انہی کا تجویز کردہ مروج ہوگیا، ورنہ اصل میں مسلم ہے۔

لطیفہ: عربی قاعدہ سے مسلمان تثنیہ کا صیغہ ہے، اہل فارس نے اس لفظ کو جب لیا ہوگا، تو ان دنوں اہل اسلام عموماً متاہل (میاں بیوی) مسلمان ہوتے ہوں گے، اور میاں بیوی چونکہ ایک ہی حکم رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے تثنیہ کا صیغہ واحد پر بھی بولنا شروع کردیا، اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ جس شخص کی بیوی مسلمہ نہ ہو، وہ مسلمان نہ کہلائے، چاہے غازی محمود ہو یا دھرمپال، یہ میری ذاتی رائے ہے، ممکن ہے کہ آپ کے خلاف ہو (۱۴ اکتوبر ۱۹۱۴ء)

تعزیہ کا فتوی

اسلام کے مختلف فرقوں میں کچھ تو اصولی اختلاف ہے، جس سے دو فرقے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں، کچھ ہر عالم کا اپنا ذاتی خیال ہوتا ہے، جو اس خلیج کو اور بھی بڑھاتا ہے، ہمارے خیال میں اگر اسلامی فرقے اپنے اصول مقررہ پر جم جائیں، تو بہت سا اختلاف مٹ سکتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً حنفیہ کا اصول ہے، کہ فتویٰ امام ابوحنیفہ کے قول پر ہونا چاہیئے، اس اصول پر اگر تمام حنفی جم جاویں، تو آج تمام شرکی اور بدعی رسومات جو حنفی فرقہ میں رائج ہیں، سب کی سب مٹ سکتی ہیں، مثلاً گیارھویں، مجلس مولود وغیرہ اگر حنفیہ اپنے اصول کے مطابق غور کریں، تو امام ابوحنیفہ کا قول اگر ان رسومات کے متعلق نہ پائیں، تو فوراً چھوڑ دیں۔

اسی طرح شیعوں میں اصول ہے، کہ قرآن و حدیث کو جو ائمہ اہل بیت نے سمجھا وہی ٹھیک ہے، ہم ان کی سمجھ کے تابع ہیں، دگر ایں جو اعلیٰ درجہ کی تقلید ہے

ہم اس وقت اس تقلید کے جواز یا عدم جواز پر بحث کرنا نہیں چاہتے، بلکہ یہ بتلانا چاہتے ہیں، کہ شیعہ اپنے اس اصول کے پابند ہوں، تو ان میں بھی جو جو رسومات زائدہ رائج ہو رہی ہیں، سب کی اصلاح ہو سکتی ہے

مثلاً رسم تعزیہ جس وجہ سے مسلمانوں میں ہی نہیں، بلکہ تمام ہندوستان میں ہر سال ایک عام فساد کا اندیشہ ہوتا ہے، جسے علمائے اہل سنت بالاتفاق حرام کہتے ہیں، مگر شیعہ کے ایک عالم نے اس دفعہ اس کو جائز بلکہ مستحب کار ثواب سمجھا ہے، حالانکہ ائمہ اہل بیت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

لاہور کا شیعہ اخبار ذوالفقار اپنے مفتی صاحب (مولوی سید علی حائری) کا ایک فتویٰ شائع کرتا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"تعزیہ، شبیہ مبارکہ، قبر مطہرہ، مظلوم کربلا ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام بنانا متعدد دلائل اور وجوہ سے جائز بلکہ ممدوح اور مستحسن ہے، اس کے لئے کافی ہے وہ حدیث جو زاد المعاد میں زیارت عید مولود میں مروی ہے، کہ اگر تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتا ہے، تو ان کی قبر مبارک کی شبیہ بنا کر ان کا اسم مبارک اس پر لکھ لے، اس سے شبیہ قبر بنانے کا جواز ثابت ہے، اور تعزیوں کا بازاروں میں پھرانا مومنین کے رونے اور رلانے کی غرض سے بھی ممدوح اور مستحسن ہے، اس کے دفن کرنے اور آئندہ سال کے واسطے باقی رکھنے میں تعزیہ دار مختار ہے، لیکن میرے نزدیک اس کا باقی رکھنا افضل ہے (ذوالفقار ۲ محرم ص۱ کالم ۳)

اہلحدیث

زاد المعاد کی روایت کا پورا پورا پتہ بتا دیں گے، تو جواب دیا جائے گا، اتنے حوالے پر تلاش کرنے سے ہمیں نہیں ملی، اور نہ آپ کو یہ روایت مفید ہے، کیونکہ آپ کے نزدیک سوائے اقوال ائمہ اہل بیت کے کوئی روایت خصوصاً کسی ہستی کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کسی طرح سند اور حجیت نہیں، حجت ہے تو اقوال ائمہ ہیں، پھر کیا وجہ ہے، کہ آپ محل استدلال میں ایک ایسی روایت جو اپنی بے ثبوتی کے علاوہ آپ کے نزدیک دلیل بھی نہ ہو پیش کرتے ہیں، ہم حیران ہیں کہ اتنا بڑا دعویٰ اور یہ ثبوت؟ حالانکہ سیدھی بات تو یوں تھی، کہ ائمہ اہل بیت میں سے کسی کا قول دکھا دیتے، بس فرض ادا ہو جاتا، مگر ایسا تو اس صورت میں کرتے، کہ اپنے اصول شیعہ کے پابند ہوتے۔

ہم نہایت اخلاص سے کہتے ہیں، کہ اسلامی فرقے اگر اپنے اپنے اصول کی پابندی میں تصفیہ کرنا چاہیں، تو بہت جلد بہت سے اختلافات کا تصفیہ ہو سکتا ہے، چنانچہ مثال کے طور پر ہم اشارہ بھی کر چکے ہیں۔

اگر اس طرح ہر ایک شخص کو اجازت ہو، کہ وہ جس کام کو چاہے مستحسن کہہ دے، اور جس کو چاہے فرض واجب بتلا دے، تو اس صورت میں جتنے عالم ہوں گے، اتنے ہی مذہب ہوں گے، بلکہ ہر عالم بعض دفعہ دل میں کئی کئی خیال تبدیل کرنے کی وجہ سے کئی کئی مذہب بنا دے گا

پس شیعہ دوستو! برا ماننے کی کوئی بات نہیں، ہم تم سے صرف یہ تقاضا کرتے ہیں، کہ تم اپنے اصول کے پابند رہ کر ہر ایک مسئلہ پر ائمہ اہل بیت کے اقوال سے ثبوت دیا کرو، اس طرح عمل کرنے سے تم اہل علم کے نزدیک سرخرو ہو گے، اور اسلام میں اختلاف بھی کم ہو جائے گا ہم تیار ہیں، کہ یہی تقاضا تم لوگ ہم سے بھی کرو، کیا کوئی ہے حنفی ہو یا شافعی، شیعہ ہو یا خارجی ہمارے ساتھ اس صورت سے فیصلہ کرنے پر آمادہ ہو؟ (انصاف اور خوف خدا شرط ہے)

(اہلحدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۳۴ء)

ایک علمی سوال

مندرجہ ذیل سوال عرض کرتا ہوں، اگر جناب قولہ تعالیٰ و اما السائل فلا تنہر کو مدنظر رکھ کر جواب باصواب سے مستفید فرمائیں، تو اسلامی حمیت سے بعید نہ ہو گا۔

سوال:۔ سورہ بنی اسرائیل میں جب رسول خدا سے پوچھا گیا قولہ تعالیٰ وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا یعنی چند ایک معجزات ہمیں دکھلا، مثلاً چشموں کا پھوٹ نکلنا، یا آسمان جا کر کتاب لانا، تو اس جواب میں خدا نے ارشاد فرمایا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔ آپ یہ تحریر فرمائیں، کہ خدا کس بات سے پاک ہے اگر آسمان پر لے جانے سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاک ہے، تو معراج بجسمہ نہ ہوا، کیونکہ اس کو نفی صریح نص سے ظاہر ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم کے ذریعہ رحوب انہوں نے احیاء موتے کا سوال کیا) اظہر من الشمس معجزہ ظاہر کیا، وہاں خداوند تعالیٰ نے نفی نہیں کی، اور سب سے افضل نبی کریم کے ذریعے مخالفین کے یقین کے لئے سوالات مذکور کا اظہار کیوں نہیں کیا، آپ اس کا جواب مدلل اخبار اہلحدیث میں چھپوا دیں، تو اشاعت اسلام کی اشاعت ہوگی، اور خداوند کریم آپ کو جزائے خیر بخشے گا، والسلام

(الراقم: احقر العباد کرم الدین سب پوسٹ ماسٹر، بازار بھابھڑا شہر راولپنڈی)

(اہلحدیث امرتسر ۲۱ ؍ اپریل ۱۶ء)

علمی سوال کا جواب

اخبار اہلحدیث مطبوعہ ۲۲ ؍ اکتوبر ۱۶ء میں بعنوان مذکورہ بالا جناب بابو کرم الدین صاحب سب پوسٹماسٹر راولپنڈی نے سورہ بنی اسرائیل کی چند آیتوں کے مطلب پر کچھ شبہات پیش کر کے اس کا جواب بذریعہ اخبار اہلحدیث طلب فرمایا ہے، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ بجائے شبہات کے جواب دینے کے ان کل آیات کی (جو ایک ہی مضمون سے مربوط ہیں) صحیح اور ٹھیک تفسیر کر دی جائے جس سے صاحب موصوف کے وہ سب شبہات بھی دور ہو جائیں گے، اور ناظرین کے لئے بھی آیات شریفہ کی تلاوت خالی از برکت و دلچسپی نہ ہوگی۔

پس جناب پوسٹماسٹر صاحب خصوصاً اور ناظرین اخبار غور سے پڑھیں فاقول بتوفیق اللہ تعالیٰ۔ خداوند تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ۱۰ میں کفار مکہ کی شرارتیں اور سرکشی اور گستاخانہ اقوال اور جن امور کے پورا ہونے پر انہوں نے اپنے ایمان کو مشروط کیا تھا اس کو مفصل بیان فرماتا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۝ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ الآیۃ

(ترجمہ) اور اے محمد کفار مکہ تم سے کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک ہرگز تم پر ایمان ہی نہ لائیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ نکال دو گے، یا تمہارا کوئی باغ کھجوروں یا انگوروں کا ہو، اور اس کے بیچ میں تم (بہت سی) نہریں جاری کر دو، یا جیسا تم خیال کرتے ہو (عذاب کے طور پر) آسمان کے ٹکڑے ہم پر لا گرا دو، یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا حاضر کرو، یا رہنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے) تمہارا کوئی طلائی گھر ہو (تاکہ ہم تمہاری ظاہری شان و شوکت دیکھ کر تم پر ایمان لاویں) یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہم تمہارے آسمان پر چڑھنے کو بھی ہم جب ہی باور کریں گے۔ جب تم وہاں سے کوئی ایسی کتاب اتار کر لاؤ جس کو ہم خود پڑھ لیں، انتہی!

ناظرین نے ان آیات اور اس کے ترجمہ کو پڑھ کر اچھی طرح معلوم کر لیا ہو گا، کہ کفار کے سوالات کی نوعیت سرے ہی سے خصومت اور عناد پر مبنی ہے، نہ اظہار حق پر پس ان سب امور کے جواب میں خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔ یعنی (اے محمد کفار مکہ سے ان کی لایعنی اور گستاخانہ اور بے ہودہ باتوں کے جواب میں) کہدو کہ میرا رب (تمہاری ان تحکمانہ فرمائشوں اور گستاخانہ اقوال سے) پاک ہے (اس کو تمہارے ایمان کی ضرورت نہیں، وہ بے پرواہ اور غنی ہے اور) میں تو صرف ایک انسان (خدا کا) بھیجا ہوا ہوں (میرے اختیار میں یہ باتیں نہیں، بلکہ معجزات صرف خدا ہی کے اختیار میں ہیں، جس کو وہ بندوں کے حال اور مصلحت کے موافق صادر فرماتا ہے۔

پس اب ان آیات کی تفسیر اور معانی کے بعد امید ہے، کہ جناب پوسٹ ماسٹر صاحب اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے، کہ یہ سُبْحَانَ رَبِّي جو کلمہ تسبیح محل تعجب میں واقع ہوا ہے، وہ کفار مکہ کی گستاخانہ اور تحکمانہ فرمائش سے تنزیہ ہے، نہ آنحضرت کو آسمان پر لے جانے سے بلکہ آسمان پر لے جانے اور معراج بالجسم ہونے یا نہ ہونے سے اس آیت کو ذرا بھی تعلق نہیں، چنانچہ ایسا ہی علامہ بیضاوی بزیر آیت مذکور لکھتے ہیں تعجبا من اقتراحاتھم او تنزیھا لله من ان یاتی او یتحکم علیہ او یشارکہ احد فی القدرۃ (انتہی بلفظہ)

پس اس مضمون کو پڑھ کر کوئی سلیم الفطرت انسان یہ نہ کہے گا، کہ باوجود ان گستاخیوں اور بے ادبیوں اور تحکمانہ فرمائشوں کے خدا تعالیٰ نے پھر بھی ان کے حسب نشاء معجزات کیوں نہ ظاہر کئے اور نیز ان آیات میں کفار کے طرز کلام سے ہر سلیم الفطرت انسان یہ بھی خیال کر سکتا ہے، کہ کفار مکہ نے جتنی فرمائشیں کی تھیں، وہ سب کی سب بے حد عناد اور محض شرارت پر مبنی تھیں نہ طلب حق پر، پس ایسی حالت میں وہ عالم الغیب، امین، غیور، صاحب جاہ و جلال ان کے سوالات کو جو محض عناداً تھے، کیونکر پورا کرتا، چنانچہ قرآن پاک میں چند جگہ اس کا جواب تفصیلی بھی دیا گیا ہے، کہ "اگر

لہ تفسیر بیضاوی ج ا ص ۱۷۱ مطبوعہ مطبع احمدی دھلی ۱۲ منہ سلہ چنانچہ آیات قرآنی وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ اور وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا الخ وغیرہ وغیرہ ملاحظہ ہوں ۱۲ منہ

www.KitaboSunnat.com

ہم کفار کے لئے کوئی کتاب آسمان سے لکھی ہوئی بھیج دیں، یا آسمان کے دروازے کھول دیں، تب بھی یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے ایمان نہیں لاویں گے۔

اور عادت اللہ بھی ایسی ہی جاری ہے، کہ جب کفار کی جانب سے معاندانہ معجزہ طلبی ہوئی ہے تو ہرگز ہرگز اس قسم کے معجزات ظاہر نہیں کئے جاتے

اور جو حضرت ابراہیم نے احیاء موتی کا معجزہ طلب کیا تھا۔ اس کا سبب خود مذکور ہے لیطمئن قلبی تاکہ میرے قلب کو اطمینان حاصل ہو، اور آنحضرت کی طرف سے تو یہاں کسی قسم کا معجزہ طلب ہی نہیں کیا گیا، بلکہ جو کچھ معجزہ طلبی ہوئی، وہ کفار کی طرف سے ہوئی، اور وہ بھی معاندانہ صورت میں اس لئے وہ جناب باری کی طرف سے پوری نہیں کی گئی، پس مجھے امید ہے، کہ میری یہ تحریر ان شبہات کے ازالہ کے لئے جس کو جناب پوسٹ ماسٹر صاحب نے پیش کیا تھا، کافی ہوگی لہٰذا اب میں اپنے ناظرین سے سلام مسنون کہہ کر رخصت ہوتا ہوں، اب انشاء اللہ آئندہ مذاکرہ میں پھر ملیں گے، والسلام خیر الختام۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۹ مئی ۱۹۱۶ء)

مفتی صاحب مدرسہ دیوبند کا ایک فتویٰ

اہلحدیث مورخہ ۲۹ مئی میں ہم نے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا "مدرسہ دیوبند اور اہلحدیث کانفرنس" اس میں ہم نے یہ ثابت کیا تھا، یا کرنے کی کوشش کی تھی، کہ یہ دونوں شاخیں دراصل ایک ہی تنے کی ہیں، ابھی اس مضمون کی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی ہوگی، کہ ہمارے پاس ایک فتویٰ مفتی صاحب مدرسہ دیوبند کا پہنچا، جس پر مفتی صاحب کی مہر نہ ہوتی، تو ہم اس کی نسبت متردد رہتے کہ یہ فتویٰ کسی دیوبندی عالم کا ہے یا نہیں، مگر مہر دیکھ کر ہم اس کی تصدیق کرنے پر مجبور ہیں۔

فتویٰ مذکور کیا ہے، بالکل ایک معمولی خیال کا اظہار ہے، ہم کو مدرسہ دیوبند کے علماء سے جو علمی حسن ہے اس کے بالکل برخلاف ہے، ہماری ذات خاص کا تعلق جو دیوبند سے ہے، اس کی بنا پر ہم اپنی ذات خاص کے تو ذمہ دار ہیں، مگر یہ فتویٰ چونکہ فرقہ اہلحدیث کے متعلق ہے، لہٰذا بحیثیت منصب خاموش رہنا ہمارے حق میں پسندیدہ نہیں، اس لئے مجبوراً اس فتوے کا ذکر کرتے ہیں حقیقت میں صحیح واقعہ یہ ہے، کہ اس فتوے سے ہمیں بذات خاص بھی بہت صدمہ ہوا ہے، کیونکہ ہم اس فتویٰ کو کسی علمی اصول پر مبنی نہیں پاتے، ناظرین فتویٰ مذکور خود ملاحظہ فرمالیں، جو سوال وجواب کی صورت میں درج ذیل ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ہم حنفی مذہب کے ہمراہ شامل صف نماز ہو کر کسی شخص کا پکار کے آمین کہنا ہمارے لئے موجب فساد نماز یا کراہیت نماز ہے یا نہیں؟ اگر اس کا آمین کہنا ہمارے لئے موجب فساد نماز یا باعث کراہت ہے تو یہ حنفی مذہب کی کون سی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔

(۲) ایسے شخص کو مسجد کے آنے سے روکنا کہ شریک ہماری جماعت میں نہ ہو، بلکہ ہم لوگوں کی مسجد میں نہ آوے، اور ایسے شخص کو مسجد پر لعن طعن و حرامی کہنا، خارج از ایمان اور واجب القتل سمجھنا، اور السلام علیکم ترک کرنا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں، اس حالت میں آمین بالجہر کہنے والے کو جن لوگوں نے مسجد سے نکال دیا ہو، وہ کیا کہے جاویں گے، اب وہ لوگ داخل اسلام ہیں یا نہیں؟

(۳) جو حنفی مذہب آمین بالجہر کہنے والے سے ضد نہیں رکھتے، ان کو وہابی سمجھنا، اور درپے ایذا کا ہونا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۴) مثلاً زید آمین بالجہر قریب تین سال سے برابر کہتا چلا آیا ہے، اور بکر و عمر اس کا مخالف ہے یعنی چند روز سے مانع ہوا، بعد ازاں اس کے بکر و عمر نے دعویٰ کیا، مقدمہ فرضی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا، زید جامع مسجد کے پیش امام صاحب مسمی خالد کے یہاں پر اپنے فیصلہ کو مکتفی رکھا، کہ آپ سے دریافت کر لیا جاوے، کہ میں کتنے روز سے کہتا چلا آیا، اور کسی نے روک ٹوک نہیں کیا محض اب دو شخصوں نے جس پر پیش امام صاحب نے سراپا غلطی اور جھوٹی شہادت در برو مجسٹریٹ کے بیان فرمایا، کہ زید کو بارہا ہم نے سمجھایا، مگر یہ آٹھ روز سے کہتا ہے، اور اپنی شرارت سے باز نہیں آتا، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۵) نماز میں آمین بالجہر کہنے سے روکا جاوے، اور بعد نماز یعنی دعا میں سب لوگ باواز بلند اللہم احدا مین ثم امین کہتے ہیں، اس آمین اور اس آمین میں کیا فضیلت ہے، بینوا توجروا۔

(کمترین شاہ محمد، تباکو فروش، زیر جامع مسجد سلطان پورہ، اودھ)

الجواب: ۔ غیر مقلدین کی کم فہمی اور جہالت و غوایت اس سے ظاہر ہے، کہ ایک ایسے امر میں جو کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں، بلکہ اس میں استحباب و عدم استحباب کا اختلاف ہے، اس میں اس قدر تشدد کرنا، کہ خواہ فساد اور جھگڑا برپا ہو جائے، اور فتنہ قائم ہو جائے، مگر اس مختلف فیہ امر مستحب کو جس کے عدم استحباب کے لاکھوں، کروڑوں علماء اور صلحاء واہل اسلام قائل و عامل ہیں ترک نہ کیا جاوے، زید جو تین سال سے آمین بالجہر کہتا ہے، اس سے پہلے جو اس نے نمازیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدون آمین بالجہر کے پڑھیں، وہ نمازیں اس کی ہوئی یا نہیں۔ کیسی نادانی ہے، کہ ایک امر مستحب کی وجہ سے فتنہ اور فساد مسلمانوں میں قائم ہونا اس کو پسند ہے، مگر آمین بالجہر کو چھوڑ نہیں سکتا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ البتہ حنفیوں کو بھی یہ چاہیئے، کہ ایسی بات میں جھگڑا نہ کریں، اور لعن طعن نہ کریں، کہ مختلف فیہ مسئلہ ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء اخفاء آمین کے قائل ہیں، اور امام شافعی وغیرہ رحمہم اللہ جہر کے قائل ہیں، ایسے مختلف فیہ مسئلہ میں فساد نہ کرنا چاہیئے غیر مقلدین کو زبانی سمجھا دیا جاوے، لڑائی اور مقدمات نہ کئے جاویں، اور اگر آمین بالجہر کہنے والے سے مسجد میں آنے سے عوام حنفیہ کے فساد عقیدہ کا اندیشہ ہے، تو اس صورت میں غیر مقلد آمین بالجہر کہنے والے کو سمجھا دیا جاوے، کہ تم ہماری مسجد میں نہ آیا کرو، نہ اس وجہ سے کہ آمین بالجہر کہنے سے حنفیوں کی نماز میں کچھ فرق آتا ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ عوام حنفیہ کی عقیدت خراب ہونے کا اندیشہ ہے، کیونکہ اکثر غیر مقلدین کے عقائد بھی خراب ہوتے ہیں، سب سلف و طعن کرنا ائمہ دین پر خصوصاً طعن کرنا امام ہمام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر ان کا شعار ہے، اور روافض کی طرح سلف و صالحین کو طعن کر کے اپنا دین و ایمان خراب کرتے ہیں، باقی جھوٹا مقدمہ قائم کرنا، اور ان پر جھوٹی شہادت دینا سخت گناہ ہے، اور کبیرہ ہے، جو شخص مرتکب اس کا ہوا فاسق ہوا، توبہ کرے، جب تک توبہ نہ کرے گا، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے۔ بعد توبہ کے بلا کراہت نماز صحیح ہے۔ نماز میں اور خارج نماز میں ہر وقت اخفار آمین مستحب ہے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً، نماز میں بالخصوص نص اخفار آمین کی وارد ہوئی ہے، اس لئے نماز میں اس کا اہتمام زیادہ ہے، فقط واللہ اعلم۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم تو خواہ از سخنم پند گیر، خواہ ملال

غرض یہ ہے، کہ عدم تقلید سے توبہ کی جاوے، جس کی فروعات سے آمین بالجہر اور رفع یدین ہے اور سبیل مؤمنین پر قائم ہو جائیں، والسلام۔

(کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی مدرسہ دیوبند- ۶ر جمادی الثانی)

اہلحدیث

جناب مفتی صاحب کے مسئلہ کا مضمون تو الگ ہے آپ کا عنوان اور طرز بیان بھی خاص نوعیت رکھتا ہے، کیا ہی لطیف پیرایہ میں فرماتے ہیں:۔ "غیر مقلدین کی فہمی اور جہالت وغوایت" گو بہت سے تجربہ کار یہ بات کہہ

لہ کیا ہی معقول سوال ہے (اہلحدیث)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے ہیں ؎

دہن خویش بدشنام میالا صائب کیں زرِ قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

مگر ہم ایسے اصحاب کی رائے سے متفق نہیں، کیونکہ بہت سے لوگ دشنام سن کر جواب نہیں دیا کرتے، بلکہ وہ فرمان خداوندی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (برائی کو نیکی سے دفع کرو) پر کاربند ہوجاتے ہیں، کیونکہ ان کی شان میں وارد ہے وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ (یہ کام وہی کرتے ہیں جو صبر کرنے والے، اور بڑے حصے والے ہیں) لیکن اس میں شک نہیں، کہ شعر مذکور کی ترمیم جو کسی صاحب نے ان لفظوں میں کی ہے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

اس کی ہم تصدیق کرتے ہیں، کیونکہ اس کے معنی یہ نہیں، کہ وہی شخص برا کہے جس کو برا کہا گیا ہو بلکہ یہ معنی ہیں، کہ بدگوئی کرنے والا اپنی بدگوئی کا بدلہ کہیں نہ کہیں سے پالیتا ہے، اہلحدیث سے ہرگز یہ توقع نہیں، کہ وہ اس کے بدلے میں ایسے لفظ بولیں البتہ مذکورہ قانون کے مطابق بریلی سے اس قسم کی آواز کا گونجنا کچھ بعید نہیں، بہر حال یہ باتیں کچھ اہل علم کی نہیں، ہم ان پر زیادہ وقت بھی لگانا نہیں چاہتے۔

مفتی صاحب نے فتوے تو دیا، مگر نہ تو کسی کتاب فقہ کا حوالہ دیا، نہ کسی آیت حدیث کا ذکر کیا، البتہ یہ ایک عجیب اصول بتلایا، کہ ایک اختلافی مستحب کے لئے فساد کرنا ٹھیک نہیں ہے ہمارے خیال میں مفتی صاحب بھول گئے، یہ تو مستحب ہے، بزرگان دین تو محض جائز کے لئے اتنا فساد اٹھاتے رہے ہیں، کہ ملک میں عام غوغا ہوتا رہا۔ کیا مفتی صاحب کو یاد نہیں، جب ان کے مسلمہ بزرگ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم نے کوے کا گوشت کھایا تھا، تو کتنا شور برپا ہوا تھا، حالانکہ کوا کھانا نہ فرض تھا نہ واجب، نہ سنت تھا نہ مستحب، بلکہ غایت سے غایت مولانا کے خیال میں جائز تھا، مگر چونکہ عوام اس جائز کو ناجائز بتاتے تھے، اس لئے مولانا مرحوم نے نہ صرف فتوی دیا، بلکہ عمل بھی کر کے دکھایا، پھر کیا ہوا، اس کا ذکر ضروری نہیں، ادھر (دیوبند میں) فرقہ زاغیہ کے نام سے ایک جماعت پکاری جانے لگی، الامان والحفیظ، وہ شور محشر بپا ہوا، اشتہار در اشتہار، اور رسالوں پر رسالے شائع ہوتے، حالانکہ یہ نزاع کسی سنت یا مستحب امر کے متعلق نہ تھی، بقول مفتی صاحب لاکھوں اور کروڑوں علماء و صلحاء کوے کی حرمت یا کراہت کے قائل تھے بلکہ ہیں، مگر مولانا رشید احمد مرحوم نے حق کے مقابلہ میں ان لاکھوں اور کروڑوں کی طرف نظر اٹھا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر بھی نہیں دیکھا کیوں؟ اس لئے کہ علمائے حقانی کا یہ اصول رہا ہے۔ ایثار الحق علی الخلق

ہم حیران ہیں مفتی صاحب نے فتنہ و فساد کے بانیوں کو معذور قرار دے کر مظلوموں کو فتنہ کا باقی قرار دیا، حالانکہ قانون عدالت اور شریعت دونوں اس پر متحد ہیں، کہ جائز کام کرنے والوں کو روکنا فساد ہے، اور رد کرنے والا فسادی، اس لئے کہ مستحب یا جائز کام کرنا اگر فساد ہو، تو وہ کام جائز اور مستحب کیوں ہو، مستحب کے معنی تو یہ ہیں، کہ کرنے پر ثواب ملے، نہ الٹا عذاب لازم آئے، جائز کے معنی یہ ہیں، کہ اس کے کرنے پر گناہ نہ ہو، مگر بقول مفتی صاحب مستحب کام کرنے پر بھی فساد لازم آتا ہے، جس کی شان میں اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وارد ہے، اللہ اکبر! یہ عجیب استدلال ہے، جو تمام علماء اور فقہاء کے خلاف ہے۔

علماء اور فقہاء کا قاعدہ تو یہ ہے کہ جائز کا روکنا فساد ہے، نہ کہ جائز کام کرنا فساد۔

سنہ ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے۔ دہلی کی کسی مسجد میں آمین بالجہر پر جھگڑا ہوا، تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی نے ایک شخص (خدا بخش) کو چھ ماہ کے لیے حفظ امن کی ضمانت کا حکم دیا، وجہ یہی بیان کی جو ہمارے محترم مفتی صاحب نے بیان کی، اس کی اپیل چیف کورٹ پنجاب میں ہوئی، تو حکم منسوخ ہوا اور فیصلہ میں لکھا گیا

"دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی رو سے کسی مجسٹریٹ کو یہ اختیار نہیں دیا گیا، کہ کسی شخص کو اپنے جائز حقوق کے استعمال میں لانے سے منع کرے۔

ہم حکام (ججان چیف کورٹ پنجاب) کا یہ قرار دینے میں اتفاق ہے، کہ سائل نے اس وقت کوئی بے جا فعل نہیں کیا، جب اس نے مسجد میں جہاں عموماً اشخاص مقلد آیا کرتے ہیں، لفظ آمین باآواز بلند کہا، اور کہ وہ غالباً نقض امن کا مرتکب نہ ہوگا۔ (فیصلہ ۲۱ مئی سنہ ۱۹۰۲ء)

کس صفائی اور معقولیت کے ساتھ ججان چیف کورٹ نے فیصلہ کیا، جس کا مفہوم اصولی صورت میں یہ ہے، کہ کوئی شخص جائز کام کرنے والا مفسد نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ جائز کو رد کرنے والا مفسد ہے مفتی صاحب اور ان کے معتقدین دل میں خیال کریں، کہ یہ فیصلہ ججان کا ہے کسی شرعی عالم کا نہیں تو ان کی خاطر ہم ایک ایسے عالم کا فتویٰ بھی پیش کر سکتے ہیں، جو ہمارے مفتی صاحب بلکہ جملہ علماء اور معتقدان علماء دیوبند کے نزدیک مسلم بلکہ واجب الاتباع ہیں۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم کی خدمت میں یہی سوال پیش ہوا، جو مفتی صاحب کے ہاں پیش ہوا، تو مولانا مرحوم نے جو جواب دیا، مع سوال درج ذیل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال:۔ اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو، رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو، تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئے گی، یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

الجواب:۔ کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں، وہ بھی عامل بالحدیث ہے، اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے، مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے (فتاوی رشیدیہ جلد اول صلہ)

اھلحدیث:۔ باوجودیکہ مولانا کو شک ہے، کہ کوئی بدبخت بری نیت سے بھی آمین بالجہر کہتا ہے، تاہم رد کرنے کا فتوی نہیں دیا ہے، رحمہ اللہ تعالی۔
یہ دلیل بھی عجیب ہے، کہ آمین کہنے والے سے عوام حنفیہ کے عقائد بگڑنے کا اندیشہ ہے چند یوم کا ذکر ہے، امجد سے کسی شخص نے کہا، بریلی میں ایسا واقعہ ہوا ہے، کہ دیوبندی خیال کے ایک شخص کو مسجد میں جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے سے روکا گیا، حالانکہ وہ مقتدی تھا وجہ یہ بیان کی گئی، کہ چونکہ تمہاری نماز، نماز نہیں، لہذا تم گویا شریک جماعت ہی نہیں، جب تم شریک جماعت نہیں، تو تمہارے درمیان میں کھڑا ہونے سے صف میں خلل لازم آتا ہے لہذا تم صف سے نکل جاؤ۔
منطق ہو، تو ایسی ہو، اس وقت تو میں حیران رہا، مگر مفتی صاحب کے فتوی سے تصدیق کرنے کی جرات کر سکتا ہوں، ہماری سمجھ میں نہیں آتا، کہ اس جواب کا سوال سے کیا تعلق؟ کیا یہی وجہ بیان کر کے ایک بریلوی دیوبندی کو مسجد سے نکال سکتا ہے؟ کہ دیوبندی کے آنے سے لوگ امکان کذب باری تعالی کے قائل ہو جاویں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کر کے توہین رسالت تک پہنچیں گے، جو کفر کا درجہ ہے، تو کیا ایسے مفتی صاحبوں کے فتوی کی ہمارے مفتی صاحب دیوبندی تصدیق فرما دیں گے (ہرگز نہیں)
غیر مقلدین کے عقائد خراب ہوتے ہیں یا صحیح، ہم اپنے لفظوں میں تو صرف اتنا ہی کہتے ہیں، کہ غیر مقلدین کے عقائد وہی ہیں، جو قرآن و حدیث نے بتلائے اور سکھائے ہیں لیکن ہمارا بیان صرف مدعیانہ سمجھا جائے گا، اس لئے ایک معتبر اور مسلمہ گواہ پیش کرتے ہیں، مولانا رشید احمد صاحب مرحوم فرماتے ہیں:۔

"مقلد غیر مقلد عقائد میں سب متحد ہیں" (فتاوی رشیدیہ جلد ۲ ص۱۲)

مولانا مرحوم کی یہ شہادت معمولی نہیں، بلکہ ایک خاص وزن رکھتی ہے، اس کے خلاف دل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یں لانا معمولی بات نہیں، بلکہ مولانا کی نسبت ایک قسم کی بدگمانی بھی ہے، غیر مقلدین نہ تو سب سلف کرتے ہیں، نہ ائمہ پر طعن کرنا ان کا کام ہے، البتہ یہ کہتے ہیں، کہ نہ سلف متبوع حقیقی ہیں، نہ ائمہ میں سے کوئی امام واجب الاتباع ہے، بلکہ واجب الاتباع ایک ہی ذات ستودہ صفات ہے جس کی شان میں ہے۔ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (اگر تم رسول کی تابعداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے) اس سے کوئی شخص یہ نتیجہ نکالے، کہ یہ لوگ ائمہ کو برا کہتے ہیں، تو یہ نتیجہ اسی قسم کا ہو گا، جو بریلوی حضرات دیوبندی حضرات کے کلام سے نتیجہ نکالا کرتے ہیں، کہ چونکہ یہ لوگ علم غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل نہیں، لہذا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور توہین شان کرتے ہیں، ہمارے خیال میں نہ وہ نتیجہ صحیح ہے، نہ یہ درست، دونوں تعصب پر مبنی۔

اخیر میں مفتی صاحب نے خاص مسئلہ آمین پر بھی کچھ روشنی ڈالی ہے، اور آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ پیش کی ہے جس کا مطلب یہ ہے، خدا سے دعا کیا کرو عاجزی سے اور خفیہ یعنی پوشیدہ، مگر مفتی صاحب نے غور نہیں فرمایا، کہ آمین کیا چیز ہے آمین دراصل کوئی مستقل دعا نہیں، بلکہ اس دعا کی قبولیت کی درخواست ہے، جو پیش امام نے پڑھی ہے یعنی سورت فاتحہ اس لئے مفتی صاحب کی دلیل میں کچھ اثر ہے، تو پہلے اس دعا پر ہونا چاہیئے، جو پیش امام بلند آواز سے پڑھتا ہے یعنے سورت فاتحہ، اس لئے ضروری ہے، کہ امام نماز کے اندر سورت فاتحہ کا باآواز بلند پڑھنا چھوڑ دے تو مقتدی آمین بالجہر خود ہی چھوڑ دیں گے، یہ کیا انصاف ہے، کہ مفتی صاحب کی دلیل کا اثر امام کی دعا پر تو نہ ہو، مگر مقتدی کی آمین پر جو مستقل دعا نہیں ہو جائے۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى

مفتی صاحب نے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہ صاحب کا قول ہے، کہ ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر۔ صلوا خلف کل بر و فاجر۔

ہماری سمجھ میں یہ مسئلہ کبھی نہیں آیا، جو عموماً فقہا ز زبان سے سنا جاتا ہے، کہ یہ کام مکروہ ہے حالانکہ اسی کام کو امام ابوحنیفہ صاحب نے بلا قید جائز کہا ہوتا ہے، مثلاً یہی مسئلہ اقتدا جس کی بابت امام صاحب نے صاف فرمایا ہے، ہر ایک نیک و بد کے پیچھے پڑھ لیا کرو، مگر آج کل کے مفتی صاحبان اس میں کراہت کی قید لگاتے ہیں، حالانکہ امام کے قول مطلق کو مقید کرنا، ان کا کوئی حق نہیں ہے۔

ہم نے اپنے مضمون «مدرسہ دیوبند اور اہلحدیث کانفرنس» میں ان دونوں کو متحد الاصل کہہ کر باہمی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف سے روکا تھا، مگر آج ہم خود ہی اس اختلاف میں پڑ گئے، ممکن ہے کہ ہمارے دوست ہم کو ملامت کریں، لیکن اگر وہ غور کریں گے تو اس سوال کا جواب ہمارے اسی مضمون میں پاویں گے ہم نے صاف لکھا تھا، کہ ہم جانتے ہیں، ان دونوں گروہوں میں بھی بعض اوقات نزاع ہو جاتی ہے اس میں اسی طرف اشارہ ہے، کہ جس طرح چچا زاد بلکہ سگے بھائیوں میں بھی کبھی نزاع ہو جاتی ہے، اسی طرح ان دونوں گروہوں میں بھی ہو جاتی ہے، جو انشاء اللہ مولانا جامی کے شعر کی مصداق ہے ؎

جنگ کردی آشتی کن زانکہ نزد عاقلاں — ایں مثل مشہور اول جنگ آخر آشتی

(اہلحدیث یکم شعبان ١٣٣٢ھ)

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے!

جماعت اہلحدیث کی نسبت مخالفوں نے آج تک جس قدر حملات کیے ہیں، الحمد للہ ان میں سے بہت سے بے سروپا ہونے کی وجہ سے اوچھے پڑتے رہے، ان کی نسبت کبھی یہ کہا گیا، کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے، کبھی کہا گیا پڑھتے تو ہیں، مگر یوں پڑھتے ہیں، کان محمد رسول اللہ، کسی صاحب نے کہا پھوپھی سے نکاح جائز کہتے ہیں، کسی نے فرمایا منی کو شکر سے ملا کر کھانے کو جائز کہتے ہیں، غرض کسی نے کچھ کسی نے کچھ، جتنے منہ اتنی باتیں، ان سب کے جوابات تو علماء اہلحدیث نے عموماً اور خاکسار نے خصوصاً رسالہ "اہلحدیث کا مذہب" وغیرہ میں دیئے ہیں، مگر آج جس مہربان کی مہربانی کا ہم ذکر کرتے ہیں، وہ مہربان کوئی معمولی آدمی نہیں، اس لئے ان کی مہربانی بھی معمولی سے بہت بڑھ کر ہے آپ کا نام نامی و اسم گرامی کیا بتلا سکتے ہیں، چند شعر ان کے مریدوں کے نقل کر دیتے ہیں، ممکن ہے انہیں میں آپ کا نام آ جاوے، وہ شعر کوئی معمولی نہیں بلکہ ایسے مقبول بارگاہ ہیں، کہ آپ نے وہ شعر سنکر شاعر کو خرقہ خلافت عطا فرمایا ہے، اس لئے ناظرین بڑی توجہ سے سنیں، شاعر کہتا ہے، ہمارے حضرت ممدوح کون ہیں؟ ؎

ماہر علم لدنی واقف اسرار غیب — قطب عالم، غوث اعظم، وارث پیغمبراں

اس سے بھی ترقی سنیئے ؎

تو وہ مسیح نفس ہے کہ قم اگر کہہ دے — رہے نہ گور میں مردے کو عذر بے جانی

کیا کہنے ہیں اور سنیئے ؎

سنا کرتے ہیں عیسیٰ کی مسیحائی کا شور و غل — دل مردہ کو تم زندہ بنا دو اے میرے خواجہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سنیے :-

عدو جن کے دارین میں رد سیاہ ہیں　　مریدوں کے بخشے گئے سب گناہ ہیں

اتنا کہنے سے بھی تپانہ چلے، تو اور سنیئے :-

اولیا ہونے کو دنیا میں بہت ہیں اولیاء　　انکی سیرت انکی صورت انکی عادت کا کہاں

اس کے شک کو دور کرنے کے لئے مخلص مرید کہتا ہے، اور حضرت ممدوح سنتے اور سنکر انعام دیتے ہیں، ناظرین بھی غور سے سنیں اس سے زیادہ وضاحت مشکل ہے

نظر سے ہوئے جن کے لاکھوں ولی ہیں　　وہ قطب زماں شاہ جماعت علی ہیں

انہی بزرگ کی مہربانی کا ذکر آج ہم کرنے کو ہیں، آپ نے ۲۳ر فروری کو بمقام جموں (ریاست کشمیر) میں ایک تقریر فرمائی، جو آپ کے رسالہ انوار الصوفیاء ماہ مارچ میں چھپی ہے، اس کی پیشانی پر آپ کا نام نامی واسم گرامی یوں مرقوم ہے۔

"تقریر حضرت تاج اصفیا. قدوۃ الاولیا. حضرت حافظ حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب محلات علی پوری[1] مد ظلہ"

خدا جانے اب کی دفعہ آپ کی تعریف پورے الفاظ میں کیوں نہیں لکھی گئی، حالانکہ پیشتر اسی رسالہ انوار الصوفیاء" میں جو تصوف کی تعلیم (نفس کشی) سکھانے کو جاری ہے حضرت شاہ صاحب کی پوری تعریف یوں مرقوم ہوتی رہی ہے:-

"قدوۃ السالکین، عمدۃ الواصلین، تذکرۃ المتقدمین، مفتخر المتاخرین، ھادی راہ دین متین، رھنما، تہلہ یقین، عالم با عمل فی الشریعۃ، سالک مسالک طریقۃ محقق حقائق حقیقت، عارف معارف معرفت، عالی جناب فیض انتساب مرشدنا و مولانا حاجی، مولی سبط رسول اللہ حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نقشبندی مجددی نوری مد ظلہ اللہ تعالی علی رؤس المسترشدین الی یوم الدین (انوار الصوفیاء ص۳ جلد ۵)

جن لوگوں کو اس قسم کی تعریفات سن کر شک ہو کر اس تعریف نے تو حضرت علی، حسن بصری، اور حضرت پیران پیر رضی اللہ عنہم کے لئے بھی کوئی لفظ نہیں چھوڑا نوان کے لئے ہم آج کل کی ایک مثال دے سکتے ہیں۔

[1] علی پور ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں ایک گاؤں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہلی کے مشہور طبیب حکیم اجمل خاں صاحب کو سب جانتے ہیں، آپ کی شہرت اور حذاقت اس سے مستغنی ہے، کہ کسی تحریر میں آپ کو اس سے زیادہ لکھا جائے، مگر اشتہاری طبیب اور ڈاکٹر صرف سادے نام پر قناعت نہیں کر سکتے، بس دانا کے لئے یہی ایک مثال کافی ہے اسی کو کہتے ہیں، شیر قالیں دگر است شیر نیستاں دگر است۔

حضرت ممدوح نے اپنی تقریر میں اہلحدیث کو وہابی کے نام سے یاد کر کے مندرجہ ذیل

www.KitaboSunnat.com

خیالات کا اظہار کیا ہے:۔

ہندوستان میں اس وقت ۹ کروڑ مسلمان موجود ہیں، جن میں اہل سنت کی تعداد ۸½ کروڑ ہے باقی پچاس لاکھ میں مرزائی، وہابی، نیچری اور چکڑالوی سب شامل ہیں، اگر اجماع امت، قدامت اور معیار صداقت ہے، تو صاف ظاہر ہے، کہ جو لوگ اہل سنت کے عروۃ الوثقیٰ سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گئے ہیں، وہ نا اتفاقی پیدا کرنے کے مجرم ہیں آج سے بیس سال پہلے ہندوستان میں کوئی مرزائی نہ تھا، آج سے ساٹھ سال پہلے کوئی وہابی نہ تھا آج سے دس سال پہلے کوئی چکڑالوی نہ تھا، اہل سنت اپنے مرکز پر تا حال قائم ہیں، اور اپنے ایمان کو متاع تجارت نہیں بناتے، اور اس میں روزانہ ترمیم و تنسیخ نہیں کرتے، ہمارا وہی ایمان ہے، جو ہم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان کرام سے پہنچا ہے، وہابی، چکڑالوی، نیچری، مرزائی سب ہم میں سے نکلے ہیں، اور شیرازہ قومی کو پراگندہ کرنے کے موجب ہوئے ہیں (انوار الصوفیا، بابت ماہ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۹)

اہلحدیث

ہم نہیں کہہ سکتے، کہ اس کلام بلاغت نظام کو تاریخی سمجھیں یا الہامی جس کا ایک ایک فقرہ واقعات کے برخلاف ہے، ہندوستان میں ۹ کروڑ مسلمانوں کی تعداد آج تک کسی کو بھی معلوم نہ ہوئی ہوگی، اور کسی کو کیا ہوتی، خود سرکار کو بھی معلوم نہیں، کیونکہ سرکاری کاغذات میں بھی مع برما کے پونے سات کروڑ کے قریب ہیں، علی ہذا یہ بیان بھی حضرت شاہ صاحب کا الہامی سمجھنا چاہیے، کہ ساڑھے آٹھ کروڑ میں سے صرف پچاس لاکھ باقی کل فرقے ہیں، اللہ اکبر! ایک معنی کو تو ہم اس بیان سے خوش ہیں، کیونکہ ایڈیٹر اصلاح ہمیشہ کہا کرتا ہے، کہ ہم شیعہ ہندوستان میں قریب دو کروڑ کے ہیں، نیچری تو شاہ صاحب کی اصطلاح میں تقریباً ساری تعلیم یافتہ جماعت ہے، مرزائی بھی چار لاکھ کے مدعی ہیں، باقی رہا کون؟ یہ غریب جماعت اہلحدیث سو میرے خیال میں ان کا وجود کلی منطقی کی طرح بالکل ذہنی ہی ذہنی ہے، خارج میں ان کا کوئی فرد متحقق نہیں، بہت خوب ہم بھی اس تفہیم پر راضی ہیں، اے کاش جناب شاہ صاحب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ساتھ ہندوستان کے ملکوں میں پھریں، تو ہم ان کو دکھائیں، کہ اہلحدیث کی تعداد ذہنی نہیں بلکہ واقعی ہے، اور جہاں تک ہماری واقفیت ہے ایک کروڑ[1] سے متجاوز ہے، باوجود اس کے ہم مانتے ہیں، کہ ہماری تعداد حنفی گروہ سے کم[2] ہے، کیوں کم ہے؟ اس کا جواب صاف ہے

تُعَيِّرُنَا اَنَّا قَلِيْلٌ عَدِيْدُنَا ۔ فَقُلْتُ لَهَا اِنَّ الْكِرَامَ قَلِيْلٌ[3]

خیر یہ تو ایک معمولی واقعہ ہے، اصل بات جس کا ہم کو جواب دینا ہے، اور ناظرین کے ذہن نشین کرنا ہے، وہ یہ ہے، کہ اسلام میں فرقہ جدید کون ہے، اہلحدیث ہیں یا شاہ صاحب کے ہم مذہب اس موضوع پر ہم نے کئی ایک دفعہ مفصل بحثیں کیں، ممکن ہے ناظرین کو یاد ہوں، آج بھی حسب ضرورت ان کو بالاختصار دہراتے ہیں، کچھ شک نہیں، کہ کسی فرقہ کی ابتدا اس کے امام اور بانی سے پہلے نہیں ہوتی، بلکہ بعد یا برابر ہوتی ہے، حنفی گروہ امام ابوحنیفہ، اور شافعی، امام شافعی اور وغیرہ وغیرہ کی طرف منسوب ہے، اور اس گروہ کے عقاید اور خیالات وہی ہیں، جو ان کے اماموں نے فرمائے، حنفی کے معنی ہیں، امام ابوحنیفہ کے اقوال پر عمل کرنے والا وغیرہ، اور یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی پیدائش سنہ ۸۰ھ میں ہوئی، بیس پچیس سال تک آپ تحصیل علم میں لگے رہے، تو دوسری صدی میں آپ طبقہ علماء میں ظہور پذیر ہوئے، اگر اسی وقت بھی آپ کو یہ عزت حاصل ہوئی ہو، کہ آپ کا فتوی جاری ہو گیا ہو، تو لازمی بات ہے، کہ حنفی فرقہ کی ابتدا، دوسری صدی سے شروع ہوئی پہلی صدی جو مسلمانوں میں طبقہ اول اور بہترین لوگوں کی تھی، اس میں نہ حنفی مذہب کا وجود تھا نہ حنفی گروہ کا، اس میں مسلمان کس طریق سے عمل کرتے تھے، اور مسائل شرعیہ میں کیا کرتے تھے؟ یہی ایک غور طلب سوال ہے، جس کا جواب ہمارے بھائیوں کو بہت سی غلط فہمیوں سے ہمیشہ کے لئے نجات دے سکتا ہے، اس زمانہ میں لوگ یہ کرتے تھے، کہ جس شخص کو مسئلہ معلوم نہ ہوتا جس کسی عالم سے اسے حسن ظن ہوتا، اس سے قرآن وحدیث کا حکم دریافت کر لیتا، بس یہی ایک طریقہ تھا، یہی اس کا مذہب تھا، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے کتاب حجۃ اللہ البالغہ اور کتاب الانصاف فی بیان الاختلاف وغیرہ میں لکھا ہے، کوئی صاحب واقعات کی بنا پر ہم کو بتلا دیں فرقہ جدید کون ہے، مگر مہربانی کر کے بتلاتے ہوئے جدت اور قدامت کی ابتدا، ہم کو پہلے سمجھا دیں، کہ ہندوستان

[1] سرکاری کاغذات میں پوری تعداد اس فرقے کی اس لئے نہیں ہوتی، کہ سب کو سنی لکھا جاتا ہے ۱۲ [2] گو یہ واضح رہے، کہ ہندوستان کے ڈوم ڈفالی، میراسی، کنجن اور جرائم پیشہ وغیرہ سب مل کر یہ تعداد کثیر ہوتی ہے، رپورٹ مردم شماری ملاحظہ ہو ۱۲ [3] ہم کو کمی تعداد کا الاہنا دیتی ہے، میں کہتا ہوں، مہذب اور شریف لوگ کم ہی ہوا کرتے ہیں ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یں جدت دیکھنی ہے یا اسلام میں، خاص ہندوستان میں فرقوں کی جدت دیکھنی ہے تو دیکھئے، مگر ہم تو اسلام میں جدت دیکھیں گے، تاکہ جدید فرقہ کو بدعتی اور قدیم کو سنی ہم کہہ سکیں، چنانچہ ہم نے تاریخی واقعات سے اپنا مطلب صاف کر دیا، امید ہے شاہ صاحب اور ان کے دوست ہمارے معروض پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں گے، اگر ان کو فرقہ جدید کی ماہیت سمجھ میں آجائے تو ایسی جدت سے دست بردار ہو کر قدیم اسلام میں آکر ہمارے ہم نوا ہو کر گائیں گے ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن　　پس حدیث مصطفےٰ بر جان مسلم داشتن

ہم شاہ صاحب کے شکر گذار ہیں، کہ انہوں نے اہل حدیث سے اس مشہور الزام کا دفعہ فرمادیا جو جماعت پر لگایا جاتا ہے، کہ یہ فرقہ ایسا بُرا ہے، کہ سب بڑے فرقے (نیچری مرزائی چکڑالوی وغیرہ) اسی سے نکلے ہیں، گو ہم تو اس الزام کا جواب اپنے رنگ میں دیا کرتے تھے، مگر جناب شاہ صاحب نے اس الزام کو یوں رفع فرمایا، کہ:۔

"وہابی، چکڑالوی، نیچری، مرزائی سب ہم (حنفیوں) میں سے نکلے ہیں" بہت خوب ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں　　زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(اہلحدیث امرتسر ۱۷ اپریل ۱۹۱۴ء)

تشریح

(از قلم مولانا حکیم عبد الشکور صاحب شکراوی)

کتاب اللہ المجید اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ عمل کی چیز ہمارے لئے صرف کتاب وسنت ہی ہے، اس کے سوا کچھ بھی نہیں، قرآن اس لئے کہ وہ کلام الٰہی ہے اور حدیث وسنت اس لئے کہ وہ صاحب القرآن کا قول اور فعل ہے، انبیاء اور رسل کی اتباع اس لئے وہ معصوم عن الخطا ہیں، وہ امت کے لئے نمونہ بن کر آتے ہیں، جن کی اتباع کا یہ منشا ہوتا ہے، کہ انسان نبی اور رسول کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بنائے، ہم روزمرہ دیکھتے ہیں، جب کسی کو کسی سے کوئی چیز بنوانی ہوتی ہے، تو بنوانے والا کوئی چیز دے کر یہ کہتا ہے، کہ اس نمونہ کی چیز بنا کر لاؤ، جب وہ شخص اسی نمونہ کے مطابق وہ چیز لے کر آتا ہے، تو بنوانے والا اصل اور نقل کا مقابلہ کر کے بنانے والے کو یہ بتاتا ہے، کہ بنائی ہوئی چیز مطابق اصل ہے، اگر وہ شئے مطابق اصل ہوتی ہے تو بنوانے والا بنانے والے کو مزدوری دیتا ہے، اور انعام بھی، یہ ایک حقیقت ہے، کہ شریعت انسانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کا وہ دستورالعمل ہے جس پر عمل کرنے سے انسان دونوں جہان کی فوز و فلاح حاصل کر کے اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے اور دنیوی و اخروی حسنات سے صحیح معنی میں فیضیاب ہوتا ہے، اس مقام پر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے، کہ جس طرح سے حضور سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ حکم دیا گیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اسی طرح امم سابقہ کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا کہ تمہارے نبی اور رسول تمہارے لئے اچھا نمونہ ہیں، اپنی زندگی اور نبی اور رسول کی زندگی میں مطابقت پیدا کرو، اس وقت تک اہل کتاب کے پاس جو تاریخی مواد موجود ہے، اس سے ثبوت ملتا ہے، جس کا بہت سا حصہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے، مثلاً قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ ہمارے لئے حکم کیا گیا ہے، بائبل عہد عتیق اور عہد جدید سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے، اور ثابت ہوتا ہے، کہ پہلی امتیں بھی صرف اپنے نبیوں ہی کی پیروی کرتی تھیں، انہوں نے کسی امتی کی پیروی کو اصول شریعت نہیں بنایا، احبار و رہبان کے ملفوظات اور فتاووں کو انہوں نے دین نہیں بنایا، اور جب انہوں نے بنایا، تو گمراہ ہو گئے، اور قرآن کریم صراحتاً بتاتا ہے، کہ ان دو چیزوں کے سوا جو چیز اصول شریعت قرار دی جائے گی، وہ صراحتہً شرک فی الرسالت، بدعت اور گمراہی ہو گی، کسی غیر نبی کی شخصیت کتنی ہی عظیم المرتبت ہو، وہ انسانی زندگی کا دستورالعمل نہیں ٹھہرائی جا سکتی، چونکہ امم سابقہ میں یہ بدعت بڑے زور سے پھیلی تھی، اور کلام الٰہی اور اسوہ نبی کو چھوڑ کر احبار و رہبان کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنانے لگے تھے، اس واسطے قرآن مجید نے اس مسئلہ پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے اور انسانیت کے اس سب سے بڑے خطرے سے خبردار کر دیا ہے، اگر ہم قرآن مجید سے ایسی آیات کو جمع کر کے ان کی تشریحات کریں، تو یہ ہمارا مقالہ، مقالہ نہیں رہے گا، بلکہ ضخیم کتاب بن جائے گی اس لئے ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں، کہ ہندوستان میں عمل بالحدیث کس طرح آیا، اور کس طرح سے اس کی مخالفتیں کی گئیں، اور کون کون بزرگان دین اس ملک میں اس کے داعی بنے، اور ان پر کیا بیتی۔

مسلک اہلحدیث کی حقیقت و اصلیت

حقیقت یہ ہے، کہ عہد رسالت میں سوائے کتاب اللہ کے نہ کوئی کتاب لکھی گئی تھی، نہ فقہی احکام ہی جمع کر کے لوگوں کو ان کی اتباع کے لئے کہا گیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ معمول تھا، کہ وہ قرآنی احکام پر عمل کرتے، اور جو کچھ دریافت کرنا ہوتا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے، یا خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم فرماتے، یا تقریر کرتے یا کوئی کام کرتے، اور جو لوگ اس وقت خدمت مبارک میں موجود ہوتے وہ اسے یاد کر لیتے، اور جو اس وقت موجود نہ ہوتے، ان کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبانی یا لکھ کر پہنچا دیتے، اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احکام لکھوا کر روانہ فرمائے، چنانچہ محمد بن عمرو بن حزم کو ایک پوری کتاب لداتہ فرمائی، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تبلیغ احادیث نبویہ اور ان کے مطابق فتوے دینے کے لئے ایک جماعت صحابہ کرام کی قائم ہو گئی تھی جس میں بڑے بڑے مندرجہ ذیل صحابہ کرام موجود تھے۔ خلفائے راشدین رض، عبد الرحمن بن عوف رض، عبد اللہ بن مسعود رض، ابی بن کعب رض، معاذ بن جبل رض، عمار بن یاسر رض، حذیفہ بن الیمان، زید بن ثابت رض، ابو الدرداء رض، ابو موسی اشعری رض، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، خلافت راشدہ کا ممتاز زمانہ آیا، اور کثرت فتوحات کے سبب اسلام دور دور ممالک میں پہنچا، تو اس وقت صحابہ کرام مختلف اطراف میں پھیل گئے، کوئی شام چلا گیا، کوئی عراق، اور کوئی مصر کوئی بصرہ، وہاں بھی ان کا طریق عمل وہی رہا کہ جو کچھ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا یا سنا تھا، اسی پر خود عمل کرتے تھے، اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے، اتفاق سے اگر کوئی مسئلہ جدید پیش آجاتا، تو وہ کسی دوسرے صحابی سے جو وہاں موجود ہوتے دریافت کر لیتے، اور اگر کسی معاملہ میں کوئی صریح حکم کتاب و سنت میں نہیں ملتا تھا تو قرآن و حدیث کے وضع کردہ اصولوں پر غور کر کے اس پر اس معاملہ کو قیاس کر لیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے بعد تابعین، اور تبع تابعین کا زمانہ آیا، تو انہوں نے بھی یہی روش اختیار کی جو صحابی یا تابعی جس ملک یا شہر میں ہوتے، تو سب لوگ اس ملک اور شہر کے تابعی یا صحابی سے مسائل دین حاصل کرتے، اور اس وقت تک اس کے فتوے سے تجاوز نہیں کرتے تھے، جب تک کسی دوسرے صحابی یا تابعی موجودہ وقت سے کوئی بات معلوم نہیں کر لیتے تھے، چنانچہ اہل مدینہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض کے فتوے پر عامل تھے، اہل کوفہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فتاووں پر عمل پیرا ہوتے تھے، یہی حال دوسرے ملکوں اور شہروں کا تھا اس طرح پر اگرچہ عملاً بعض مسائل میں لوگ مختلف تھے، مگر کوئی کسی پر نکتہ چینی نہیں کرتا تھا، نہ کوئی کسی کو برا جانتا تھا، کیونکہ سب کا مقصد اتباع کتاب و سنت تھا۔

ہندوستان میں عمل بالحدیث

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ مسلمانوں کے ایک جم غفیر کو اہلحدیث کہلانے کی ضرورت کیوں پڑی، دراصل اگر تقلیدی مذاہب کا رواج پیدا نہ ہوتا، تو اس گروہ کو اپنے مسلک کا اہلحدیث نام رکھنے کا ہوتا، مقلدین کا گروہ اپنے ائمہ کے اجتہادوں پر اس حد تک اڑ گیا، کہ انہوں نے اپنے اصول میں یہ چیز داخل کر لی، کہ خواہ حدیث صحیح بھی ہو، مگر امام کے فتوی کو ہرگز نہ چھوڑا جائے، اس وجہ سے ایسے مسلمانوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جو کسی امام اور فقیہ کے قول اور فتوی کی بنیاد پر حدیث کو چھوڑنا گوارہ نہ کرتے تھے، یہ جماعت عرب ہی میں پائی جاتی تھی، مکہ و مدینہ اور ملک حجاز میں اس کی کثرت تھی، اور وہ اس لئے کہ حدیثوں کے جاننے والے زیادہ تر صحابہ کرام تھے، اور صحابہ کرام عموماً اسی ملک کے باشندے تھے، اور اسی ملک میں زیادہ تر رہے، اس لئے اہل حجاز کو اجتہاد، رائے اور قیاس کی ضرورت کم پیش آئی، اس کے برخلاف کوفہ، بغداد اور ملک عراق کے باشندوں کو اجتہاد اور رائے وقیاس سے زیادہ کام لینے کی ضرورت پڑی، وہ اس لئے کہ وہاں حدیثوں کی تعداد بہت کم تھی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نہایت قلیل تعداد ان ملکوں میں رہتی تھی، یہی وجہ ہے، کہ قدیم اہل علم میں علماء اہل حجاز کو اھل حدیث اور اھل روایت کے نام سے، اور اہل عراق کو اھل اجتہاد اور اھل الرای کے نام سے پکارا جانے لگا،

بس یہی سے اہلحدیث اور اہل الرائے کے راستے الگ الگ ہو گئے، اہل الرائے یہاں تک بڑھے، کہ کثرت سے اماموں کے فتاووں ہی کو ماننے لگے، اور اکثر حدیثوں کو چھوڑ دیا، اور احادیث کے ڈھونڈنے والوں اور مشعل راہ بنانے والوں کی اس قدر کمی ہو گئی، کہ عراق وغیرہ کے شہروں میں عنقا ہو گئے جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا واذا بلغك عن احد بالمشرق انه صاحب السنة فابعث اليه بالسلام واذا بلغك عن الاخر بالمغرب انه صاحب السنة فابعث اليه بالسلام فقد قل اهل السنة یعنی ایک شخص مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پابند سنت ہو، اور تمہیں خبر مل جائے، تو ان کو اپنا ہدیہ سلام ارسال کرو، کیوں کہ اہل سنت کی تعداد کم ہو گئی ہے، امام سفیان ثوری کے اس قول کو امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "تلبیس ابلیس" میں نقل کیا ہے، جن کی احتیاط نقل، محدثین میں بہت شہرت کی ہے۔

جب اسلام عرب سے نکل کر عجم کی طرف چلا، اور عربی الاصل مسلمان اپنے معتقدات اور مسلمات کو لے کر جانے لگے، تو تاریخ کی کتابوں، عرب سیاحوں، اور جغرافیہ نویسوں کی تحریرات و بیانات سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد ورفت کے دو ہی راستے تھے۔

راہ خشکی کے راستے عراق اور ایران سے ہوتے ہوئے خراسان کے دروں سے گذر کر شمالی ہند میں پہنچے تھے۔

(۲) عراق، عرب و یمن سے چل کر بادبانی کشتیوں کے ذریعے دیبل (ٹھٹھہ) تھانہ (علاقہ بمبئی) اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے سواحلی بلاد والے میں پہنچے تھے[1]

ہندوستان میں عام طور پر کثرت سے تو حنفی مذہب کے ماننے والے آئے، بالخصوص خشکی کے راستے تھے شمالی ہند میں جو لوگ آئے، وہ عموماً حنفی المذہب تھے، البتہ سواحلی راستوں سے آنے والوں میں شافعی المذہب تھے، اور اہلحدیث بھی تھے، جس کا ثبوت تاریخوں سے بھی ملتا ہے، اور آج بھی اس کے شواہد اس ملک میں موجود ہیں، اس لئے سواحلی شہروں میں شوافع کی آبادی بکثرت پائی جاتی ہے، نیز جزائر میں ان کی کثرت ہے۔

سندھ کو مسلمانوں نے اگرچہ پہلی صدی کے آخر میں فتح کیا، مگر عرب سیاحوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کی بستی یہاں پہلے سے موجود تھی، محمد بن قاسم کی فتح سے پہلے پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر راجہ داہر کے یہاں چھپے آتے تھے یہی وہ راجہ داہر ہے جس پر محمد بن قاسم نے فتح پائی تھی، اس زمانے کی تاریخوں میں اور عرب سیاحوں کے سفرناموں میں اس وقت کے حالات تو تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں، مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ محمد بن قاسم کے ساتھ جو مسلمان آئے تھے، وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے تھے، چونکہ اس وقت تقلیدی مذاہب تو پیدا ہی نہ ہوئے تھے، اس لئے تقلیدی مذاہب کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ یقین ہوتا ہے، کہ پہلی صدی سے لے کر دوسری صدی کے اواخر تک جو مسلمان دنیا کے کسی حصہ میں گئے، یا ہندوستان میں آئے وہ سب ہی مسلک اہلحدیث کے پابند تھے جس کا ثبوت اس طرح پر ہے، کہ تاریخ اور تذکرۃ الرجال میں علم حدیث کے راویوں کے حالات کی چھان بین سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میں اسی زمانے میں بہت سے راویان حدیث موجود تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

ابو معشر سندھی، ابو عبدالملک، محمد بن ابو معشر سندھی، امام اوزاعی، جن کی بابت امام المحدثین حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں۔ وکان اصلہ من سباء السند، حافظ ابو محمد خلف بن سالم سندھی ابو العباس فضل بن سکین بمیت سندھی، ابو نصر فتح بن عبداللہ سندھی، ابو العطار سندھی، جو بہت مشہور قادر الکلام شاعر بھی تھے، ربیع بن صبیح سندھی بصری، امام ربیع بن صبیح اتباع تابعین میں سے ہیں، جنہوں نے تابعین کا زمانہ پایا ہے، اور ان سے علوم حاصل کئے ہیں، جو ہندوستان کے

---

[1] عراق عرب کی قدیم بندرگاہ بصرہ ہے یہاں اسلام کے عرب مبلغ وتاجران کی جمع ہوا کرتے تھے اور یہیں سے بحری راستوں کے ذریعہ دور دراز ملکوں، شہروں اور سواحلی آبادی میں پہنچتے اور تبلیغ اسلام کیا کرتے تھے مشرقی ایشیا کے مسلمانوں کا اسلام انہیں مبلغوں اور تاجروں کی مخلصانہ کارگزاریوں کا نتیجہ ہے ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی غزوہ میں بھی شریک ہوتے تھے، اور اسی میں شہید ہو گئے بعض تذکرہ نویسوں نے گجرات کے شہر بھڑوچ میں ان کی قبر کا نشان بھی بتایا ہے، صاحب طبقات ابن سعد اپنی مشہور کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ خرج غازیا الی الھند فی البحر فمات فدفن فی جزیرۃ من الجزائر سنۃ ۱۶۰ھ فی الاول خلافۃ المھدی اخبرنی بذلک شیخ من اھل البصرۃ کان معہ (طبقات ابن سعد، قسم دوم ج ۷ ص ۴۰، ۴۳)

علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں اور علامہ ابن عماد الحنبلی نے اپنی مشہور کتاب "شذرۃ الذہب" میں بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہے، یہ حالات و واقعات دوسری صدی کے ہیں، جو ہم بیان کر رہے ہیں، ورنہ تیسری چوتھی صدی میں تو اہلحدیثوں کا سندھ میں عام طور پر پھیل جانا تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، چنانچہ عرب کے مشہور سیاح بشاری مقدسی جو ۳۷۵ھ میں ہندوستان آیا تھا، اپنی مشہور کتاب احسن التقاسیم میں سندھ کے مشہور شہر منصورہ کے حال میں لکھتا ہے:۔

یہاں کے ذمی بہت بت پرست لوگ ہیں، اور مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں، یہاں مجھے قاضی امیر محمد منصوری سے ملنے کا اتفاق ہوا، جو مذہب داؤد ظاہری کے پابند تھے، قاضی ابو العباس کی بابت ابن الاثیر اپنی کتاب کے ص ۲۳۴ پر لکھتا ہے، کہ منصورہ کے قاضی القضاۃ شیخ ابو العباس احمد بن صالح منصوری سندھی کی شخصیت جلیل القدر تھی، اور وہ مذہب داؤد ظاہری کے پابند تھے، اسی طرح ملک کے نامور مورخ ابو ظفر ندوی اپنی کتاب تاریخ سندھ میں ص ۳۶۳ جلد اول میں رقم فرماتے ہیں:۔

حدیث کا چرچا بھی اس ملک (منصورہ) میں زیادہ رہا ہے، چنانچہ اکثر یہاں قاضی اہلحدیث ہوتے قاضی ابو محمد منصوری حدیث کے بہت بڑے عالم اسی جگہ قاضی تھے، اور اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے، یہ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، چونکہ حدیث کا ذوق زیادہ تھا، اس لئے کہا جا سکتا ہے، کہ ان کی کتابیں زیادہ تر حدیث ہی میں ہوں گی۔

دوسرے مقام پر اسی طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

منصورہ والوں میں زیادہ تر لوگ ظاہری (داؤد ظاہری محدث) مذہب کے پابند ہیں، اور حدیث پر عمل کرتے ہیں، قاضی ابو محمد منصوری کا ایک مدرسہ بھی ہے، جس میں درس دیتے ہیں، وہ خود بھی صاحب تصانیف ہیں، متعدد کتابیں اچھی اچھی ان کی لکھی ہوئی ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روات کے علاوہ سندھ میں بعض محدثین کا بھی تذکرہ تاریخ اسلام میں پایا جاتا ہے بہت سے تذکرہ نگاروں نے ان کے تفصیلی حالات قلم بند کئے ہیں، چنانچہ جس دور کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں، اس دور میں شیخ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ دیبلی، اور موسیٰ بن ہارون، اور محمد بن علی صواغ و شیخ علی بن موسیٰ، شیخ ابو القاسم شعیب بن محمد معروف ابن ابی القطان دیبلی بہت مشہور محدث تھے، محدثین کے اس قسم کے تذکرے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں، اور حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اور سمعانی نے کتاب الانساب میں بڑی تفصیل سے کئے ہیں، اگر ان کی تفصیلات دیکھنی ہیں، تو "عرب ہند کے تعلقات" مصنفہ مولانا سید سلیمان ندوی اور "تاریخ سندھ" مصنفہ مولانا ظفر علی ندوی مطالعہ کیجیے۔

یہ سب حالات چوتھی صدی تک کے ہیں، جو ہم بیان کر رہے ہیں، اس سے آگے انقلابات شروع ہو جاتے ہیں، دیالمہ، سلاجقہ، اور غزنویوں کا دور آجاتا ہے محمود غزنوی کے حملے ہندوستان پر شروع ہو جاتے ہیں، اور بے شمار مسلمان شمالی ہند میں پل پڑتے ہیں، اس زمانے میں نئے سرے سے کتاب وسنت کی طرف کچھ رجوع مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے، خراسان کے شہروں میں بھی فقہ کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم شروع جاتی ہے، جس کا کھوج اس سے لگتا ہے، کہ محمود غزنوی خود حدیث کا شائق تھا، جیسا کہ مشہور مصنف ابن عماد اپنی کتاب شذرۃ الذہب میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس کی مجلس علماء سے معمور تھی، وہ علم حدیث کا شائق تھا علماء اس کی موجودگی میں حدیث کا سماع کرتے، اور وہ بھی روایت لینے والوں میں ہوتا، اور حدیث کے متعلق استفسار کرتا رہتا۔

(شذرۃ الذہب جلد ۳ ص ۲۲۰ و نزہۃ الخواطر جلد ۱ ص ۹۲)

غزنوی عساکر کے ساتھ بہت سے نامور عالم اور محدث آئے، اور ہندوستان اور بلاد خراسان میں علم حدیث کا چرچا ہوا۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد خانقاہی جھگڑوں اور صوفیائے کرام کے جھمیلوں میں پھنس کر علم حدیث کی ترقی کو پھر بڑا بھاری دھکا لگا، ایشیا کے بیشتر ملکوں میں تصوف کا رواج اس کثرت سے ہوا کہ مسلمانوں کے وہ علوم وفنون جو بنی عباس اور بنی امیہ کے ادوار ترقی میں مدون کئے گئے تھے، بہت خانقاہ اور تصوف کی جھپٹ میں آگئے، اور اسلام صرف تصوف اور درویشوں کے ملفوظات اور تلقینات کا

لے یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے، کہ بنی نوع انسان نے جو علوم وفنون عقل کی تیزی سے ہزار ہا سال کی محنتوں اور جانکاہیوں سے مدون اور وضع کئے تھے اور ان پر بے شمار کتب عہد بنی عباس اور بنو امیہ اور بنو فاطمہ میں مسلمانوں نے لکھی اور لکھوائی تھیں، اور انہوں نے اس کی توسیع واشاعت کے لئے ملکوں اور شہروں میں بہت سے ادارے کھول ڈالے اور ان علوم وفنون کو ہمارے علماء نے جمع کر کے دنیا کی تہذیب وتمدن کو چار چاند لگا دیئے، اگر ان علوم کی ترقی اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام رہ گیا، ایرانیوں نے خود عربوں سے شعر و شاعری کا مذاق لیا تھا، اس سے عشق یا تغزل کا دور ایران میں آچکا تھا، اس کو ایرانیوں نے تصوف کے رنگ میں ڈھال لیا، اور صوفیوں کی بے شمار کتابیں عربی فارسی اور اردو نثر و نظم میں وجود میں آگئیں، اور جو تصوف و درویشی اور فقیری تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں حقیقی اسلام کو اپنے اندر لئے ہوئے تھی، ایک نئے اسلوب میں ڈھالی گئی، اور سچے متقی اور درویش اور صوفی نہ رہے، بلکہ ان میں بے شمار رسومات اور بدعات پیدا ہو گئیں

پانچویں صدی سے لے کر آٹھویں صدی کے اواخر تک اسی حالت میں گذرا، یہی زمانہ فن تصوف کی تصانیف کا ہے، مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی اور شمس تبریز کی کتابیں، ابن عربی کی فتوحات مکیہ، اور فصوص الحکم اور نظامی چشتی اور سہروردی خاندانوں کے بزرگوں کے ملفوظات انہیں عہدوں کی یادگاریں ہیں، ہندوستان کے مسلمان نو مسلم تھے، وہ آج کل کے متھرا اور آگرہ کے رہنے والے ملکانوں، اور الورد بھرتپور کے میووں کی طرح مسلمان تو تھے، مگر اسلام کی حقیقت سے قطعاً بے خبر تھے، اس لئے قرآن و حدیث کے سیکھنے، پڑھنے اور سمجھنے کی اہمیت و ضرورت سے تو افغانستان اور ایران بھی کما حقہ آشنا نہ رہے تھے، اور کتاب و سنت کے حقیقی مفاہیم اور حقائق اس زمانے کے غیر شرعی پیروں، فقیروں اور درویشوں کے ملفوظات و تلقینات کی جھپٹ میں آکر دھندلکے میں آگئے تھے، چنانچہ اس زمانہ کے ہندی مسلمانوں کا تذکرہ ہم کو اس عہد کی مشہور تاریخی کتاب "تاریخ فیروز شاہی" مصنفہ ضیاء الدین برنی میں ملتا ہے، جس کو ہم بطور خلاصہ کے اپنے الفاظ میں

اشاعت مسلمانوں میں ہوتی رہتی، تو ہم نہیں جانتے کہ دنیا کے مسلمانوں کا رخ کیا ہوتا، اور ان کی منزل کہاں ہوتی مذاہب مخترعہ اور شاعرانہ عیاشی اور مصنوعی تصوف نے ان علوم و فنون کو ایک زبردست دھکا لگایا، کہ اس طرف سے مسلمانوں کی طبائع کا رجحان ہٹ گیا، اور علوم عقلیہ اور صحیح فکر و عمل سے وہ بے گانہ ہوتے چلے گئے اور آج وہ ان علوم سے ایسے بے گانہ بن چکے ہیں، کہ گویا ان میں کبھی آئے ہی نہ تھے، صرف اپنے بزرگوں کی چند پرانی کتابوں کو لئے پھرتے ہیں، اور کہتے رہتے ہیں، کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے، ہمارے کالج تھے، ہماری یونیورسٹیاں تھیں، دور حاضر کا ایک جرمنی اور امریکی فلاسفر پوچھ سکتا ہے، کہ تم بتاؤ تم کیا ہو، تو کچھ جواب بن نہ پڑے گا، اور اب یہ ہمارے مسلمان عالم اپنے ماضی کو یاد کر کے اپنے بڑوں پر نوحہ خوانی کرتے رہتے ہیں، کبھی یہ شعر بھی پڑھتے ہیں ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے   یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے۔

[1] مثنوی مولانا رومی اس زمانے کے تصوف کی اچھی کتاب ہے جس کو آج بے فکرے مسلمان عوام کی محفلوں میں جھوم جھوم کر پڑھنے کا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں ؎ مثنوی مولوی معنوی ٭ ہست قرآن در زبان پہلوی، مگر صاف کہئے یہ قرآن سے بعید از بُعد ہے ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درج کرتے ہیں، اگر کسی کو یہ کتاب دستیاب ہو جائے تو وہ اسے دیکھ لے۔ دقیق فارسی جاننے والے نایاب ہوتے جا رہے ہیں

ایک بے نظیر محدث اور عالم جن کو شمس الدین زرک کہتے تھے، مصر سے حدیث کی چار سو کتابیں لے کر ملتان آ رہے تھے، اور ملتان سے دہلی جانے کا قصد رکھتے تھے، انہوں نے جب یہ بات سنی کہ ہندوستان کا بادشاہ جامع مسجد دہلی میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتا، تو وہ بہت رنجیدہ ہوتے اور شہر دہلی کے حالات سن کر ملتان ہی سے واپس چلے گئے، واپس جانے سے پہلے انہوں نے ایک رسالہ یا خط لکھ کر سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا، اس میں لکھا تھا کہ میں مصر سے دہلی کا ارادہ کر کے چلا تھا، کہ دہلی میں قیام کر کے علم حدیث کی اشاعت کروں گا، میں محض خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے آیا تھا، کہ لوگوں کو علم حدیث کی طرف متوجہ کر کے خیانت کرنے والے پیشہ ور مولویوں اور بد دیانت عالموں کی روایتوں سے نجات دلاؤں لیکن چونکہ آپ خود ہی نماز نہیں پڑھتے، اور نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے لہٰذا میں ملتان ہی سے واپس جا رہا ہوں، میں نے سنا ہے کہ آپ کے شہر میں احادیث نبوی پر کوئی عمل نہیں کرتا، میں حیران ہوں کہ جس شہر میں حدیث نبوی کے ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں کی ہدایتوں پر عمل کرتے ہیں، تباہ کیوں نہیں ہو جاتا، اور عذاب الٰہی اس پر کیوں نازل نہیں ہو جاتا، میں نے سنا ہے کہ شہر میں سیاہ رو و بد بخت مولوی فتوے اور نامعقول واقوال کی کتابیں کھولے ہوئے مسجدوں میں بیٹھے رہتے ہیں، اور روپیہ پیسہ لے کر لوگوں کو قسم قسم کے حیلے اور جھوٹی تاویلیں بتاتے رہتے ہیں، مسلمانوں کے حق کو باطل کرتے اور خود بھی غارت ہوتے ہیں، یہ تاریخ اسی زمانہ کی لکھی گئی ہے، جب سلطان فیروز تغلق کا عہد حکومت تھا، جو اس کے عہد کے نامور مورخ کی تاریخ ہے، اسی زمانے کی ایک کتاب "فتوحات فیروز شاہی" کے نام سے ملتی ہے، اور ہندوستان کے بیشتر کتب خانوں میں موجود ہے، اس زمانے کے ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوؤں کے عام اسلامی حالات کا اندازہ کرنے والوں کے لئے ہم تھوڑی سی عبارت نقل کرتے ہیں، ہمارا دل اس کا ترجمہ کرنے کو نہیں چاہتا، اہل علم پڑھیں، اور اس زمانے کے عالموں پر نوحہ کریں۔

قومے طباس دہریہ و ترک و تجرید مردماں را گمراہ می کردند و مریدے ساختند، و کلمات کفری گفتند طائفہ ملحداں و اباحتیاں جمع شدہ بودند، و خلق را بالحاد و اباحت دعوت می کردند و در شبے بمقام معین جمع می شدند، از مرداں محرم و غیر محرم و طعام و شراب درمیان می آوردند و می گفتند: این عبادت است، و زناں و مادراں و خواہراں بیک دیگر کہ دراں شب جمع می آوردند و جامہ ہر کہ بدست

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسے از ایشان مے اغوا می یاد زنا کردے، پیران ایشاں شیعہ بودند شیعی مذہباں کہ ایشاں را روافض می گویند بسبب رفض وشیعہ مرداں را دعوت می کردند ورسالہا وکتابہا درایں مذہب پرداختہ وتعلیم وتدریس پیشہ ساختہ بودند، وخلفاء راشدین وام المومنین عائشہ صدیقہ وجمیع صوفیائے کبار رضی اللہ عنہم راسب صریح وشتم قبیح می گفتند ولواطت می کردند قرآن مجید را ملحقات عثمانی می خواندند ورسم وعادتے کہ در دین اسلام جائز نیست، در شہر مسلمانان جلبت شدہ بود کہ عورات در ایام متبرکہ جماعت پالکی سوار وگردوں سوار وڈولا سوار واسپ سوار ودستور سوار فوج فوج وجوق جوق پیادہ از شہر بیروں آمدند وبمزارہا می رفتند۔

آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک مسلمانوں کے حالات کو پڑھ کر دل روتا ہے، کہ اس زمانے کے لوگ کتاب وسنت سے کس قدر دور جا پڑے تھے، کوئی کفر ایسا نہ تھا، اور کوئی شرک ایسا نہ تھا، کوئی بدعت ایسی نہ تھی، کوئی رسم ورواج ایسا نہ تھا جس کو مسلمان نہ کرنے لگے ہوں، مگر اسی زمانہ میں اللہ عزوجل نے کچھ تھوڑا سا سامان ایسا بنا دیا، کہ ایک ٹمٹماتا چراغ دہلی میں روشن ہو گیا جس نے شرک وبدعت کے محاذوں کو توڑنا، اور رسم ورواج کی اندھیریوں میں اجالا کرنا شروع کر دیا، چنانچہ مولانا اکبر شاہ صاحب اپنی مشہور کتاب قول حق میں تحریر فرماتے ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے ربع اول تک ہندوستان میں کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت کا کوئی کام اہتمام سے نظر نہیں آتا تھا، سلطان محمد تغلق نے تخت نشین ہو کر کتاب وسنت کی اشاعت کا خصوصی اہتمام وانتظام اپنے ہاتھ میں لیا، مراسم پرست قاضیوں، آبار پرست مفتیوں اور ہوا پرست اماموں کو موقوف کر کے ان کی جگہ مامور کرنے کے لئے کتاب وسنت سے واقف اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والے عالموں کی تلاش وجستجو شروع ہوئی، اور جہاں تک قابل آدمی مل سکے، مذکورہ عہدوں پر مامور کئے سلطان محمد تغلق کو سمجھدار اور کتاب وسنت سے واقف لوگوں کی کس قدر تلاش تھی، اور ایسے لوگوں کا ہندوستان میں کس قدر کال تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ اس کو جب یہ معلوم ہوا، کہ خواجہ نصیر الدین اودھی المعروف بہ چراغ دہلی، کتاب وسنت کے عالم اور احادیث نبوی پر عمل کرنے کے شائق ہیں، تو سلطان نے ان کو مجبور کیا، کہ وہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ اور زاویہ تنہائی کو چھوڑ کر سلطان کی مصاحبت اختیار کریں، اور اپنے علم حدیث سے دربار شاہی کو مستفیض ہونے کا موقع دیں، خواجہ ممدوح کی طرف سے انکار اور سلطان کی طرف سے اصرار ہوا، یہاں تک کہ اس انکار اور اصرار نے ترقی کر کے دونوں میں کشیدگی اور ناخوشی پیدا کر دی، اس باخدا روشن خیال اور تبیع کتاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسنت سلطان نے جب شرکیہ اور بدعیہ مراسم کے خلاف کوششیں کیں، تو تمام عالم نما جاہل اور مسلم نما بددین لوگ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے، اور اس سے بڑا یہ کہ سب سے بہتر سلطان کو بدنام کرنے اور اس کے تمام بنے ہوئے کاموں کو بگاڑنے کے لئے مراسم پرست صوبہ داروں، آبار پرست فوجی سرداروں نے اور نالائق منشیوں نے متفق ہوکر اور بہت سے خانقاہ نشینوں کو بھی اس سازش میں شریک کرکے سندھ کے ریگستان میں اس کا اور اس کی اولاد کا خاتمہ کر دیا، اور اس کے روشن خیال وزیر کو دہلی کے قریب بے دردی سے قتل کرکے اطمینان کا سانس لیا۔

(اخبار اہلحدیث دہلی، یکم مئی ۱۹۵۲ء)

رد تعاقب[1]

بر قبول دعوت ولی دختر

(از قلم حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ)

اہلحدیث ۱۸ فروری ص۱۰ میں بجواب حدیث ابن ماجہ فتوی دیا تھا کہ اس حدیث سے ثابت ہے، کہ لڑکی والوں کے گھر سے بطور ضیافت کے کچھ کھایا جائے، تو جائز ہے" اس پر ایک صاحب نے اخبار اہلحدیث ۲۵ مارچ کے ص۳ پر تعاقب کیا ہے، کہ "اس کھانے کا ثبوت سنت نبوی میں نہیں ملتا، اور علماء ایسے کھانوں میں شریک نہیں ہوتے، اور یہ اسراف و رسم ہے وغیرہ" اور حدیث ابن ماجہ کی یہ غلط تاویل کی ہے، کہ "اس میں کھانا کھلانے سے مراد دلہن (حضرت فاطمہؓ) کو کھلانا ہے کیونکہ کنواری لڑکیاں شرم سے کھانا نہیں کھاتیں، باراتیوں کا کھلانا اگر مراد ہوتا، تو آپ کی بیویاں ان کو کیسے کھلاتیں؟

اب ہر ایک شق میں مجملاً بحث کرتا ہوں، بحمد اللہ وتوفیقہ۔ شق اول و آخر یعنی اس دعوت کا ثبوت سنت نبوی سے نہیں ہے، اور یہ کہ حضرت فاطمہ کی شادی میں اطعمنا تمرا و زبیبا (ابن ماجہ ص ۱۳۹) سے مراد یہ ہے، کہ ہم نے حضرت فاطمہؓ کو کھلایا تھا، صحیح نہیں، بلکہ اس دعوت کا ثبوت سنت نبوی سے موجود ہے، اور حدیث مذکور میں باراتیوں کو کھلانا مراد ہے، چنانچہ یہی حدیث دوسری سند سے خمیس میں یوں مروی ہے۔ عن جابرؓ قال حضرنا عرس علیؓ وفاطمۃؓ فیھیا لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبیبا وتمرا فاکلنا الخ (ص ۴۱۱ ج ۱) جابر کہتے ہیں.

---

[1] جواب متعاقبہ مضمون تعاقب، اسی مضمون میں موجود ہے ۱۲ (مراز)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم (صحابہؓ) علی رضؓ و فاطمہؓ کی شادی میں حاضر ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (لڑکی کے والد) نے ہمارے لئے زیتون اور خرما مہیا کیا، پس ہم سب نے کھایا" اس سے زیادہ تفصیل سے قاضی عیاض نے احجری سے بروایت محمد بن حسین واقعہ نکاح فاطمہ یوں نقل کیا ہے

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بلالا بقصعۃ من اربعۃ امداد او خمسۃ وبذبح جزور لولیمۃ فاطمۃ رض قال فاتیتہ بذلک ثم ادخل الناس رفقۃ یاکلون منھا حتی فرغوا وبقی منھا فضلۃ فبرک فیھا وامر بحملھا الی ازواجہ وقال کلن واطعمن من اتاکن (سیرۃ احمدیہ) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کا ولیمہ کیا، اور اونٹ ذبح کرایا، اور تمام صحابہ کو کھلایا، پھر بچا ہوا اپنی بیبیوں کے پاس بھیج دیا اور فرمایا کہ تم آنے والی عورتوں کو کھلاؤ، اس حدیث سے سنت نبوی سے اس دعوت کا ثبوت واضح طور سے ہوتا ہے، نیز باراتیوں کا کھانا ثابت ہوتا ہے۔

شق ثانی و ثالث کہ علماء ایسے کھانوں میں شریک نہیں ہوتے، اور یہ اسراف و رسم ہے یہ بھی صحیح نہیں سنت نبوی کو کون اسراف و رسم کہہ سکتا ہے، رہے علماء، تو شاید آج کل کے بعض علماء ایسی دعوتوں میں شریک نہ ہوتے ہوں، ورنہ علماء سلف کا تو یہی ہمیشہ سے تعامل و تعارف رہا ہے، اور دعوت ہائے مسنونہ کی آٹھ، دس قسمیں کر کے علیحدہ علیحدہ نام رکھے ہیں، ملاحظہ ہو فتح الباری، منہاج نواوی اور نیل الاوطار وغیرہ، امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں۔ الولیمۃ التی تعرف ولیمۃ العرس وکل دعوۃ علی املاک او نفاس او ختان او حادث سرور الخ یعنی ولیمہ شادی کی دعوت، کسی چیز کو ملکیت میں دینے کی دعوت، بچہ پیدا ہونے کی دعوت، ختنہ کی دعوت، اور ہر نئے خوشی کے کام کی دعوت کو کہتے ہیں، عرس کی بابت صراح میں ہے، مہمانی عروسی، اور عروس کے معنی صراح وغیرہ میں یہ لکھے ہیں:۔

"عروس بالفتح زن و مرد نوساختہ" تو اس صورت میں مہمانی عروس دونوں طرف سے جائز ہوگی، اسی طرح دعوت املاک بھی یہی ہے، صراح میں ہے " املاک زن دادن"

مجمع البحار میں ہے الاملاک التزویج وعقد النکاح" پس یہ شامل ہے وقت تزویج اور وقت رخصتی دونوں کو لڑکی والا نکاح کے وقت دعوت کرے یا رخصتی کے وقت، امام شافعی کی تقریر سے دونوں ثابت ہوئیں، فقہاء بھی یہی کہتے ہیں، فتاوی ظہیریہ اور فتاوی عالمگیری میں ہے

وکذلک ان اتخذ ولیمۃ لزفاف ابنتہ فاھدی الناس ھدایا فھو علی ما ذکر من التقسیم۔ صراح میں ہے "زفاف عروس بخانہ شوی فرستادن"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ بریں لڑکی والے کے اقربا واحباب اور باراتی جو آتے ہیں، یہ سب ضیف اور زوہیں داخل ہیں، اور حدیث بخاری وغیرہ میں آیا ہے۔ ان لزورک علیک حقا اور من کان یؤمن باللہ و الیوم الاخر فلیکرم ضیفہ (الحدیث) کہ آنے والے کا حق ہے، اور مومن کی شناخت مہمان کی میزبانی کرنا ہے، چنانچہ نجاشی بادشاہ حبش نے حضرت ام حبیبہ کا نکاح اپنی تولیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، تو بعد نکاح سب کو کھانا کھلایا، طبری نے سیر میں نقل کیا ہے کہ جب نجاشی خطبہ وانعقاد نکاح سے فارغ ہوا۔ ارادوا ان یقوموا فقال اجلسوا فان سنۃ الانبیاء اذا تزوجوا ان یوکل طعام علی التزویج فدعا بطعام فاکلوا ثم تفرقوا (مواہب لدنیہ) یعنی نکاح ہو جانے کے بعد کھانا کھانا انبیاء کا طریق ہے پس کھانا منگوایا، اور سب کھا کر تب اٹھے، یہ واقعہ ایک لڑکی کے ولی (نجواے السلطان ولی من لا ولی لہ) کی جانب سے عہد نبوی میں ہوا، اور آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا، نہ نجاشی کا دیا ہوا پھر واپس کیا، پس یہ سنت تقریری ہوئی۔

اب میں یہاں شیخنا شیخ الکل فی الکل جناب حضرت میاں صاحب دہلوی مرحوم و مغفور کے خاص لکھے ہوئے ایک فتوی کی نقل کرتا ہوں، جو میری اور مولانا ایڈیٹر صاحب کی کیسی صاف تائید کر رہا ہے، وہو ہذا۔

حضرت میاں صاحب کا فتوے

صاحبان شریعت غراء و ماہران سیر و تعامل قرون ثلاثہ و واقفین موارد کلام عرب پر مخفی نہ رہے کہ والی دلہن کے مکان پر کھانا درست و مباح بلکہ مستحب و سنت بلکہ واجب ہے بروایت مسلم اذا دعا احدکم اخاہ فلیجب عرسا کان او نحوہ۔ یعنی عموم اجابت دعوی میں طعام والی دلہن کا بھی شامل اور داخل ہے، اور نیز اجابت دعوت والی دلہن کی روز برات کے ولیمہ املاک سے صاف استحباب ظاہر ہوتا ہے، اور معنی املاک کا لغت میں "خمیر بخت کردن و زن دادن" ہے جیسا کہ صراح وغیرہ کتب لغت میں مذکور ہے، اور نسبت زن دادن کی طرف والی زن کے صریح ہے فتح الباری میں ہے۔ ولیمۃ الاملاک ھو التزویج مغایر ھی ولیمۃ الدخول ھو العرس پس علاقہ ولیمۃ الاملاک کا جانب والی زن کے سمجھنا چاہیئے، اور وظیفہ ولیمۃ الدخول و ہو العرس کا طرف ناکح کے جاننا چاہیئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الجملہ دعوت دلہن کے مکان پر کھانا مباح ہے۔ اور منع و مکروہ نہیں بلکہ واجب ہے ان کے ان کے نزدیک جو فلیجب میں امر وجوبی کہتے ہیں علی الاطلاق تو امر فلیجب سے اجابت دعوت دلہن کے والی کی واجب ہو گی۔ اور تارک اس کا عاصی اور گنہ گار ہو گا۔ کما فی صحیح البخاری من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ۔ عن ابی ھریرۃ وھکذا فی صحیح مسلم وغیرہ۔ اور دعوت والی دلہن کی دعوت مادبہ کی دو نوع ہے اگر خاص دعوت اہل برات مردان ناکح کی طرف کی ہو گی، تو وہ "نقری" میں داخل ہے۔ اور جو وہ دعوت عام ہے، تو جفلی میں داخل ہے، اور یہ اسامی دعوت کے قرون ثلاثہ وقدماء مجتہدین اعلام ومحدثین کرام سے منقول یا درنامزد ہوتے ہیں، یہ محدث اور بدعت ہے۔ کما لا یخفی علی ماھو تعامل السلف من الصحابۃ والتابعین وعلی واقف لغات العرب۔ جاء الحق وزھق الباطل۔ پھر جو کوئی نادان از راہ جہالت کے اس دعوت کو حرام یا مکروہ جانے، تو وہ احکام شرعیہ سے جاہل ہے۔ اس کے حق میں واعرض عن الجاھلین پڑھنا چاہیے، واللہ اعلم بالصواب فقط۔ حررہ سید محمد نذیر حسین عفی عنہ[1]

اب میں اس سے زیادہ اپنی طرف سے کیا لکھوں؟ لعل فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ والسلام

(عاجز ابو القاسم بنارسی) ۱۳ مئی سنہ ۲۱ء

اعلان لڑکی والے کی طرف سے باراتیوں کو کھانا کھلانا شریعت محمدیہ کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ سنت نبوی ہے۔ اور یہی طریقہ ماثورہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے ہے، کیونکہ طعام ولیمہ جائز اور مسنون ہے، اور طعام ولیمہ کا اطلاق دونوں دعوتوں پر ہوتا ہے خواہ لڑکے والے کی طرف سے ہو یا لڑکی والے کی طرف سے (المشتہر پنجابی کارکن کمیٹی دہلی)

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارات کو جو کھانا لڑکی والوں کی طرف سے دیا جاتا ہے، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ کھانا عقد سے پہلے ہونا چاہیے، یا بعد؟ بینوا توجروا۔

الجواب احادیث صحیحہ میں دعوت قبول کرنے کی بہت تاکید ہے خصوصاً وہ دعوت جو عقد نکاح کی خوشی میں ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے۔[2]

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجیبوا ھذا

[1] اس فتوی کا حوالہ مطبوعہ جلدوں میں کیوں نہیں دیا؟ (اڈیٹر)

[2] بخاری ومسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدعوة اذا دعيتم لها. وكان ابن عمر رض يأتى الدعوة فى العرس وياتيها وهو صائم اکثر علماء قائل ہیں کہ ولیمہ کی دعوت سنت ہے متفق علیہ روایت[۱] ہے۔ شر الطعام طعام الوليمة تدعى لها الاغنياء وتترك الفقراء۔ ومن لم يجب الدعوة فقد عصى الله ورسوله حضور[۱] نے فرمایا، شر الطعام وہ ولیمہ کا کھانا ہے۔ کہ جس کے لئے اغنیاء بلائے جاتے ہیں، اور نقراء چھوڑ دیئے جاتے ہیں، پھر فرمایا، کہ جس نے دعوت قبول نہیں، اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے، کہ ایسا نہ کیا جائے، کہ اغنیاء بلائے جائیں، اور نقراء چھوڑ دیے جائیں ورنہ وہ طعام ولیمہ شر الطعام ہو جائے گا، اور یہ بھی ضرور ہے، کہ جب ولیمہ کی دعوت دی جائے، تو ضرور شرکت کی جائے، ورنہ خدا اور رسول کی نافرمانی ہوگی، جن علماء نے دعوت قبول کرنے کو واجب کہا ہے اس روایت سے بھی ان کا استدلال ہے، قاضی شوکانی نیل الاوطار میں کہتے ہیں

احتج[۳] بها من قال بوجوب الاجابة لان العصيان لا يطلق الا على ترك الواجب وقد نقل ابن عبد البر والقاضى عياض والنووى الاتفاق على وجوب الاجابة لوليمة العرس آگے پھر لکھتے ہیں۔ قال[۴] فى الفتح وصرح جمهور الشافعية والحنابلة بانها فرض عين ونص عليه مالك۔ دعوت ولیمہ قبول کرنے کی احادیث صحیح ہیں بہت تاکید ہے بعض میں ولیمۃ العرس کی قید ہے، بعض میں مطلق ولیمہ ہے لیکن ولیمۃ العرس میں کوئی قید نہیں ہے کہ زوج کی جانب سے یا زوجہ کی جانب سے جس کی جانب سے بھی ہو، قبول کرنا ضرور ہے، ولیمہ کے مفہوم کو سمجھنے سے احادیث کا مطلب واضح ہو جائے گا، قاضی شوکانی بعض ائمہ لغت سے نقل کرتے ہیں یقع[۵] على كل طعام يتخذ للسرور وتستعمل فى وليمة الاعراس بلا تقييد

دعوت کو قبول کرو، جب اس کے لئے بلائے جاؤ، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ شادی اور غیر شادی کی دعوت میں آیا کرتے تھے اور روزہ دار ہوتے تاہم آتے ۱۲ [۱] بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ سب سے برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے، کہ جس میں اغنیاء بلائے جاتے ہیں اور نقراء چھوڑ دیئے جاتے ہیں، اور جس نے بلا عذر دعوت قبول نہیں کی، اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی ۱۲ [۲] حضور نے فرمایا، کہ شر الطعام وہ ولیمہ کا کھانا ہے، کہ جس کے لئے (صرف) اغنیاء بلائے جاتے ہیں، اور نقراء چھوڑ دیئے جاتے ہیں ۱۲ ابو الفضل محمد عبد الحمید غفرلہ [۳] اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں، کہ دعوت کرنا واجب ہے اس لئے کہ عصیان کا اطلاق نہیں ہوتا، مگر ترک واجب پر، اور ابن عبد البر، قاضی عیاض، اور امام نووی نے نقل کیا ہے، کہ ولیمۃ العرس کی دعوت کے قبول کرنے کے واجب ہونے پر اتفاق ہے ۱۲ [۴] فتح میں ہے کہ جمہور شافعیہ اور حنابلہ نے تصریح کر دی ہے کہ وہ فرض عین ہے، اور اس پر امام مالک کی نص ہے ۱۲ [۵] ولیمہ کا اطلاق ہر طعام پر ہوتا ہے، جو خوشی میں کیا جاوے، اور ولیمۃ الاعراس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفی غیرھا مع التقیید یعنی ہر دعوت طعام کو جو خوشی کے موقع پر کی جاتے ولیمہ کہتے ہیں لیکن ولیمۃ الاعراس میں یہ لفظ مطلق استعمال ہوتا ہے، اور دوسرے ولائم میں قیودات مخصوصہ کے ساتھ بعبرآ گئے لکھتے ہیں وحکی[۱] ابن عبد البر عن اھل اللغۃ وھو المنقول عن الخلیل وثعلب وبہ جزم الجوھری وابن الاثیران الولیمۃ ھی الطعام فی العرس خاصۃ یعنی ابن عبد البر نے اہل لغت کا قول نقل کیا ہے، اور خلیل و ثعلب سے بھی یہی منقول ہے، اور جوہری و ابن الاثیر کا اسی پر اعتماد ہے، کہ خاص طعام عرس کو ولیمہ کہتے ہیں، مگر ان کے اقوال میں بھی کوئی قید نہیں، کہ طعام عرس عورت کی جانب سے ہو یا مرد کی جانب سے نکاح کی خوشی میں جس جانب سے بھی طعام ہوگا، وہ طعام ولیمہ ہے ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں۔

کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نجاشی نے حبشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد کیا، تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین ام حبیبہ کی طرف سے گوشت کا ولیمہ کیا، اور ابن حجر عسقلانی اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے اسمٰعیل بن عمرو بن سعید الاموی کے واسطے سے ام المومنین ام حبیبہ کے عقد کا قصہ نقل کیا ہے، اس میں ہے۔ وعمل لھم النجاشی طعاما فاکلوا یعنی نجاشی نے صحابہ رض کے لئے کھانا تیار کیا، اور صحابہ نے کھایا، مواہب لدنیہ میں ہے، کہ جب نجاشی نے مہر کے دینار حضرت خالد بن سعید کے سپرد کئے، اور حضرت خالد نے قبضہ کر لیا، تو سب نے اٹھنے کا ارادہ کیا، تو نجاشی نے کہا فقال اجلسوا فان سنۃ الانبیاء اذا تزوجوا ان یوکل طعام علی التزویج فدعا بطعام فاکلوا ثم تفرقوا۔ مولانا عبد الحی صاحب مرحوم مجموعہ فتاوی میں بعض استفتا کے جواب میں لکھتے ہیں، کہ بارات کے لوگوں کو کھانا کھلانا دلہن والوں کی طرف سے درست ہے، بلکہ یہی طریقہ ماثورہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے ہے، مدارج النبوۃ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے

الغرض لڑکی والے کھانا کھلائیں لیکن پہلے دعوت دے دیں، تو دعوت کا قبول کرنا علی اختلاف الاقوال واجب، فرض یا سنت ہوگا، وقت کی تعیین دعوت دینے والے کے اختیار میں ہے، مگر مذکورہ روائتیں اور مثنی روائتیں اس باب میں معلوم ہیں، ان سے اتنا معلوم ہوتا ہے، کہ ولیمۃ العرس

میں بلا قید استعمال ہوتا، اور دوسرے ولائم میں قید کے ساتھ۔ [۱] ابن عبد البر نے اہل لغت سے نقل کیا ہے، اور یہی خلیل و ثعلب سے مروی ہے اور اسی کا جوہری اور ابن الاثیر نے یقین کیا ہے، کہ ولیمہ کا وہی کھانا ہے، جو خاص شادی کے موقع پر ہو [۲] تب نجاشی نے کہا، کہ بیٹھیے۔ انبیاء کی یہ سنت ہے، کہ جب وہ لوگ تزویج کریں، تو تزویج کی خوشی میں کھانا کھایا جاوے اس کے بعد نجاشی نے کھانا منگوایا۔ اور صحابہ نے کھایا۔ تب لوگ منفرق ہوئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقد کے بعد ہی ماثور و منقول ہے، یہ جو کچھ لکھا گیا، دعوت قبول کرنے کا حکم ہے لیکن باوجود اس کے اگر منع کے وجوہ پائے جائیں، تو شرکت منع ہو جائے گی، جس طرح دوسری دعوتیں منع ہو جاتی ہیں، مثلاً حرام کے پیسہ سے دعوت دی جائے، سود خوار، رقاصہ، اور فاحشہ عورتیں یا اور کوئی جس کا پیسہ بالکل حرام کا ہو دعوت دے یا مثلاً دسترخوان پر شراب یا دوسرے محرمات ہوں یا رقص و سرود ہو، یا دعوت دینے والا مجاہر بالفسق ہو، یا دعوت سے مقصود ریا وسمعہ ہو اور مقصود مفاخرت ہو، یا جیسا کہ حدیث میں ذکر ہوا نام و شہرت کے لئے اغنیاء کو دعوت دی گئی ہو فقراء چھوڑ دیئے گئے ہوں، یا لڑکی والوں کی حیثیت نہ ہو، مگر برادری کے خوف یا لڑکے والوں کے دباؤ کی وجہ سے سودی یا غیر سودی قرض لے کر مجبوراً دعوت دی جائے، جب اس قسم کی باتیں دعوت میں شامل ہوں، تو کسی طرح کی دعوت ہو اس میں شرکت منع ہو جاتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے، کہ منکرات جس درجہ کے ہوں شرکت کا حکم اسی درجہ میں منع ہوگا، اصحاب الاحتساب وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، لہٰذا اگر وہ حرام قطعی ہیں، تو بعد علم کے شرکت بھی حرام ہوگی، مکروہات ہیں تو مکروہ ہوگی، اور اگر شرکت کے بعد منکرات کا علم ہو، تو اس میں تفصیل ہے، ہدایہ وغیرہ میں بالتفصیل مذکور ہے، واللہ اعلم، و علمہ اتم واحکم

(ابوالبرکات عبدالرؤف عفی عنہ قادری داناپوری)

(۱) جواب صحیح ہے، لڑکی والوں کی طرف سے براتیوں کو کھانا شرعاً جائز و درست ہے، بشرطیکہ ان خرابیوں سے پاک ہو، جن کا ذکر جواب کے اخیر میں ہے، اور یہ کھانا عقد سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے لیکن عقد کے بعد بہتر ہے۔ شمس العلماء، محمد یحیی عفی عنہ، مدرس اول مدرسہ عالیہ کلکتہ۔

(۲) صح الجواب واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔ نذیر الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

(۳) جواب درست ہے۔ محمد حسین۔ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ،

(۴) الجواب صحیح (مولانا) محمد یحیی (صاحب) مدرس اول مدرسہ حسینیہ دہلی،

(۵) الجواب صحیح (مولانا) محمد اسحاق (صاحب) واعظ مدرسہ حسینیہ، دہلی۔

(۶) الجواب صحیح۔ (مولانا) محمد خلیل الرحمٰن (صاحب) مہتمم مدرسہ حسینیہ، دہلی،

(۷) جواب مجیب درست ہے (مولانا) محمد غریب اللہ (صاحب) مدرس مدرسہ حسینیہ، دہلی

(۸) جواب ٹھیک ہے (مولانا) غلام محمد (صاحب) مدرس مدرسہ حسینیہ، دہلی،

(۹) الجواب المشروط صحیح (مولانا) غلام محمد شاکر (صاحب) مدرس مدرسہ حسینیہ، دہلی۔

(۱۰) الجواب صحیح (مولانا) محمد انور (صاحب) پرنسپل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل،

(۱۱) الجواب صحیح (مولانا) احمد اللہ (صاحب) مدرس مدرسہ دارالحدیث (رحمانیہ) دہلی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۲) الجواب صحیح (مولانا) محمد میاں (صاحب) مدرس مدرسہ العلوم المعروف بمدرسہ حسین بخش دہلی

(۱۳) جواب صحیح ہے (مولانا) عبدالرشید (صاحب) امام مسجد بارہ ٹوٹیٹی، صدر بازار، دہلی۔

(۱۴) الجواب حق (مولانا) محمد شفیع (صاحب) مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب، دہلی۔

(۱۵) الجواب صحیح (مولانا) محمد فاضل (صاحب) مدرس مدرسہ رحیمیہ عربیہ، دہلی

(۱۶) الجواب صحیح (مولانا) عبدالرزاق (صاحب) مدرس اول مدرسہ رحیمیہ، دہلی۔

(۱۷) الجواب حق (مولانا) ممتاز احمد (صاحب) مسجد آخون صاحب، فراش خانہ دہلی۔

(۱۸) الجواب حق (مولانا) عبدالرحمن (صاحب) مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری، دہلی

(۱۹) الجواب صحیح (مولانا محمد عبدالرحیم (صاحب) مہتمم مدرسہ رحیمیہ، صدر بازار دہلی۔

(۲۰) الجواب صحیح (مولانا) احمد اللہ (صاحب) مدرس مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔

(۲۱) الجواب حق (مولانا) محمد شریف اللہ (صاحب) نائب صدر مدرسہ عالیہ فتحپوری، دہلی

(۲۲) الجواب صحیح (مولانا) فخر احسن (صاحب) مدرس مدرسہ فتحپوری، دہلی۔

(۲۳) من اجاب فقد اصاب (مولانا) محمد اسمٰعیل (صاحب) دہلی

(۲۴) الجواب صحیح (مولانا) محمد اشفاق (صاحب) دہلی۔

(۲۵) المجیب مصیب واللہ مثیب (مولانا) عبدالرحمٰن (صاحب) مدرس مدرسہ امداد الاسلام، میرٹھ، صدر

(۲۶) الجواب صحیح والمجیب نجیح (مولانا) طاہر حسن (صاحب) مدرس مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ صدر

(۲۷) الجواب صحیح (مولانا) فیض الدین (صاحب) مدرس مدرسہ امداد الاسلام، میرٹھ صدر

(۲۸) الجواب صحیح (مولانا) اختر شاکا (صاحب) مدرس مدرسہ امداد الاسلام، میرٹھ صدر

(۲۹) جواب صحیح ہے (مولانا) محمد شفیع (صاحب) دارالعلوم دیوبند۔

(۳۰) الجواب صحیح (مولانا) محمد سفران حسین (صاحب) رام پور

(۳۱) جواب صحیح ہے (مولانا) محمد عبدالحفیظ (صاحب) ملیح آبادی، مدرسہ الٰہیات، کانپور

(۳۲) اصاب من اجاب (مولانا) عبدالوہاب (صاحب) ناظم دارالعلوم انوار احمدیہ آرہ

(۳۳) الجواب صواب (مولانا) محمد شفیع (صاحب) مدرس دارالعلوم انوار احمدیہ، آرہ۔

(۳۴) الجواب صحیح (مولانا) محمد ابراہیم (صاحب) مدرسہ دارالعلوم انوار احمدیہ، آرہ۔

(۳۵) لقد اصاب فیما اجاب (مولانا) احمد حسن (صاحب) انصاری خطیب جامع مسجد شملہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۶) جواب درست ہے (مولانا) غلام محمد (صاحب) شملوی، سابق وکیل ندوۃ العلماء مسجد کشمیریاں شملہ

(۳۷) لقد اصاب من اجاب (مولانا) ضیاء اللہ (صاحب) امام مسجد کشمیریاں، شملہ

(۳۸) جواب صحیح ہے (مولانا) محمد عبد الغنی (صاحب) مسجد قطب، شملہ

(۳۹) الجواب صحیح (مولانا) سرور حسین (صاحب) شملہ

(۴۰) الجواب صحیح (مولانا) غلام مصطفیٰ (صاحب) حکیم شاہی مسجد، لاہور

(۴۱) ھذا الجواب حق والحق احق للاتباع (مولانا) سید حبیب شاہ (صاحب) مدرس مدرسہ رحیمیہ، انار کلی، لاہور

(۴۲) جواب صحیح ہے (مولانا) محمد احمد (صاحب) قادری خطیب مسجد وزیر خاں، لاہور

(۴۳) ذلک کذلک (مولانا) ابو محمد دیدار علی (صاحب) المشہدی، امیر انجمن مرکزی حزب الاحناف ہند۔ لاہور۔

(۴۴) الجواب صحیح (مولانا) سید عبد اللطیف (صاحب) متعلم انجمن حزب الاحناف لاہور

(۴۵) الجواب صحیح (مولانا) سید احمد (صاحب) رضوی، ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

(۴۶) صحیح الجواب والمصیب مثاب (مولانا) محمد محبوب علی (صاحب) لکھنوی، لاہور

(۴۷) الجواب صحیح (مولانا) مفتی عبد القادر (صاحب) مدرس مدرسہ غوثیہ عالیہ، لاہور۔

(۴۸) الجواب صحیح (مولانا) عبد اللطیف (صاحب) ناظم مدرسہ دار العلوم، سہارنپور۔

(۴۹) برات کا کھانا بشروط مذکورہ بالا درست ہے (مولانا) عبد الغفور (صاحب) غزنوی، مدرسہ سلفیہ غزنویہ، امرتسر

(۵۰) لڑکی والے کی دعوت کھانا جائز ہے (مولانا) ابو الوفاء محمد ثناء اللہ (صاحب) امرتسری

(۵۱) دعوت کا قبول کرنا درست ہے (مولانا) غلام رحمانی (صاحب) مدرس مدرسہ تقویۃ الاسلام (امرتسر)

(۵۲) الاجوبۃ کلھا صحیحۃ بشروط المذکورۃ (مولانا) محمد حسین (صاحب) مدرس مدرسہ سلفیہ غزنویہ، امرتسر

(۵۳) الجواب صحیح (مولانا) ابو اسحاق نیک محمد (صاحب) مدرس مدرسہ سلفیہ غزنویہ تقویۃ الاسلام امرتسر

(۵۴) جواب صحیح ہے (مولانا) اصحاب الدین (صاحب) مدرس مدرسہ سلفیہ غزنویہ گھی منڈی امرتسر

(۵۵) الجواب صحیح (مولانا) عبد الحکیم (صاحب) خطیب جامع مسجد لالہ موسیٰ، ضلع گجرات، پنجاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵۶) الجواب صحیح (مولانا) فیض اللہ (صاحب) امام مسجد میاں سلطان علی صاحب میانوالی

(۵۷) قد اصاب من اجاب (مولانا) محمد فاضل (صاحب) معلم دینیات، اسلامیہ ہائی سکول لالہ موسیٰ گجرات، (پنجاب)

(۵۸) جواب صحیح ہے (مولانا) غلام رسول (صاحب) قادری (مولوی فاضل) معلم عربی اسلامیہ ہائی سکول منڈی آوان ضلع گجرات (پنجاب)

(۵۹) الجواب صحیح (مولانا) نعمت اللہ (صاحب) از موسیٰ چھنہ حال لالہ موسیٰ

(۶۰) جواب بالکل صحیح ہے (مولانا) حافظ محمد نورالدین (صاحب) مفتی جلالپور جٹاں

(۶۱) جواب صحیح ہے (مولانا) عبدالرحمن (صاحب) جلال پور جٹاں

(۶۲) ذلک کذلک وانا علی ذلک (مولانا) محمد عبدالکریم (صاحب) مولوی فاضل ونشی فاضل، جلال پور جٹاں گجرات)

(۶۳) ھذا الجواب صحیح والمجیب نجیح (مولانا) محمد عبدالسلام (صاحب) مولوی فاضل ونشی فاضل، جلال پور جٹاں

(۶۴) الجواب صحیح (مولانا) غلام محمود (صاحب) سکنہ پپلاں عقب ضلع میانوالی۔

(۶۵) فاضل مجیب کا جواب ہر لحاظ سے درست ہے (مولانا) قاضی محمد نورالعین (صاحب) جہلم (پنجاب)

(۶۶) جواب درست ہے (مولانا) حافظ نور محمد (صاحب) خطیب جامع مسجد جہلم۔

(۶۷) جواب درست ہے (مولانا) اصغر علی (صاحب) جہلم (پنجاب)

(۶۸) الجواب صحیح (مولانا) محمد انور (صاحب) پرنسپل جامعہ اسلامیہ ڈابیل

(۶۹) الجواب صحیح (مولانا) ابوالفضل محمد الحمید (صاحب) صدر مدرس وناظم مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ

(۷۰) جواب موافق کتاب اور صحیح اور صواب ہے (مولانا) محمد انور شاہ کا (صاحب) مدرس تعلیم الدین ڈابیل

(۷۱) طعام ولیمہ کا کھانا درست ہے، خواہ دولہا کی طرف سے ہو یا دلہن کی طرف سے قبل العقد ہو یا بعد العقد، لیکن بعد العقد بہتر ہے، بشرطیکہ موانع شرعیہ سے خالی ہو ولیمہ کو حرمت کا سبب ٹھہرانا زیادتی ہے، کیونکہ ہر حالت میں طعام ولیمہ بالذات مقصود ہوتا ہے، آیا ولیمہ ضمناً لاحق ہو سکتا ہے اور اس کی کوئی حد بھی مقرر نہیں ہے، بس اس لئے طعام ولیمہ حرام نہیں ہو سکتا

(خانصاحب مولانا) عبدالحمید (صاحب) عربک پروفیسر، چاٹگام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷۲) الجواب صحیح (مولانا) محمد خلیل الرحمٰن (صاحب) چاٹگام۔

(۷۳) الجواب صحیح (مولانا) ذوالفقار علی (صاحب) چاٹ گام

(اشتہار مطبوعہ جید برقی پریس دہلی)

(نوٹ)۔ اصل اشتہار ہمارے پاس ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

جواب سوال آپریشن

اخبار اہلحدیث ۲۰ شعبان میں افریقہ سے ایک صاحب نے دریافت کیا ہے کہ بعض مسلمانوں کا خیال ہے، کہ آپریشن کرانا اسلام میں منع ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواباً عرض ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے، اسلام میں مثلہ البتہ منع ہے یعنی کسی زندہ کے اعضاء بلا وجہ کاٹنے آپریشن (عمل جراحی) کی ممانعت نہیں ہے، دیکھو اسلام میں ختنہ کا حکم ہے جو سنت انبیاء ہے، یہ ایک قسم کا عمل جراحی ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپریشن ہوا ہے، جو تاریخ اسلام میں واقعہ شق صدر کے نام سے مشہور ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ و شکم چاک کیا گیا، اور اندرونی کثافت نکالی گئی، اور پھر ٹانکے لگا دیئے گئے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے، کہ اصحاب نے آپ کے شکم مبارک پر آخر عمر تک ٹانکوں کے نشان دیکھے، نیز غزوات نبویہ میں سے ایک غزوہ میں ایک صحابی کا ہاتھ دشمن کی تلوار سے کٹ کر لٹک گیا تھا، چونکہ اس کے پھر جم جانے کا یقین نہ تھا لہذا خود ہی ایک ہاتھ سے دوسرے کٹے ہوئے ہاتھ کو کھینچ کر پھینک دیا تھا اسی طرح جنگ یمامہ میں حضرت ثابت بن قیس رضی کی ٹانگ کٹ گئی تھی، چونکہ اس کے پھر درست ہو جانے کی امید نہ تھی، لہذا حضرت ثابت نے خود ہی اپنی ٹانگ کو کھینچ کر الگ کر دیا، ایسے بہت سے واقعات ہیں جو آپریشن کے ثبوت کے لئے پیش کئے جا سکتے ہیں (اہلحدیث ۱۳ مئی ۲۱ء)

استفتاء کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے بہشتی زیور کے حصہ چہارم کے ص۵ پر مسئلہ

"رات کو اپنی بی بی کے جگانے کے لئے اٹھا، مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا یا ساس پر، اور بی بی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا، تو اب وہ مرد اپنی بی بی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا، اب کوئی صورت جائز ہو سکنے کی نہیں ہے، اور لازم ہے کہ یہ مرد اب اس عورت کو طلاق دے دے"

تو سوال یہ ہے، کہ جب دونوں اس میں بے قصور ہیں، تو طلاق دینے کی کیا وجہ؟ کیونکہ مرد بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے قصور ہے، بھول کی وجہ سے اور کوئی قصور صورت پر بھی نہیں ہے۔

الجواب:۔ بہشتی زیور سے جو مسئلہ آپ نے نقل کیا ہے، یہ حنفیہ کی نزدیک اسی طرح ہے کہ اگر غلطی سے یا قصداً کوئی شخص اپنی لڑکی یا اپنی ساس کے بدن کو بغیر حائل (پردہ کے) ہاتھ لگا دے اور اس وقت اس کو خواہش (شہوت) ہو تو اس لڑکی کی ماں یا ساس کی بیٹی (یعنی ہاتھ لگانے والے کی بیوی) اس پر حرام ہو جاتی ہے اس میں اگرچہ بیوی کا قصور نہیں، اور غلطی ہو جانے کی صورت میں مرد کا بھی قصور نہیں، مگر حرمت کی وجہ دوسری ہے، جس میں قصور ہونے نہ ہونے کو دخل نہیں ہے حنفیہ کا مذہب یہی ہے، واللہ اعلم (محمد کفایت اللہ مدرسہ امینیہ دہلی)

امید ہے، کہ آنحضور مندرجہ بالا استفتاء اور جواب پڑھ کر اہلحدیث کے طریق سے، اور دیگر ائمہ دین کے خیال سے مسئلہ مندرجہ بالا پر روشنی ڈالیں گے (عبدالرحمٰن چاول فروش، زکریا اسٹریٹ کلکتہ)

ج:۔ مسئلہ ہذا اہلحدیث کے نزدیک صحیح نہیں، کیونکہ اس کی تائید قرآن یا حدیث سے نہیں ہوتی، یہ تو صرف دست درازی ہے بلکہ اگر فعل بھی کر گذرے، تو بھی مزنیہ کی ماں یا بیٹی فاعل پر حرام نہیں ہوتی شافعیہ کا مذہب بھی یہی ہے، کیونکہ زنا ایک فعل لازم ہے، اس کی سزا متعدی نہیں، اس فاعل اور مفعول کو شرعی سزا بے شک دو، مگر نکاح توڑ کر اس کی بیوی کو بیوہ کیوں کرتے ہو، واللہ اعلم۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۰ صفر ۱۳۴۶ھ)

ایک آریہ کا سوال اور اس کا جواب

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اہلحدیث، السلام علیکم۔ مزاج شریف۔

چند سوالات آریہ شخص نے کئے، جن میں ایک سوال یہ ہے، اور اس سوال کے کرنے سے حاضرین کی طبع میں اسلام کی طرف سے شبہات کا ذخیرہ جمع ہو گیا، بوجہ کم علمی و ناقص فہمی کے حاضرین کا عقیدہ ضعیف ہوا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام پر رکھنا منظور ہے، لہٰذا بذریعہ عریضہ ہذا خدمت میں سوال کو پیش کر کے شبہ کو اطمینان سے تبدیل کرنا چاہتا ہوں، امید ہے وہ جواب معقول و پسندیدہ و آسان عبارت میں مدلل تحریر فرما کر مستحق اجر جزیل ہوں گے۔ جو بندہ کی سمجھ میں دو دیگر حاضرین کے سمجھانے کے لئے کافی و تسلی بخش ہو، فہو ہذا۔

آریہ کہتا ہے، کہ خدا تعالیٰ کی ذات مسلمانوں کے نزدیک بے مثل ہے، اور واقعی ہے، مگر قرآن مجید کی بندگی کی نسبت جو عقیدہ اہل اسلام ہے، کہ آسمانی کتاب ہے، اور سب کتابوں سے افضل ہے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توسوال اس پر ہے، کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت رسول علیہ الصلوۃ والسلام تک جس قدر صحائف وآسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں، وہ قرآن مجید نے کیوں منسوخ کیں، اور خدا تعالیٰ کو کیا پہلی مخلوق جو قرآن سے محروم رہی عزیز نہ تھی، اور سب کے لئے ایک ہی کتاب قرآن مجید کیوں کافی نہ رکھی، جس سے معلوم ہوا، کہ اب کے مسلمان سے جو حضرت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت سے ہوئے ان سے بہ نسبت پہلوں کے زیادہ محبت اور زیادہ پیار ہے، تو پھر اس سے اللہ تعالیٰ کی توحید میں فرق آیا، اور دیگر اللہ تعالیٰ کو ترمیم کی کیا ضرورت پڑی، سب کے درجے اور سب کی جانیں کیوں مساوی الحال نہ رکھیں کیا اللہ تعالیٰ کی بھی ایسی ذات ہے، کہ کسی کو کسی بات کی نسبت کسی طرح کا حکم فرما دے، اور کسی کو کسی طرح کا، گویا ایک قول پر ثابت رہنے کی کیا وجہ، اور دیگر ایک ہی کتاب، اول سے آخر تک کیوں کافی نہ ہوئی جس سے قرآن مجید کے آسمانی وحمایت اللہ ہونے میں شبہ ہے، جواب با دلائل۔

(نیاز مند مبارک علی پٹواری حلقہ موضع لورنگ پور ڈاک خانہ بگھو وال ضلع جالندھر)

جواب:۔ قرآن مجید پہلی کتابوں کو مانتا ہے، مگر چونکہ ان میں دست تصرف ہونا ثابت ہے، چنانچہ رومن کیتھولک عیسائیوں میں جو بائبل مروج ہے، اس میں چند رسالے زیادہ ہیں، پروٹسٹنٹ عیسائیوں میں جو مروج ہے، اس میں کم ہے، اسی طرح اور تصرفات بھی ہیں، اسی لئے قرآن مجید بطور ایک رجسٹرڈ حکم کے نازل ہوا ہے۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ (یعنی تم لوگ اس قرآن کے تابع ہو، اور اس کے سوا دوسری کسی کتاب کے پیچھے نہ چلو) کیونکہ وہ مشتبہ ہو چکی ہیں، یہی معنی ان کی نسخ کے ہیں، ورنہ احکام کی بابت تو قرآن مجید خود کہتا ہے۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ۔ اس آیت میں اہل کتاب کے متعلق فرمایا ہے، کہ ان کو یہی حکم تھا، کہ خدا کی طرف یک سو ہو کر نماز پڑھو اور زکوۃ ادا کرو، یہی دو رکن اسلام میں عام ہیں۔

اصل میں منسوخ کے معنی نہ سمجھنے سے یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے یہ منسوخ اس طرح کا ہے جو کسی کاغذ کو مشتبہ پا کر اس کے مضمون کو دوسرے کاغذ پر صاف کر کے لکھ لیا جائے (اہلحدیث ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ)

قرآن کریم اور سائنس ـــــ ایک تشریحی مقالہ

(از قلم مولانا عبد الرؤف خان صاحب رحمانی جھنڈے نگری)

ہم اس دعوی میں حق بجانب ہیں، کہ قرآن کریم اور صحیح سائنس میں کسی طرح کا کوئی تضاد نہیں ہے آج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عموماً یہ خیال کیا جانے لگا ہے۔ کہ الہامی اور مذہبی کتابوں میں بہت سی باتیں خلاف عقل ہیں لیکن اس نکتہ کا خیال کم رکھا جاتا ہے، کہ ہم کیا، اور ہماری عقل کیا۔ پھر ایسی عقل سے خدا کے خلاف لڑائی، اور اس کی مذہبی کتاب سے دشمنی کہاں تک موزون ہوسکتی ہے، دراصل ہمارا مذہب دوستی اور خداشناسی میں طریقہ ہی الٹا ہے، ہم مذہب کو اس لئے غلط ٹھہرا دیتے ہیں، کہ فلاں مذہبی کتاب میں فلاں بات غلط اور خلاف سائنس ہے، لہٰذا وہ بات غلط ہے، اور جب وہ بات غلط ہوئی تو مذہب خودبخود غلط نکلا، حالانکہ چاہیے یوں تھا، کہ پہلے ضرورت مذہب سے مطمئن ہوتے، پھر عقل کے خلاف جو باتیں بظاہر معلوم ہوتی ہیں ان پر غور وخوض کرتے، نہ سمجھ میں آتی تو وہیں رک جاتے، اور اپنی عقل کو ناقص کہہ کر خاموش ہوجاتے، حدیث میں آیا ہے، کہ انسان سوچتا ہے، کہ سب عالم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ فرمایا کہ سوال کے اس نقطہ پر مرکب عقل کو لگام دینا اچھا ہے۔ بقول شیخ سعدی ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

طب کی کتابوں میں ایک جگہ یہ دیکھنے میں آیا، کہ شیخ الرئیس بوعلی سینا مدتوں اس غور میں رہا، کہ قلب گرم ہے اسے اوپر ہونا چاہیے، اور دماغ سرد ہے اسے نیچے ہونا چاہیے لیکن معاملہ برعکس ہے، خداوندی انتظام اور اس کی وضع وتعین کو عقل کے مطابق نہ پاکر بوعلی نے خلاف عقل ہونے کی آواز نہ اٹھائی، بلکہ حیران وسرگرداں ہونے کے بعد اپنی عقل کے نقصان اور اپنی رسائی کی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے فتبارک اللہ احسن الخالقین تلاوت کی، بہرحال مذہب شناسی کے غلط طریقوں پر چل کر عقل کو بدنام کرنے کے لئے بہت سے عقل دشمنوں نے یہاں تک لکھ دیا، کہ

"مذہب سائنس کی غضب آلود نگاہوں کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہیں لاسکتا"

(دیکھو ہندو لیڈروں کی تقریر کا اقتباس، مندرجہ پیام صلح ۱۲ ستمبر ۱۹۳۲ء)

اس کے مقابل یورپ کے عقلاء وفضلاء کی رائیں پڑھیں، جو سائنس کے علماء عصر کے پیشوا ہیں خود ان کی زبان سے سنیے، مسٹر جیمس نے برٹش ایسوسی ایشن میں سائنس پر جو خطبہ پڑھا، اس میں انہوں نے یہ بھی کہا، کہ:۔

تیس سال قبل سائنس کا زور اپنے علم پر تھا، آج سائنس کا زور اپنے جہل پر ہے، تیس سال قبل معجزات قابل مضحکہ تھے، آج معجزات ممکن، اغلب، بلکہ قطعی ہیں، عظمت ناپید اکنار کے جلوے صحیح سائنس کو خدا تک لارہے ہیں (صدق ۱۱ مئی ۱۹۳۴ء بحوالہ بائبل از ٹرو)

اس حقیقت کے پیش نظر یہ معلوم ہوتا ہے، کہ مذہب وخدا کی ہستی کے خلاف جس قدر اچھل کود سائنس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نام لے کر کی جا رہی ہے۔ یہ فریب خوردہ، ناتجربہ کار، غیر محققین لوگوں کی جاہلانہ روِیہ سے تعلق رکھتی ہے، ورنہ صحیح سائنس، اور درست عقل والے محققین کی رائیں اس سے بالکل جدا ہیں۔

ایک حقیقت کا اظہار مولانا امرتسری مدظلہ العالی اپنے رسالہ "شمع توحید" کے صفحہ ۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"آج سائنس کی تحقیق ہے، کہ ایک انچ بھر مربع ہوا اور پانی میں دس دس کروڑ کیڑے چلتے پھرتے ہیں" اس کے پڑھنے کے ساتھ ہی مجھے خیال گذرا کہ سائنس کی تحقیق ہے، اس لئے اس کے آگے پرستاران عقل کا سر خم ہے، ورنہ اگر یہ دعوی قرآن کریم میں کیا گیا ہوتا، تو مدعیان عقل و سائنس دنیا کے ہر کس وناکس کے آگے یہ کہتے پھرتے نظر آتے، کہ "دیکھو قرآن کے غلط ہونے میں کیا شک ہے، دیکھو قرآن والا کہتا ہے، کہ صرف انچ بھر جگہ میں سو دو سو کیڑے نہیں، ہزار دو ہزار کیڑے نہیں، لاکھ دو لاکھ کیڑے نہیں، کروڑ دو کروڑ کیڑے نہیں، بلکہ دس دس کروڑ کیڑے رہتے ہیں، بھلا یہ کوئی ماننے کی بات ہے، اگر کسی خاص مقام کی انچ بھر جگہ میں دس کروڑ کیڑوں کا اقرار قرآن کرتا، تو مان بھی لیا جاتا، لیکن جب اس کا دعوی ہے، کہ بلا امتیاز ہوا اور پانی کروں کی ہر انچ برابر جگہ میں دس دس کروڑ کیڑے رہتے ہیں، تو اب خلاف مشاہدہ و خلاف عقل بات کو کیسے مان لیا جائے، وغیرہ" لیکن آج چونکہ سائنس مدعی ہے، اس لئے سر تسلیم خم ہے۔

بعد قیل وقال مجھے یہ حقیقت گوش گذار کرنی ہے، کہ قرآن کریم کا کوئی اصول بھی عقل خالص و کامل کے خلاف نہیں، مثال کے طور پر نمبر وار چند معروضات پیش ہیں۔

دعوی سائنس سورج غروب نہیں ہوتا، بلکہ کسی نہ کسی جگہ ہر وقت نکلا رہتا ہے، لیکن قرآن کہتا ہے، کہ آفتاب غروب ہوتا ہے، اور وہ بھی دلدل میں۔

جواب قرآن کریم پر یہ افتراء ہے، کہ وہ آفتاب کو دلدل وغیرہ میں غروب ہونا مانتا ہے، قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے، کہ اوٹ میں پڑ جانے سے آفتاب غروب ہوتا نظر آتا ہے لیکن جہاں آفتاب پر کوئی اوٹ نہیں ہوتی، وہاں اسی گھڑی آفتاب طالع رہتا ہے۔

ذوالقرنین کے قصہ میں ارشاد ہے، کہ غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے، تو آفتاب سیاہ رنگ کے پانی میں ان کو ڈوبتا دکھائی دیا، اس کے آگے ارشاد ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا (ترجمہ یہ ہے) کہ جب طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے، تو آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا، جن کے لئے ہم نے آفتاب پر کوئی آڑ نہیں رکھی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین کرام! آفتاب کو اس قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لئے ہم نے آفتاب پر کوئی آڑ نہیں رکھی، کے الفاظ خود گواہ ہیں، کہ آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا، البتہ جن کی اوٹ میں آفتاب پڑ جاتا ہے، ان کو غروب ہوتا معلوم ہوتا ہے، اور جہاں اوٹ نہیں ہوتی، وہاں آفتاب طالع دکھائی دیتا ہے۔

چونکہ ہیئت قدیم وجدید (سائنس) دونوں میں مسلم ہے، کہ آفتاب کا کرہ دنیا سے بہت بڑا ہے اس لئے مفسرین کرام نے صاف لکھا ہے، کہ آفتاب کا کسی جگہ پر غروب ہوتے دیکھنا محض دیکھنے والے کی نظر کا خیال ہے، چنانچہ جلالین میں لکھا ہے۔ دغروبہا فی العین حماٴ فی اعظم من الدنیا۔ اسی طرح خازن، معالم، ابن کثیر وغیرہ میں تصریح ہے، پس معلوم ہوا، کہ قرآن مجید ہی نظریہ پیش کرتا ہے، جسے سائنس نے مدتوں میں حل کیا ہے۔

(۲) سائنس کا دعویٰ ہے، کہ زمین متحرک ہے، مگر قرآن کریم کہتا ہے، کہ زمین حرکت کرتی تھی پس ہم نے پہاڑ کا میخ گاڑ دیا، چنانچہ سورہ نبا میں کہا ہے

وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (الآیۃ)

جواب قرآن مجید میں اگر میخوں کے گاڑنے کا ذکر موجود ہے، تو حرکت کا انکار اس سے کیسے معلوم ہوا، جس قدر مضبوط یہ میخ گڑی ہوگی، اسی قدر زمین کی حرکت کا نظام درست رہے گا، کیونکہ خداوند کریم نے پہاڑوں کی نسبت لکھا ہے، کہ وہ برابر تیزی سے حرکت کر رہے ہیں، پس جس کے ساتھ یہ مضبوط میخ گڑی ہوئی ہے، وہ بھی اس کے ساتھ سرعت حرکت میں برابر کی شریک ہوگی، پس زمین کی حرکت کا انکار قرآن کریم کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں، آیت کریمہ یہ ہے۔

وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (سورہ نمل ۲۰) اے مخاطب تو پہاڑوں کو سمجھتا ہے، کہ وہ اپنی جگہ پر گڑے اور جمے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ تو بدلی کی طرح اڑ رہے ہیں، یہ اس اللہ کی زبردست کاریگری ہے، جس نے ہر شے کو مضبوط بنایا۔

علاوہ اس کے خود پہاڑ بھی زمین کی ایک قسم ہے، دیکھو ہدیہ سعیدیہ وغیرہ۔

آسمانی کروں میں انسانی آبادی سائنس دوسرے آسمانی کروں پر انسانی آبادی مانتا ہے، مگر قرآن کریم دیگر آسمانی کروں پر انسانی آبادی نہیں، بلکہ جنت، دوزخ، عرش یا لے دے کے فرشتوں کا وجود تسلیم کرتا ہے لیکن انسانی آبادی کا قائل نہیں، کیونکہ قرآن آسمان کو انسانی مستقر ہی قرار نہیں دیتا، بلکہ صرف زمین کو انسانی آبادی کے لئے مستقر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے، جیسا کہ لکھا ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (البقرۃ) اور ایک جگہ لکھا ہے۔ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (اعراف) زندگی اور موت وغیرہ سب اسی زمین پر ہوگی۔

جواب سائنس کا یہ دعویٰ کہ دوسرے کروں میں انسانی آبادی ہے، اب تک دعویٰ ہی کی شکل میں ہے، سائنس کی ایک مخصوص شاخ علم ہیئت کی زبان سے صرف اتنا سننے میں آیا ہے، کہ صرف کرہ مریخ کی سطح پر کچھ نشانات لکیروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں جنہیں نہروں سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن یہ نہریں پتلی ہیں یا چوڑی یا دونوں طرح کی، اس میں ماہرین فن کا شدید اختلاف ہے
(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۴ ص۱۹۶ طبع چہار دہم بحوالہ صدق ۱۲ دسمبر ۳۷ء)

لیکن اگر بالفرض سائنس کا دعویٰ واقعات کی صورت میں مدلل ہو جائے، تو بھی قرآن کریم اس کا مخالف نہیں، اور فرشتوں کے وجود کے ساتھ انسانی آبادی کا منکر نہیں، فرمایا۔ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ (سورہ نحل پ ۱۴) یعنی اللہ کے زیر حکم ہیں وہ دابہ جو آسمانوں میں ہیں، اور جو زمین میں ہیں، اور فرشتے بھی اسی کے زیر حکم سجدہ ریز ہیں، ایک اور جگہ فرمایا ہے
وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَابَّةٍ (سورہ شوریٰ پ ۲۵)
اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیلوں میں سے ایک دلیل آسمانوں اور زمین کی خلقت اور ان دونوں میں دابہ (چلنے پھرنے والے جانداروں) کا پھیلانا ہے۔

نوٹ:۔ دابہ ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو کہتے ہیں جس میں انسان اور بقیہ حیوانات سب شامل ہیں، بدلیل وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ (الآیۃ) پس اس بارے میں قرآن کریم کو مخالف کہنا شدید افتراء ہے

(۴) نزول بارش سائنس کا دعویٰ ہے، کہ پانی آسمان سے نہیں برستا، بلکہ بارش ان بخارات کی ریزش کا نتیجہ ہے، جن کو ہوا اٹھا کر اوپر بلند ہوتی ہے، اور خاص شکل ابر کی صورت دے دیتی ہے، لیکن قرآن کریم کہتا ہے، کہ ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں۔

جواب قرآن کریم نے بارش کی ساری ترتیب اور اس کی تیاری کا پورا نقشہ جو بتلایا ہے، وہ نہایت درست، اور سائنس صحیح کے بالکل مطابق ہے، سورہ روم اور سورہ نور میں بہت مفصل حال بدلی کی تیاری کا ملتا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ (روم پ ۲۱) اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے، جو بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اللہ تعالیٰ ان کو پھیلاتا ہے، اور تہ بتہ کرتا ہے، پس تو دیکھتا ہے، کہ مینہ اس کے درمیان سے نکلتا ہے اور فرمایا۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (سورہ حجر)

منتہی الارب اور نہایہ ابن اثیر میں لاقح کے معنی لکھا ہے، کہ وہ ہوا جو بادلوں کی تکوین کرتی ہے۔

پس اس لغوی ترجمہ کے مدِ نظر آیت کریمہ کا معنی یہ ہے، خداوند عالم ایسی ہوائیں بھیجتا ہے، جو پانی کے بخارات کو لے کر آسمان پر بلند ہوتی ہیں، اور بادلوں کو بناتی ہیں، جن سے پانی برستا ہے، اب بخارات کی تیاری میں، اور اس کے کروڑوں ٹن پانی کے ٹھنڈا کرنے میں ہوا ہی کا دخل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بادلوں کی تیاری کے بیان میں ہوا ہی کے تصرفات کا بیان کیا ہے۔

فرمایا۔ وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ (سورہ بقرۃ) اس آیت میں ہوا ہی کی طرف سارے ہیر و پھیر اور ردو بدل کا انتساب ہوا ہے، اور سائنس بھی بادلوں کی تکوین میں ہوا کی کارگذاریوں کی قائل ہے

پس قرآن کریم کی طرف یہ انتساب کہ وہ کسی علمی انکشاف اور عقل صحیح کی تحقیق کے خلاف ہے بالکل غلط ہے، زاد المعاد جلد ثانی ص۳۷ پر زمین سے بخارات کے جانے اور بدلی کی تکوین کی بابت بالکل معقول بالتحقیق مندرج ہے۔

(۵) ہر چیز کے جوڑے

ناظرین! قرآن کریم نے دعوی کیا تھا کہ ہر ایک چیز کے جوڑے ہوتے ہیں، آج سائنس بھی اس کی تائید میں ہے، ارشاد ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ (سورہ یٰسین)

پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے ہی جوڑے پیدا کئے، یہاں تک کہ زمینی پیداوار سبزیوں کے بھی اور انسان کے بھی، اور ان چیزوں کے بھی جنہیں لوگ ابھی نہیں جانتے۔

آج سائنس کہتا ہے، کہ پھل، پھول، گھاس، یعنی ہر چیز کے جوڑے ہیں، حتی کہ جراثیم کے بھی جوڑے ہیں اور ریت اور بالو کے ذرات کے بھی جوڑے ہیں، اور زندگی کے چھوٹے چھوٹے کیڑوں کے بھی نر و مادہ ہیں، جن کو انسانی نگاہیں نہیں پا سکتیں، صرف خوردبین سے نظر آتے ہیں

(۶) تسبیح و عبادت

قرآن کریم نے دعوی کیا تھا کہ ہر ایک خواہ درخت ہوں یا تارے اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں، فرمایا۔ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ، اور فرمایا۔ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ اب جا کر سائنس کے ایک ماہر کے مشاہدہ میں تسبیح نباتات کا مسئلہ آیا، امرت بازار پتر کا" کلکتہ ۶، دسمبر ۱۹۳۵ء کے پرچہ میں لندن کے روزنامہ "ڈیلی ٹیلیگراف" کا ایک نوٹ نقل ہوا ہے، اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جب مسٹر گاندھی نے اول بار سر جگدیش (سائنس کے مشہور ماہر) کے دار التجربہ کا کلکتہ میں معاینہ کیا آفتاب غروب ہو رہا تھا، اور مسٹر گاندھی نے حسب معمول پرارتھنا کا ارادہ کیا، مسٹر جگدیش بھی اپنے شاگردوں سمیت پرارتھنا میں شریک ہوئے اس وقت ماہر سائنس نے حیرت سے دیکھا، کہ تاڑ کے درخت کی ٹہنیاں بند ہو رہی ہیں، جس طرح کہ پرارتھنا کے وقت ہاتھ باندھے جاتے ہیں"

ان چند عبارات کے پیش نظر یہ اندازہ لگانا آسان ہو گیا کہ قرآن کریم نہ تو خود کسی علمی انکشاف کا مخالف ہے، اور نہ ہی قرآن کریم کے بیان کردہ اصول علمیہ پر حرف گیری کا کچھ موقعہ ہے، سچ فرمایا اللہ جل شانہ نے لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ○

(اہلحدیث۔ یکم ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

س:۔ بکرا خصی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے، تو آیت قرآنی وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ کا کیا مطلب؟ اگر ناجائز ہے، تو اس حدیث کے جس میں آپ نے خصی کی قربانی پسند کی ہے کیا معنی؟ قربانی کا جانور صحیح، بے عیب اور کل عضو تمام ہونا چاہیے پس جس جانور کا ایک عضو مخصوص نہ ہو، اس کے جائز ہونے میں کیا مصلحت؟

(خلیل احمد ناظم انجمن اہل حدیث مرزا پور خریدار نمبر ۷۲۰۲)

ج:۔ خصی کرنا جائز ہے، اور آیت میں تغیر خلق اللہ سے مراد ہے تبدیل فطرت یعنی بجائے توحید کے شرک اختیار کرنا، جیسے فرمایا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، جسمانی تغیر مراد ہو، تو ناخن کٹانا اور بال منڈانا بھی ناجائز ہو گا، حالانکہ قرآن مجید کے اشارۃ النص سے یہ جائز ہے، غور سے پڑھیے۔ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ (۲۳ رجب ۱۳۴۲ھ)

تعاقب بر خصی

اخبار اہلحدیث ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ میں سوال نمبر ۲۸ کے جواب پر جو تعاقب اخبار اہلحدیث ۹ ذی الحجہ میں ہوا، آپ نے اس کے جواب میں جو تحریر فرمایا کہ جانور کو تکلیف شدید اور نسل منقطع ہوتی ہے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر تغیر بھی ثابت ہوتا ہے، لہٰذا از روئے رحم یہ فعل ناپسند ہے۔" اگر ایسا ہے، تو بہت سے افعال اور واقعات میں بے رحمی پائی جاتی ہے جیسے قصابوں کا کام ہے، جانوروں کو ذبح کرنا، اس لئے اگر نر جانور ذبح کرے تو نسل منقطع ہوتی ہے، اور جانور کو تکلیف شدید بھی ہوتی ہے، اور جانوروں کو نکیل دینا وغیرہ، اور جنگلی حرام

لے تعاقب کا جواب مرحوم نے نہیں دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ مرحوم کے نزدیک تعاقب صحیح ہے۔ ۱۳۴۰ھ رجب ۱۳۴۲ھ میں مرحوم خود بھی یہ لکھ چکے ہیں۔ ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانوروں کو کوئی آدمی خصی نہیں کرتا ہے، اور ایک ایک جانور کے آٹھ آٹھ، دس دس بچے بھی پیدا ہوتے ہیں، تو بھی دنیا میں حلال جانوروں کی نسبت حرام جانور بہت ہی کم ہیں، اور حلال جانور باوجود اتنے خصی کرنے کے اور ایک ہی بچہ ہونے کے بھی دنیا میں بہت زیادہ ہیں۔

اور علاوہ اس کے جانور خصی نہ کرنے سے بت پرستی کی امداد ہوتی ہے، اس لئے کہ اگر مسلمان لوگ ان کو بتوں کو نہ دیں، تو ان کو ملنا مشکل ہوگا، اس لئے کہ بت پرست لوگ بتوں کو کم پالتے ہیں، اور روایت مذکورہ مسند بزار کی پوری سند سے مروی نہیں، کہ صحیح و ضعیف پہچانی جاوے، صرف قاضی شوکانی کی صحت پر کیا اعتماد؟ اور روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے بھی خلاف ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبہ خصی سے قربانی کی، اور صدقہ اور زکوۃ میں نر جانور لینے کو منع فرمایا، تاکہ اس کی قیمت کم نہ ہو، اور فقراء و مساکین اور دوسرے حقداروں کی حق تلفی نہ ہو، اس لئے کہ خصی جانور کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، اور مسلمان کو فائدہ پورا حاصل ہو جائے، اس لئے میں عرض کرتا ہوں، کہ اس کے جواب میں جناب کو فکر کرنا ضروری ہے، تاکہ بت پرستی کی حمایت نہ ہو، اور مسلمان کو فائدہ پورا حاصل ہو، والسلام (محمد عبدالواحد، ساکن بانو نیل، ڈاک خانہ ہا بڑا)

(اہلحدیث امرتسر ۶ صفر ۱۳۴۶ھ)

تعاقب

جو سانڈ مشرکین بہ نیت فاسد چھوڑیں، جب وہ مسلم کے ہاتھ میں آ جاوے گا، تبادلہ ید سے حکم اس کا بدل جائے گا، بلکہ وہ مسلم کی ملک ہو جائے گا، تبادلہ ید سے حکم شرعی بدل جاتا ہے، جس طرح کہ بریرہ رض کا صدقہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہدیہ ہو گیا، آپ نے اس سانڈ کو وما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل کیا ہے، میں اس کا مخالف ہوں، ما اہل کا حکم صرف اس وقت تک رہے گا، کہ تبادلہ ید نہ ہو (یونس خاں ساکن دنادلی، ضلع علی گڑھ)

جواب

تبادلہ ید (ہاتھ کی تبدیلی) اس جگہ معتبر ہوتا ہے، کہ پہلے شخص پر وہ چیز حلال ہو، بریرہ رض پر صدقہ حلال تھا نہ حرام، سانڈ تو پہلے شخص پر بھی حرام ہے، اس لئے یہاں تبادلہ ید کا قیاس صحیح نہیں۔

(اہلحدیث امرتسر ۹ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ)

القاسم میں سوال و جواب

اور اس کی تنقید

مدرسہ دیوبند سے ماہوار ایک رسالہ القاسم نکلتا ہے، جس میں عموماً مضامین تاریخی ہوتے ہیں، اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفعہ (شوال) کے پرچہ میں ایک سوال اور اس کا جواب مذہبی رنگ میں نکلا ہے، ناظرین اہلحدیث کے خاص مذاق کا ہونے کی وجہ سے اس قابل ہے، کہ ان تک پہنچایا جائے، امید ہے، کہ ناظرین اس مضمون کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے، اور اس کے بعد اس کی تنقید پر بھی غور فرمائیں گے۔

سوال: "حقیقت اور بطلان واقعی اعتبار معتبر پر مبنی نہیں ہے، اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جب مذاہب اربعہ کی حقیقت پر غور کرتا ہوں، تو عقل نارسا ادراک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے، کیونکہ ان مذاہب میں باہم بعض ایسے مسائل نظر آتے ہیں، جن میں کم از کم نسبت تضاد کی پائی جاتی ہے، اور یہ مسلم الثبوت امر ہے، کہ دو ضدیں جمع نہیں ہو سکتیں، پس ان مذاہب کو حق تسلیم کرنے پر واقع ہے، اجتماع اضداد حالت واحدہ میں لازم آتا ہے، جس کا بطلان ظاہر ترین ہے اور یہ بھی ظاہر ہے، جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، کہ حقائق واقعیہ پر حیثیات زائدہ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، پس ان کے حق ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے" (الفقیہ ص۱)

تشریح: اس سوال کا مطلب یہ ہے، کہ جو بات واقع میں صحیح ہے، ہر حال میں صحیح ہے، کوئی اسے صحیح مانے یا نہ مانے، جن پیغمبروں کی تعلیم کو کفار نے نہیں مانا، وہ تعلیم واقع میں صحیح تھی گو اسے کسی نے نہ مانا، یا مانا تو کم مانا، اور جو غلط ہے، وہ ہر حال میں غلط ہے، چاہے اسے ساری دنیا مانے، غرض صحت اور غلطی ماننے یا نہ ماننے پر موقوف نہیں، بلکہ وہ اصلیت کے تابع ہے، یہ اصول اور مذاہب میں تو اپنا نمود اور اثر دکھاتا ہے دیگر مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) میں اس کا اثر معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے، کہ سارے مذاہب حق ہیں، حالانکہ ان میں بہت سے مسائل ایسے ہیں، کہ اگر ان کی ایک جانب صحیح ہے، تو دوسری یقیناً غلط، مثلاً قرأت خلف الامام میں حنفی مذہب اگر صحیح ہے، کہ امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا چاہیے، تو شافعیہ کا مذہب غلط ہے، کہ ضرور پڑھنا چاہیے، اب جو ہم ان دونوں باتوں کو صحیح سمجھیں، تو اصول مذکورہ کے خلاف حق و باطل کی حقیقت کو ہم نے واقع سے ہٹا کر اپنے خیالات کے تابع کر دیا، جو کسی طرح جائز نہیں، پس یا تو اصول مذکورہ کو چھوڑ دیجئے، یا اس خیال کو ترک کیجئے، کہ سارے مذہب حق پر ہیں۔

اس کا جواب فاضل لبیب نے جو دیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے، کہ مجتہد کی بابت یہ اصول ہے، کہ وہ جب کوشش کر کے کوئی حکم معلوم کرے، تو گو واقع میں غلط ہو تاہم اس مجتہد کو بھی ثواب ملتا ہے چنانچہ بعد طویل تمہید اور کئی ایک امور ذکر کرنے کے فاضل مجیب کے خاص الفاظ یہ ہیں:۔

شیخ تقی الدین ابن دقیق العید فرماتے ہیں، کہ مجتہدین کے واسطے ہر ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم ہیں، ایک یہ کہ اس واقعہ کے متعلق خدا کا جو کچھ حکم واقع میں ہے، جس کی طرف راہ نمائی کرنے والے لطیف اشارات و امارات بھی اس نے اپنے کلام میں اور اپنے رسول کے کلام میں نصب فرما دیئے ہیں، اس کو معلوم کریں، دوسرا یہ کہ ہر مجتہد بعد اپنی پوری قوت اجتہاد اور انتہائی کوشش صرف کر لینے کے جس نتیجہ پر پہنچے، وہی اس کے حق میں واجب الاتباع ہے، پس وہ مجتہد جو ایک مسئلہ اجتہادی میں پوری ہمت صرف کر لینے کے بعد بھی حق تعالیٰ شانہ کے صحیح منشا اور مطلوب پر مطلع نہ ہو سکا، اگرچہ اس حکم اول کے فوت ہونے کے اعتبار سے جس کا معلوم کرنا ہر مجتہد کے ذمہ لازم تھا، مخطی کہا جا سکتا ہے، لیکن دوسرے حکم کے لحاظ سے ہر ایک مجتہد کو مصیب بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ جو کچھ اس نے اپنے علم اور اجتہاد سے معلوم کر لیا، اس کے حق میں اب وہی واجب الاتباع قرار دیا گیا ہے، تو جن لوگوں نے "کل مجتہد مصیب" کی آواز بلند کی، اگر ان کی غرض یہی ہے جو اب ہم نے بیان کی، تو بلا شبہ اس میں تمام اہل سنت والجماعت ان کے ساتھ متفق ہیں، اور یہی وجہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں کوئی صحابہ دوسرے پر مسائل اجتہادیہ میں اختلاف رکھنے کی وجہ سے ملامت یا طعن و تشنیع نہیں کرتا تھا، اور تضلیل یا تبدیع تو کجا ایک کی طرف سے دوسرے کی تاثیم بھی نہ ہوتی تھی، بلکہ ایسے اختلافات کو توسع اور رحمت جان کر ایک دوسرے کے ساتھ نہایت رواداری کا برتاؤ کرتے تھے، خود احناف کی کتابوں میں بجز ایسی صورتوں کے جن میں فساد نماز کا مظنہ غالب ہو، اقتداء حنفی کی شافعی کے پیچھے اور شافعی کی حنفی کے پیچھے جائز رکھی گئی ہے، اور بعض مسائل میں جہاں فقہاء نے زمانہ کو شرعاً رخصت اور تیسیر کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، دوسرے ائمہ کی اقوال کو معمول بہا بنایا گیا ہے، کیونکہ کسی خاص امام کی تقلید کے لازمی معنی اگرچہ اس امام کے مذہب کو صواب اور راجح کہنا ہے، لیکن پھر بھی احتمال خطا کا اعتراف اور دوسرے امام کے اجتہاد کے متعلق احتمال صواب کی تصریح موجود ہے، اگر خاص خاص شرعی مصالح جن کا ادراک فقہاء کر سکتے ہیں، اس طرف داعی ہوں، کہ بعض مسائل میں دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دیا جاوے، تو پھر آخر اس احتمال خطا و ثواب سے فائدہ اٹھانے کا اور کونسا موقعہ ہے۔

اس لئے یہ محفوظ رکھنا چاہیئے، کہ باوجودیکہ حق عند اللہ کے اعتبار سے ہر ایک مسئلہ میں کوئی ایک ہی مجتہد مصیب ہوتا ہے، لیکن عملاً سب حق پر ہیں، یعنی حق تعالیٰ شانہ نے یہ وسعت دی ہے، کہ یہ مجتہد اپنے اجتہاد کے اوپر عمل کرے، اگرچہ اس کا اجتہاد باوجود پوری کوشش کے ٹھیک نشانہ پر نہ بیٹھا ہو،

لہ اہل حدیث عرصہ سے اسی کوشش میں ہے، کہ علماء میں یہ روش پیدا ہو کہ اختلاف رائے کو مخالفت اور شقاق تک نہ پہنچایا کریں (اڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمثیلاً یوں سمجھو، کہ کعبہ نفس الامر میں ایک معین مکان کا نام ہے، اور اسی کا استقبال شریعت نے نماز میں ضروری قرار دیا ہے۔ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لیکن جس وقت سمت کعبہ ٹھیک معلوم نہ ہو، تو بعد تحری کے جو سمت معین ہو، اسی کا استقبال صلوۃ کے لئے کافی سمجھا گیا ہے، اور ظاہر ہے، کہ ہماری تحری جس طرف ہو، ضروری نہیں، کہ نفس الامر میں خانہ کعبہ بھی اسی طرف منتقل ہو جائے پس یہ خدا کی رحمت اور انعام ہے، کہ اگرچہ واقع میں مستقبل قبلہ وہی شخص ہے، جس کا رخ ٹھیک کعبہ کی طرف ہو، مگر تاہم دوسری طرف منہ کرنے والوں کو بھی تو معنًا و حکمًا مستقبل کعبہ تسلیم کر لیا گیا ہے تو باعتبار کعبہ نفس الامری اور حکم اولیٰ کے تو فقط ایک ہی شخص مصیب ہے، اور سب مخطی، لیکن باعتبار قبول صلوۃ اور امتثال امر ثانی کے سب مصیب ہیں۔

پس ہر چند کہ عند اللہ محل خلاف میں حق واحد ہوتا ہے، مگر عمل میں سب حق ہوتے ہیں، اور یہی محمل حضرت امام ابو حنیفہ کے اس اشارہ کل مجتهد مصيب والحق عند الله واحد اور امام ابو یوسف کے اس کلام کا کل مجتهد مصيب وان كان الحق في واحد فمن اصابه فقد اصاب الحق ومن اخطاه فقد اخطاه (النفر بر والتحبير صنـ ج ۲ مصری) حضرت امام صاحب و امام ابو یوسف کی ان نصوص کو ہمیشہ یاد رکھیئے جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے، کہ امام علا اور دیگر ائمہ اہل سنت سے جو بعض شاذ اقوال ہر مجتہد کے تصویب کی نسبت ان کے مشہور و معروف مذہب المجتهد يخطئ ويصيب کے خلاف منقول ہے، وہ فی الحقیقت ان کے اصل مذہب کے خلاف نہیں ہے تعجب ہے کہ امام عبد الوہاب شعرانی نے بھی میزان کبری میں زیادہ تر اسی قسم کے اقوال کی سطح سے مدد لی ہے، اس جگہ میں مناسب سمجھتا ہوں، کہ چند نقول مستند کتابوں کی آپ کے سامنے پیش کر دوں، جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں، کہ اصل مذہب جمہور اہل سنت والجماعت اور ائمہ اربعہ کا یہی ہے، کہ اجتہادیات میں حق عند اللہ واحد ہے، اور اسی بنا پر ہر مجتہد مصیب بھی ہو سکتا ہے، اور مخطی بھی، چنانچہ تحریر الاصول اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

والمختار ان حكم الواقعة المجتهد فيها حكم معين اوجب طلبه فمن اصابه فهو المصيب ومن لا يصيبه فهو المخطى ونقل هذا عن الائمة الاربعة ابي حنيفة ره ومالك مع والشافعي واحمد وذكر السبكي ان هذا	مذہب مختار یہ ہے، کہ ہر واقعہ مجتہد فیہا میں ایک حکم معین ہوتا ہے، جس کی تلاش خدا کی طرف سے لازم کی گئی ہے، پس جس مجتہد نے اس حکم کو پالیا وہ مصیب ہے، اور جو نہ پاسکا وہ مخطی ہے، چنانچہ یہی خیال چاروں اماموں (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد رضی اللہ عنہم)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هو الصحيح عندهم بل نقل الكرخي عن اصحابنا جميعا ولم ينكره القرافي عن مالك غيره وذكر السبكي انه الذي حرره اصحاب الشافعي عنه وقال ابن السمعاني ومن قال عنه غيره فقد اخطأ (ص ۳۰۶ جلد ۲)

کا ہے۔ اور سبکی نے لکھا ہے کہ یہی مذہب ائمہ اربعہ کے نزدیک صحیح ہے بلکہ کرخی نے تو ہمارے تمام اصحاب (حنفیہ) سے یہی خیال نقل کیا ہے اور قرآنی نے اس کے سوا امام مالک سے کوئی قول نقل نہیں کیا۔ اور سبکی نے ذکر کیا ہے کہ یہی وہ قول ہے جس کو امام شافعی رحمہ کے اصحاب نے امام شافعی سے منقح کر کے لکھا ہے، اور ابن سمعانی نے فرمایا کہ جس کسی نے امام شافعی رحمہ سے اس کے سوا دوسرا قول نقل کیا ہے، اس نے خطا کی ہے۔

شیخ شمس الدین ابن القیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:۔

وقد صرح الائمة الاربعة بان الحق فى واحد من الاقوال المختلفة وليست كلها صوابا (ص ۳۱ ج ۲)

امام ائمہ اربعہ نے تصریح کی ہے، کہ اقوال مختلفہ میں سے ایک ہی قول حق ہوتا ہے، یہ نہیں کہ سب کے سب قول درست ہوں (الاعتصام۔ بابت ماہ شوال ص۹)

اہلحدیث

اس جواب کی تشریح یہ ہے، کہ مجتہد اپنی نیت صالح کی وجہ سے چونکہ مستحق ثواب ہوتے ہیں، اس لئے ان کا قول اور خیال بھی حق ہے۔

تنقید

عام طور پر اس سوال کا یہی جواب دیا جاتا ہے، مگر چونکہ مدرسہ دیوبند جیسے دارالعلوم سے یہ جواب نکلا ہے، اس لئے جی چاہتا ہے، کہ اس جواب پر عالمانہ نظر کی جائے۔

نظر اول

مجتہد کو نیت صالحہ سے ثواب ملتا ہے، لیکن اس سے اس کی غلط رائے کی صحت لازم نہیں آتی غلط ہر حال میں غلط ہے، چنانچہ اسی اصول سے علماء اصول نے کہا ہے، اس کی مثال آج کل ہم کو عدالتوں میں بھی ملتی ہے ماتحت عدالتوں کی اپیلیں روزانہ ہائی کورٹوں میں ہو کر بہت سی منظور بھی ہو جاتی ہیں، جس حاکم کے فیصلہ کو غلط قرار دیا جاتا ہے، اس کو یہ نہیں کہا جاتا، کہ جتنا وقت تم نے اس فیصلے میں لگایا ہے، اتنے وقت کی تنخواہ تم کو نہیں ملے گی، تنخواہ بلکہ سفری بھتہ (الاونس) کے ساتھ سب کچھ ملتا ہے، لیکن مسل میں فیصلہ غلط لکھا جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح مجتہدوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے غلطی پر بھی ثواب ملتا ہے، مگر غلط آخر غلط ہے

پس جس طرح ایک حنفی کا حق ہے، کہ مسئلہ قرات خلف الامام میں اپنے مذہب کو صحیح جانے اور شافعی کے مذہب کو غلط کہے، اسی طرح شافعی کا حق ہے، کہ مذہب حنفی کو غلط قرار دے، پس اصل سوال اس جواب سے مرتفع نہ ہوا، بلکہ اور مضبوط ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر ثانی جس صورت میں ائمہ مجتہدین کی رائے میں غلطی کا امکان بلکہ کثرت سے وقوع بھی ہے تو پھر محض ان کا قول قابل سند نہ ہوا یعنی بعض مجتہد کی رائے سے فیصلہ کرنا صحیح نہ ہوگا، بلکہ معیار صداقت اس کے سوا قرآن و حدیث ہوگا، نہ فقط مجتہد کا قول، کیونکہ ممکنہ عامہ، ضروریہ کی نقیض ہوتا ہے، فافہم۔

پس سوال مذکور اٹھنے کے بجائے ترک تقلید کا سوال پیدا ہوگیا، کیونکہ مجتہد کا قول ممکن الغلط ہے اور ممکن الغلط اپنی غلطی رفع کرانے میں خود کسی دوسرے کا محتاج ہے، یہی معنی ہیں ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ برجان مسلم داشتن

(اہلحدیث ۶ ستمبر ۱۹۱۸ء)

مولود شریف پر اصولی بحث

قائلین مولود رسمی سے ہم کو ہمیشہ سے شکایت ہے، کہ وہ اس فعل کے جواز پر کوئی شرعی دلیل نہیں رکھتے نہ پیش کرتے ہیں، گو مذہب تقلید میں کسی دلیل کا پیش کرنا ان کا حق بھی نہیں، کیونکہ دلیل پیش کرنا مجتہد کا کام ہے مقلد کا نہیں، چنانچہ کتب اصول فقہ میں صاف صاف الفاظ میں لکھا ہے، کہ مقلد کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے امام کا قول پیش کرے، کسی مسئلہ پر از خود استدلال کرنا اس کا حق نہیں، جیسا کہ مسلم الثبوت کے الفاظ یہ ہیں۔ اما المقلد فمستندہ قول مجتہدہ لا ظنہ (مقلد کا اعتماد اپنے امام کے قول پر ہے، نہ اپنے ظن پر)

تاہم بعض دفعہ ہمارے احناف دوست اپنے کسی نہ کسی مسئلہ پر دلیل لایا کرتے ہیں، چنانچہ اہلحدیث مورخہ ۲۰ ربیع الاول، مطابق چار جنوری ۱۹۱۸ء میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کی سرخی تھی "مولود شریف کا ثبوت بطرز عجیب" اس میں رسالہ شمس العلوم بدایوں کے ایک مضمون کا جواب دیا گیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا، کہ چونکہ علم اصول فقہ کا مسئلہ ہے، کہ افعال اصل میں جائز ہیں، جب تک کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو، اس کا جواب دیا گیا تھا کہ یہ اصول اشیاء کے متعلق ہے، افعال شرعیہ کے متعلق نہیں، جن پر ثواب کی امید کی جائے، کیونکہ اگر اس اصول کو ایسا جاری کیا جائے، تو کوئی فعل بدعت نہ رہ سکے گا، ہر ایک بدعتی اپنی بدعت پر اسی مسئلہ اصولی سے استدلال کرے گا۔

اس تقریر پر ایک معترض[1] مضمون آیا ہے، جس کا خلاصہ دو لفظوں میں ہے، کہ اس اصول کو اشیاء سے

---

[1] معترض جناب حافظ محفوظ الحق صاحب نائب اڈیٹر رسالہ شمس العلوم بدایوں۔ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخصوص کر نا کس کتاب میں لکھا ہے، اس لئے مناسب ہے کہ ہم اس اصول کی پوری وضاحت کتب اصول فقہ سے دکھا دیں، علم اصول کی مسلمہ درسی کتاب مسلم الثبوت میں مرقوم ہے، کہ سوائے ان افعال کے جو شرع کی طرف سے فرض ہیں، ان اصل الافعال الاباحۃ کما ھو مختار اکثر الحنفیۃ والشافعیۃ اوالحظر کما ذھب الیہ غیرھم (باب الحکم) واجب، سنت، مستحب یا حرام، مکروہ وغیرہ ہیں، باقی افعال میں اختلاف ہے، اکثر حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک وہ افعال مباح ہیں، اور دیگر علماء کے نزدیک تاوقتیکہ شرع اجازت نہ دے، تمام ایسے افعال حرام ہیں، ہم نے ان افعال کی بابت لکھا تھا، کہ کھانے پینے کے متعلق ہیں، جس پر ہمارے دوست کو سوال پیدا ہوا ہے

ہمارے خیال میں اس اعتراض کے دفعیہ کی کوئی اہم ضرورت نہیں، کیونکہ یہ اصول اشیاء خوردنی سے متعلق ہو یا افعال کے بہر حال دیکھنا یہ ہے، کہ فی نفسہ اس کا مطلب کیا ہے تاہم میں اپنے دوست کو شرح مسلم خیر آبادی (صفحہ ۹) دیکھنے کی تکلیف دیتا ہوں، جہاں یہ لفظ ہیں فحینئذ لا بد من القول بتحریما لاشیاء کلھا۔

مگر چونکہ میں اس بحث کے اس حصہ کی زیادہ اہمیت نہیں سمجھتا، اس لئے میں نفس مضمون پر آتا ہوں اور اپنے مخاطب کو اجازت دیتا ہوں، کہ وہ جی کھول کر اسی مسئلہ پر نہیں، جس مسئلہ پر چاہیں، بپابندی علوم عقلیہ ونقلیہ رسالہ "شمس العلوم" اور اہلحدیث میں ہم سے روئے سخن کر سکتے ہیں، ہمارے خیال میں اہل علم کو ان علوم کی قدر کرنی چاہیئے، یہ علوم دراصل خادمان شریعت ہیں، مگر جن لوگوں نے محنت سے ان علوم کو حاصل نہیں کیا، وہ کسی خاص فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، ان علوم سے متنفر ہیں، لیکن ان لوگوں کے تنفر کی وجہ ان کی بے خبری ہے، اور بس۔

خیر بعد اللتیا والتی اس اصول کا مطلب یہ ہے، کہ جو افعال متعلق کھانے پینے کے ہوں، یا کسی حرکت وسکون کے ہوں، جن کی بابت شریعت میں حکم یا منع نہیں آیا، وہ اکثر حنفیہ کے نزدیک مباح ہیں، جس کی مثال ہم نے دی تھی، کہ شلغم کے کھانے کی بابت کوئی حکم یا منع نہیں، اس لئے اس کا کھانا مباح ہے اب دوسری مثال نقل کرتے ہیں، کہ صبح وشام سیر کرنے کی بابت حکم یا منع نہیں، اس لئے مباح ہے لیکن یہ اصول ان افعال سے متعلق نہیں ہوگا، جن پر فاعل کسی قسم کا ثواب مدنظر رکھے، اس کا ثبوت شرع سے ملنا چاہیئے

اب ہم اس اصول کا دوسرا پہلو دکھاتے ہیں، ہمارے دوست اور مدارس کے عام طلباء اس اصول کا یہی پہلو دیکھے ہوئے ہیں، اس لئے اسی کو صحیح جان کر ہمیشہ اسی کو پیش کیا کرتے ہیں، لہٰذا دوسرا پہلو بھی روشن کرنا ضروری ہے، جس سے یہ تمام جھگڑے ہی مٹ جائیں، کشف المبہم شرح مسلم لکھا ہے:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والصحیح ان الاصل فی الافعال التحریم وھو مذھب علی وائمۃ من اھل البیت ومذھب الکوفیین منھم ابو حنیفۃ وفی التفسیر الاحمدی الاصل عند الجمھور الحرمۃ والاباحۃ وعند الشافعی الاصل ھو الحرمۃ فی کل حال وفی الاشباہ نسبھا الشافعیۃ الی ابی حنیفۃ (ص۴) یعنی صحیح مذہب یہ ہے، کہ افعال میں حرمت ہے، اور حضرت علی اور ائمہ اہل بیت اور کوفی علماء کا یہی مذہب ہے، انہی میں سے امام ابو حنیفہ ہیں۔ تفسیر احمدی میں مذکور ہے، کہ جمہور کے نزدیک افعال میں حرمت ہے، اسی میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک بھی افعال میں حرمت ہے، اور کتاب اشباہ میں مذکور ہے، کہ کتاب اشباہ میں مذکور ہے، کہ شافعیہ نے اس مذہب کو امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت کیا ہے۔

اس اصول سے مطلع بالکل صاف ہو گیا، کہ کوئی فعل بھی تا وقتیکہ شرع شریف سے اس کا ثبوت نہ ہو جائز نہیں ہے۔

چونکہ اس اصولی مسئلہ میں اختلاف ہے، اس کے فیصلے کے لئے ایک اور قانون ہے جو صاحب رد المحتار شامی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ (جلد اول مصری ص ۴۵۰) یعنی جب کسی حکم کی سنیت اور بدعیت میں اختلاف ہو، تو احتیاطا اس فعل کا ترک کر دینا راجح اور اولے ہے۔

پس اصول اول کے لحاظ سے مولود رسمی کے کار ثواب ہونے کا ثبوت بذمہ قائلین ہے، اور اصول دوم کی بنا پر اس کے جواز کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا، ہمارے مخاطب کو یاد رکھنا چاہیئے، کہ امام ابو حنیفہ کس طرف ہیں، گو حسب روایت صاحب مسلم اکثر حنفیہ کا مذہب اول ہے، مگر حسب روایت کشف المبہم امام ابو حنیفہ صاحب کا مذہب ان کے برخلاف حرمت کا ہے۔

پس ہمارے مخاطب کا بحیثیت حنفی ہونے کے وہی مذہب ہونا چاہیئے جس کا نقشہ امیر خسرو مرحوم نے یوں بتایا ہے ؎

بیچارہ خسرو خستہ را خون ریختن فرمودہ اند — عالم ہمہ یک طرف آں شوخ تنہا یک طرف

اور آخری فیصلہ کی بنا پر بھی رسمی مولود کا نہ کرنا کرنے سے اچھا ہے (اہلحدیث ۱۵ فروری ۱۸ء)

فتوی بابت افطار صوم

انطار غروب شمسی کے ساتھ ہی ہونا چاہیئے، تمام اہل اسلام کا اسی پر عمل درآمد ہے، جب آفتاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غروب ہو جائے، تو پھر تاخیر کرنے کی ضرورت نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، کہ میری امت میں ہمیشہ بھلائی رہے گی، جب تک افطار میں تعجیل کریں گے، یہ ظاہر بات ہے، کہ بعد نماز کے افطار کرنے میں تاخیر ہے، اور تاخیر میں بھلائی نہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا و غربت الشمس فقد افطر الصائم (مشکوۃ) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ غروب شمس کے ہوتے ہی افطار ہونا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب (عبد التواب غزنوی نم العلیگڑھی)

اور یہ قول کہ مغرب کی نماز دن کی نماز ہے، اور دن اس وقت تک ہے، جب تک کہ سیاہی سر پر نہ آجائے، اور جب سیاہی سر پر آجائے، اس وقت سے رات شروع ہوتی ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مغرب کی نماز کا وقت غیبوبت شفق تک یقین سے ہے، اور غیبوبت شفق سر پر سیاہی آجانے سے بہت پیچھے ہوتی ہے، پس اگر مغرب کی نماز دن کی نماز ہے، تو اگر کوئی شخص مغرب کی نماز سر پر سیاہی آجانے کے بعد اور غیبوبت شفق سے پہلے پڑھے، تو حسب قول مذکور اس کی یہ نماز خارج از وقت ہو جائے گی، حالانکہ یہ کہنا بالکل غلط ہے، کہ یہ نماز خارج از وقت ہوئی کیونکہ نماز مغرب کے وقت کے غیبوبت شفق تک ہونے میں کوئی شبہ ہے، اور یہ نماز خارج از وقت نہیں ہوئی پس ثابت ہوا، کہ نماز مغرب رات کی نماز ہے نہ دن کی، اور یہ کہ رات غروب آفتاب ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہے جب کہ حدیث مذکورۃ الصدر سے بخوبی واضح ہے، اور جب رات آفتاب غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہے تو افطار آفتاب غروب ہوتے ہی ہونا چاہیئے، جیسا کہ جملہ فقد افطر الصائم سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد عبد اللہ۔

(اصاب من اجاب۔ عبد الوہاب العبد عبد الرشید۔ جواب صحیح ہے (ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری) بہت درست۔ عبد اللہ جوناگڑھی۔ الجواب صحیح۔ سید محمد داؤد غزنوی، جواب باصواب ہے قاضی محمد عبد الرحیم کان اللہ لہ خادم باقیات الصالحات کرنول۔ الجواب صحیح والرای نجیح عبد الحی غفر اللہ لہ حیدرآبادی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ ارشاد فرماتا ہے، جہاں غایۃ اور مغیا دو مختلف الاجناس ہوں، تو حکم میں غایت داخل نہیں ہوتی، دن اور رات دو مختلف اجناس ہیں، اس لئے حکم صیام میں غایت (لیل) داخل نہیں ہوگی، پس رات کا کوئی حصہ بھی دن میں داخل نہیں ہونا چاہیئے، چنانچہ حدیث شریف (جو اوپر ذکر کی گئی ہے) وہ اس امر کی تشریح کر دیتی ہے، اور جہاں غایت مغیا کی جنس سے ہو،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو غایت حکم میں داخل رہے گی، جیسے فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ، یہاں پر کہنیاں چونکہ ہاتھ کی جنس سے ہیں، اس لئے وہ غسل میں داخل رہیں گی سائل نے جو اخبار میں سوال اٹھایا ہے اس نے غایت اور مغیا کے احکام جو متعلق مختلف الاجناس اور متحد الاجناس ہیں، اس پر غور نہیں کیا ہے اس لئے اس نے ایک کو دوسرے پر قیاس کر لیا ہے، جو قیاس مع الفارق ہے، فقط

(ابو البرکات عبید اللہ حیدر آباد دکن)   الجواب صحیح۔ فقط محمد مسلم عفی عنہ

سفیر اہلحدیث کانفرنس دہلی، دانا پوری عظیم آبادی

صحیح بخاری میں آیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے، اور صائم تھے، کہ بوقت غروب آفتاب فوراً ہی بلال رضؓ سے فرمایا انزل فاجدح لنا (یعنی اتر اور ستو گھول) بلال رضؓ نے کہا ان علیك نهارا (یعنی ابھی تو دن ہے) فرمایا اتر اور ستو گھول، اور فرمایا۔ اذا غربت الشمس من ههنا الخ اس پوری حدیث پر نظر ڈالنے سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ وقت افطار کا آفتاب کے غروب کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے، جس پر دن ہونے کا شبہ کیا گیا، موطا میں جو اثر حضرت عمر و عثمان سے مروی ہے، کہ وہ بعد مغرب افطار کرتے تھے، علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت نقل فرمائی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افطار کر کے نماز مغرب ادا فرماتے، پس حدیث مرفوع نص صریح کے ہوتے ہوئے حدیث موقوف یعنی فعل عمر رضؓ و عثمان رضؓ حجت نہیں ہو گی، جس پر اہلحدیث و حنفیہ کا اتفاق ہے، اللہ اعلم۔ کتبہ محمد ابو القاسم انصاری، مرسلہ عبد الحی گلبرگہ   (۲۵ رمضان ۱۳۳۶ھ)

اخبار الفقیہ میں فتوی

ایک شخص سوال کرتا ہے، کہ بزرگوں کی خانقاہوں کی تعمیر کا رواج ہے، کیا اولیاء کے مزارات پر روضے و محل بنانے میں اسراف ہے یا نہ؟   (اخبار الفقیہ ۲۰ رجولائی ۱۹۲۱ء)

جواب میں فرماتے ہیں، کہ:-

"اولیاء و علماء و سادات کی قبروں پر روضے یا محل بنانے میں ان کی دینی عزت اور زائرین کی آسائش و راحت اور زائد عبرت مقصود ہوتی ہے، اور کہ نیک اعمال کا آخری نتیجہ یہی ہے والعاقبة للمتقين"

(اخبار الفقیہ ۲۰ رجولائی ۱۹۲۱ء)

مفتی صاحب تو قبروں پر روضے اور محل بنانے جائز بتاتے ہیں، لیکن ہم یہی فتوی نبی صلی اللہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم سے مدیا نخت کرتے ہیں، کہ آپ کا اس میں کیا ارشاد ہے۔ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیہ وان یبنی علیہ رواہ مسلم۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ منع فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گچ کرنے قبر کے سے، اور اس پر بیٹھنے سے، اور اس پر عمارت بنانے سے اور یہ بات ظاہر ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا اپنی مرضی سے نہ تھا، بلکہ ماینطق عن الھوی، ان ھو الا وحی یوحی عین حکم خداوندی تھا، اور امت محمدیہ کو پہلے ہی اطلاع دی کہ ما نہاکم عنہ فانتھوا جس کام سے حضور علیہ السلام تمہیں منع فرمادیں، اس سے باز رہو۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر روضے اور مکان بنانے سے منع فرمادیا ہے، تو اب کون شخص ہے، جو اس کے جواز کا فتوے دے، بجز اس کے جواب کا پکا مخالف ہو، اگر آج حضرت علی اس فتویٰ کو دیکھتے، تو فرماتے "او دشمن رسول مجھ کو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا، کہ لا تدع قبرا مشرفا الا سویتہ نہ چھوڑ کسی بلند قبر کو مگر کہ برابر دے" اور تو فتوی دیتا ہے، کہ قبروں پر روضے اور محل بنانے جائز ہیں، پھر حضرت علی رضہ ایک خادم کو حکم دیتے ہیں کہ جا جو اونچی قبر تجھے نظر آئے، اسے فوراً گرا کر زمین کے برابر کردے، آج بھی اگر کوئی حضرت علی رضہ کا سچا خادم ہے، تو اس بات پر کمر باندھ کر سب قبروں کے روضے اور مکان گرانے شروع کردے، اگر گرا نہیں سکتا، تو دل سے ضرور ہی اس کو برا سمجھے، ورنہ اس کا ایمان ضعیف ہے سہ

ایہ اچے مڈ شوالیاں جیڈے کس جائز فرمائے حضرت کہیا قبراں تائیں گچ نہ کیتا جانے

ایسے مفتیوں کو کچھ بھی خدا کا خوف نہیں آتا، کہ صریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے نہیں ڈرتے، ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضہ نے جابر بن زید رضہ سے کہا، کہ تم بصرے کے فقیہوں میں سے ہو، فلا تفت الا بقرآن ناطق او سنۃ ماضیۃ فانک ان نعلت غیر ذلک ھلکت واھلکت پس نہ فتویٰ دینا بجز قرآن ناطق اور حدیث صریح کے، ورنہ خود ہلاک ہو گے، اور اوروں کو ہلاک کروگے۔

آہ! اگر ابن عمر رضہ یہ فتوے دیکھتے، تو ضرور کہتے او مفتی! تو خود ہلاک ہؤا، اور لوگوں کو ہلاک کیا، کہ صریح حدیث کو چھوڑ کر اپنی رائے پر فتویٰ دیتا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ کہا کرتے تھے۔ ایاکم والقول فی دین اللہ تعالیٰ بالرای وعلیکم باتباع السنۃ فمن خرج عنہا ضل (میزان شعرانی) کہ لوگو، بچو اس بات سے، کہ کہو اللہ کے دین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی بات اپنی رائے سے، اور لازم پکڑو اپنے پر پیروی سنت (حدیث) کی پس جو شخص اس سے عمل گیا یعنی حدیث کو چھوڑ کر اپنی رائے پر چلا، وہ گمراہ ہو گیا۔

اگر امام صاحب یہ فتوی دیکھتے، تو فرماتے او مفتی! میں نے تو حکم دیا تھا، کہ حدیث کو چھوڑ کر رائے پر مت چلنا، اب تو نے صریح حدیث کو چھوڑ کر اپنی رائے پر فتوی دیا، اب وقت ہے، کہ تو توبہ کرے، ورنہ تو گمراہ ہو گیا،

اولیاء اللہ کی قبروں پر بلند مکان بنانا، اور چراغ جلانا بدعت اور حرام ہے کما ورد فی ما بیناہ من الاحادیث۔ خاکسار۔ نور حسین، مستری، گھرجاکھی، ضلع گوجرانوالہ۔

(اہلحدیث ۱۹ اگست ۱۹۲۱ء)

ایک سوال قابل جواب

فضیلت مآب مولانا مولوی صاحب، دام برکاتہ

بعد از سلام مسنون واضح رائے عالی باد کہ ایک ضروری مسئلہ کی بابت آپ کو تکلیف دیتا ہوں، امید ہے، کہ آپ تکلیف گوارا فرما کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے، اور بذریعہ علیحدہ والانامہ جواب سے مشکور فرما کر میری تسلی فرماویں گے، بلکہ ضرور درج اخبار بھی فرمادیں گے مسئلہ زیر بحث حسب ذیل ہے میرا عقیدہ اور عمل قرآن شریف اور احادیث پر عمل کرنے کا ہے، اور احادیث بھی وہ جو کہ آیات قرآنی کے موافق ہوں، اور جن کی تائید قرآن شریف میں موجود نہ ہو، اس پر میں عمل کرنا نہیں چاہتا، خواہ علماء نے اس کو صحیح حدیث ہی قرار دیا ہو، کیونکہ میں صحیح حدیث کے پرکھنے کا معیار صرف قرآن شریف ہی کو سمجھتا ہوں

اس ضمن میں ایک بڑی بھاری بات کو پیش کرتا ہوں، وہ یہ ہے، کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب یا اس سے کچھ عرصہ پہلے امام مہدی صاحب آئیں گے، اور یہ کریں گے اور وہ کریں گے، اور جو ان پر ایمان نہ لائے گا، وہ کافر اور مرتد کے درجہ تک پہنچے گا، یعنی جہالت کی موت مرے گا، آپ خیال فرما سکتے ہیں، کہ یہ کس قدر باریک مسئلہ ہے، جس پر قریبا دین کا دارومدار ہے، اور اس کا ذکر تک قرآن مجید میں نہیں ہے، یا تو اس پر عمل درآمد کو جزو ایمان تصور کرنا چاہیئے، اگر جزو ایمان تصور کیا جاوے، تو اس کا ذکر بھی قرآن شریف میں آنا ضروریات سے ہونا چاہیئے، کیونکہ الیوم اکملت لکم دینکم تو تب ہی ہو سکتا ہے مگر کوئی ایسا ضروری امر تنازع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شک میں نہ رہے، میرا تو اپنا یہ خیال ہے، کہ قرآن شریف ایک جامع کتاب ہے، اس میں سب کچھ آچکا ہے، یہ ایک بات ہے، کہ میں یا میرے جیسے لاعلم اس کے مفہوم کو بوجہ نالیاقتی نہ سمجھتے ہوں، امید ہے، کہ آپ مسئلہ بالا کو درج اخبار فرما کر میری تسلی فرما دیں گے۔

(ناچیز سید جلال گیلانی، نائب تحصیلدار، داتوں جنوبی وزیرستان)

ایڈیٹر آپ کا یہ نقرہ "جو حدیث قرآن کے موافق ہو" تشریح طلب ہے، موافق سے مراد اگر یہ ہے، کہ جو مضمون قرآن میں ہے، وہی حدیث میں ہو، اس کا تو کوئی مطلب ہی نہیں، کیونکہ اس سے حدیث بجائے خود کوئی چیز نہ ہوئی، پھر یہ کہنا کہ میں قرآن و حدیث کا پابند ہوں کچھ معنے خیز فقرہ نہیں، اگر اس فقرہ زیر خط سے یہ مراد ہے، کہ جو مضمون قرآن مجید میں ہو، حدیث اس کی مخالف ہو، تو یہ مطلب ٹھیک ہے، حدیث مخالف تاویل پذیر ہوگی یا متروک، اس فقرہ کی تشریح کو سوال کے حل ہونے میں بہت دخل ہے۔

قرآن مجید پر تدبر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ قرآن کے سوا نبی کے جملہ اقوال (بشرط صحت ثبوت) حجت اور واجب العمل ہیں، صحابہ کرام ان دونوں کی تعمیل میں سر مو فرق نہ کرتے تھے، ہاں جو صحابہ خدا داد مزید فہم رکھتے تھے، وہ دونوں میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے تھے، حضرت ام المومنین رئیسۃ المجتہدین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا کو اس میں خاص مذاق تھا کوئی حدیث خواہ زبان الہام ترجمان نبی علیہ السلام سے سنیں، فوراً قرآن کے مضامین پر ان کی نظر پڑتی، اور جب تک تطبیق نہ دلوالیں چین سے نہ بیٹھتیں، سماع موتی اور حساباً یسیرا وغیرہ واقعات مشہور ہیں، ایسا ہی آپ کا یہ فقرہ "حدیث صحیح کے پرکھنے کا معیار صرف قرآن شریف ہی کو سمجھتا ہوں" بھی تشریح طلب ہے۔

قرآن مجید، حدیث کا مصداق ہو، کیا معنے؟ اس مضمون کی کھلے لفظوں میں تائید کرتا ہو، یا یہ معنی کہ اس مضمون کی تردید نہ کرتا ہو، آپ چونکہ مجسٹریٹ ہیں، اس لئے آپ کو قانونی اصطلاح کی طرف توجہ دلاتا ہوں، ایکٹ اور قانون میں جو نسبت ہے، یہ آپ کے خیال میں موافقت کی ہے یا مخالفت کی، دوسری صورت تو آپ نہیں کہیں گے، ورنہ قانون کو رد کرنا پڑے گا، ایکٹ ایک مجمل بیان ہوتا ہے، قانون اس پر مبنی، مگر حرف بحرف آپس میں ایک نہیں ہوتے، اسی طرح قرآن اور حدیث میں مطابقت ملنے سے سوال حل ہو سکتا ہے یہی مذہب ہے امام شافعی کا (ملاحظہ ہو اتقان)

اس اصول سے امام مہدی کا سوال یوں حل ہو سکتا ہے، کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر مجمل بہت اجمال سے یوں آیا ہے۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (ترجمہ) نیک کاموں میں بڑھنے والے خدا کی رحمت کی طرف بڑھیں گے، وہی خدا کے مقرب ہوں گے نعمتوں کے باغوں میں، ایسے لوگ پہلے طبقے سے بہت اور پچھلے سے کم ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بتلایا ہے، کہ پچھلے لوگوں میں بھی بعض لوگ پہلے لوگوں کے مشابہ ہوں گے اسی مضمون کی تفسیر حدیث میں یوں آئی ہے، کہ اس (پچھلے) زمانہ میں ایسے ایسے امام پیدا ہوں گے، جن کے اثر صحبت سے لوگ ہدایت پائیں گے۔

رہا یہ کہ امام مہدی کا ماننا جزو ایمان ہوگا یا نہیں، یہ ایک ایسا سوال ہے، کہ نہ قرآن میں اس کا ذکر ہے نہ حدیث میں، ہاں قرآن نے اپنے مذاق کے مطابق اس کا مختصر ذکر یوں فرمایا ہے۔

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ یعنی اے مسلمانو! صادقین کا ساتھ دیا کرو، اور ساتھ ہوا کرو۔

پس جس شخص کو ہم دین کی کوشش میں صادق پائیں، ہمارا فرض ہے، کہ اس کا ساتھ دیں، اسی کلیہ میں امام مہدی کی اطاعت اور اعتقاد بھی شامل ہے، پس آپ کا یہ اعتقاد کہ "قرآن شریف ایک جامع کتاب ہے، اس میں سب کچھ آچکا ہے" بتشریح بالا بالکل صحیح ہے، خدا تعالیٰ آپ کو اس پر قائم رکھے، اور ہم سب کو اسی پر مارے۔ آمین　　(اہلحدیث امرتسر ۱۴ رمضان ۱۳۳۲ھ)

علمائے اہل سنت سے ایک ضروری سوال

قابل توجہ ایڈیٹر صاحب "اہلحدیث"

بگرامی خدمت فخر جماعت اہلحدیث جناب مولانا و مخدومنا دام الطافکم، السلام علیکم، التماس ہے، کہ مندرجہ ذیل سوال بالضرور اخبار گوہر بار اہلحدیث کی قریب ترین اشاعت میں شائع کر کے مشکور و ممنون فرماویں۔

ہمارے عنایت فرما جناب حکیم سید محمد حسین صاحب نے جو کہ مذہب شیعہ سے پوری واقفیت رکھتے ہیں، ایک روز کتاب عطر ایمان مصنفہ سید سجاد حسین صاحب بارہوی کی خاکسار کے سامنے پیش کی، کتاب عطر ایمان میں یہ عبارت موجود تھی، کہ مذہب اہل سنت میں بہ مثل صدیق و فاروق، یزید ابن معاویہ کو خلیفہ رسول مانا گیا ہے، بلکہ من بعض الوجوہ اس کی خلافت شیخین سے افضل ہے، اور مذہب اہل سنت کبھی صحیح نہیں ہو سکتا، جب تک کہ یزید کی خلافت کا اعتقاد نہ کریں، اس وحشتناک و حیرت انگیز بات کے دیکھتے ہی طبیعت میں ایک طغیان پیدا ہوا، اگر یہ دعویٰ صحیح کیا ہے، تو اصلیت پر مطلع کیجیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور علاوہ اس بات کے کتب اہل سنت سے حوالہ دیتا ہوں، جو کہ ایک سوال کی صورت میں ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، حضرات علمائے دین کی خدمت با سعادت میں گذارش کرتا ہوں، کہ براہ دینداری و منصب ہدایت امور ذیل کا اطمینان بخش جواب مرحمت فرماویں۔

حدیث مندرجہ بخاری شریف۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنی عشر رجلا کلھم من قریش۔ ترجمہ صواعق محرقہ کے ص۳۰ پر لکھا ہے کہ تمام صحاح اور خصوص مسلم و بخاری میں لکھا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یزال ھذا الامر عزیزا ینصرون علی اعدائھم ما دام علیہ اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش ہمیشہ ایں امر اسلام غلبہ و نصرت می یابد بر ہر کسے کہ بہ ایشاں دشمنی کند بر امر خلافت تا دوازدہ خلیفہ کہ جمیع ایشاں از قریش باشند۔ سوائے ازیں دیگر مقامات پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ خلفاء کی بشارت دی ہے:۔

ان الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ (ص۲۳ سطر اول ترجمہ صواعق)

لا یزال الاسلام عزیزا . . . الی اثنا عشر خلیفۃ (ص ۲۳ سطر ۲)

لا یزال امتی قائما حتی یمضی اثنی عشرۃ خلیفۃ کلھم من قریش (ص ۲۳ سطر ۴)

لا یزال امتی قائما حتی یکون علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلھم یجتمع علیہ الامۃ (ص ۲۳ سطر ۴)

انا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بسند حسن مروی ست کہ از وے سوال کردند، چند خلیفہ مالک ایں امامت خواہند شد گفت از رسول پرسیدم، فرمودہ اثنی عشر کعدد نقباء بنی اسرائیل یعنی دوازدہ کس خلیفہ خواہند شد مثل عدد نقباء بنی اسرائیل (صفحہ ۲۳ سطر ۱۰)

مطلب ان جملہ احادیث موصوف الصدر کا یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہوں گے، جب تک وہ ختم نہ ہولیں گے، قیامت نہ آئے گی، سب کے سب پاک و ابرار دین خدا کی مدد کرنے والے ہوں گے، ان کی تعداد ہم عدد نقباء بنی اسرائیل ہوگی،

شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں بہ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ بڑی طوالانی عبارت لکھتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا، کہ بعد ہمارے بارہ خلیفہ ہوں گے ان کے باب میں قاضی عیاض کی رائے نہایت صحیح اور برسر صواب ہے، اور وہ یہ ہے، کہ پہلے سب آدمیوں نے اجماع کیا خلیفہ اربعہ پر پھر بوقوع حکم حکمین (پنچایت میان حضرت علی رض و امیر معاویہ رض) معاویہ رض خلیفہ ہوئے اور

www.KitaboSunnat.com

بعد صلح امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تمام امت جمع ہو گئی، ناں بعد یزید پر اتفاق اہل اسلام ہوا مگر حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے واسطے کسی مسلمان نے خلافت نبوی کو تجویز نہیں کیا، ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل ہو جانے پر عبدالملک بن مروان خلیفہ باجماع امت ہوا، پھر اس کے چار بیٹے خلیفہ ہوئے، جو کہ خلفائے مروانی کہے جاتے ہیں، پس ازاں ہشام و سلیمان و یزید ثانی مسند آرائے امامت ہوئے خلفائے اربعہ کے بعد یہ سات کس خلیفہ ہوئے، بارہواں یزید بن عبدالملک ہے، ان کے بعد پھر اس نوع کا اجماع کسی پر نہیں ہوا، جا بجا فتنہ و فساد ہو کر طائفۃ الملوکی شروع ہو گئی، امن وامان اٹھ گیا

ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں حسب عقیدہ بالا تحریر فرمایا ہے، شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۸۲ پر بھی یہی نام درج ہیں، کنز العمال مؤلفہ علی متقی کی جلد ششم کتاب الفتن مطبوعہ مطبع نظامی حیدرآباد کے صفحہ ۶۲ پر بھی یہ مضمون لکھا ہے، شرح عقائد نسفی کے صفحہ ۱۰۲ پر بھی یہ مضمون نقل ہوا ہے ابو شکور سلمی کہتے ہیں فاما یزید بن معاویۃ قال بعض الناس خلافتہ کانت باستخلاف معاویۃ وتبعہ المسلمون عن اصحابہ وغیرہم من طریق القیاس ان طاعتہ کانت واجبۃ علی الحسین وجمیع المسلمین، یہ تقریر قاضی عیاض کی توجیہہ متذکرہ بالا سے ملتی جلتی ہے، یعنی جب کہ معاویہ کے خلیفہ مقرر کرنے سے یزید کی خلافت کو سب نے تسلیم کر لیا، تو کل اہل اسلام اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ پر اس کی اطاعت واجب ہو گئی۔

مرزا حیرت دہلوی کرزن گزٹ میں لکھتے ہیں:۔ یزید کو مجرم قتل قرار دینے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑا اعتراض وارد ہوتا ہے، کیونکہ اکثر صحابہ نے اس کو امام جائز الاطاعت سمجھ کر بیعت کر لی تھی، اور کبھی اس کو نہیں توڑا، مرتے دم تک اسی عقیدہ پر قائم رہے

جناب مولوی خلیل احمد صاحب مدرس مدرسہ سہارنپور نے ہدایات الرشید کے صفحہ ۶۰۱ پر مفاد احادیث ذیل تحریر فرمایا ہے، جس کو اوپر سے لکھتا چلا آرہا ہوں، آپ فرماتے ہیں، جس قدر اوصاف ائمہ دوازدہ گانہ کے بیان ہوئے ہیں، ان سب کا حال یہ ہے، کہ اس خلافت کو قوت و شوکت ہوگی، اور اس میں اضطراب و تزلزل و وقوع فتن نہ ہوگا، وہ اپنے اعداء پر غالب رہیں گے، اور مقابلہ ان کے کفار مغلوب و منکوب ہوں گے۔

جملہ عبارت مندرجہ بالا کا نتیجہ یہ ہوا، کہ یزید خلیفہ جائز تھا، اصحاب رسول نے اس کو مجتمع ہو کر امام امت مان لیا تھا، اور ایک جائز و بحق خلیفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر احکام استخلاف جاری فرمائے، حضرات علمائے کرام فرض منصبی سمجھ کر امورات ذیل کا جواب مرحمت فرمائیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) یہ کہ جو حوالہ کتب دیئے گئے ہیں یہ صحیح ہیں یا غلط؟

(۲) بصورت صحت اب اسلام ہے، اور ہم مسلمان کہنے کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ احادیث میں یہ الفاظ ہیں، یہ دین زائل نہ ہوگا، جب تک بارہ خلیفے نہ ہولیں، ہر گاہ بارہ کی تعداد آخر صدی اول یا شروع صدی دوم میں ختم ہوگئی، تو اسلام کہاں رہا، اگر بقاء اسلام کا اعتقاد کیا جائے، تو ارشاد نبوی میں تناقض لازم ہے۔

(۳) توضیح مفاد حدیث میں کہا گیا ہے، کہ ان بارہ کے اوقات حکومت میں فتنہ برپا نہ ہوگا، پس امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی کتابوں میں ابواب مسمی بہ فتن کیوں قائم کئے، اور خلیفہ ثالث کا قتل فتنہ سے ہوا یا امن وامان سے والسلام (خریدار اہلحدیث نمبر ۳۲۵۵۔ قادر بخش، ریاست بھرتپور)

ایڈیٹر ان حدیثوں کے سمجھنے کے لئے خلیفہ کے معنوں پر غور کرنا مقدم ہے، شیعہ نے اپنے ذہن میں جما رکھا ہے، کہ منصب خلافت مثل منصب نبوت ہے

(اخبار ذوالفقار، لاہور ۵ مئی ۱۹۳۱ء)

اس لئے وہ ہمیشہ اس جستجو میں رہتے ہیں، کہ خلیفہ میں کوئی امر خلاف شرع نہ پایا جائے، مگر اہل سنت کے نزدیک یہ بنا غلط ہے، اہل سنت کہتے ہیں، نبی کو جو تعلق خدا کے ساتھ ہوتا ہے، وہ کسی دوسرے کو نہیں ہونا چاہیئے خلیفہ ہو یا غیر خلیفہ، نبی محل وحی اور پیام خدا کا براہ راست مبلغ ہے، امتی کوئی بھی ہو اس کو یہ درجہ نصیب نہیں ہوسکتا، ورنہ نبی اور امتی میں کیا فرق ہوگا، اس لئے اہل سنت کہتے ہیں خلیفہ وہ ہونا چاہیئے، جو اسلام کا محافظ سیاست کی قابلیت رکھتا ہو، صحیح الدماغ، ملکی ضروریات اور اعداء کی حرکات اور زمانہ کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہو، اس کے ذاتی اعمال جن کا اثر اس کی ذات تک ہو کچھ بھی ہوں اس سے ہمیں بحث نہیں، قرآن مجید نے مسئلہ خلافت کو خود حل کردیا ہے جہاں بنی اسرائیل کے قصہ میں طالوت کی خلافت کا ذکر ہے، وہاں بنی اسرائیل کے جواب میں فرمایا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ، خدا نے طالوت کو تم پر برگزیدہ کیا ہے، اور اس برگزیدگی کی وجہ یہ ہے، کہ اس کو علم اور جسم میں بڑائی بخشی ہے یعنی اس کو سیاست کا علم ہے، اور وہ جنگی کاموں کے قابل ڈیل ڈول اچھی رکھتا ہے، پتلا دبلا منحنی سا نہیں

ان معنی سے ہم ان بارہ خلیفوں کو جانچتے ہیں، تو یزید جیسے بد اعمال کو بھی خلیفہ ماننے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی، اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو مانا تھا، کیونکہ اس کے کارناموں میں دماغی قابلیت اور سیاست کا ثبوت ہم کو ملتا ہے آج کل کی ریاستوں کی حکومتوں کو دیکھ کر اس زمانہ کے بارہ خلیفوں کی قدر معلوم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے، ریاست میں کفار کفر کی اشاعت کر رہے ہیں، رئیس ان کو امداد دیتے ہیں، مسلمان کسی غیر مسلم کو مسلمان بنا دیں، تو ذرا سی شکایت پر رئیس کی طرف سے ان پر عتاب ہوتا ہے، ایسا کرنے سے اپنی بے تعصبی کا ثبوت دیتے ہیں، علماء جو اشاعت اسلام کریں، ان کے وعظ بند کر دیتے ہیں، اور غیروں کو اجازت ہوتی ہے، کہ وہ ہولیوں وغیرہ میں جو چاہیں سو نا پسندیدہ افعال کریں، ایسے رئیس خلیفہ اسلام نہیں ہو سکتے ہاں جن کو غیرت اسلام ہو، چاہے ان کے ذاتی اعمال کم و بیش کیسے ہی کمزور ہوں، وہ خلیفہ اسلام ہو سکتے ہیں، پس سائل کے سوالوں کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

(۱) حوالجات صحیح ہیں، گو بعض روایات بذات خود صحیح نہیں۔

(۲) ان حوالجات میں ان بارہ خلیفوں کا ضروری آنا مراد ہے، یہ نہیں کہ ان کے آنے کے بعد ساتھ ہی قیامت آجائے گی، بلکہ ایسے کلام سے یہ مراد ہوتی ہے، کہ یہ واقعات ضرور ہوں گے

(۳) ان خلیفوں کے زمانے میں جو فتنے ہوئے، وہ فوری ہوئے اور ختم ہوگئے، دونوں گروہوں کو اسلامی خیر خواہی دل میں جاگزین تھی، دونوں کو اسلامی حفاظت کا شوق، غرض یہ کہ اس زمانے کے فتنے حالی مرحوم کی اس مسدس کے مصداق تھے ؎

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا تو بالکل مدار ان کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا

یہ موج پہلی اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

شیعوں سے تعجب! شیعہ منصب خلافت کو مثل نبوت تو کہتے ہیں، مگر خلیفے جو ہمارے لئے پیش کرتے ہیں، ان کی خلافت لکھنؤ کے بے ملک نوابوں کی سی دکھاتے ہیں، جو ساری عمر گوشہ تنہائی میں بیٹھے تقیہ میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں، یہاں تک خوفزدہ ہیں، کہ کوئی ناچیز سے ناچیز سنی اگر مسئلہ پوچھتا ہے، تو اپنے مذہب کے خلاف اور اس کے مذہب کے موافق بتلا دیتے ہیں، اور حاشیہ نشین مریدوں کے سوال کرنے پر کہتے ہیں، ہمارا ایسا کرنا تمہارے اور ہمارے حق میں بہتر ہے ورنہ ہم مارے جائیں گے (اصول کلینی ص۳۷)

میرے خیال میں سلطان عبدالحمید خاں سابق سلطان ترکی بھی جو آج کل نظر بند قید ہے، ایسا خوفزدہ نہ ہوگا جیسے شیعوں کے خلیفہ حالت خلافت میں، حضرات شیعہ غور کریں، کہ خلیفہ اور معمولی واعظ میں کیا فرق ہے، اہل سنت کے نزدیک فرق بین ہے، کہ واعظ تو زبان سے وعظ و نصیحت کرتے ہیں خلیفہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وعظ کو حکومت کے نزدیک منوتا ہے خلیفہ کا ایک سرکلر دس کروڑ واعظوں کے وعظ سے زیادہ زبردست ہوتا ہے، کیونکہ اس میں سیاست ہے، ان میں سیاست نہیں، آئیے ہم قرآن مجید سے جو مسلمہ فریقین حکم عدل ہے، اس مسئلہ کا فیصلہ کرائیں، غور سے سنیئے، قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے، يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین کے خلیفہ بنایا ہے، پس تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ حکومت کر، اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں، خلیفہ بنانا، اور اس پر ف لاکر انصاف سے حکومت کرنے کا حکم دینا، یہ آیت صاف بتا رہی ہے، کہ خلافت کی فرع سیاست اور حکومت ہے، پس جس خلافت میں حکومت نہ ہو، وہ اس مصرع کی مصداق ہے ؂

شیر قالین دگر است شیر نیستاں دگر است

بموجب اس تشریح کے اہل سنت نے بارہ خلیفوں کے نام بتا دیئے، اب ہم سننا چاہتے ہیں کہ شیعہ ان بارہ اماموں کی تعداد کس طرح پوری کرتے ہیں، بتلاتے ہوئے ذرا خلیفہ کی جامع مانع تعریف اور اس کی فرع بھی بتلائیں، ہم سننے کے شائق ہیں (اہلحدیث یکم جون ۱۹۱۷ء)

اہلحدیث کے مذہب پر ایک سوال

مکرم بندہ جناب مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب دام اقبالہ تسلیم!

بعد سنت سلام کے واضح ہو، دیگر گذارش خدمت یہ کہ چند سوالات کے جواب اپنے اخبار اہلحدیث کے کسی گوشہ میں درج فرمادیں، امید کہ تاخیر نہ کریں گے۔

سوال یہ ہے، کہ آپ نے مدراس کانفرنس میں سنا ہوگا کہ مولانا مولوی فقیر اللہ صاحب نے وعظ میں کہا، کہ چار امام یعنی مذہب برحق ہیں، اور آپ نے بھی جس کا جواب دیا، ہمارے یہاں اس بات کی بابت کہ مذہب اہلحدیث کا کیا ادب بالکل غلط ہے، اور کانفرنس میں ہی ایک مدراسی نے سوال کیا، کہ چار مذہب حق ہیں، تو آپ نے کیوں پانچواں مذہب اختیار کیا، اور آپ ہم کو اس کا جواب ضرور اخبار سے معلوم کرا دیں، اور جواب تفصیل وار معلوم کرادیں، اگر آپ تسلی بخش جواب دیں تو مذہب اہلحدیث میں بہت سی جماعت احناف شامل ہونے والی ہے، اگر جواب تسلی بخش نہ آوے تو اہلحدیث مذہب سے بری ہوجائیں گے، اور کوئی چار مذہب میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے سے کیا برائی ہے اگر برائی نہ ہو تو آپ اس سے کیوں بری ہیں، اور جواب جلد (راقم کے ایم کمپنی خریدار اہلحدیث کڈپہ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اڈیٹر میں نے جناب مولوی فقیر اللہ صاحب کی تقریر نہیں سنی تھی، اصل جواب اس پر موقوف ہے، کہ مولوی صاحب موصوف کے اصلی الفاظ سامنے ہوں، لہٰذا مولوی صاحب موصوف خود یا ان کی تقریر سننے والے کوئی صاحب مولوی صاحب کے اصلی الفاظ نقل کرکے بھیجیں، تو جواب صحیح مل سکتا ہے۔

میں نے جو جواب دیا تھا، وہ قیاسی تھا، اسی جواب کی اب تشریح کئے دیتا ہوں اس میں شک نہیں کہ ائمہ کا مذہب ان کے وجود کے بعد جاری ہوا ہے، ان سے پہلے مسلمانوں میں جو طریق جاری تھا، وہ کیا تھا اور اس طریق کو نئے سرے سے جاری کرنا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ یہ ایک سوال ہے، جس کا جواب فیصلہ کن ہے، میں اس جگہ ایک نقشہ دیتا ہوں تاکہ مضمون اچھی طرح سے سمجھ میں آسکے، وہ نقشہ یہ ہے۔

وہ شاہراہ جو سلف صالحین سے چلی تھی، درمیان میں اسی میں سے چار شاخیں ہوئیں جن کا نقشہ ہم نے دیا ہے، ان چاروں کا تعلق چونکہ اسی اصل سے ہے، اور ان کا طریق عمل بھی وہی تھا جو اصل کا تھا یعنی قرآن وحدیث کا اتباع، اس لئے ان کی نسبت حقانیت کا اقرار کیا ہوگا لیکن چونکہ ان مذاہب میں ان تعینات اربعہ نے بھی جزئیت کی طرح دخل پایا ہے، جس کی تشریح یوں ہے، کہ حنفی اپنے مسائل کو اس لئے صحیح جاننے لگے، کہ وہ امام ابو حنیفہ صاحب کے اقوال ہیں، چنانچہ اصول فقہ کی مستند کتاب توضیح میں لکھا ہے، کہ مقلد کی تحقیق ہی یہ ہے، کہ وہ یوں لکھے هذا عندی صحیح لانہ ادی الیہ رائی ابی حنیفۃ رح یعنی یہ مسئلہ اس لئے صحیح ہے کہ امام ابو حنیفہ کی یہ رائے ہے۔

اسی طرح دیگر ائمہ کے مقلدین کا بھی کم وبیش برتاؤ رہا، چونکہ دلیل کی جگہ محض خدا ورسول کا نام ہونا چاہیئے، ان کی بجائے کسی امتی کا نام لینا منشائے خداوندی کے خلاف ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ یعنی محل دلیل میں سوائے کلام خدا ورسول کے کسی کا قول پیش نہیں ہوسکتا، اس لئے اس روش کی (جو توضیح کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے) اصلاح ضروری تھی، تاکہ امت اس طریقہ سے آجائے، جس پر سلف صالحین تھے، چنانچہ اہلحدیث کی یہی کوشش ہے، کہ ان نسبتوں کو دین میں داخل نہ کیا جائے، بلکہ داخل فی الدین صرف وہی ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسبت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) جس کے حق میں فرمان واجب الاذعان ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ یہ ہے ضروری مذہب اہلحدیث جو بالکل صاف اور روشن ہے۔ الحمد للہ (۲۸ جون ۱۸ء)

تشریح[1]

(از جناب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی)

اس امت مرحومہ میں بہت سے فرقے پیدا ہوگئے، ہر ایک اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی وارث اور آپ کے طریق پر سمجھتا ہے، اور دوسروں کو طریق سنت سے دور اور راہ حق سے گمراہ جانتا ہے، اور کہتا ہے، کہ انہوں نے دین حق میں اختلاف ڈالا امت مرحومہ میں تفرقہ کی نیاد رکھی، دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، فتنہ وفساد برپا کیا، غرض ہر ایک دوسرے کو کافر وضال، بدعتی ولامذہب قرار دیتا ہے، اور بموجب ارشاد كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (پ۱۸۔ مؤمنون) اپنی قرار داد پر نازاں ہے ؂

وکل یدعی وصلا للیلی ولیلی لاتقر لھم بذاکا

ایسے اختلاف کے ہوتے ہر ایک کا دعویٰ درست نہیں ہوسکتا، کیونکہ الحق لایتعدد عند الاختلاف[2] مسلم مقولہ ہے، لہذا ضروری ہے، کہ فرقہ قدیمہ وجدیدہ کی شناخت کا کوئی ایسا اصول ومعیار مقرر کیا جائے، جس پر سب فرقے پرکھے جاسکیں، اور کھرے اور کھوٹے میں تمیز ہوسکے، اور معلوم ہوجائے، کہ اصولی طور پر حقیقت میں اختلاف وفتنہ کا الزام کس پر عاید ہوسکتا ہے، اس تحریر میں میرا مقصود یہی ہے۔

(۲) اس تحریر میں کسی فرقہ کی قدامت وجدت سے یہ مراد ہوگی، کہ موجودہ فرقہ ہائے اسلام میں سے کونسا فرقہ ہے، جو اپنے عقائد واصول اور دستور العمل اور صورت عمل کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کا ہے، اور کون سا ہے جو آپ کے بعد نکلا۔

(۳) حقیقت میں فرقہ اسی گروہ کا نام ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے طریق سے جدا ہوکر کسی اور صورت میں قائم ہوا اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت عہد کی اصلی حالت پر قائم ہوا سے فرقہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اس نے جدائی نہیں کی، لیکن اس کی دیگر قسموں کے

---

[1] کشف الغمہ عن اختلاف الامۃ ۱۲ [2] حق اختلاف کے وقت متعدد نہیں ہوتا ۱۲ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ میں ہونے کے سبب ہم اسے بھی فرقہ شمار کریں گے (فتنبہ)

(۴) چونکہ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے آخری نبی ہیں، اور آپ سے پہلے آسمانی کتابیں اور انبیاء گذر چکے ہیں، اور ان کے معتقدوں میں بھی اختلاف واقع ہو چکا ہے، اس لئے ضروری ہے، کہ اول ان اسباب پر نظر کی جائے، جن سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں اختلاف پڑا، اور دیکھا جائے، کہ کس بات کی خلاف ورزی پر خداتعالےٰ نے ان پر اختلاف کرنے کا الزام قائم کیا، تاکہ ہم بھی اپنے اختلاف میں اس امر کو ملحوظ رکھ کر اس الزام سے محفوظ رہ سکیں۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

(۵) دین ابتدا میں ایک ہی تھا، صرف وحی کی پیروی ہوتی تھی، اور اسی کا حکم تھا، امتداد زمانہ سے جوں جوں عصر نبوت سے دور ہوئے، بعد کی نسلوں میں ذہول و نسیان غالب ہوتا گیا، جہالت پھیلتی گئی، کتاب الٰہی متروک ہو گئی، آثار نبوت محفوظ نہ رہے، اقوال الرجال، رائے و قیاس اور بے تحقیق سنی سنائی باتوں کی پیروی کی گئی، اس پر طرہ یہ کہ نفسانی خواہشوں اور آپس کی عداوتوں کے لئے بھی مذاہب ہی کو آڑ بنایا گیا، جس کی وجہ سے تحریف اور اختراع بدعات کا شیوع ہوا، اور دین الٰہی میں ایک فتنہ عظیم برپا ہوا، جس کے مٹانے کے لئے آخر سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے۔

اصولی طور پر اس بیان سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا، لیکن مزید توضیح کے لئے ہم ان امور عشرہ کے ثبوت میں آیات ذیل نقل کرتے ہیں۔

پہلی آیت:۔ وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَاخْتَلَفُوْا (یونس، پ ۱۱) اور (شروع میں) لوگ (دین کے) ایک ہی طریقے پر تھے، اختلاف تو ان میں پیچھے (پیدا) ہوا۔ اس آیت میں صاف مصرح ہے، کہ ابتدا میں سب لوگ ایک ہی دین پر تھے، ان میں اختلاف پیچھے پڑا، چنانچہ تفسیر جامع البیان میں اس زمانہ اتفاق کی بابت کہ کس زمانہ میں سب لوگ ایک ہی دین پر تھے، لکھا ہے:۔ بین آدم و نوح عشرۃ قرون کلھم علی الاسلام۔

دوسری آیت:۔ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَھُمْ فَھَدَی اللّٰہُ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِہٖ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (پ ۲ بقرہ) ترجمہ ۔ (شروع میں) لوگ ایک ہی دین پر تھے، پھر (اختلاف کرنے لگے) اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے، جو خوشخبری دیتے اور ڈراتے، اور ان کے ساتھ سچی کتابیں بھی نازل کیں تاکہ جن باتوں میں لوگوں نے اختلاف کیا، ان میں ان کا فیصلہ کرے، اور جن کو کتاب ملی تھی، وہی آپس میں ایک دوسرے کی عداوت سے روشن دلائل آئے پیچھے اختلاف کرنے لگے، تو وہ راہ حق جس میں لوگ اختلاف کر رہے تھے، خدا نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کو دکھا دی، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے راہ راست کی ہدایت کر دے۔

اس آیت میں کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً کے بعد فَاخْتَلَفُوْا محذوف ہے، کیوں کہ انبیاء کی بعثت اختلاف کے وقت ہوتی ہے، جیسا کہ سورہ یونس کی گذشتہ آیت میں اس کو ذکر بھی کر دیا ہے، اور لما اختلفوا فیہ سے مراد الحق ہے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا، اور من جو من الحق میں ہے، وہ بیانیہ ہے، چنانچہ تفسیر جلالین میں ہر دو کی بابت یہی لکھا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقت میں اختلاف وہی کرتا ہے، اور جدا فرقہ وہی بناتا ہے جو حق سے جدا ہو جائے، اور نیز یہ کہ اختلافی صورت میں وہ جانب اختیار کی جائے، جو نبی برحق کا فرمودہ ہو، پس جو شخص یا فرقہ اصل دین پر جس کو خدا تعالیٰ اس آیت میں لفظ الحق سے تعبیر کرتا ہے، قائم ہو گو بظاہر وہ بھی دوسروں سے مختلف ہوتا ہے لیکن خدا کے نزدیک اس پر اختلاف کا الزام نہیں آ سکتا، کیوں کہ اس نے اس حق کے خلاف نہیں کیا، جو پیغمبر برحق کے ذریعہ ثابت ہوا۔

تیسری آیت۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (نحل پ ۱۴) اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر یہ کتاب صرف اسی واسطے اتاری ہے، کہ تم ان لوگوں کے لئے وہ باتیں خوب ظاہر کر دو، جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں، اور نیز مومنوں کی ہدایت کے لئے، اور ان پر رحمت کے لئے (نازل کی)

اس آیت سے صاف واضح ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ امتوں کے اختلاف مٹانے کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں، پس جو اختلاف آپ کی امت میں پڑے، بالخصوص جب وہ اسی جنس کا ہو، جو گذشتہ امتوں میں تھا تو ضرور بر ضرور اس میں آپ کے بیان ہدایت نشان کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، اور یہی مراد ہے اس آیت کریمہ سے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (نساء پ ۷) یعنی اگر تم میں کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر میں اختلاف پڑ جائے، تو اس امر کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی طرف لاؤ، اگر تمہیں خدا تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان ہے،

اسی طرح حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام انبیاء سابقین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی دین عطا کرنے کا ذکر کر کے فرمایا:۔

وَمَا تَفَرَّقُوْا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (شوریٰ پ ۲۵) ان امتوں نے آپس میں بغاوت وعداوت کی وجہ سے علم الٰہی آچکنے کے بعد دین میں تفرقہ ڈالا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اختلاف سے بچے رہنے اور وحی الٰہی پر قائم رہنے، اور لوگوں کو اعتدال کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (شوریٰ۔ پ ۲۵) (اے پیغمبر! تم لوگوں کو) اسی (اصل دین) کی طرف بلاتے رہو، اور خود بھی جیسا کہ تم کو حکم ہوا ہے قائم رہو، اور ان (اہل کتاب) کی خواہشوں پر نہ چلو، اور ان سے صاف کہہ دو، کہ کتاب (کی قسم) سے جو کچھ خدا نے اتارا ہے، میرا تو سب پر ایمان ہے، اور مجھے حکم ملا ہے، کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔

(۶) بیان مذکورہ بالا میں یہ امور مذکور ہوئے، دین الٰہی ابتداء میں ایک تھا، اس کے بعد لوگوں نے اس میں بوجہ آپس کی عداوت کے اختلاف کیا، تو خدا تعالیٰ اس اختلاف کو مٹانے کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجتا رہا، حتیٰ کہ اسلام کے آخری دور میں سب اختلافات مٹانے کے لئے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، اور آپ پر آخری کتاب قرآن مجید نازل کی، پس صاف روشن ہو گیا، کہ اب ان سب اختلافات کو چھوڑ کر جو نئے ہوں یا پچھلی جنس کے ہوں، صرف قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی اتباع واجب ہے، اور یہی مراد ہے اس آیت کریمہ سے اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (الاعراف پ ۸) یعنی جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا، اس کی پیروی کرو، اور اس کے سوائے دیگر حمایتوں کی پیروی نہ کرو۔

(۷) مضمون بالا کی تائید میں دیگر آیات بھی ہیں، جو حسب ذیل ہیں:۔

چوتھی آیت ۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَرِیْعُ الْحِسَابِ (آل عمران پ ۳) دین (حق) تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے (اور بس) اور اہل کتاب نے جو مخالفت کی، سو آپس کی ضد کے سبب حق معلوم کرنے کے بعد کی، اور جو کوئی خدا کی آیات سے منکر ہو، تو خدا اس کا جلد حساب لے گا

اس آیت میں صاف فرما دیا کہ خدا کے نزدیک صرف ایک ہی دین اسلام کا اعتبار ہے اور یہ کہ اہل کتب سابقہ نے اختلاف کیا، تو آسمانی کتاب مل چکنے کے بعد کیا، اور یہ کہ ان اختلافات کی ایک وجہ ان کی باہمی عداوت تھی اور یہ کہ جو کوئی آیات خداوندی کو چھوڑے گا، خدا اس سے جلد سمجھے گا اس سے ظاہر ہے، کہ اہل کتاب پر جو الزام قائم کیا گیا ہے، وہ کتاب آسمانی کی مخالفت کرنے کا ہے پانچویں آیت:۔ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ، فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (مومنون پ ۱۸) یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے، اور صرف میں ہی تم سب کا رب ہوں، پس تم سب مجھ سے ہی ڈرو، پھر لوگوں نے آپس میں پھوٹ کر کے اپنا اپنا دین جدا جدا بنا لیا، اب جو کسی فرقے کے پاس ہے، وہ اسی پر خوش ہے۔

اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک ہی دین کا حکم کیا تھا، لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف فرقوں میں تقسیم کر ڈالا اور ہر گروہ اپنے ہی عندیہ پر خوش رہنے لگا، یعنی اپنے اختیار کردہ عقیدے اور طریق عمل کے اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ یہی سمجھنے لگے، کہ یہ ہمارا ہے، اور دوسرے سے انکار کی یہی وجہ بتائی، کہ یہ دوسرے کا مذہب ہے، طریق اعتدال جو ہر ایک کے لئے مساوی ہے، یعنی اتباع دلیل اور موافقت وحی ربانی، اس کی پرواہ نہ رہی۔

اس امر کو دوسری آیت میں مصرح ذکر فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ (سورہ بقرہ پ ۱) اور جب ان سے کہا جاتا ہے، کہ جو کچھ بھی خدا نے نازل کیا ہے، سب پر ایمان لاؤ، تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی پر ایمان رکھتے ہیں، جو ہم پر اتری، غرض یہ کہ اس کے علاوہ دوسری کتاب کو نہیں مانتے، حالانکہ وہ بھی حق ہے۔

(۸) امور عشرہ میں سے باقی امور کا ذکر ان آیات میں ہے:۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (حدید پ ۲۷) کیا مسلمانوں کے لئے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ ذکر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا اور تلاوت قرآن کے لئے جو خدائے برحق کی طرف سے نازل ہوا ہے، ان کے دل گداز ہو جائیں اور ان لوگوں کی طرح ریڈھ پتھر انہ ہو جائیں، جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی، تو ان پر ایک مدت دراز گذر گئی، تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور اب اکثر ان میں سے نافرمان ہیں

اس آیت میں صاف بیان ہے، کہ عصر نبوت کے بعد طوالت زمانہ کے سبب دلوں میں سختی آ گئی، حتی کہ فسق تک نوبت پہنچی، یعنی اعتقاد و عمل ہر دو میں خرابی واقع ہو گئی۔

امتداد زمانہ کے اثر سے طبائع میں انقلاب اور خیالات میں تغیر اور ہمتوں میں پستی ہو جاتی ہے جس سے دلوں میں ذکر الٰہی میں حلاوت اور ایمان میں قوت کم ہو جاتی ہے، اور جوش و غیرت اسلامی فرد ہو کر دل سخت ہو جاتے ہیں، ہاں اگر آثار نبوت محفوظ رہیں تو عصر نبوت کا اثر باقی رہتا ہے اور اس قدر دل سخت نہیں ہوتے، قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کی نسبت یہی تصور ذکر کیا ہے

چنانچہ یہود کی نسبت وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ذکر کر کے فرمایا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (مائدہ ۵ پ ۶) پس انہی لوگوں کے اپنے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان کو پھٹکار دیا، اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، کہ (کتاب الٰہی) کے کلمات کو ان کی اصلی جگہ سے پھیرتے ہیں، اور ان کو جو نصیحت کی گئی تھی، اس کا بہت سا حصہ وہ بھلا بیٹھے۔

اس کے بعد نصاریٰ سے بھی عہد لینے کا ذکر کر کے ان میں بھی اس امر کی کمی بیان کی،

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (پ ۶ مائدہ ۵) اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں، ہم نے ان سے بھی عہد لیا، تو انہوں نے اس میں سے جو ان کو نصیحت کی گئی تھی، بہت سا حصہ بھلا دیا۔

ان دونوں آیتوں میں ہر دو گروہ یہود و نصاریٰ پر ایک ہی الزام قائم کیا ہے، کہ انہوں نے کتاب الٰہی کو جس کی حفاظت اور تعمیل کی ان کو تاکید کی گئی تھی، ترک کر دیا جس کی وجہ سے ان پر لعنت برسائی گئی، اور ان کے دل سخت کر دیئے گئے، جس کی انتہا یہاں تک پہنچی، کہ انہوں نے کلمات الٰہیہ میں تحریف کی، اور تورات و انجیل کا بہت سا حصہ جس سے ان کو تذکیر کی گئی تھی بھلا دیا، اور لعنت کے سبب اس کا علم ان کے سینوں سے کھینچ لیا گیا کیونکہ جب گناہوں کے سبب دل سخت ہو جاتا ہے، اور سختی کے سبب خدا تعالیٰ کی طرف سے توفیق مساعدت نہیں کرتی، تو علم کالعدم ہو جاتا ہے، اور سینے میں اس کی روشنی باقی نہیں رہتی۔ اعاذنا اللہ منہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ حالت ہو جاتی ہے، تو انسان توہمات و منکرات و بدعات کے گرداب میں ایسا گھر جاتا ہے، کہ پھر نجات مشکل ہو جاتی ہے اللھم احفظنا و ثبتنا علیٰ آثار نبیاتہ یہود و نصاریٰ کے مذکورہ بالا اقرار و حالات بیان کرنے سے پیشتر خدا تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کو بھی ان کا اقرار یاد کرایا ہے

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (مائدہ پ ۶) اور یاد کرو، اس انعام کو جو خدا نے تم پر کیا، اور اس کے عہد و پیمان کو بھی جس کا تم سے پختہ اقرار لیا، جب تم نے کہا، کہ ہم نے سنا اور مانا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی نسبت آیت وَلَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ (مائدہ پ ۶) کے ذیل میں ان کے باہمی ارتباط کے متعلق فرمایا ہے

انہ خاطب المومنین فیما تقدم فقال وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ثم ذکر الان انہ اخذ المیثاق من بنی اسرائیل لکنھم نقضوا و ترکوا الوفاء بہ فلا تکونوا ایھا المومنون مثل اولئك الیھود فی ھذا الخلق الذمیم لئلا تصیروا مثلھم فیما نزل بھم من اللعن و الذلۃ و المسکنۃ (پ ۶ مائدہ جلد سوم ص ۳۹۲)

خدا تعالیٰ نے اس سے قبل مومنوں سے خطاب کیا، اور فرمایا کہ خدا کی نعمت جو تم پر کی، اور اقرار جو تم سے پختہ کرایا یاد کرو جو تم نے کہا، ہم نے سنا اور مانا، پھر اس کے بعد اب ذکر کیا، کہ یہی اقرار بنی اسرائیل سے بھی لیا تھا، لیکن انہوں نے اسے توڑ ڈالا، اور اسے پورا کرنا ترک کر دیا تم اے مومنو! اس بری عادت میں ان یہود کی طرح نہ ہو جانا، تاکہ تم پر بھی ان جیسی لعنت اور ذلت اور مسکنت نازل نہ ہو۔

امام رازی نے ان دونوں بیانوں کے ارتباط میں جو نکتہ بیان کیا ہے، وہ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بالتصریح بھی مذکور ہے، کہ اہل کتاب کی طرح نہ ہو جانا، جنہوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کو کئی مذہبوں میں تقسیم کر دیا، چنانچہ آیت وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا میں قرآن کو بالاتفاق مضبوط پکڑے رکھنے اور تفرقہ سے بچے رہنے کی تاکید کے بعد فرمایا

(۱) وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (آل عمران پ ۴) اور ان جیسے نہ ہو، جنہوں نے کھلے نشان آچکنے کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے"

(۲) ایک اور مقام پر ان کی برائی نہایت شدت سے بیان کی، اور ان کی مثل بننے سے منع فرمایا وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (روم پ ۲۱) اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا، جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا، اور وہ ٹولے ٹولے ہو گئے، جو جس فرقے کے پاس ہے، وہ اسی میں مگن ہے۔

(۳) اسی طرح دوسرے موقع پر اس تفرقہ و اختلاف کے الزام کی نسبت فرمایا، کہ اس کا بوجھ صرف ان لوگوں پر ہے، جنہوں نے ایسا کیا، لیکن جو راہ راست پر قائم رہے، ان پر اس اختلاف کا الزام کچھ بھی نہیں اِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللهِ (انعام پ ۸) (اے پیغمبر) جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور وہ کئی فرقے ہو گئے، تم کو ان سے کچھ بھی سروکار نہیں، ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے

امام رازی نے اس آیت کے ذیل میں حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے۔ قال مجاهد ان الذين فرقوا دينهم من هذه الامة هم اهل البدع والشبهات واعلم ان المراد من الاية الحث على ان تكون كلمة المسلمين واحدة وان لا يتفرقوا في الدين ولا يبتدعوا البدع (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۷۹ پ ۸ سورۃ انعام) جن لوگوں نے اس امت میں تفرقہ ڈالا، وہ اہل بدعت و ملحدین ہیں، اور جان کہ اس آیت سے مراد مسلمانوں کو اس امر کی ترغیب دینی ہے، کہ ان سب کی بات ایک ہی ہو، اور یہ کہ وہ دین میں تفرقہ نہ ڈالیں، اور بدعتیں جاری نہ کریں۔

(۴) ایک اور آیت میں دین کی تقسیم کرنے والوں پر عذاب نازل کرنے کا ذکر کر کے اس سے ڈرایا۔ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ (حجر پ ۱۴) جس طرح ہم نے ان لوگوں پر نازل کیا، جنہوں نے کتاب الٰہی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں تقسیم کر لیا۔

اس آیت میں جو فرمایا، کہ بعض لوگوں نے کتاب الٰہی کو تقسیم کر ڈالا، اس کی کئی صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ بعض احکام کو مانا، بعض کو نہ مانا، چنانچہ یہود ہی کو فرمایا۔ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ (بقرہ۔ پ ۱) کیا تم کتاب کے کچھ مسائل مانتے ہو، اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

دوسری یہ کہ بعض ان احکام الٰہی کو تسلیم کیا، جو اپنے طریقہ اور فرقہ کے موافق ہوں، اور جو موافق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوں، ان کو اس عذر سے ٹال دیا کہ دوسرے لوگوں کا مذہب ہے ہمیں اس سے سروکار نہیں ہے چنانچہ انہی یہود کے حق میں فرمایا۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ (بقرہ پ ۱) اور جب ان سے کہا جاتا ہے، کہ خدا کی نازل کردہ وحی پر ایمان لاؤ، تو کہتے ہیں، ہم تو صرف اسی کتاب کو مانتے ہیں جو ہم پر اتری، اور اس کے علاوہ جو وحی ہے اسے نہیں مانتے، حالانکہ وہ حق ہے، جو کچھ ان کے پاس ہے، اس کی مصدق ہے

اس آیت سے صاف ظاہر ہے، کہ یہود مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کی پیروی میں اپنے اور دوسرے میں تمیز کرتے تھے، حالانکہ یہ بالکل نادرست ہے، کیونکہ جب اصولاً یہ امر مسلم ہے، کہ اتباع صرف ما انزل اللہ کی کرنی ہے، تو وہ حکم الٰہی چاہے زید کے ہاں سے ملے، چاہے بکر کے ہاں سے ملے، بہرحال واجب الاتباع ہے، اس میں فرقہ بندی کو دخل نہیں

میں نہایت ادب سے اپنے ناظرین کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں، کہ یہی حال امت مرحومہ میں بھی ہوگیا ہے، فرقہ بندی نے قرآن وحدیث کی بھی تقسیم کر ڈالی، اصول وقواعد اجتہادی میں تو بٹنی ہی نصوص بھی بٹ گئے، اصولاً ہر کوئی یہی کہتا ہے، کہ قرآن وحدیث اصول دین ہیں لیکن جب کوئی حدیث مثلاً حنفیوں کے اختیار کردہ مسلک کے خلاف ہے، اور امام شافعی نے اس سے تمسک کیا ہے تو اسے اس عذر سے ٹال دیا جاتا ہے، کہ اس حدیث سے امام شافعی نے تمسک کیا ہے، ہمارے امام ابو حنیفہ نے اسے نہیں لیا۔

اس کی مثالیں حنفی فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں میں بکثرت ہیں، کہ کسی امر پر امام شافعی کے مذہب کی تائید میں صحیح حدیث ہے، اور اس کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ ہی کے قول کو لیا ہے، اور حدیث کو بغیر اس پر جرح کرنے کے بالکل بے کار چھوڑ دیا ہے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح سب کے لئے برابر ہے، اس میں میرے تیرے کی تمیز جائز نہیں، دین کی وحدت اسی سے قائم رہتی ہے، اور فرقہ بندی اسی سے مٹتی ہے، کہ ہر کوئی اعتقاداً وعملاً قرآن وحدیث کا پیرو ہو جائے اور ان کے مقابلہ میں رائے اور قیاس کو چھوڑ دے، خواہ کسی کا ہو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے میں سب امام برابر ہیں جیسی امام شافعی پر آپ کی اتباع واجب، ویسی امام ابو حنیفہ پر لازم۔

اسی طرح قرآن شریف کے ساتھ سلوک کیا گیا ہے، کہ اگر کسی آیت کی وجہ تفسیر میں امام ابو حنیفہ اور امام شافعی میں اختلاف ہے، تو حنفی اس میں یہ کہتے ہیں، کہ ہمارے امام نے اس آیت کی تفسیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح پر نہیں کی ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں، خواہ امام شافعی کی تفسیر موافق مراد الٰہی اور مطابق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو، بے شک یہ بہت بھاری فتنہ ہے، اور دین میں غضب کا فتنہ ہے، کہ کسی امتی کی رائے سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو رد کر دیا جائے،

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا طاعتہ بسند صالح یدل علی خلاف مذھبہ وترکنا حدیثہ واتبعنا ذلک التخمین فمن اظلم منا وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العلمین (عقد الجید مترجم ص ۴۹) پس اگر ہم کو کوئی حدیث صحیح سند کے ساتھ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے، جس کی طاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے، جو کسی مقلد کے اختیار کردہ مذہب کے خلاف ہو، اور ہم اس حدیث کو ترک کر دیں اور اس ظنی قیاس کی پیروی کریں، تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہوگا، اور جس دن وہ سب لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، ہمارا کیا عذر ہوگا۔

اسی طرح دوسری آیت میں اہل کتاب کی اس بری روش کی نسبت فرمایا اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (توبہ پ ۱۰) ان (اہل کتاب) نے اپنے علماء و مشائخ کو خدا کے سوائے رب بنالیا ہے۔

جامع ترمذی میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت عدی بن حاتم سے مروی ہے[1]، کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میری گردن میں سونے کی صلیب تھی، تو آپ نے فرمایا اے عدی یہ بت اتار پھینک، اور میں نے آپ کو سورہ برات کی یہ آیت پڑھتے سنا اتخذوا احبارھم الخ یعنی انہوں نے خدا کے سوا اپنے علماء و مشائخ کو رب بنالیا، آپ نے فرمایا، کہ یہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جب ان کے لئے کوئی چیز حلال کہتے، تو حلال مان لیتے، اور اگر کہتے کہ یہ حرام ہے، تو حرام جان لیتے (ترمذی جلد دوم ص ۱۳۶)

اس بیان سے واضح ہوگیا، کہ نصوص وحی کے مقابلہ میں امتیوں کے اقوال کو قبول کرنا، اور نصوص

[1] عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی عنقی صلیب من ذھب فقال یا عدی اطرح عنک ھذا الوثن وسمعتہ یقرأ فی سورۃ براءۃ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ قال انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا لھم شیئا استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئا حرموہ (ترمذی جلد ۲ ص ۱۳۶)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعیہ میں اپنے اور دوسرے کی تمیز کرنا یہود کی روش ہے، جسے خدا تعالیٰ نے ناپسند جانا، پس اس امت مرحومہ کو بھی یہ روش ترک کرنی چاہیئے[1]

اہل کتاب میں یہ آتش اختلاف و عداوت جس کا بیان ہم کر رہے ہیں، یہاں تک بھڑکی، کہ ایک دوسرے کو بے دین و کافر اور لامذہب کہنے لگے، چنانچہ فرمایا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ (بقرہ پ ۱)

یہود نصاریٰ کو بے دین کہتے ہیں، اور نصاریٰ یہود کو بے دین کہتے ہیں، حالانکہ وہ دونوں کتاب الٰہی پڑھتے ہیں، اسی طرح وہ لوگ کہتے ہیں، جن کو خدا کی طرف سے علم نہیں دیا گیا یعنی مشرکین۔

اس آیت کے ذیل میں امام رازی نے کہا ہے

(اعلم ان هذه الواقعة بعینها قد وقعت فی امة محمد صلی الله علیه وسلم فان کل طائفة تکفر الاخری مع اتفاقهم علی تلاوة القرآن (جلد اول ص ۴۷۲) یقین جانو کہ یہی واقعہ بعینہ اس امت مرحومہ میں پیش آیا ہے، کہ ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہتا ہے، باوجودیکہ وہ تلاوت قرآن پر سب متفق ہیں

دوسرے مقام پر اہل کتاب کی اس ناگفتہ بہ حالت کے علاوہ ان کے کتاب الٰہی کو چھوڑ دینے اس کے احکام کو دنیوی طمع سے چھپانے، اور اس سے دنیا کمانے، از خود مسائل بنا کر لوگوں کو ٹھگنے کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ (آل عمران پ ۴)

اور جب خدا نے اہل کتاب سے قول و قرار لیا، کہ اس کتاب کو لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کر دینا، اور اس کی کسی بات کو چھپانا مت، پس انہوں نے اسے اپنی پس پشت ڈال دیا اور اس کے عوض میں تھوڑے سے دام حاصل کئے، سو بہت برا ہے وہ جو حاصل کرتے ہیں۔

امام رازی اور دیگر کئی ایک مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں کہا ہے۔

اعلم ان ظاهر هذه الآیة وان کان مختصا بالیهود والنصاری فانه لا یبعد ایضا دخول المسلمین فیه لانهم اهل القرآن وهو اشرف الکتب (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۱۸)

---

[1] اصول فقہ میں بھی اس کی تصریح ہے، اگر کوئی فقیہ ہو کر اس کا خلاف کرتا ہے، تو قصور اس کا ہے (ایڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جان لو کہ اس آیت کا ظاہر گو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے مخصوص ہے لیکن اس میں مسلمانوں کا بھی داخل ہونا بعید نہیں، کیونکہ وہ بھی اہل قرآن ہیں، اور وہ سب کتابوں سے بڑھ کر شرافت والی کتاب ہے۔

جب سے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں یہ بری روش پڑی تب سے برابر جاری رہی حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان ہدایت نشان میں بھی ان کی یہی خصلت تھی، چنانچہ فرمایا:۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۔ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ (بقرہ پ ۱)

اور جب ان کے پاس خدا کی طرف سے رسول (محمد) آیا، جو اس کتاب کا مصدق ہے، جو ان کے پاس ہے تو ان اہل کتاب میں سے ایک فریق نے اللہ کی کتاب تورات کو اس طرح پیٹھ پیچھے پھینک دیا، کہ گویا وہ جانتے ہی نہیں، اور ان ڈھکوسلوں کے پیچھے لگ گئے جن کو سلیمان علیہ السلام کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے، یہ کفر سلیمان علیہ السلام سے نہیں ہوا بلکہ شیاطین نے کفر کیا،

یہود کی جو حالت اس آیت میں مذکور ہے، وہ اس امت مرحومہ کے بھی بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہے، کتاب اللہ کو پس پشت ڈال رہا ہے اور بہت سے شیطانی عملوں کو دستور العمل بنا رکھا ہے خلاف شرع تعویذات گنڈے، حاضرات، نقوش اور عملیات کو رواج دے رکھا ہے، جو ایسا کرے وہ ولی اللہ سمجھا جاتا ہے، اور جو اس سے منع کرے، اسے خشک ملا، بے خبر و غیر عارف سمجھ کر ملامت کی جاتی ہے، گویا ان کے نزدیک خدا رسی کے وسائل بھی یہی باطل علوم اور خلاف شرع دستور العمل ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس امر میں ایک خاص کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان"

یہود نے اس کے علاوہ محض زبانی سنی سنائی بے سند باتوں، موضوع روایتوں اور جعلی حکایتوں اور غیر معصوم علماء کے فتاووں کو بھی دین سمجھ رکھا ہے، اور غضب یہ کہ من گھڑت مسائل اور قیاسی ڈھکوسلوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور لوگوں کو ٹھگتے ہیں، چنانچہ فرمایا۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَوَیْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا کَتَبَتْ اَیْدِیْھِمْ وَوَیْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا یَکْسِبُوْنَ (بقرہ پ ۱) اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں، جو سوائے سنی سنائی وہمی باتوں کے کتاب (الٰہی) کو ہرگز نہیں جانتے، اور وہ فقط خیالی تکے چلایا کرتے ہیں، پس افسوس ہے ان لوگوں پر جو کتاب تو اپنے ہاتھ سے لکھیں، اور پھر کہیں کہ یہ تو خدا کے پاس سے ہے تاکہ اس کے ذریعے تھوڑے سے دام یعنی دنیوی فائدے حاصل کریں، پس افسوس ہے ان پر اس سے کہ وہ کماتے ہیں، یعنی اول تو وہ افتراء ہے، پھر ٹھگ بازی کہ اس سے دنیا کمائی۔

اس آیت میں دو طرح کے لوگوں کا بیان ہے ایک وہ جو مسائل بنا لیتے تھے، اور دوسرے وہ جو ان کو تسلیم کر لیتے ہیں، پہلا گروہ تو علماء کا ہے، اور دوسرا ان کے مقلدوں اور مریدوں کا۔

اسی طرح اس امت مرحومہ میں بہت ایسے ہیں، جو قرآن و حدیث کچھ بھی نہیں جانتے، صرف سنی سنائی بے سند باتوں، موضوع روایتوں کی پیروی کرتے ہیں، اور بہت ایسے ہیں جو قیاسی فتووں اور من گھڑت مسائل کو شریعت محمدی کہہ کر لوگوں کے مال ٹھگتے ہیں

یہود کے اسی گروہ کی نسبت دوسری آیت میں فرمایا۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْکِتٰبَ یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ ھٰذَا الْاَدْنٰی وَیَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا وَاِنْ یَّاْتِھِمْ عَرَضٌ مِّثْلُہٗ یَاْخُذُوْہُ اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْھِمْ مِّیْثَاقُ الْکِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِیْہِ (اعراف پ ۹) پھر ان کے بعد ان کے جانشین ایسے ناخلف ہوئے، کہ وہ کتاب (الٰہی) کے وارث تو بنے (لیکن اس سے) اس دنیائے دوں کو کمانے لگے، اور (اس پر بھی) کہتے ہیں، کہ یہ امر ہم کو ضرور معاف ہو جائے گا، اور اگر اسی طرح کی کوئی دنیوی چیز اب ان کے سامنے آ جائے، تو اسے بھی لے کر رہیں، کیا ان لوگوں سے کتاب الٰہی کا عہد نہیں لیا گیا کہ حق بات کے سوائے دوسری بات خدا کی طرف منسوب نہ کریں گے، اور جو کچھ اس کتاب میں ہے وہ انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے (پھر بھی باز نہیں آتے)

ان آیتوں سے صاف ثابت ہے، کہ اہل کتاب کے علماء نے جو قرون اولی کے بعد وارث کتاب ہوئے، کتاب الٰہی کو وجہ معاش بنا لیا تھا، جھوٹے مسئلے بنا کر اور خدا تعالیٰ کے ذمہ لگا کر دنیا کمانے لگے تھے، اور اس پر طرہ یہ کہ پھر نجات و بخشش کے سب سے پہلے امیدوار

اسی طرح اس امت مرحومہ میں بھی ایسے علماء بہت ہیں، جو کتاب الٰہی کو وجہ معاش بناتے ہیں، اور لوگوں کو یہ سناتے ہیں، کہ امت مرحومہ کو خدا بخش دے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کر کے سب کو چھڑا لیں گے، اور یہ وہم لوگوں کی طبیعتوں میں ایسا راسخ ہو گیا ہے کہ اب اس کا نکلنا، اور عمل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اعتقاد میں موافقتِ قرآن و حدیث کا سمجھ میں آنا ایک عظیم امر ہے۔

یہود و نصاریٰ میں ان قیاسی فتاووں کے علاوہ بڑی آفت تو یہ برپا ہوئی جس نے دین کو جڑھ سے کھوکھلا کر دیا، اور لوگوں کو انواع و اقسام کے توہمات میں مبتلا کر دیا، کہ ایک طائفہ رہبانیت کے لباس میں خدا رسی کا طالب ہوا۔

دنیا کو ترک کر کے تجرد و گوشہ نشینی اختیار کی، اور فقیر و درویش بن گئے بعض نے تو اسے حکم خدا جان کر عینِ دین سمجھا، اور بعض نے جب دیکھا، کہ لوگ فقرار کے بہت معتقد ہوتے ہیں، اور ان کے ساتھ ان کی عقیدت بہ نسبت ظاہری علمار کے زیادہ راسخ ہوتی ہے، اور مال و جان سے ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، تو انہوں نے اسی بھیس میں دنیا کمانی شروع کر دی،

خانقاہوں پر چلے کھینچ کر اور لباس و وضع اور گفتار و رفتار میں تکلف کر کے رہبان و درویش و صوفی بن بیٹھے، چنانچہ ان لوگوں کی بابت جنہوں نے رہبانیت یعنی طریق درویشی کو دین سمجھ کر اختیار کیا تھا فرمایا وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (حدید پ ۲۷) اور دنیا کو چھوڑ بیٹھنا جس کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا، مگر (انہوں نے اسی) خدا ہی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (ایجاد کیا تھا) لیکن جیسا حق تھا ویسا نباہ نہ سکے۔

اس آیت میں لفظ رھبانیۃ علی شریطۃ التفسیر منصوب ہے۔ اور ما کتبناھا علیھم جملہ مستانفہ ہے، اور الا ابتغاء رضوان اللہ میں استثنار منقطع ہے متصل نہیں، اور جنہوں نے استثنار متصل سمجھا ہے، بیضاوی نے ان پر اعتراض کیا ہے، کہ یہ قول الٰہی ابتدعوھا کے خلاف ہے، یعنی اس رہبانیت کے ایجاد کو خداوند تعالیٰ نے فقرار نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے نہ کہ اپنی طرف پس اس استثنار کو متصل کہنا درست نہیں، چنانچہ تفسیر جامع البیان میں اس کی تفصیل یوں لکھی ہے، اور یہی درست ہے، اس کے خلاف ہرگز درست نہیں

ورھبانیۃ ابتدعوھا منصوبۃ علی شریطۃ التفسیر ای ابتدعوا رھبانیۃ یعنی جاؤا بالرہبانیۃ من قبل انفسھم ما کتبناھا علیھم ما امرناھم بھا۔ الا ابتغاء رضوان اللہ۔ لکنھم ابتدعوھا ابتغاء رضوان اللہ تعالیٰ فمارعوھا حق رعایتھا ذم لوجھین الابتداع فی دین اللہ تعالیٰ وعدم القیام بما التزموا مما زعموا انہ قربۃ (پ ۲۷۔ جامع)

لفظ رہبانیت علی شریطۃ التفسیر منصوب ہے، یعنی انہوں نے رہبانیت کو ایجاد کیا یعنی انہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مشکل ریاضتوں کا کرنا، اور لوگوں سے الگ تھلگ رہنا از خود مقرر کر لیا تھا، ہم نے ان کو اس کا امر نہیں کیا تھا، لیکن انہوں نے اسے خود اپنی طرف سے خدا کو راضی کرنے کے لئے بنا لیا، مگر اس کی رعایت جیسی کہ چاہیئے تھی نہ کی، اس میں اس کی دو طرح سے مذمت ہے، اول تو خدا کے دین میں بدعت جاری کر لی، پھر اس پر قائم نہ رہنا، جسے خدا کے قرب کا سبب جان کر اپنے اوپر لازم گردانا تھا۔

تفسیر کشاف میں بھی اس کی ترکیب اور تفسیر اسی طرح لکھی ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا، کہ بدعت وہ شئے ہے جس کا خدا تعالیٰ نے کسی نبی برحق کے ذریعے حکم نہ کیا ہو، اور کوئی شخص اس کو از خود یا کسی غیر نبی کے قول سے دین بنا بیٹھے، حدیث شریف میں بھی اسی طرح وارد ہے، چنانچہ مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم سے بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (ص ۱۹) جس شخص نے ہمارے اس امر دین میں ایسی بات نکالی جو اس سے نہیں ہے، تو اس کی وہ بات مردود ہے

حاشیہ پر ملا علی قاری کی شرح سے نقل کیا ہے۔

فھو رد ای الذی احدثہ مردود علیہ والمعنی ان من احدث فی الاسلام امرا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ اقول فی وصف ھذا الامر بھذا اشارۃ الی ان امر الاسلام مکمل واشتھر فمن رام الزیادۃ علیہ حاول امرا غیر مرضی (مرقاۃ) کہ جس نے کوئی بدعت نکالی وہ بدعت اسی کے منہ پر ماری جائے گی، یعنی جس نے اسلام میں محض رائے سے ایسی بات نکالی جس کی کتاب وسنت میں نہ تو کوئی ظاہری سند ہے اور نہ مخفی ملفوظ اور نہ مستنبط، تو وہ اسی پر رد کی جائے گی (ملا علی قاری فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں، اس امر دین کو ھذا کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس بات کی طرف ہے کہ اسلام تو مکمل و مشتہر ہو چکا ہے، اب جو کوئی اس میں زیادتی کریگا وہ ناپسندیدہ امر کا مرتکب ہوگا۔

اس بیان سے معلوم ہو گیا، کہ کسی کو بھی کوئی حق نہیں، کہ امت پر امر دین میں کسی ایسے امر کا بوجھ ڈالے، جس کا بوجھ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول پاک کی زبانی نہیں ڈالا، پس نصاریٰ میں یہ رہبانیت از خود جاری ہوئی تھی، جسے خدا نے پسند نہیں کیا، اس آیت میں رہبانیت کو نگاہ نہ رکھنے کا جو ذکر ہے، اس کا مطلب یہ ہے، کہ جو سختیاں اور ریاضتیں انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لی تھیں، وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو نبھاہ نہ سکے، اس میں نہایت باریک اشارہ ہے، کہ اگر وہ مشقتیں جمہور الناس کے لئے قابل برداشت ہوتیں، تو خدا تعالیٰ ان کو خود دین بناتا، لیکن خدا تعالیٰ نے اسی لئے ان کو دین میں داخل نہیں کیا، کہ وہ عوام کے حق میں ناقابل برداشت تھیں، فافہم

اسی معنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لن یشاد الدین احد الا غلبہ (بخاری) جو کوئی دین کو قابو کرنا چاہے گا، دین ہی اس پر قابو پائے گا۔

دوسرا گروہ جو درویشی (رہبانیت) کے بھیس میں دنیا کماتا تھا، اس کی اور ان کے علماء ظاہر ہر دو کی بابت فرمایا۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (توبہ پ ۱۰) مسلمانو! اہل کتاب کے اکثر علماء و مشائخ لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں، اور (لوگوں کو) راہ خدا (توحید) سے روکتے ہیں۔

اسی طرح دوسری آیت میں ان کے علماء واعظین کی نسبت فرمایا۔ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (آل عمران پ ۳) اور ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو کتاب (الٰہی) پڑھتے وقت اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ وہ (جو پڑھتے ہیں) کتاب (الٰہی) کا جزو ہے، حالانکہ وہ کتاب (الٰہی) کا جز نہیں، اور کہتے ہیں (کہ ہم جو پڑھتے ہیں) وہ اللہ کے ہاں سے (اترا) ہے، حالانکہ وہ اللہ کے ہاں سے نہیں (اترا) اور جان بوجھ کر خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

خاکسار کہتا ہے، کہ امت مرحومہ میں بھی کئی لوگوں نے ایسے طرق درویشی اختیار کر رکھے ہیں جن کی خدائے ذوالجلال نے اپنے رسول پاک کے ذریعہ اجازت نہیں دی، اور وہ ان میں خدا رسی کا گمان رکھتے ہیں، اور جو کوئی اس طریق پر عمل نہ کرے اسے درویش و صوفی نہیں جانتے، صرف ظاہر میں خشک ملا جانتے ہیں، اور نیز بہت سے متصوف ہیں، جو درویشی کے رنگ میں خلق خدا کو ٹھگتے ہیں، اور مال کماتے ہیں، اور بہت سے مولوی اور واعظ ایسے ہیں، جو صرف قصہ کہانی اور موضوع روایتیں ذکر کر کے عوام الناس کو پرچا لیتے ہیں، اور ان سے دنیا حاصل کرتے ہیں۔ حفظنا اللہ

منہاج امین (۱۸/۲۵ رمضان ۱۳۳۱ھ)

نمبر اول میں مذکور ہو چکا ہے، کہ جن اسباب سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں اختلاف پھوٹا، وہ اسباب اس امت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرحومہ میں بھی مدت سے موجود ہو چکے ہیں،

اور جو نتیجہ اختلاف اہل کتاب کے حق میں نکلا تھا مسلمان بھی مدتوں سے اس کا خمیازہ اٹھا رہے ہیں، اور جو الزام کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دینے، اور اس کے سوا دیگر جعلی کتابوں کی پیروی کرنے کا اہل کتاب پر عائد ہوا تھا مسلمان بھی مدتوں سے اس الزام کو اپنے سر لے چکے ہیں، اب اسی کے متعلق میں چند احادیث ذکر کرنا چاہتا ہوں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس افسوسناک حالت کی خبر دی ہے۔

عن زیاد بن لبید قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فقال ذاک عند اوان ذھاب العلم قلت یا رسول اللہ وکیف یذھب العلم ونحن نقرأ القرآن ونقرئہ ابناءنا ویقرئہ ابناءنا ابناءھم الی یوم القیمۃ فقال ثکلتک امک یا زیاد ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھذہ الیھود والنصاری یقرؤن التوراۃ والانجیل ثم لا یعملون بشئ مما فیھما۔ رواہ احمد وابن ماجۃ وروی الترمذی عنہ نحوہ وکذا الدارمی عن ابی امامۃ۔ مشکوٰۃ میں امام احمد وغیرہ سے بروایت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ صحابی نقل کیا ہے، کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ ذکر میں فرمایا کہ یہ بات علم کے گم ہو جانے کی وقت ہو گی، اس پر زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ یا رسول اللہ علم (دین) کس طرح گم ہو جائے گا، حالانکہ ہم خود قرآن پڑھتے ہیں، اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں، اور وہ اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے (اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا) آپ نے فرمایا اے زیاد! تیری ماں تجھ کو روئے میں تو تجھے مدینہ میں بہت سمجھ دار شخص خیال کرتا تھا کیا یہ بات نہیں ہے، کہ یہ یہود ونصاریٰ تورات وانجیل پڑھتے ہیں، پھر جو کچھ ان میں لکھا ہے، اس پر عمل نہیں کرتے۔

نیز مشکوٰۃ میں بروایت امام ترمذی وغیرہ ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی رواہ الترمذی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے نقل کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت پر بھی وہ کیفیت آئے گی، جو بنی اسرائیل پر آئی، ٹھیک اسی طرح جیسے ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاؤں جوتی کا دوسرے پاؤں کے مطابق ہوتا ہے، حتی کہ اگر (فرضاً) ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا ہے، تو میری امت میں بھی کوئی ہوگا، جو ایسا کرے گا، اور بنی اسرائیل تو پھوٹ کر بہتر فرقے ہوگئے تھے، لیکن میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی، وہ سب سوائے ایک کے دوزخ میں جائیں گے، لوگوں نے دریافت کیا، کہ یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کونسا ہے، آپ نے فرمایا جس طریق پر میں ہوں، اور میرے اصحاب ہیں (جو اس پر ہوگا)

یہ حدیث جس میں مسلمانوں کے کثیر فرقے ہونے کی خبر ہے، امام ترمذی کے علاوہ امام ابوداؤد وامام احمد اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے، گو بعض محدثین نے اس پر من حیث الروایات کچھ کلام کیا ہے، لیکن اس میں شک نہیں، کہ اسلام میں اختلاف وتقسیم وتفریق امت کی پیش گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر احادیث صحیحین سے بھی ثابت ہے، اگرچہ ان فرقوں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے پس ہم نے اس روایت کو محض اسی خیال سے اپنے مضمون کی تائید میں ذکر کیا ہے، قد جعل اللہ لکل شئی قدرا۔

چنانچہ اختلاف وتفریق صحیح مسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیمۃ (جلد ادل ص ۸۷) وفی لفظہ عن ثوبان لا یضرھم من خذلھم حتی یاتی وعد اللہ وھم کذلک (فتح الباری پارہ ۲۹ ص ۱۷۶) میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ رہے گا، جو حق پر ہوکر مقابلہ کرتا رہے گا، اور قیامت تک غالب رہے گا، اور صحیح کی دوسری روایت میں ہے، کہ جو کوئی اس گروہ کا ساتھ چھوڑ دے گا، وہ ان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا، حتی کہ خدا کا وعدہ (قیامت) آجائے گا، اور وہ اسی حالت (منصورہ) پر ہوں گے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی صحیح کتاب الاعتصام میں روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں الفاظ لا یضرھم من خذلھم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ حقہ منصورہ کے مقابلہ میں اور فرقے بھی ہوں گے، پس مشکوۃ کی حدیث میں اسی امر کی توضیح ہے باقی رہا مشکوۃ کی حدیث کا دوسرا ٹکڑہ کہ میری عام امت کی حالت بنی اسرائیل کی سی ہوجائے گی، سو یہ بھی صحیح بخاری کی حدیث میں مصرح ہے، کہ

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی تاخذ امتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باخذ القرون قبلها شبرا بشبر وذراعا بذراع فقيل يا رسول الله كفارس والروم فقال ومن الناس الا اولئك (كتاب الاعتصام ص ۴۷ پ ۲۹ ۔ طبع جدید دهلی ص ۱۰۸۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت قائم نہ ہوگی، حتیٰ کہ میری امت اپنے سے پہلے زمانوں کی چال اختیار نہ کرے، بالشت بہ بالشت، اور دست بدست، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ فارسیوں اور رومیوں کی طرح، آپ نے فرمایا ان کے سوائے اور کون؟ یعنی ہاں انہی کی طرح ہو جائیں گے۔

پس مشکوۃ والی حدیث کا مضمون صحیح ہے، اور وہ صحیحین کی احادیث کی تائید میں بیان ہو سکتی ہے۔ قد جعل الله لكل شئ قدرا۔

ہاں مشکوۃ کی حدیث میں فرقہ ناجیہ کی نسبت جو فرمایا ہے، کہ اس سے وہ فرقہ مراد ہے، جو میری سنت اور میرے صحابہ کی روش پر قائم ہوگا، اسی کی نسبت صحیحین کی حدیث میں لا تزال طائفة من امتی وارد ہے، اور وہ وہی ہے، جو سنت صحیحہ پر قائم ہے، اور جس کے عقاید و اعمال، اصول و فروع کی بنا محض وحی ربانی پر ہے، اور رائے و قیاس کی کدو کاوش سے سالم ہے۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے اور عمدۃ القاری میں علامہ عینی حنفی نے امام ترمذی سے بروایت امام بخاری نقل کیا، کہ امام علی بن مدینی کہتے تھے کہ مراد اس طائفہ سے اہلحدیث ہیں، نیز حافظ ابن حجر نے امام احمد سے بسند صحیح بروایت حاکم نقل کیا ہے، کہ آپ فرماتے تھے، کہ اگر یہ فرقہ اہلحدیث نہیں، تو میں نہیں جانتا، کہ پھر کونسا ہے یعنی ضرور یہی لوگ مراد ہیں، اور ان کے سوا اور کوئی نہیں،

مشکوۃ کی حدیث مذکورہ بالا میں بعض محدثین نے از روئے درایت یہ اشکال بیان کیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہت سی امت کے داخل جنت ہونے کی بشارت سنائی ہے اور اس روایت کی رو سے بہت تھوڑی امت کے داخل جنت ہونے کا پتہ لگتا ہے، اور ان میں مطابقت مشکل ہے، گو کتب شروح حدیث میں اس اشکال کے بہت سے جوابات درج ہیں لیکن لگتے ہاتھ ہم بھی ایک جواب ذکر کر دیتے ہیں، کہ اصل دین تو وہی ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے، اور صحابہ اس کے پہنچنے کا واسطہ ہیں۔

پس جو فرقہ اپنے جس امر مخصوص میں طریق نبوی سے جو ہم کو بواسطہ صحابہ کرام معلوم ہو چکا ہے متفرق و جدا ہوا ہے وہ اس میں سراسر غلطی و خطا پر ہے، اور وہ غلطی و خطا علی حسب مراتب موجب سزا ہے۔

پس اس سے تمام اشکال و ترددات رفع ہو جاتے ہیں، اور متن حدیث میں کوئی قدح نہیں رہتی، بلکہ یہ وجہ جو ہم نے بیان کی خود متن حدیث ما انا علیه واصحابی سے ماخوذ ہے، اور اس وقت یہی امر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا نصب العین ہے کہ خیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا یعنی

ہوتے ہوئے مصطفٰے کی گفتار مت دیکھ کسی کا قول و کردار

اس تمہید کے بعد کسی فرقہ کی قدامت وجدت کا سوال بخوبی حل ہو جائے گا، اول تو حدیث مشکوٰۃ کی رو سے ہر فرقہ اپنے مخصوص مسایل کو جن کے سبب وہ دوسروں سے ممتاز و الگ گنا جاتا ہے کتاب و سنت کے نصوص پر پرکھے، اور اپنے مخصوص طرز طریقے اور رائے و قیاس سے کام نہ لے، بلکہ نصوص شرعیہ کو امام بنا کر ان کی پیروی کرے، اور ان میں سے اپنے یا کسی دیگر فرقے کی موافقت یا مخالفت کا لحاظ نہ کرے، پھر خدا کے فضل سے اس کو روز روشن کی طرح حق و باطل میں تمیز ہو جائے گی، اور واضح ہو جائے گا کہ ؎

اھل الحدیث ھم اھل النبی وان لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا

یعنی اہل حدیث ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل ہیں، اگرچہ انہوں نے آپ کی ذات بابرکات کی صحبت نہیں پائی لیکن ان کو آپ کے انفاس طیبہ یعنی احادیث مطہرہ کی صحبت تو حاصل ہے، یعنی شب و روز احادیث نبویہ ان کے ورد زبان اور دستور العمل ہیں۔

اس اجمالی اور مختصر طریق کے بعد ہم ایک دیگر تفصیلی طریق فیصلہ بھی نکلتے ہیں، جو دلائل عقلیہ و نقلیہ ہر دو سے ممزوج ہے، اور وہ یہ ہے، کہ کسی فرقہ کی جدت و قدامت معلوم کرنے کے لئے تین امور دل پر نظر کرنی ضروری ہے۔

اوّل اس فرقہ کے منسوب الیہ کو دیکھیں، کہ اس کا وجود کب ہوا یعنی اس امر کی تحقیقات کریں کہ یہ فرقہ جس کی طرف منسوب ہے، وہ کب وجود پذیر ہوا، عام اس سے کہ وہ منسوب الیہ کوئی خاص شخص ہو، یا کچھ اور، کیونکہ ضرور ہے کہ ہر منسوب اپنے منسوب الیہ سے بعد موجود ہوا اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا، کہ کوئی نسبت منسوب الیہ کے وجود سے پیشتر قائم ہو جائے، کیونکہ نسبت ایک وصف ہے، اور منسوب الیہ موصوف ہے، اور کسی وصف کا قیام بغیر موصوف کے نہیں ہو سکتا۔

منسوب الیہ خواہ کوئی خاص شخص ہو، خواہ کوئی مقام، خواہ فن، خواہ قوم، مثلاً بنی آدم حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہو کر آدمی کہلاتے ہیں، تو ان کا وجود حضرت آدم علیہ السلام سے پیشتر نہیں ہو سکتا، اسی طرح حنفی درصورت امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہونے کے آپ کے وجود باجود سے پیشتر بلکہ آپ کے درجہ اجتہاد و امامت پر پہنچنے یا آپ کے ساتھ نسبت امارت و مقلدیت قائم کرنے سے پیشتر حنفی نہیں کہلا سکتے، اور نہ اس معنی میں امام صاحب ممدوح سے پیشتر حنفیت کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجود متصور ہو سکتا ہے، اور نہ تھا، اسی طرح اہلحدیث جو سب نسبتوں سے قطع کر کے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کی طرف ہیں، ان کی قدامت و وحدت کے لئے حدیث نبوی کی طرف نظر کی جائے گی، کہ اس کی ابتدا کب سے ہے، جس کی بنا پر وہ فخریہ کہتے ہیں ؏

کس کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہیں گے ہم

اس میں تو کسی کو کلام نہیں، کہ علم حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و تقاریر کا مجموعہ ہے، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان برکت نشان ہی میں ہو سکتے ہیں، لہذا گروہ اہلحدیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت عہد سے ہے، اور اس میں بھی کسی کو کلام نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صرف کتاب اللہ اور آپ کے بیان کی پیروی تھی، نہ تو کسی کی رائے اور قیاس پر عمل تھا، اور نہ کسی کے قیاسی اصول پر شرعیات کی بنا رکھی جاتی تھی، اور منصب رسالت کی طرف نظر سے خود معلوم ہو سکتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے سوائے کوئی قابل اتباع ہو ہی نہیں سکتا، اب قرآن مجید تو وہی ہے، اور سب فرقوں میں یکساں مسلم ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی بجائے آپ کا وہی بیان جو آپ نے صحابہ کو سکھایا تھا، کتب حدیث میں مندرج ہے، اور ہمارا دستور العمل ہے، یہی وجہ ہے، کہ ہم اہلحدیث بالتخصیص حدیث نبوی کو اپنا منسوب الیہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ اسی کے متعلق بعد کے زمانوں میں کئی قسم کے کلام کئے گئے، جیسے ہم انشاء اللہ علم اصول کے وضع کئے جانے، اس کی غرض و غایت اور اس کی حالت موجودہ اور اس کے اثر کے بیان میں ذکر کریں گے۔ وان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

اہل حدیث کے سوا جس قدر فرقے ہیں، چونکہ ان کے منسوب الیہ (امام) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے ہوئے، پس وہ فرقے بھی جدید ہیں، اور حقیقت میں انہی لوگوں نے فرقہ بندی کی، اور ایک امت کو کئی فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ۔

تنبیہ:۔ چونکہ علم حدیث کی تدوین پیچھے ہوئی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے دفتر کتابی صورت میں بعد میں ضبط کئے گئے، اس لئے بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ اہلحدیث

لہ اس مسئلہ پر پہلے بھی ایک معقول اور مفصل مضمون اہلحدیث مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۲ء میں نکلا تھا جس کو مدراس کے مخیر اہل حدیث سی عبدالرزاق کمپنی نے رسالہ کی صورت میں چھاپ کر مفت تقسیم کرایا تھا (ایڈیٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے، اور نیز یہ کہ حدیث نبوی کی پیروی بھی بعد میں کی جانے لگی، یہ لوگ نکتہ رسی سے کوسوں دور ہیں، اور یہ بات ان کے زیغ کی علامت اور حدیث پاک سے بدظنی کی نشانی ہے، کیونکہ کسی علم کا کتابی شکل میں مدون ہونا امر دیگر ہے، اور اس کا رائج و مستعمل ہونا امر دیگر پس اگرچہ علم حدیث کتابی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آیا (کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس کی کتابت کی ضرورت نہیں تھی) لیکن اس کا استعمال اور اس پر عمل درآمد اور اس کا واجب الاتباع ہونا زمانہ نبوت اور عصر صحابہ میں برابر رہا جس سے کسی کو انکار نہیں، مثلاً نماز وغیرہ عبادات و معاملات کے احکام جو کتب حدیث میں مروی ہیں، عصر نبوت و عہد صحابہ میں برابر مستعمل تھے، اور اسی عمل درآمد کو روایۃً مع اسناد مدون کیا۔ تو کتاب نئی ہوئی، نہ کہ وہ علم و عمل، پس یہ شبہ بالکل واہی ہے۔

امر دوم جس پر کسی فرقہ کی قدامت وجدت کے متعلق نظر ضروری ہے، یہ ہے، کہ اس فرقہ کے اصول کو دیکھا جائے، کہ آیا یہ اصول صاحب شرع کے اپنے مقرر کردہ ہیں، یا اس کے بعد کسی دیگر نے ان سب کو یا ان میں سے بعض کو وضع کیا ہے

اس امر پر نظر کرنے کا فائدہ یہ ہوگا، کہ جس فرقے کے اصول صاحب شرع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ ہوں گے، اس کو آپ سے خاص نسبت اور حقیقی تعلق ہوگا، اور جس فرقہ کے تمام یا بعض اصول مخترعہ ہوں گے، وہ فرقہ از روئے ایک خاص فرقہ ہونے کے اصل بانی شریعت پیغمبر برحق کی طرف حقیقۃً منسوب نہیں ہو سکے گا، بلکہ اس کی نسبت اس کی طرف صحیح ہوگی، جس نے اس کے اصول مخترعہ وضع کئے، چنانچہ جہمیہ اس نام سے اسی لئے پکارا گیا، کہ ان کے مسائل مخصوصہ ان کے امام جہم بن صفوان کے اختراع کردہ ہیں، یہ فرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً سوا سو سال بعد نکلا اور صفات باری عز اسمہ اور مسئلہ قدر و جبر کی جو مخصوص کیفیت ان کے ہاں مسلم ہے، وہ نہ تو زمانہ نبوت میں تعلیم کی گئی تھی، اور نہ عصر صحابہ میں کوئی اس کا قائل تھا، پس چونکہ اہلحدیث کا اصل اصول یہ ہے ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن　　پس حدیث مصطفےٰ بر جان مسلم داشتن

اور یہ اصول اپنی ذاتی شہادت سے بغیر کسی خارجی دلیل کی احتیاج کے ظاہر کر رہا ہے، کہ یہ اپنے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہوں، اس لئے اہلحدیث کی ابتدا بھی جو اس اصول کے پابند ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اسی بنا پر وہ ہاں صرف وہی علی رؤس الاشہاد کہتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں، کہ ہمارا کوئی عقیدہ اور کوئی طریق عمل اور کوئی طریق عبادت ایسا نہیں، جو آنحضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا یا سکھایا ہوا نہ ہو یا عصر صحابہ میں اس پر عمل نہ ہوتا ہو۔ اور سب مراتب کے بعد یہ کہ ہمارا ظاہر و باطن بالکل قرآن و حدیث کے مطابق و موافق ہے۔ اور اس میں سر مو کسی نوع کا تخالف نہیں، ہمارے کسی عقیدے اور کسی عمل میں کوئی ایسی بھی نہیں جو قرآن شریف کی کسی نص یا حدیث نبوی کے کسی بیان یا ہر دو کے استنباط صحیح سے ذرہ بھر بھی مخالف ہو، ہمارے جمیع مسلمات اعتقادیہ و عملیہ، اصولیہ و فروعیہ ہمارے نزدیک اسی صورت میں تسلیم کئے جاتے ہیں، جس صورت میں صحابہ میں تسلیم کئے جاتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کئے تھے، یا کم از کم در صورت نص موجود نہ ہونے کے قرآن و حدیث سے صحیح طور پر مستنبط ہیں، محض قیاس ورائے نہیں ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اس امر میں شاید ہمارے مقابلے میں ہمارے علاتی بھائی حنفی بھی شراکت کا دعوی کریں، اس لئے ہم نے اپنی عبارت مذکورہ میں مخالفت نصوص کا نہ ہونا بالخصوص ذکر کیا ہے، جو ہم ان کے بہت سے اصول اجتہاد و جزئیات فقہیہ میں اس وقت ظاہر کریں گے، جب بحولہ وقوتہ علم اصول کی بحث پر آئیں گے۔

تیسرا اصل جس پر کسی فرقہ کی جدت و قدامت معلوم کرنے کے لئے نظر ضروری ہے یہ ہے کہ تاریخی طور پر اس فرقہ کے اصول پر نظر کی جائے، کہ ان پر عملدرآمد کب شروع ہوا، آیا بانی شرع کے وقت میں، اور اس کے بعد صدر اول میں ان اصول متنازعہ پر عملدرآمد تھا یا نہیں؟

یہ اس لئے ہے، کہ ہو سکتا ہے، کہ کوئی فرقہ قرآن و حدیث میں کھینچ تان کر کے اور اپنے خود ساختہ مقدمات و اصول قیاس و اجتہاد قائم کر کے اپنے اصول کو پرانا قرار دے لے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جس صورت میں یہ اصول و مسائل ہمارے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، آیا اس صورت نے اس سے قبل عہد نبوت و عصر صحابہ میں بھی عملی شکل اختیار کی تھی، کیونکہ اسلام عملی مذہب ہے، اور اس کا علم بھی عمل سے متعلق ہے محض ذہنی امر نہیں ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے آخری دور کے آخری نبی ہیں، اور صحابہ آپ سے علم و عمل حاصل کرنے والے

اگر تاریخی طور پر ثابت ہو جائے، کہ یہی پیش افتادہ صورت زمان برکت نشان میں مسلم تھی، تو اس فرقہ کے قدیم ہونے میں اور اپنے صاحب شرع نبی کے وقت سے ہونے میں کوئی کلام نہیں ورنہ اس کا مخترعہ ہونا یقینی ہے

اس اصول کی رو سے بھی اہلحدیث اپنے اسی پرانے اصول سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن پس حدیث مصطفٰے برجان مسلم داشتن

کو دہراتے ہیں، اور نیز سب کو یہ

ما اہل حدیثیم دغارا نہ شناسیم باقول نبی چون و چرا را نشناسیم

سنا کر کہہ سکتے ہیں، کہ زمان سعادت اقتران میں اسی پر عمل تھا، عہد صحابہ میں یہی دستور العمل تھا عصر تابعین میں اسی کا رواج تھا، اس کے سوائے کوئی دیگر امر واجب الاتباع نہیں سمجھا جاتا تھا اتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ میں اسی روش کی تاکید ہے اور مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا کا حکم اسی پر مبنی ہے، پس اہلحدیث کے قدیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا وللہ الحمد (۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ)

شیعی فتاوٰی

لاہور کے شیعہ علماء میں ایک صاحب مولوی حائری صاحب ہیں، جن کے فتاوی پہلے اخبار ذوالفقار میں چھپا کرتے تھے، اس کے بعد ہونے کے بعد اب دہلی کے اثنا عشری میں نکلتے ہیں، آپ کے فتاوی کیا ہوتے ہیں، عموماً عقاید اہل سنت کی تردید اور تغلیط، چنانچہ شیعہ مفتی صاحب سے سوال ہوتا ہے۔

سوال:۔ اہل سنت کے ہاں یہ روایت فضائل میں بیان کی گئی ہے، کہ جناب پیغمبر صلعم نے ارشاد فرمایا۔ الحق ینطق علی لسان عمرؓ یعنی حق کلام کرتا ہے عمر کی زبان سے، اس روایت کی آپ کے متعلق حضور کی کیا رائے ہے (۱ر فروری)

(یہ روایت چونکہ مذہب شیعہ کے مخالف تھی، اس لئے مفتی صاحب نے اس کی تردید کرنی ضروری سمجھی، چاہیئے تھا، کہ اس کی تنقید بطریق محدثین کرتے، وہ تو کی نہیں، شاید مشکل ہو یا کامیابی کی امید نہ ہو اس لئے آپ ایک طرح سے اس روایت کی تردید کرتے ہیں، جو خاص آپ ہی کا حصہ ہے فرماتے ہیں

الجواب:۔ اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے، تو لازم آئے گا، کہ خلافت مآب عمر کا یہ کہنا کہ ماشککت فی نبوتک یومی ھذا۔ بخاری[1] یعنی جیسا آج میں نے یا محمد صلعم آپ کی نبوت میں شک کیا ہے، اس سے پیشتر کبھی ایسا شک نہیں کیا، یہی کلام حق ہو، در اصل اس کلام کا ماخذ

[1] بخاری میں یہ الفاظ کہاں ہیں؟ (اہلحدیث)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تھا۔ اس کو محدثین نے حسب ذیل لکھا ہے۔

کہ بروز حدیبیہ جناب ختمی رسالت فداہ روحی نے جب اہل مکہ سے صلح کرنی چاہی تو خلافت مآب عمرؓ بہت خفا ہو کر جناب رسالت مآب صلعم سے کہنے لگے یہی وہ وعدہ ہے جو آپ نے دخول مکہ کے متعلق ہم سے کیا ہے، اور اس روز اس آیت کو پڑھ کر سناتے رہے، جو رسول خدا صلعم نے کہا تھا، کہ جبرئیل وحی لے کر آئے۔ لقد صدق الله رسوله الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله۔ جناب رسالت مآب صلعم نے جب عمرؓ کا اس قدر جرات سے اعتراض کرنا ملاحظہ فرمایا، تو ارشاد کیا، میں نے یہ تو نہیں کہا تھا، کہ اس سال ہم مکہ معظمہ میں داخل ہو جائیں گے، پھر جب آئندہ سال مکہ فتح ہوا، تو جناب رسول خدا صلعم دروازہ سقایت حاج پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا، عمر خطاب کہاں ہیں، ان کو بلایا گیا، پس حضور صلعم نے ارشاد فرمایا، یا ابن الخطاب بتاؤ اب ہم مسجد الحرام میں داخل ہوئے یا نہیں، اس وقت خلافت مآب عمرؓ نے جب غیظ و غضب کے آثار چہرہ مبارک پیغمبر صلعم پر مشاہدہ کیئے، تو کہا امنت بالله ربا و بالاسلام دینا و بالقران کتابا و بمحمد نبیا۔ پس اگر روایت[1] مذکور الحق ینطق علی لسان عمرؓ صحیح ہوتی تو خلافت مآب عمرؓ جناب پیغمبر صلعم کے حق میں کبھی یہ خلاف حق کلمہ زبان سے نہ نکالتے، کہ جیسا میں نے آج تیری نبوت میں شک کیا ہے، اس سے پیشتر کبھی نہیں کیا، اس کے خلاف حق ہونے پر ان کا پشیمان ہونا، اور آمنت باللہ کہنا ہی دلیل ہے، کہ مذکورہ روایت موضوع ہے، ورنہ پھر یہ اظہار شک فی النبوۃ کرنا زبان عمرؓ بھی نطق بالحق تھا یا نہیں، بصورت اول خلیفہ صاحب کا اس نطق بالحق پر پشیمان ہونا بقول آمنت باللہ ربا الخ غلط ہوتا ہے، اور بصورت ثانیہ الحق ینطق الخ یہ موضوع ہے، اور قابل تسلیم نہیں ہے (۱۰ فروری)

اہلحدیث

حدیث مذکور کے الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ (رواہ الترمذی) و فی روایۃ ابوداؤد ان اللہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ۔ یعنی ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کیا ہے، وہ حق بولتا ہے۔

---

[1] اس کا حوالہ صحیح دینا بھی مفتی صاحب کا فرض ہے (اہلحدیث) [2] اس کا بھی حوالہ ندارد۔ رشید مفتی صاحب سے ہماری یہ شکایت بہت پرانی ہے، کہ آپ مرزا قادیانی کی طرح بے حوالہ صحیح لکھنے کے عادی ہیں (اہلحدیث)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کی تردید کے لیے حائری صاحب نے حدیبیہ کا واقعہ پیش کیا ہے، جو بجائے تردید کے تائید کرتا ہے، کیونکہ اس کا سارا قصہ یوں ہے، کہ فتح مکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں معلوم کرایا گیا، کہ ہم کعبہ شریف میں داخل ہو کر طواف کرتے ہیں، آپ نے شوق میں تیاری کر کے کوچ کر دیا، مکہ کے قریب پہنچے، تو مکہ والوں نے روک دیا، آخر مقام حدیبیہ پر عہد نامہ ہوا، کہ آئندہ نو سال تک مسلمانوں اور قریش مکہ میں مصالحت ٹھہری ہے، مگر شرط بڑی کڑی تھی، کہ جو مشرک مسلمانوں میں آجائے اس کو مسلمان واپس کریں، اور جو مسلمان مشرکوں کے پاس واپس آئے، اس کو مشرک واپس نہ کریں، یہ شرط ایسی کڑی تھی، کہ آج بھی اگر کسی موقع پر کی جائے، تو مسلمان باختیار خود تسلیم نہ کریں۔

اسی وقت ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جو زیادہ جوش کا موجب ہوا، ابو جندل صحابی جس کو مشرکوں نے اسلام کی وجہ سے زنجیروں میں بند کر رکھا تھا بدقت و دشواری چھپتا چھپاتا اسلامی کیمپ میں آ پہنچا جسے دیکھ کر مسلمانوں میں جوش پیدا ہوا، کہ ہیں؟ ہمارے ایک مسلمان بھائی کو یہ تکلیف ہے، ہم اسے واپس کر دیں؟ مگر یہاں معاملہ دگرگوں تھا، دربار رسالت سے فیصلہ ہوا، کہ ہم وعدہ کی پابندی میں اس قیدی کو نہیں رکھ سکتے، اس موقعہ پر کون مسلمان ہے، جس کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری نہ ہوں، اور دل میں ایک دفعہ بھی جوش نہ آئے، مگر بپاس ادب سب خاموش ہیں، لیکن سب سے بڑا غیرت مند اور اسلام اور اہل اسلام پر اظہار جوش کرنے والا (عمر فاروق رضی) نہ رہ سکا، دربار رسالت میں آ کر ان لفظوں میں عرض کرتا ہے۔

یا رسول اللہ الست نبی اللہ قال بلی قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی فعلت علی ما نعطی الدنیۃ فی دیننا ونرجع ولما یحکم اللہ بیننا وبین اعدائنا فقال انی رسول اللہ وھو ناصری ولست اعصیہ قلت اولست کنت تحدثنا انا سناتی البیت ونطوف بہ قال بلی انا خبرتک انک تاتیہ العام؟ قلت لا قال فانک تاتیہ وتطوف بہ (زاد المعاد مصری ج ۱ ص ۳۸۲) یا حضرت کیا آپ نبی نہیں ہیں؟ فرمایا ہاں، کہا کیا ہم حق پر اور دشمن ناحق پر نہیں ہیں؟ فرمایا ہاں، کہا پھر ہم کو اس شرط کی وجہ سے کیوں ذلیل کیا جاتا ہے، اور بغیر فیصلہ کے ہم کیوں گھروں کو واپس جاتے ہیں، حضور نے فرمایا میں رسول خدا ہوں، وہی میرا مددگار ہے، میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا، عرض کیا، کیا آپ نہیں فرماتے تھے، کہ ہم بیت اللہ میں پہنچ جائیں گے، اور طواف کریں گے، فرمایا ہاں، مگر میں نے یہ بھی کہا تھا؟ کہ اسی سال عرض کیا نہیں، فرمایا، پھر کیا ہے کبھی تم پہنچ جاؤ گے، اور طواف کرو گے،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ اللہ اکس قدر دینی جوش ہے، اور کتنی غیرت قومی ہے، اے کاش اس کا ہزارواں حصہ بھی شیعہ دوستوں کو ایران کے معاملہ میں ہوتا، تو یہ نوبت نہ پہنچتی جو پہنچی۔

ہاں جب یہ جوش ٹھنڈا ہوا، اور حکیم صاحب الوحی ہو ل کو تسکین ہوئی تو آپ اپنا حال خود ہی کہتے ہیں ماشککت منذ اسلمت الا یومئذ فاتیت النبی الخ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں مجھے اسلام میں کبھی شک نہیں ہوا، مگر اس روز جب ابو جندل کی واپسی میں نے دیکھی، تو میں نے حضور کے پاس جا کر مذکورہ بالا گفتگو کی۔

ناظرین! خدارا انصاف کیجیے، کہ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دینی غیرت اور ایمانی تصدیق کا ثبوت ہے تا تردید؟

تمثیل خدا کی حکمتوں کو خدا ہی جانتا ہے، مگر جب ان حکمتوں کا ظہور ہوتا ہے، تو مومن کے دل کو عجب سرور حاصل ہوتا ہے، حدیبیہ میں اس واقعہ کے ساتھ ہی ایک دوسرا واقعہ جناب علی مرتضی کا پیش آیا، جو معاہدہ کے کاتب تھے، معاہدہ کی عبارت کا شروع یوں تھا

ھذا ما صالح بہ محمد رسول اللہ و قریش مکۃ۔ یہ وہ معاہدہ صلح ہے، جو محمد رسول اللہ اور قریش مکہ میں ہوا۔

قریش نے محمد کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ ہونے پر اعتراض کیا، کہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے آپ یوں لکھیئے، محمد بن عبد اللہ

حضور اکرم نے ان کا سوال معقول سمجھا، اور جناب علی مرتضی کو حکم دیا کہ اس عبارت میں سے "رسول اللہ" کاٹ کر "محمد بن عبد اللہ" لکھ دو، حضرت علی رضہ اس پر بگڑ گئے، عرض کیا، میں رسول اللہ کا لفظ نہیں کاٹونگا آہ! کیا غیرت ہے، اور کیا جوش ہے، مگر اعداء علی رضہ کو یہ موقع ملا ہے، کہ وہ جناب کی نسبت بے فرمانی کا گمان کریں، اور اپنی سیاہ دلی سے جھٹ یہ آیت پڑھیں وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ لیکن ایک صاف دل مومن جان سکتا ہے، کہ حضرت علی رضہ کی یہ بے فرمانی دراصل بے فرمانی نہیں ہے، بلکہ کمال جوش ایمانی ہے۔

عارفانہ نگاہ میں اس واقعہ میں حکمت الٰہیہ یہ ہے، کہ آیندہ چل کر حضرت علی رضہ کے دشمن اعتراض کریں گے، تو حضرت عمر رضہ کا واقعہ ان کو جواب دے گا، اور حضرت عمر کے دشمن اعتراض کریں گے، تو حضرت علی رضہ کا واقعہ جواب دینے کو کافی ہوگا، کہ غیرت ایمانی اس کو کہتے ہیں کیا سچ ہے ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم

اسی طرح حضرت عمر فاروق کا اپنی بابت حضرت حذیفہ رضہ سے سوال کرنا بھی کسر نفسی ہے ورنہ جناب اپنا حکم تو حضور ہی ہے، اگر (نصیب اعداء) فاروق رضہ منافق ہوتا، تو پوچھنا ہی کیوں؟ کیا اپنا پردہ فاش کرانے کو؟ کوئی ایسا کرتا ہے؟ اسی طرح آمنت باللہ کہنا بھی کمال خوف خدا کا ثبوت ہے، نہ کہ عدم خوف یا نفاق کا، مگر ع

گل است سعدی ودر چشم دشمناں خار است

ہاں بیت اللہ کے پاس کھڑے ہو کر حضور کا عمر بن خطاب کو بلانا حوالہ کا محتاج ہے، امید ہے کہ اس کا صحیح حوالہ درج کرائیں گے۔ ایسا ہی اس کا حوالہ بھی مطلوب ہے، جو آپ نے لکھا ہے، کہ عمر رضہ نے کہا "میں نے تیری نبوت میں شک کیا"

ہاں یاد آیا، کہ شاید آپ کو یہ خیال آیا، کہ حضرت عمر رضہ پر حق نازل ہونے کے یہ معنی ہیں، کہ ہر آن اور ہر وقت جناب ممدوح کی زبان سے ایسا ہی نکلتا تھا، اے جناب سنیئے! اس قسم کے قضایا اوقات کے لحاظ سے منطقی اصطلاح میں مہملے ہوتے ہیں، اس لئے کوئی ایسا یا واقعہ اس کے منافی نہیں کیا آپ کو معلوم نہیں، کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا) اس کے ساتھ ہی وہ نطق بھی آپ کو یاد ہے؛ جس کے جواب میں ارشاد پہنچا تھا

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (خدا تجھے معاف کرے، تو نے ان کو کیوں اذن دیا)

نیز وہ نطق بھی آپ کو یاد ہوگا، جس کے جواب میں عتاب آمیز ارشاد پہنچا ہے لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی جو چیز خدا نے تیرے لئے حلال کی ہے، تو اس کو حرام کیوں کرتا ہے۔

کیا یہ دونوں واقعات ما ینطق عن الھوی کے مخالف ہیں؟ مفتی صاحب! فتوی دیتے ہوئے، اتنا خیال کر لیا کریں، کہ ملک میں قرآن و حدیث جاننے والے بھی ہیں ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(اہلحدیث ۱۳ر فروری ۱۹۲۰ء)

یسوع مسیح کی کامیابی — وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

آج جس مضمون پر ہم کچھ لکھنے کو ہیں، اس کے دو پہلو ہیں، ایک انجیلی، دوسرا قرآنی، کچھ شک نہیں، کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے، جس نے مسلمانوں کو جناب مسیح علیہ السلام کا قائل کر دیا، ورنہ انجیلی واقعات تو ہرگز ہرگز ہم کو قائل نہ بنا سکتے، اسی لیے ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں، کہ قرآن مجید کے احسانات عام میں سے بڑا احسان خاص کر عیسائیوں پر ہے، کہ اس کے جناب مسیح کے بدگو دنیا میں کم کر کے نیک گو زیادہ کر دیئے، ورنہ اگر قرآن مجید مسلمانوں کو مسیح کے حق میں وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ کہہ کر نیک ہدایت نہ کرتا، تو آج مسیح کے بدگوؤں کی تعداد کروڑہا زیادہ ہوتی، خیر یہ ایک تمہید ہے ہمارے اصل مضمون کی، ہمارا اصل مضمون ہے "مسیح کی کامیابی"

عیسائی اخبار نور افشاں نے ایک مضمون اسی عنوان پر چھوٹا سا لکھا ہے، جس میں ذکر ہے، کہ جس کام کے لیے جناب مسیح دنیا میں تشریف لائے تھے، وہ پورا کر گئے، چنانچہ اخبار مذکور کے الفاظ یہ ہیں

"خداوند یسوع مسیح نے جب کہ وہ اپنی دنیا پر کی خدمت کو انجام دے کر آسمان پر جانے کو تھا، تو اس نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا ہے، میں اس کام کو جو تو نے مجھے کرنے کو دیا ہے تمام کر چکا" (۲۳ر جنوری سنہ ۲۰ء ص ۵)

اہل حدیث

قرآن مجید نے حضرت مسیح کے حق میں جو ہم کو عقیدہ سکھایا ہے، اس کے تو ہم قائل ہیں، مگر انجیلی حوالہ سے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں، کہ مسیح اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوئے، جو کچھ انہوں نے سنوارا بھی تھا وہ فوراً بگڑ گیا، چنانچہ انجیل کی مندرجہ ذیل عبارت اس پر شاہد عدل ہے۔

حضرت مسیح کی ساری زندگی میں چند آدمی ان پر ایمان لائے۔ ان کا انجام بھی یہ ہوا، جو انجیل کی مندرجہ ذیل عبارت سے ملتا ہے۔

"آخر وہ ان گیارہوں (حواریوں) کو جب وے کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا، اور ان کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی، کیوں کہ وہ ان کی باتوں پر جنہوں نے اس کے جی اٹھنے کے بعد اسے دیکھا تھا یقین نہ لائے تھے۔ (انجیل مرقس باب ۱۶ درس ۱۴)

اہلحدیث

یہ حوالہ بتا رہا ہے، کہ جناب مسیح کو اپنے مشن میں کامیابی نہیں ہوئی، جتنا کچھ انہوں نے کیا وہ بھی خراب ہو گیا، ہاں کامیابی وہ ہے، جو حضرت سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی، جس کو قرآن مجید میں بطور آئندہ خبر کے یوں فرمایا۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۔ یعنی جب خدا کی طرف سے مدد آئے، اور تو لوگوں کو دیکھے، کہ جوق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، تو تو اے نبی اس وقت اس کو پاکی یاد کیجو اور اس کی طرف جھک جاؤ۔
اس آیت کا مطلب یہ ہے، کہ نبی اسلام کی زندگی کا مقصد (اشاعت اسلام) ان کی زندگی میں پورا ہو جائے گا، اور اس کا پورا ہونے کا طریق یہ ہو گا، کہ اسلام میں لوگ جوق در جوق داخل ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، الحمد للہ (اہلحدیث ۱۳ فروری ۱۹۲۰ء)

شیعی فتویٰ

زمانہ کا انقلاب ہے، کہ علماء شیعہ بھی قرآن مجید کے مضامین اور تفسیر پر توجہ کرنے لگے ہیں این ہم غنیمت است، اخبار اثنا عشری دہلی میں مولوی حائری صاحب لاہوری کی تحریرات میں ایک تحریر اس مضمون کی نکلی ہے، کہ اہل سنت کی روایت متعلق کذبات ابراہیم علیہ السلام غلط ہے، اسی کے قریب قریب لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام میں بھی نہایت ہتک آمیز الفاظ میں اس روایت کے قائلین کا بری طرح ذکر کیا گیا ہے، اس لئے ہم چاہتے ہیں، کہ اس روایت کی بابت اظہار حقیقت کریں، روایت کے اصلی الفاظ یہ ہیں:۔

عن ابی هريرة قال ..... لم يكذب ابراهيم الا ثلث كذبات ثنتين منهن في ذات الله تعالى قوله انى سقيم وقوله بل فعله كبيرهم هذا وقال بينا هوذات يوم وسارة اذ اتى على جبار من الجبابرة فقيل له ان ههنا رجلا معه امرأة من احسن الناس فارسل اليه فسأله عنها قال من هذه قال اختى فاتى سارة فقال يا سارة ليس على وجه الارض مؤمن غيرى وغيرك وان هذا سألنى فاخبرته انك اختى فلا تكذبينى فارسل اليها فلما دخلت عليه ذهب يتناولها بيده فاخذ فقال ادعى الله لى ولا اضرك فدعت الله فاطلق (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۳)

اس حدیث میں جن واقعات کو کذب کہا گیا ہے، ان میں سے دو تو قرآن مجید میں بھی مذکور ہیں، ایک یہ کہ حضرت ابراہیم نے بڑے بت کی طرف نسبت کر کے کہا۔ بل فعلہ کبیرھم (اس بڑے نے چھوٹوں کو توڑا ہے) حالانکہ وہ بے جان ہے۔ توڑ نہیں سکتا، دوسرا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں، ان دونوں واقعات کی نسبت فیصلہ ہو جائے، تو تیسرے کا فیصلہ آسان ہے۔

جھوٹ کی صحیح تعریف یہ ہے، کہ ایک ایسی حکایت کرنا، جس کا محکی عنہ نہ ہو یعنی جس واقعہ کی بابت بیان کیا جائے، وہ واقعہ نہ ہوا ہو، مثلاً کوئی شخص یہ کہے، کہ "زید آیا" اور وہ نہیں آیا، تو یہ فقرہ جھوٹ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے لیکن اگر کوئی قرینہ ایسا کہ زید سے مراد زید کا خط ہے، اور خط آیا ہے، تو پھر یہ جھوٹ نہیں جیسے غازی آباد پہنچ کر کہا کرتے ہیں، دہلی آ گئی، حالانکہ "ہنوز دہلی دور است"

ہمارا یہی اعتقاد ہے، کہ اصلی معنی میں حضرت ابراہیم نے ایک بھی جھوٹ نہیں بولا، کیوں کہ ان کے کلام میں قرائن مجاز کے موجود ہیں، ہماری مدافعت اس وقت صرف حدیث پیش کردہ کی طرف سے ہے، جس کے ہم ذمہ دار ہیں۔

حضرت ابراہیم کے پہلے کلام میں کہ "اس بڑے بت نے ان کو توڑا" حقیقت سے پھیرنے کے لئے یہ قرینہ ہے، کہ حضرت ابراہیم نے دوسری آیت میں گمراہ کرنے کے فعل کو بھی انہی بتوں کی طرف نسبت کیا ہے۔ (کہ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ (اے خدا ان بتوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے)

جس طرح اس آیت میں گمراہ کرنے کے فعل کو بتوں کی طرف مجازاً نسبت کیا ہے، جس کا اصلی مطلب یہ ہے، کہ یہ بت سبب بنے ہیں گمراہی کے، اسی طرح فعلہ کبیرھم میں مجازی معنی مراد ہیں، کہ یہ بت ان کے توڑنے کا سبب بنا ہے، کہ اسے دیکھ کر اصل فاعل کو فعل کی تحریک ہوئی، اسی طرح دوسرا قول إِنِّي سَقِيمٌ کی بابت میری تحقیق یہ ہے کہ یہ فقرہ اپنے اصلی معنی میں بھی غلط نہیں، حکیم جالینوس نے صحت کے معنی کئے ہیں، ہر ایک جوڑ اپنا کام پورا کرے، سارے بدن میں اگر ایک جوڑ بھی اپنا کام پورا نہ کرے۔ تو انسان تندرست نہیں، بلکہ سقیم (بیمار) ہے، اس تعریف کے مطابق حضرت ابراہیم اکیلے کیا کوئی انسان بھی کسی حال میں بھی ایسا نہیں، کہ اس پر سقیم کا لفظ بولنا غلط یا جھوٹ ہو سکے۔ مگر عرفی طور پر سقیم اس کو کہتے ہیں، جو اپنے معمولی کاروبار نہ کر سکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت کہا جاتا ہے، کہ ایسے نہ تھے۔ اس لئے یہ جملہ ان کا بظاہر کذب میں شمار ہوا، نیز اس آیت میں ایک اور مشکل بھی ہے جس کو خواہ مخواہ علماء نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، وہ یہ ہے، کہ اس آیت سے پہلے ایک لفظ ہے جس کے وصل کرنے میں علماء کو دقت پیش آئی ہے، وہ یوں ہے فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ (صافات ع ۲) (یعنی حضرت ابراہیم نے ستاروں کو دیکھ کر کہا، میں بیمار ہوں)

پس مفسرین کی پیش کردہ مشکل اس میں یہ ہے، کہ وہ یوں سمجھے ہیں، کہ ستاروں میں نظر کر کے یہ کہنا اس میں سبب مسبب کا تعلق یہ ہے، حضرت ابراہیم نے قوم کے اعتقاد کے مطابق جو ستارہ پرست تھے، ان کو یہ خیال ڈالا، کہ میں اپنی بیماری ستاروں کو دیکھ کر کہتا ہوں، حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کھینچا تانی کی اصل وجہ یہ ہے، کہ ان حضرات نے یہ سمجھا، کہ "ف" ہمیشہ سبب مسبب کے درمیان آیا کرتی ہے، حالانکہ یہ ٹھیک نہیں "ف" بسا اوقات محض تعقیب کے لئے بھی آتی ہے، بلکہ اس کی اصل وضع ہی تعقیب کے لئے ہے علم نحو میں الفاء للتعقیب صاف لکھا ہے، تعقیب کے معنی ہیں، ایک فعل کا دوسرے کے پیچھے کرنا، پس آیت کے معنی یہ ہوئے، کہ حضرت ابراہیم نے ستاروں کی طرف دیکھا، ایک فعل ختم ہوا، دوسرا اس کے بعد یوں شروع ہوا، کہ لوگوں سے کہا میں بیمار ہوں۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں قاء فتوضا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی، پھر وضو کیا، جو لوگ قے سے وضو ٹوٹنے کے قائل ہیں، وہ اس حدیث میں سبب مسبب لیتے ہیں، مگر جو علماء بحکم حدیث قے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں، وہ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں، کہ اس میں دو فعلوں کا یکے بعد دیگرے بیان ہے، یعنی راوی نے دو فعل کرتے حضور کو دیکھا، دونوں کو یکے بعد دیگرے بیان کر دیا، پس معنی یہ ہوئے، کہ حضور نے پہلے قے کی، پھر وضو فرمایا، اس سے وضو بالقے ٹوٹنا ثابت نہیں ہوتا، ہاں کرنا ثابت ہوتا ہے، سو ممکن ہے وضو کی حاجت پہلے ہی سے ہو ٹھیک اسی طرح آیت شریفہ میں حضرت ابراہیم کا ستاروں کو دیکھنا، پھر اس کے بعد یہ کہنا، کہ میں بیمار ہوں تعقیب ہے۔

رہا یہ سوال کہ ستاروں کی طرف کیوں دیکھا، اس کی وجہ یہ تھی، کہ حضرت ابراہیم قدرتی صنائع بدائع میں مستغرق تھے ہی چنانچہ فرمایا۔ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۔ ہم (خدا) ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کا انتظام دکھاتے تھے، تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے

یہ دو واقعات تو قرآنی ہیں، رہا تیسرا واقعہ جو حدیث میں آیا ہے، وہ تو بالکل آسان تاویل پذیر ہے، کیونکہ اس کی تاویل اور مجازی معنے کی تعیین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود فرما دی ہے، چنانچہ وہ الفاظ اصل روایت میں ہم نے نقل کر دیے ہیں، کہ بیوی کو بہن کہا، جس کے معنی حقیقی نہ تھے، بلکہ دینی بہن تھے، مگر چونکہ تینوں فقروں (بل فعلہ کبیرھم۔ انی سقیم۔ ھذہ اختی) کو عام فہم سننے والوں نے مجازی معنی میں نہیں سمجھا، اس لئے ان کو کذب کے ساتھ حدیث میں تعبیر کیا گیا، ورنہ دراصل کذب نہ تھے، مجازی معنے مراد تھے۔

اب سنیئے شیعہ مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب:- ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لاریب معصوم اور اولوالعزم انبیاء میں سے تھے انبیاء جملہ گناہان صغیرہ وکبیرہ، عمداً سہواً سے مبرا ومنزہ تھے، روایت ما کذب ابراھیم الا ثلث کذبات روایت موضوعہ ہے، مندرجہ سوالوں میں تینوں باتیں ضرور واقع ہوئیں، جیسا کہ اسی سوال میں مذکور ہیں۔ مگر لوگوں کو ان کے معنی سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے، اصل میں یہ تینوں آیتیں متشابہات میں سے ہیں۔ لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم، اور راسخ فی العلم وہی لوگ ہیں، قرآن جن کے گھر میں نازل ہوا ہے، ان میں سے امام صادق آل محمد علیہم السلام سے مروی ہے کہ فرمایا۔ قال ابراھیم ان کانوا ینطقون فکبیرھم فعل وان لم ینطقوا فلم یفعل کبیرھم شیئا فما نطقوا شیئا وما کذب ابراھیم (عیون الاخبار) یعنی خلیل اللہ علیہ السلام نے بڑے بت کی بت شکنی کو بتوں کے کلام پر منحصر کیا ہے، یعنی یہ بت اگر باتیں کر سکتے ہیں، تو پھر ان میں سے جو بڑا بت ہے اس نے ان بتوں کو توڑا ہے، اور اگر وہ باتیں نہیں کر سکتے تو یہ فعل بھی اس کا نہیں، فرمایئے اس میں جھوٹ کون سی بات ہوئی، اپنی غلط فہمی سے خواہ مخواہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو جھوٹ بولنے کی تہمت لگا دینی یقیناً دیانت کے خلاف ہے۔

(اثنا عشری ص ۳ ۲۴ جنوری سنہ ۲۰ء)

اہلحدیث بہر حال آپ نے بھی تسلیم کیا، کہ ظاہر الفاظ قرآن میں کذب ہے اس لئے تاویل کی ضرورت پڑی، اب دیکھنا یہ ہے، کہ آپ کی یا بقول آپ کے راسخین کی تاویل صحیح ہے یا ہماری، اس فیصلے کے لئے علوم عربیہ کی ضرورت ہے علم نحو کا قاعدہ ہے کہ شرط اور جزا میں "ف" جزائیہ کا آنا تو جائز ہے، مگر کسی اجنبی کا آنا جائز نہیں، کیونکہ ان دونوں شرط اور جزا باہم مل کر گویا دونوں ایک ہیں، جیسے مبتدا و خبر یا فعل اور فاعل جملہ کی حیثیت میں ہیں اس لئے فصل بالاجنبی کسی طرح جائز نہیں، اور یہاں آنا فصل بالاجنبی ہے، کہ کسی طرح پر درست نہیں ہو سکتا ہے غور سے سنیئے، آپ کی تاویل پر تقدیر کلام جیسی کہ آپ نے بھی لکھی ہے، یوں ہوتی ہے۔

بل فعلہ کبیرھم ھذا ان کانوا ینطقون فاسئلوھم

اس تاویل میں جزا مقدم اور شرط مؤخر ہے، یہ تو ممکن الصحت ہے، مگر اصل قراءۃ میں فصل بالاجنبی فاسئلوھم کیوں ہے،

علاوہ اس کے جزا اور شرط میں ربط معنوی ہوتا ہے یہاں کیا ربط ہے؟ اگر یہ بولتے ہیں، تو ان کے بڑے نے کیا، بظاہر یہ کیسا بے جوڑ کلام ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ اس کے حضرت ابراہیم پہ الزام اس صورت میں لگاتے، جب مشرکوں کو یہ خیال ہوتا، کہ یہ بت بولتے ہیں، حالانکہ وہ خود حضرت ابراہیم کو جواب دیتے ہیں، کہ

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ (اے ابراہیم تو جانتا ہے، کہ یہ بت بولتے نہیں)

ہاں بغور دیکھئے (تو معلوم ہو سکتا ہے، کہ یہ شرط صرف فاسئلوا کی ہے، اور کسی کی نہیں، کیونکہ کسی سے پوچھنے کا مطلب یہی ہوتا ہے، کہ وہ جواب دے، لازمی بات ہے، کہ اسی سے پوچھیں گے جو بولے بھی، اس لئے حضرت ابراہیم نے کہا، اگر یہ بت بولتے ہیں، تو ان سے پوچھو یہ جواب دیں گے اس شرط جزا میں تو ربط ٹھیک ہے، مگر آپ نے جس کو شرط جزا بنایا ہے، وہ بالکل بے جوڑ اور اس میں نفس بالا جنبی بھی لازم آتا

www.KitaboSunnat.com

خاص بات ہنوز قابل توجہ ہے، کہ حائری صاحب پہلے تو اس کو آیات متشابہات سے کہہ آئے، پھر اس کی تاویل کرتے ہیں، جو تاویل کرتے ہیں وہ لفظی ترکیب سے کرتے ہیں، نہ کہ سمعیات سے، کیا آیات متشابہات ایسی ہی ہوتی ہیں، جو لفظی ترکیب سے حل ہو جائیں واقعہ اِنِّيْ سَقِيْمٌ کے متعلق حائری صاحب نے جتنی توجیہیں نقل کی ہیں، وہ سب بے کار ہیں، ان سے بجائے جواب کے اعتراض کو قوت پہنچتی ہے، جن کا خلاصہ ہے

اب سنیئے کذب دوم کے متعلق کیا غلط فہمی واقع ہوئی، آیت یہ ہے فنظر نظرة فی النجوم فقال انی سقیم۔ منشاء اعتراض یہ ہے، کہ نظر فی النجوم حرام ہے، خلیل اللہ کیوں اس کے مرتکب ہوتے پھر باوجود صحیح الجسم ہونے کے خلاف واقع اپنا علیل ہونا کیوں انہوں نے بیان کیا

(۱) جناب خلیل نے جب نجوم میں نظر کی، تو وہ ستارہ دیکھا، جس کے ظہور پر ان کو تپ نوبت آتا اس لئے آپ نے انی سقیم کہا، کیونکہ قطعاً ہو جانے والی چیز کو ہوگئی کہہ دینا کذب نہیں۔

(۲) اسی بنا پر جناب ابراہیم علیہ السلام نے علم نجوم پر ایک نظر ڈالی، اور غور فرمایا، اور کہہ دیا، کہ میں سقیم ہوں، اس وقت قوم نے یہ سمجھ لیا، کہ جس طرح نجوم سے ہم خبر دیا کرتے ہیں، ابراہیم نے بھی ایک قطعاً ہونے والے واقعہ سے اطلاع دی ہے جس کا وقوع پذیر ہونا لازمی ہے (حوالہ مذکور)

اہل حدیث کتنی کھینچ تان ہے، قرآن مجید کے لانے والے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی، مگر بہر حال شیعہ مفتی نے تسلیم کیا، کہ بظاہر آیت قرآنی میں کذب لازم آتا ہے اسی لئے تاویل کی ضرورت پڑی، اب سنئے حائری صاحب تیسرے واقعہ مندرجہ حدیث کی تکذیب کرتے کرتے تصدیق کرتے ہیں، فرماتے ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) کذب سوم جس کا منشاء اعتراض یہ ہے، کہ جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی زوجہ سارہ کو هذه اختی یہ میری بہن ہے، کیوں خلاف واقعہ کہا، سو اس کا جواب یہ ہے کہ عورت باوجود زوجیت کے بھی اخوۃ فی الدین سے خارج نہیں ہوا کرتی، حضرت کا مطلب بھی اختی فی الدین تھا پھر خلاف واقعہ اور کذب کیونکر ہوا۔ (حوالہ مذکور)

اہلحدیث پس واقعات تو ہم اور آپ کو بلکہ ان سب لوگوں کو بھی جو منکر حدیث ہیں نیچری ہوں یا چکڑالوی، مرزائی ہوں یا معتزلی مسلم ہیں، جن میں سے دو قرآن شریف میں ہیں، اور ایک حدیث میں، بہرحال مسلم سب ہیں، مگر حالری صاحب یقیناً، اور دیگر اصحاب بھی غالباً ان واقعات کو کذب نہیں کہتے، بلکہ تاویل کر کے مطابق واقعہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ ہم نے بھی کوشش کی ہے، اور ہم ان کوشش کرنے والوں کی سعی کے مشکور ہیں، یہاں تک تو اتفاق ہے، گو تاویل کی نوعیت میں اختلاف ہے، مگر اصل میں اختلاف نہیں، پس اختلاف ہے، تو اس میں ہے، کہ جس صورت میں ان واقعات کی تاویل ممکن ہے، تو حدیث میں ان کو جھوٹ سے کیوں تعبیر کیا گیا؟ پس سوال اگر ہے تو یہی ہے، جس کے بتانے کا ذمہ ہمارا ہے، اس میں شک نہیں، کہ ہر فریق ان واقعات کو بلا تاویل تسلیم نہیں کرتا، جس سے ثابت ہوتا ہے، کہ یہ تینوں واقعات بظاہر عبارت کذب ہیں یا کذب سے مشابہ ہیں، اسی وجہ سے حدیث میں ان کو کذب کہا گیا ہے، ورنہ درا صل حضرت ابراہیم نے کذب بولا، نہ حدیث میں ان کو اصلی معنے سے کذب کہا گیا۔

نتیجہ صاف ہے، کہ قرآن بھی ٹھیک ہے، اور حدیث بھی درست، فرق صرف لوگوں کی سمجھ کا ہے، ہوتا یہ ہے، کہ ایک آدمی ایک بات تاویل طلب کہتا ہے، جس کی رو سے وہ بلحاظ تاویل جھوٹا نہیں ہوتا، مگر کوئی اور صاحب اس تاویل طلب کلام کو بھی بلحاظ اپنی عادت کے ناپسند کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح ہمارے حضور نے ان تینوں تاویلی فقروں کو ناپسند کرتے ہوئے کذب سے تعبیر فرمایا۔ نکلی امرتی مانوی (اہلحدیث ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ)

ہم فیصلے کو تیار ہیں

کلکتے سے کوئی صاحب پنڈت مولوی کے نام سے اخبار الفقیہ مورخہ ۔ فروری میں مضمون دیتے ہیں، کہ:۔

مذاہب عالم کو عموماً اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کو خصوصاً زبردست چیلنج دیا جاتا ہے، کہ بہت جلد ہند کے کسی نئی و

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میدان میں سال کے اندر اندر بذریعہ مباحثہ یا مباہلہ حق و باطل کا فیصلہ کرالیں، کیونکہ آفتاب کی مشرقی ڈیوٹی ختم ہونے کے قریب ہے، اور یا ب توبہ بند ہونے کو نزدیک ہے، اور وہ وقت اقرب ہے کہ دنیا کا آخری امام یعنی حضرت مہدی علیہ السلام نمودار ہو جائیں، مقدس اسلام آیات فرقان معجز نظام ۱۳۳۸ برس سے پر روز الفاظ میں طبقہ انسانی کو ان الدین عند اللہ الاسلام کی زبردست الفاظ میں بشارت دے رہا ہے، کہ اسلام کا بھیجا ہوا قانون ہے، ایسے کی فرمانبرداری باعث خلاصی دارین اور فرقہ حقہ اہل سنت والجماعت ہی کی حلقہ بگوشی ذریعہ سعادت مندی کونین ہے، اور بس"

اہلحدیث فرقہ نجدیہ وہابیہ سے مراد ان کی اگر اہلحدیث ہیں، تو ہم اس چیلنج کو مبارک سمجھ کر لبیک کہتے ہیں، کہیئے آپ کس شہر میں مباحثہ کرنا چاہتے ہیں، تا کہ ہم بھی وہاں کے کسی طالب علم کو مامور کردیں، اگر کلکتہ ہی میں چاہتے ہیں، تو ہم کلکتہ ہی میں مولانا عبدالنور صاحب تانتی باغ کو تکلیف دیں گے، کہ وہ کسی طالب علم کو آپ کی خدمت کے لئے مامور فرمائیں، چونکہ آپ اپنے آپ کو خود ہی مولوی بھی لکھتے ہیں، اس لئے مباحثہ سے پہلے دونوں مناظرین کو کسی عربی معراکتاب کا صفحہ آدھا صفحہ عبارت کا پڑھنا شرط ہوگا۔

ہاں ۱۳۳۸ھ یعنی سنہ رواں میں اسلامی عروج کا ذکر جو آپ نے بشارت آمیز کیا ہے، اگر صحیح ہے تو پھر کسی مباحثہ کی حاجت ہی نہیں ہے، کیونکہ جب کبھی اسلام کا ظہور یا دور ہوگا، اسی اسلام کا ہوگا جو اس آیت کے نزول کے وقت دنیا میں رائج تھا، اس میں تو نہ کوئی حنفی تھا، نہ شافعی، نہ کوئی نہ کوئی صرف قرآن و حدیث پر سب کا عمل تھا، اور بس، اس لئے ۱۳۳۸ھ سے خوف ہے، تو ان مذاہب کو ہے، جو نزول آیت سے صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں، اہلحدیث کو نہیں ہے

اگر محتسب گرد آنرا غم است   کہ سنگ ترازوئے بارش کم است

(اہلحدیث ۲۸ رجمادی الاولی ۱۳۳۸ھ)

مجدد بریلوی کا ایک نیا فتویٰ

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں   کمر پتلی، صراحی دار گردن

یہ کسی عاشق مزاج شاعر کا شعر ہے، جس نے اپنے محبوب کے متلاشیوں کو آسان راہ کامیابی کی بتادی، کہ ان دو نشانیوں سے میرے محبوب کو پالو گے۔

آج کل قادیانی حلقے میں سکندر آباد سے ایک آواز اٹھی ہے، کہ مرزا صاحب قادیانی اگر اس صدی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مجدد نہیں، تو پھر کون ہے؟ ایسے متلاشیوں کا جواب ہم نے بارہا دیا، مگر آج ان کی آسانی کے لئے بتاتے ہیں جس بزرگ کے ماتحت آج کل کفر کی مشین ہے، بس اس صدی کے وہی مدعی مجدد ہیں آپ کو ان بزرگ کی تلاش میں کامیابی نہ ہو، تو ہم ہی بتلائے دیتے ہیں، کہ آپ جہاں کہیں ہوں، بریلی کا ٹکٹ لے کر سیدھے پہنچ سکتے ہیں، اسٹیشن بریلی سے اترتے ہی اعلیٰ حضرت کا نام پوچھیں گے تو آپ کو یہ جواب ملے گا ؎

ہنگامہ رات دن ہے بپا کوئے یار میں ایسی بھی فتنہ خیز کوئی سرزمین نہیں

دیکھئے ہم ان بزرگ کا ایک تازہ فتویٰ سناتے ہیں، جو تبرزدہ ہمارے پاس پہنچا، چونکہ آپ آج کل غالباً ۸۰ سال سے متجاوز ہیں، اس لئے چراغ سحری کی طرح چمکتے ہوئے سارا زور اس فتویٰ پر لگایا ہے، مگر خیریت سے دعوے ہی دعوے ہے، دلیل کا ایک لفظ نہیں، سوال یہ ہے۔

کیا حکم شرعی ہے اس معاملہ میں کہ طریقہ حنفیہ میں باوجود ممانعت کے ایک شخص باز نہیں آتا، اور باواز بلند جو کبھی کہہ نہیں سکتا تھا اب بعد ختم الحمد کے آمین جب کہ پیش امام سورت شروع کرتا ہے کہتا ہے، آیا طریقہ حنفیہ میں جو ہر کوئی بلند آواز کے ساتھ نہیں کہتا لیکن وہ مانتا نہیں، آیا باواز بلند جائز ہے یا ناجائز؟ اور طریقہ وہابیہ اپنا جاری کئے ہوئے ہے، فاتحہ خصوصاً گیارھویں شریف کی ممانعت کرتا ہے کہ غوث پاک کا فاتحہ یا کوئی فاتحہ نہ کیا جاوے، اور میلاد شریف یعنی ذکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت پرہیز رکھتا ہے، آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز حنفیہ مذہب کی درست ہے یا نہیں حکم مطابق احکام خدا و رسول آنا چاہیئے، لفافہ مع پتہ کے روانہ کرتا ہوں، کل اہل جماعت سنت حنفیہ کی طرف سے عرض ہے رقیمہ ادب مسلمانان مسجد میراں پور ڈاک خانہ میراں پور تحصیل و ضلع سلطانپور

۱۲ راگست ۱۹۱۹ء

سوال صاف ہے، کہ آمین بالجہر کہنا اور مروجہ فاتحہ پیر کا پڑھنا اہل سنت کے مذہب میں جائز ہے یا نہیں، ایسے صاف سوال کا جواب کیا ملا، ملاحظہ فرمایئے۔

الجواب: ایسا شخص ضرور پکا وہابی غیر مقلد ہے، اور وہابیہ وغیر مقلدین زمانہ باتفاق علماء حرمین شریفین کافر مرتد ہیں، ایسے کہ جو ان کے اقوال ملعونہ پر اطلاع پاکر انہیں کافر نہ جانے یا شک ہی کرے خود کافر ہے، ان کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام، ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں، ان کا نکاح کسی مسلمان کافر مرتد سے نہیں ہو سکتا، ان کے ساتھ میل جول، کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سلام کلام، سب حرام، ان کے مفصل احکام کتاب مستطاب حسام الحرمین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریف میں موجود ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

مہر
دار الافتاء مدرسہ
اہل سنت والجماعۃ
بریلی

مہر
آل رسول
احمد رضا خاں
بریلوی

مہر
شفیع احمد خاں
رضوی السنی الحنفی
قادری

اہلحدیث کتنی خفگی ہے، ماشاء اللہ چشم بد دور، ان حضرات کے ہاتھ میں حکومت ہو تو ان بے چارے وہابیوں کے دار السلام میں جانے میں کچھ شبہ ہے؟

اللہ اکبر! وہ فعل جو مکہ معظمہ میں حرم کے اندر علی الاعلان ہوتا ہو، وہ فعل جس کے کرنے اور ماننے والے چار اماموں میں سے تین برگزیدہ امام ہوں، وہ فعل جس کے جواز بلکہ استحباب کے قائل وہ بزرگ تھے جن کے نام کی فاتحہ دی جاتی ہے، وہ فعل جس کے جواز کا فتویٰ حنفی جماعت کے برگزیدہ اماموں (مثل ابن ہمام وغیرہ) نے دیا ہو، وہ فعل جس کی بابت حضرت سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ تمہارے آمین بلند کہنے پر یہودی چڑتے ہیں تم بے شک بلند آواز سے کہا کرو، اس فعل کے کرنے والوں کی نسبت ایسا فتویٰ؟

میرے خیال میں ایسے مفتیوں کو طاقت ہو تو ایسا کام کرنے والوں سے وہی برتاؤ کریں، جو حضرت حمزہ رضؓ اور خبیب رضؓ سے مکہ والوں نے کیا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا فعل جو نہ کسی آیت میں، نہ حدیث میں، نہ فقہ کی کسی روایت میں ہے، یعنی فاتحہ پیر، اس کے ترک پر یہ خفگی؟ تو کیوں نہ یہ کہا جائے سے

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

چیلنج بریلوی مجدد اور ان کے اعوان و انصار کو ہم چیلنج دیتے ہیں، کہ اپنے اس فتویٰ پر پابندی فقہ و اصول فقہ ہم سے گفتگو تحریری یا تقریری جو چاہیں کریں، ہمارا سوال صرف یہ ہوگا کہ حنفیہ کا عام اصول ہے۔ یفتی علی قول الامام مطلقا (در مختار) امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جائے۔ اس مسلمہ اصول کے مطابق ہم کو امام صاحب سے کوئی روایت اس فتوے کی تائید میں دکھا دے، تو مبلغ پانچسو روپے انعام لیں۔ (۸ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ)

غیر مسلم کا داخلہ اور تقریر مسجد میں

پچھلے دنوں دہلی اور لاہور کی جامع مسجدوں میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں نے بھی تقریریں کیں، وہ تقریریں کس مضمون کی تھیں، اور کس کی نہ تھیں، اس سے ہمیں مطلب نہیں، ان کے ایسا کرنے پر مذہبی دنیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سوال پیدا ہوا، کہ آیا ازروئے مذہب اسلام ایسا ہونا جائز ہے، کہ کوئی غیر مسلم مسجد میں آکر منبر یا مکبر پر تقریر کرے چونکہ یہ ایک مذہبی سوال تھا، اس لئے مذہبی جرائد نے اس کے جوابات پر توجہ کی، چنانچہ رسالہ "معارف" میں ایک مضمون مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کا لکھا ہوا نکلا جس میں موصوف نے بڑی طوالت سے بحث کر کے ثابت کیا، کہ ایسا ہونا جائز ہے مضمون مذکور میں دلائل حدیثیہ اور تاریخیہ سے استدلال کیا ہے، جن میں سے بعض دلائل قریب الماخذ اور بعض بعید بھی ہیں، مگر مجموعی طور پر دلائل کافی ہیں، میرے نزدیک اس دعوے پر ایک ہی دلیل کافی ہے، جو نص صریح اس پر ہوسکتی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مسلمانوں اور کفار مکہ میں معاہدہ ہوا اس معاہدہ میں یہ بھی داخل ہوا، کہ بنی خزاعہ مسلمانوں کے حلیف ہیں، اور بنی بکر کفار عرب کے حلیف ہوں گے، اس کا مطلب یہ تھا، کہ یہ دونوں حلیف اگر آپس میں لڑ پڑیں، تو مسلمان اور کفار مکہ اپنے اپنے حلیف کی دوسرے کے برخلاف مدد نہ کریں، اگر کریں گے، تو عہد شکنی ثابت ہو جائے گی، چند دنوں کے بعد بنی خزاعہ حلیف مسلمانان اور بنی بکر (حلیف مشرکین) میں جنگ ہوگئی، تو مشرکوں نے بنی بکر کی حمایت کی، اس کی اطلاع بنی خزاعہ نے مدینہ شریف پہنچ کر دربار رسالت میں پہنچادی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کا ارادہ کیا اتنے میں مشرکین مکہ کو خبر ہوئی تو بمقابلہ مسلمانان اپنی کمزوری محسوس کر کے ان کی طرف سے ابوسفیان مدینہ شریف آیا تاکہ گذشتہ فعل پر ندامت کا اظہار کر کے آئندہ کے لئے تجدید عہد کرے، اس غرض کے لئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس بغرض سفارش کرانے گیا، انہوں نے انکار کیا، حضرت عمرؓ کے پاس گیا، وہ بھی منکر رہے، حضرت عثمانؓ کے پاس گیا، وہ بھی نہ مانے، آخر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس گیا، بہت منت سماجت اور خوشامد کی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، کہ میں سفارش تو نہیں کرسکتا، مگر ایک تجویز بتاتا ہوں، کہ تم کھڑے ہو کر پکار دو، کہ میں نے فریقین میں معاملہ کو سلجھا دیا، اور امن وامان کرا دیا ہے، اس کے آگے بالاتفاق مورخین کے الفاظ یہ ہیں:۔

فقام ابوسفیان فی المسجد فنادی الا انی قد اجرت بین الناس (ابن خلدون بقیہ الجزء الثانی ص ۴۲۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۱۳۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۶۔ تاریخ ابن ھشام برحاشیہ زاد المعاد ج ۲ ص ۲۲۹۔ تاریخ خمیس ج ۲ ص ۸۷ وغیرہ)

اس فقرے کا ترجمہ مولانا شبلی مرحوم کی سیرۃ نبوی میں یوں کیا گیا ہے

"بالآخر ابوسفیان نے حضرت علیؓ کے ایماء سے مسجد نبوی میں جا کر اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تجدید کر دی" (ص ۳۷۴)

یہ واقعہ ایسا ہے، کہ کل مورخین نے اسے نقل کیا ہے، اس سے یہ نتیجہ صاف برآمد ہوتا ہے، کہ غیر مسلم مسجد میں اپنے مطلب کی بات بھی کہہ سکتا ہے، گو وہ مسلمانوں بلکہ ان کے امام کے منشاء کے بھی خلاف ہو، کجا یہ کہ مسلمانوں کے منشاء کے خلاف نہ ہو۔

اسلام ایسا تنگ مذہب نہیں ہے، کہ اپنی عبادت گاہ میں غیر مسلموں کو آنے یا آنے پر بولنے کی اجازت نہ دے، بلکہ اسلام تو ایسا وسیع الحوصلہ مذہب ہے، کہ غیر مسلموں کو اپنی مساجد میں اپنے طریق پر بھی نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے، چنانچہ نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی میں اپنی عبادت ادا کرنے کی اجازت خود حضور علیہ السلام نے بخشی، اور انہوں نے اپنے طریق پر نماز پڑھی (معالم التنزیل وغیرہ) حالانکہ یہ لوگ مذہبی مناظرہ کرنے آئے تھے، ثابت ہوا کہ غیر مسلم کا مسجد میں منبر پر یا کبھی نیچے یا اوپر تقریر کرنا شریعت اسلام میں منع نہیں ہے، اللہ اعلم

اظہار افسوس

اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ افضل التحیۃ والسلام کا یہ عمل کہ غیروں کو بھی مسجد نبوی میں نماز کی اجازت دیں، اور وہ اپنے طریق پر خلاف طریق اسلام نماز پڑھیں، مگر مسلمانوں کی یہ کیفیت ہے، کہ معمولی سے فروعی اختلاف پر ایک فریق دوسرے کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکیں، اور فتاوے شائع کریں، کہ فلاں فرقے کا ہماری مسجد میں نماز پڑھنا ممنوع ہے جس کی زندہ مثال آج کل لاہور میں مسجد بیگم شاہی میں ملتی ہے، آہ کیا سچ ہے ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلاف ست وجنگ

(اہلحدیث امرتسر ۱۲ شوال ۱۳۴۷ھ)

شیعہ کو جواب

اخبار "درنجف" میں ایک سوال چھپا ہے، جس کی سرخی ہے "سوال از جمیع علماء اہلحدیث" اس میں مذکور ہے۔

صحیح بخاری ص ۷۵۹ باب کثرۃ النساء۔ حدثنا علی بن الحکم الانصاری حدثنا ابو عوانۃ عن رقبۃ عن طلحۃ الیامی عن سعید بن الجبیر قال قال لی ابن عباس ھل تزوجت قلت لا قال تزوج فان خیرھن کا الامۃ اکثرھا نساء۔ یعنی بہترین شخص اس امت کا وہ ہوگا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی بیبیاں زیادہ ہوں گی" اب سوال یہ ہے، کہ اس حدیث پر عمل بغیر متعہ کیونکر ممکن ہے، کیونکہ چار عقد سے ایک وقت میں زیادہ جائز نہیں فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع الخ زیادہ طلاق پر لعنت موجود ہے، موت اختیاری نہیں، تو پھر بغیر متعہ کیونکر اکثار النساء ممکن ہے

(حافظ سید ذوالفقار علی شاہ جلال پوری) (دور نجف ۱۵ ش دسمبر ۲۶ئہ منہ ۲۰)

اھلحدیث معلوم ہوتا ہے، کہ سائل کو شیعہ اصطلاحات سے بھی واقفیت نہیں، ورنہ وہ جانتے، کہ زوجہ اور ممتوعہ دو قسمیں مختلف ہیں، زوجہ منکوحہ کو کہتے ہیں، اور جس سے متعہ ہو اس کا نام ممتوعہ ہے، اس لئے کہ شیعہ علماء جس آیت سے جواز متعہ پر استدلال کرتے ہیں، اس میں بھی لفظ متعہ ہے، تزوج نہیں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ الآیۃ

پس حدیث مذکور کو دیکھیے، کہ اس میں شرعی حد کے اندر منکوحہ زوجہ کثیر کرنے کا ذکر ہے ممتوعہ کا نہیں فافہم۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۸ جنوری ۱۹۲۷ء)

متعہ بالنساء متعہ کے متعلق ایک مضمون آریہ گزٹ لاہور میں نکلا ہے، جس کو راقم مضمون نے کل مسلمانوں کا مذہب سمجھا، حالانکہ امر واقع یہ ہے، کہ متعہ کے قائل شیعہ ہیں سنی نہیں، اور شیعوں کی تعداد کل دنیا کی اسلامی آبادی میں پندرہ فی صدی ہے اتنی تھوڑی تعداد کے اعتقاد کو کل اسلامی دنیا کا اعتقاد قرار دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے، چونکہ شیعہ فرقہ متعہ کا قائل ہے، اس لئے ان کی کتابوں سے اس کی تعریف اور تشریح ہم پہلے سناتے ہیں، پھر اپنی رائے لکھیں گے شیعوں کے ہاں بھی مثل سنیوں کے حدیث کی کتابیں ہیں، جن میں "تہذیب الاحکام" کو غالبا وہی درجہ حاصل ہے جو سنیوں کے ہاں "جامع ترمذی" کو ہے، اسی تہذیب سے ہم چند روایات نقل کرتے ہیں، ناظرین بغور سنیں متعہ کس کو کہتے ہیں، اور اس کا نکاح سے کیا فرق ہے، مندرجہ ذیل روایت سے معلوم ہوگا، جو امام ابوعبداللہ جعفر صادق سے منقول ہے، کہ

قال ابوعبداللہ علیہ السلام ان سمی الاجل فھو متعۃ وان لم یسم الاجل فھو نکاح (ج ۲ ص ۱۸۹) امام موصوف نے فرمایا، مرد، عورت کے عقد کے وقت اگر مدت مقرر کی جائے تو متعہ ہے، اگر مدت مقرر نہ کی جائے، تو نکاح ہے"

یعنی کسی مرد اور عورت کا عقد اس طرح ہو کہ آٹھ، دس یوم تک ہم مثل زن و شوہر کے رہیں گے، تو یہ متعہ ہے، اور اگر آٹھ دس روز وغیرہ کی قید نہ ہو، تو نکاح ہے، یعنی نکاح دائمی ہے، اور متعہ موقت، یہ ہے تعریف متعہ کی اس کے متعلق شیعوں کی کتاب مذکور میں مندرجہ ذیل روایات آئی ہیں:-

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا باس بان یتمتع الرجل بامۃ المراۃ فاما امۃ الرجل فلا یتمتع بھا الا بامرہ ولا باس بان یتمتع الرجل متعۃ ما شاء لا ھن بمنزلۃ الاماء ولیس ذلک مثل نکاح الشرعیۃ الذی لا یجوز فیہ العقد علی اکثر من اربع نساء

امام جعفر صادق سے روایت ہے، کہ کوئی حرج نہیں، کہ مرد کسی عورت کی باندی سے متعہ کرے لیکن کسی مرد کی باندی سے بغیر اس کی اجازت کئے نہ کرے، اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ جتنی عورتوں سے چاہے کرے، کیونکہ یہ بمنزلہ لونڈیوں کے ہے، اور مثل دائمی نکاح کے نہیں ہے، جس میں چار سے زیادہ جائز نہیں ہیں۔

عن ابی عبد اللہ قال ذکر لہ المتعۃ اھی من الاربع قال تزوج منھن الفا فانھن مستاجرات (ج ۲ ص ۱۸۸) اسی امام سے سوال ہوا کہ متعہ میں بھی چار کی حد ہے؟ فرمایا چاہے تو ہزار تک کرے، کہ یہ ممتوعہ عورتیں تو مزدوری پیشہ ہیں۔

ان دو روایتوں سے متعہ کی اور ممتوعہ عورت کی حیثیت معلوم ہو گئی کہ وہ منکوحہ کی طرح بیوی نہیں نہ حقیقۃً باندی ہے، بلکہ اصل تعریف اس کی یہ ہے، کہ وہ ایک مزدوری پیشہ ہے، اسی لئے مندرجہ ذیل روایت سے اس کی وراثت کے متعلق حکم ملتا ہے، کہ اس کا خاوند (متعہ کنندہ) میعاد مقررہ کے اندر اندر مر جائے، یا یہ خود مر جائے، تو دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہ ہو گا، چنانچہ مندرجہ ذیل الفاظ اس کی شہادت دیتے ہیں۔

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام اما المیراث فانہ ان شرط انھا ترث ورثت وان لو یشترط فلیس لھا ولا لہ میراث ولیس یحتاج الا بشرط انھا لا ترث لان من شرط المتعۃ اللازمۃ ان لا یکون بینھما توارث (ص ۱۹۰) امام جعفر صادق نے فرمایا، متعہ میں اگر وراثت کی شرط کی جائے، تو عورت وارث ہو گی، ورنہ نہ عورت کو وراثت ملے گی نہ مرد کو، اور اس بات کی ضرورت نہیں، کہ عدم وراثت کی شرط کی جائے، کیونکہ متعہ کی شروط لازمہ میں سے ہے، کہ ان میں وراثت نہ ہو گی،

یہ روایت اپنے مضمون میں صاف ہے، کہ ان دونوں بیوی خاوند (ناکح اور ممتوعہ) میں سے ایک دوسرے کا وارث کوئی بھی نہیں ہو گا۔

نکاح اور متعہ میں ایک فرق تو مدت اور عدم مدت کا ہے، دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ نکاح میں گواہوں اور عام اعلان کی ضرورت ہے، مگر متعہ میں کچھ نہیں، چنانچہ تہذیب کے الفاظ یہ ہیں:۔

ولیس فی المتعۃ اشھاد ولا اعلان (ص ۱۸۹) متعہ میں نہ گواہوں کی ضرورت ہے نہ اعلان کی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور روایت میں ہے۔ کتب علیہ السلام التزویج الدائم لایکون الا بولی و شاھدین ولا یکون تزویج متعۃ ببکر استر علی نفسک واکتم (ص ۱۸۷) امام جعفر صادق نے لکھا ہے کہ نکاح تو ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا، اور متعہ باکرہ کے ساتھ نہ ہوگا تم اس امر کو چھپا کر پردہ ڈالا کرو، یعنی متعہ مخفی کیا کرو۔

یہ روایات بتلاتی ہیں، کہ متعہ کی حقیقت صرف یہ ہے، کہ مرد، عورت دونوں خفیہ طور پر عہد کرلیں اور جتنے دنوں تک وعدہ کریں رہیں، یہ بھی ثابت ہوا، کہ باکرہ عورت کے ساتھ بھی متعہ نہ کیا جائے، کیونکہ متوعہ عورت شرفاء کے نکاح میں ذلیل سمجھی جاتی ہے، چنانچہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

لا تمتع بالمؤمنۃ فتذلھا (ص ۱۸۷) مؤمنہ عورت کے ساتھ متعہ نہ کیا کرو، کہ وہ ذلیل ہو۔ مصنف کتاب تہذیب اس کی تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے، کہ

یحتمل ان یکون المراد اذا کانت امرأۃ من اھل بیت الشرف فانہ لایجوز التمتع بھا لما یلحق اھلھا من العار و یلحقھا من الذل (ص ۱۸۷) یعنی عورت اگر کسی معزز گھرانے کی ہے، تو اس کے ساتھ متعہ نہ کرنا چاہیے، کیونکہ اس کے گھرانے اور کنبے کو عار اور ذلت ہوتی ہے۔

مصنف کی یہ توجیہ اور تفسیر صاف دلالت کرتی ہے، کہ متعہ میں متوعہ کی ذلت ہے، جو شرفاء کی شان کے لائق نہیں، چنانچہ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے

فاقبل عبد اللہ بن عمر رضی فقال یسرک ان نساءک و بناتک واخواتک وبنات عمک یفعلن ذلک فاعرض ابو جعفر علیہ السلام حین ذکر نساءہ و بنات عمہ (ص ۱۸۶) عبد اللہ بن عمر رضی نے امام کو کہا، کہ آپ متعہ کی اجازت دیتے ہیں، آپ کی عورتیں، لڑکیاں، حقیقی بہنیں اور چچازاد بہنیں متعہ کریں، تو آپ خوش ہوں گے، جب انہوں نے یہ کہا، تو امام ابو جعفر نے منہ پھیر لیا۔

ان ساری روایات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) متعہ ایک موقت عقد کا نام ہے (۲) متعہ میں گواہوں اور اعلان کی حاجت نہیں (۳) متعہ باکرہ عورت سے نہیں (۴) متوعہ عورت وارث نہیں (۵) متوعہ عورت صرف ایک مزدور ہے (۶) متعہ شریف عورتوں کے لئے باعث بدنامی ہے۔

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں، کہ ایک ایسے بڑے دعوے کے لئے شیعہ کی طرف سے دلیل کیا پیش کی گئی، ناظرین بغور سنیں۔

یدل علی اباحۃ المتعۃ اجماع المسلمین۔ علی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کان قد اباحها فی وقت ولم یقم دلیل قاطع علی خطرها بعد ذلک فینبغی ان تکون مباحة علی ماکانت حتی یقوم دلیل ولا دلیل فی الشرع یدل علی ذلک ویدل علی ذلک ایضا قوله تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین الی قوله فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فاباح بقوله فما استمتعتم به منهن نکاح المتعة لان الاستمتاع اذا اطلق فی الشرع لا یستفاد به الا النکاح المخصوص دون ما وضع له فی اصل اللغة من الالتذاذ ثم قال فاتوهن اجورهن مؤکدا بذلک علی ان المراد به نکاح المتعة لان نکاح الدوام ما یستحق به من المهر لا یسمی اجرا فی الشرع (تهذیب ج ۲ ص ۱۸۶)

فاضل مصنف تہذیب فرماتے ہیں، متعہ کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع دلالت کرتا ہے، کیونکہ آنحضرت کے زمانے میں مباح تھا اور منع کی کوئی دلیل نہیں آئی پس چاہیئے، کہ اب تک مباح رہے جب تک کوئی دلیل قائم ہو جس سے منع ثابت ہو سکے، اور شرع میں کوئی دلیل نہیں ملتی، جو اس کی حرمت پر دلالت کرے، نیز اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی متعہ کے جواز پر دلالت کرتا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ محرمات چھوڑ کر باقی عورتیں تم پر حلال ہیں فما استمتعتم بہ کے ساتھ متعہ کو جائز کر دیا کیوں کہ استمتاع جب شرع میں بولا جاوے تو متعہ ہی مراد ہوتا ہے، نہ اصلی نہ لغوی معنی یعنی لذت کرنا پھر خدا نے فرمایا، ان عورتوں کو ان کے اجر دیا کرو، تاکید ہے اس بات کی، کہ اس سے مراد متعہ ہے کیونکہ نکاح کے عوض کو شرع میں مہر کہتے ہیں، اجر نہیں کہتے (تہذیب ج ۲ ص ۱۸۶)

اس اقتباس میں تین دلیلیں مذکور ہیں، ایک آنحضرت م کے زمانہ کا رواج کہ متعہ جائز تھا، دوم آیت قرآنی میں استمتاع کا لفظ، سوم اجورہن، جس کا مطلب ہے، کہ عورتوں کو ان کا اجر دیا کرو (بقول شیعہ) عورت کے نکاح میں جو مہر مقرر ہوتا ہے، اس کو شرع کی اصطلاح میں اجر نہیں کہا جاتا، اجر صرف متعہ کے عوض کو کہا جاتا ہے۔

یہ طریق بیان بتلا رہا ہے، کہ شیعہ کے نزدیک بھی آیت موصوفہ ایسی صاف نہیں کہ اس کو دلیل کے موقعہ پر پہلے درجہ پر رکھیں، حالانکہ آیت قرآنی ہونے کی حیثیت سے اس کا حق تھا، کہ وہ پہلے ہوتی، مگر مصنف نے اسے پیچھے رکھا، کیونکہ اس سے متعہ کا ثبوت ہونا کارے دارد

پس ہم ان تینوں دلیلوں کے جواب کے ذمہ دار ہیں، پہلی دلیل کا جواب پیچھے دیں گے، پہلے دوسری تیسری کا جواب دیں، جو بوجہ قرآنی دلائل ہونے کے مستحق ہیں، کہ ان کو پہلے رکھا جائے شیعہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث (مصنف تہذیب) کا دعویٰ ہے، کہ استمتاع سوائے متعہ کے کسی اور کے معنی میں نہیں آیا، حالانکہ خود ہی قائل ہیں، کہ لغت میں اس کے معنی تلذذ یعنی لذت حاصل کرنے کے ہیں، قرآن مجید میں یہ لفظ چھ جگہ آیا ہے۔ پارہ ۵ رکوع ۱۰۔ پارہ ۸، رکوع ۲۔ پارہ ۱۰ رکوع ۱۵۔ پارہ ۲۶ رکوع ۲ ایضاً پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۵۔

ان مقامات میں استمتاع کے مصدر سے مختلف صیغے آئے ہیں، پارے پانچویں میں جو لفظ آیا ہے، وہ تو زیر بحث ہے، اس لئے وہ نظیر نہیں بن سکتا ہے، البتہ اور مقامات کو دیکھنا ہے جیسے وہ ہوں گے، ان پر فیصلہ ہو گا۔

آٹھویں پارے میں گمراہ لوگوں کا ذکر ہے

قال اولیاءھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض۔ کہ قیامت کے روز بعض گمراہ انسان کہیں گے خداوندا ہم میں سے بعض نے بعض کے ساتھ فائدہ اٹھایا۔

دسویں پارہ میں ہلاک شدہ لوگوں کا ذکر ہے:۔

کانوا اشد منکم قوۃ واکثر اموالا واولادا فاستمتعوا بخلاقھم فاستمتعتم بخلاقکم کما استمتع الذین من قبلکم بخلاقکم، کہ انہوں نے اپنی عادتوں کے ساتھ فائدہ اٹھایا۔

چھبیسویں پارے میں ہے:۔

یوم یعرض الذین کفروا علی النار اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا، کہ قیامت کے روز کافروں کو کہا جائے گا تم نے دنیا کی لذتیں حاصل کیں، اور ان کے ساتھ فائدہ اٹھایا۔

اگر ہم فاضل مصنف کا دعویٰ مان لیں، تو ہمیں کہنا پڑے گا، کہ ان سب مقامات پر شیعوں کا ذکر ہے، جو قیامت کو کہیں گے، کہ ہم نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ متعہ کیا، حالانکہ کوئی شخص بھی جو قرآن مجید کے مقامات مذکورہ کو دیکھے گا، یہ لفظ زبان پر نہیں لا سکتا، پس اتنے مقامات میں استمتاع کا لفظ جن معنی میں آیا ہے، متنازعہ مقام کے لئے یہ نظائر کافی ہیں، علاوہ اس کے خود فاضل مصنف کا اقرار ہے، کہ لغت میں اس کے معنی لذت پانے کے ہیں، پس آیت کے معنی یہ ہوئے، کہ جس مال کے ذریعے سے تم نے عورتوں کے ساتھ فوائد زن و شوئے حاصل کئے، وہ مال بصورت مہر ان کو دے دیا کرو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاضل مصنف کی تیسری دلیل یہ ہے، کہ اجور کا لفظ جو یہاں آیا ہے۔ اس سے مراد متعہ کا بدل ہے نکاح کا مہر نہیں، کیونکہ مہر کے لئے اجر یا اجور کا لفظ نہیں آیا۔ پس اگر ہم قرآن مجید میں، بلکہ قرآن مجید کی اس آیت زیر بحث میں دکھا دیں، کہ اجر یا بصورت جمع اجور کا لفظ مہر نکاح کے لئے ہی آیا ہے تو ہمارا دعویٰ ثابت اور ان کا باطل، اور اگر ثابت نہ کر سکیں، تو ہمارا باطل اور ان کا ثابت۔ پس غور سے سنیئے، خدا فرماتا ہے۔

ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوھن باذن اھلھن واتوھن اجورھن بالمعروف (پ ۵ ع ۱) جو کوئی تم میں سے آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھیں، وہ تمہاری ایماندار لونڈیوں سے نکاح کر لیں پس تم اے مسلمانو! ان باندیوں کے مالکوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لیا کرو، اور ان کے اجور (مہر) ان کو دے دیا کرو۔"

یہ آیت نکاح ہی کے متعلق نازل ہے، اور اسی کا اس میں ذکر ہے، اول ان ینکح کی صورت میں دوم فانکحوا کی شکل میں باوجود اس کے ان منکوحہ عورتوں کے مہروں کو اجورھن کے لفظ سے بیان فرمایا، پھر فاضل مصنف تہذیب کا دعویٰ کہ اجور کا لفظ خاص متعہ کے اجر کا نام ہے، کیونکر صحیح ہو سکتا ہے

آیت مرقومہ کے متعلق قائلین متعہ کی طرف سے ایک اور طرح سے بھی دلیل لائی جاتی ہے، وہ یہ کہ اس میں الی اجل کا لفظ بڑھا کے دآیت کو یوں پڑھا جاتا ہے فما استمتعتم بہ منھن الی اجل فاتوھن اجورھن پس (بقول ان کے) آیت کے معنی یہ ہوئے، کہ جن عورتوں کے ساتھ ایک وقت مقرر تک تم نے متعہ کیا ہو ان کی مزدوری ان کو دے دیا کرو، اس کا جواب یہ ہے، کہ یہ لفظ (الی اجل) قرآن مجید میں تو ہرگز نہیں، جس نے یہ کہا ہے، اس کی اپنی رائے ہے۔ اس نے بطور تفسیر اس لفظ کو کہہ دیا، تو ان کے شاگردوں نے قراءۃ اس کو سمجھ کر روایت کر دیا، ورنہ قرآن کا لفظ ہوتا، تو قرآن مجید کے اندر اور حافظوں کے سینہ میں ہوتا، ایسے ویسے لفظوں کی وقعت اس سے زیادہ نہیں، کہ کسی راوی نے اپنے فہم کے مطابق کوئی لفظ بڑھا دیا ہے، جیسے غلط فہمی سے قرآن کے اندر داخل سمجھا گیا۔

اس کی مثال وہ روایت ہے، جس میں ذکر ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ابو یونس اپنے کاتب سے کہا، کہ جب تو لکھتا ہوا اس آیت پر پہنچے، تو مجھے خبر کرنا حافظوا علی الصلوات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والصلوٰۃ الوسطیٰ جب وہ یہاں پہنچا، تو حضرت موصوفہ نے فرمایا، یہاں لکھ دے "صلوٰۃ العصر" اس کا مطلب یہ ہے، کہ حضرت عائشہ بموجب روایت مرفوعہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر کو جانتی تھیں، اس لئے بطور تفسیر یہ لفظ لکھوایا، اس کے یہ معنی نہیں، کہ انہوں نے یہ لفظ داخل قرآن کر کے لکھوایا اسی طرح کسی راوی نے یہ لفظ الی اجل کہا، تو اس کا اپنا فہم ہے، آیت قرآنی میں یہ داخل نہیں، بلکہ اگر ہم یہ کہیں، کہ قرآن کے سیاق کے بھی موافق نہیں، تو بجا ہے۔

ہاں فاضل مصنف تہذیب کی پہلی دلیل کا جواب منوز باقی ہے، اہل سنت کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے، کہ ایام جاہلیت میں یہ رسم تھی، کہ جو شخص سفر میں جاتا، اگر اس کو ضرورت ہوتی تو وہاں عورتوں سے متعہ کر لیتا، وہ اس کے اسباب وغیرہ کی حفاظت کرتیں، بعض روایات میں جو آیا ہے۔ کہ صحابہ کرام نے بھی کسی جنگ میں ضرورت کے وقت متعہ کیا، وہ اسی ملکی رسم کے مطابق تھا جیسے شراب خوری کا ثبوت بھی ملکی رسم کے مطابق ملتا ہے لیکن جب آیت نازل ہوئی، جس میں ذکر ہے، کہ اپنی بیویوں اور باندیوں کے سوا کسی سے ملاپ کرنا جائز نہیں، تو یہ سب رسومات ملکی دور ہوگئیں (ترمذی)

اس کی مزید تشریح کے لئے اہل سنت کی طرف سے خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پیش کی جاتی ہے۔ عن علی بن ابی طالبؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعۃ النساء وعن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن الخیبر (ترمذی جلد اول ص۱۳۲) یعنی حضرت علی نے کہا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے زمانہ میں متعہ سے اور گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا۔

اس روایت کو شیعوں نے تسلیم نہ کیا، بلکہ اس کی نسبت یہ ظاہر کیا، کہ سنیوں نے شیعوں کے خاموش کرانے کو حضرت علی رضؓ کے نام سے گھڑ لی ہے، مگر شان ایزدی! ایسا کہنے والے باوجود بڑے عالم ہونے کے اپنی کتابوں سے بے خبر ثابت ہوئے، کیونکہ یہ روایت خود اسی کتاب "تہذیب الاحکام" میں بھی موجود ہے، پھر لطف یہ ہے کہ انہی الفاظ سے موجود ہے، جو الفاظ اہل سنت کی روایت میں ہیں، غور سے سنیئے۔

عن علی قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ (ج ۲ ص ۱۸۶) حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے خیبر کے زمانہ میں گدھوں کا گوشت اور متعہ کا نکاح حرام فرمایا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فریقین (شیعہ اور سنی) کی روایات حدیثیہ میں بہت فرق ہوتا ہے، جو دونوں مذہبوں کے اختلاف پر متفرع یا دونوں کے اختلاف کی بنا ہے، مگر باوجود اختلاف کثیر کے کوئی روایت اگر متفق مل جائے، تو اصل معنی میں متفق علیہ کہلانے کا حق وہی رکھتی ہے شیعوں کے مستند امام کلینی انہی معنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت لائے ہیں۔ خذوا بالمجمع علیہ لاریب فیہ (ص۸) یعنی متفق علیہ روایت پر عمل کرو، کیونکہ متفق علیہ میں شک نہیں ہوتا۔

پھر صاف اور صریح روایت مرفوعہ جو دونوں مذہبوں کی کتابوں میں بیک معنی موجود ہو، کیوں کر رد ہو سکتی ہے لیکن افسوس کہ شیعوں نے ایسی متفقہ روایت کو بھی محض اپنی خیالی باتوں کی بنا پر رد کر دیا، چنانچہ تہذیب الاحکام کا فاضل مصنف لکھتا ہے۔ فان ھذہ الروایۃ وردت مورد التقیۃ (ص۱۶۱) یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تقیہ کے طور پر آئی ہے

تقیہ کیا چیز ہے؟ حسب ضرورت اپنے اعتقاد کے خلاف ظاہر کرنا، ہم جانتے ہیں، کہ شیعہ مذہب میں تقیہ کو اتنی اہمیت اور وسعت دی گئی ہے، کہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ قرار دیا گیا، چنانچہ کافی کلینی کے الفاظ یہ ہیں۔ تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ (اصول کافی ص۴۸۲) تقیہ دین کے نو حصے ہے، اور جو تقیہ نہ کرے اس کا دین نہیں ہے۔

تقیہ کی بحث اور وسعت کے خیال کو الگ رکھ کر ہم صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو متعہ کی روایت بیان کی، نہ صرف مسئلہ بتلایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر مرفوع روایت بھی بیان فرمائی، جو (بقول شیعہ) درحقیقت رسول اللہ کی نہیں تھی تو اس جرأت اور کذب علی الرسول کی وجہ ان کو کیا پیش آئی تھی، اور ان کا اعتبار کیا رہا

ہمارے خیال میں متعہ کا مسئلہ آ کر بس اس سوال پر رک جاتا ہے، کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ شان تھی، اور باوجود امیر المومنین اور شیر خدا ہونے کے ایسی کمزوری دکھا دیں، کہ کسی امر میں خوف و ہراس کے باعث نہ صرف غلط فتویٰ دیں، بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر بھی افترا کریں ہمارے خیال میں جو شخص اس کی تہ کو پہنچ جائے، اور اس خیال کے انجام کو سوچے کہ کہاں تک پہنچتا ہے اور غور کرے، کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کل روایات اور ان کی بات پر کہاں تک زد پہنچتی ہے تو وہ ایک منٹ کیا ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس خیال کو دل میں جگہ نہیں دے سکتا، کہ یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے از راہ تقیہ فرمائی ہو گی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسان طریق سے فیصلہ سنی شیعہ کی روایات میں فرق ہے، اور بہت بڑا فرق ہے، مگر دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں، کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے واجب الاتباع ہے، مفروض الطاعت ہے، بلکہ شیعوں کے ہاں تو یہاں تک مذکور ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں

ما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ (اصول کلینی ص۳۹)

جو بات کتاب اللہ (قرآن) کے موافق ہو، اسے قبول کرو، اور جو قرآن کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔

پس اس متفقہ اصول کے مطابق آؤ ہم اس مسئلہ کا فیصلہ کتاب اللہ (قرآن شریف) سے کرائیں اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا۔ کچھ شک نہیں، کہ حسب روایت منقولہ بالا ممتوعہ عورت بیوی نہیں، باندی نہیں بلکہ ایک کسبی عورت ہے، جس نے چند پیسوں کے لئے یہ پیشہ اختیار کر رکھا ہے، جو اس کے لئے اور اس کے خاندان کے لئے موجب ذلت و توہین ہے، قرآن شریف نے نفسانی حاجت براری کا جہاں ذکر کیا ہے، یہ لفظ رکھے ہیں

اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ، جو لوگ اپنی بیویوں یا باندیوں کے ساتھ ملیں گے، ان پر الزام نہ ہوگا۔

جب ممتوعہ زوجہ بھی نہیں، ملک الیمین (لونڈی) بھی نہیں، تو پھر اس استثناء میں جو آیت مرقومہ نے جواز کا کیا ہے، کیونکر داخل ہو سکتی ہے، اس امر پر کافی غور کی ضرورت ہے

بعض اصحاب کہا کرتے ہیں، کہ متعہ یوں تو حرام ہے، مگر مثل خنزیر ہے، جو بوقت اشد ضرورت جائز ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے، کہ جس طرح خنزیر (سؤر) کا گوشت کھانا قطعاً منع ہے، مگر بوقت اشد ضرورت کے جو نہ ملنے کسی جائز چیز کے پیش آئے، بقدر دفع بھوک خنزیر کا گوشت کھا لینے میں گناہ نہیں، اسی طرح (بقول ان کے) متعہ ہے، یہ لوگ متعہ کو حرام تو جانتے ہیں، مگر عند الضرورت جائز کہتے ہیں۔

ان کا جواب یہ ہے، کہ خنزیر کی بابت تو آیت میں صاف مذکور ہے، متعہ کی بابت کہاں مذکور ہے، کہ باوجود حرمت کے بوقت ضرورت جائز ہے، کیا اس کو اس پر قیاس ہے، یا کوئی نص صریح نص ہے تو پیش کریں، قیاس ہے تو وجہ فرق سنیں، جس سخت بھوک میں خنزیر کھانے کی اجازت ہے اس میں جان کا خطرہ ہوتا ہے، اور متعہ میں جو حاجت ہے، اس میں جان کا خطرہ نہیں، بلکہ عیش اور لذت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خواہش ہے

علاوہ اس کے خنزیر خوری اکیلے کا ذاتی فعل ہے، مگر متعہ ایک ایسا فعل ہے، کہ جب تک دو (مرد اور عورت) مل کر نہ کریں، کام نہیں ہو سکتا، پھر یہ کیونکر یقین ہو سکتا ہے، کہ مرد کو اگر ضرورت شدیدہ ہے، تو ممنوعہ عورت کو بھی ضرورت ہے، جب تک دونوں کی ایسی ضرورت، جو بھوک میں خنزیر خوری کے درجے تک پہنچاتی ہے، ثابت نہ ہو اس کے جواز کی صورت کیونکر ہو سکتی ہے:۔

مختصر یہ کہ متعہ قرآن کے خلاف، حدیث کے خلاف، امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی متفقہ روایت کے خلاف، بلکہ عقل خالص کے خلاف، اس لئے آریہ گزٹ کے نامہ نگار کو اس پر غور کرنا چاہیئے، اور شیعوں کو حضرت علی مرتضی امیر المؤمنین کی مرفوع روایت کو رد کرتے ہوئے اس کا انجام پوچھنا چاہیئے ؎

من نگویم ایں مکن آں کن مصلحت بیں و کار آساں کن

(اہلحدیث امرتسر ۱۲/۲۰ جولائی ۱۹۱۷ء)

عیسائیوں سے ایک سوال

عرصہ سے مجھے ایک سوال عیسائی مذہب کے متعلق نہیں بلکہ برتاؤ کے متعلق کھٹکتا ہے جس کو زبانی طور پر میں نے کئی ایک عیسائیوں کی خدمت میں پیش کیا لیکن جواب نہ ملا اس لئے آج بذریعہ اخبار شائع کر کے جواب کا امیدوار ہوں۔

سوال:۔ یہ ہے، کہ بائبل مجموعہ توراۃ وانجیل اس پر متفق ہیں، کہ ہفتہ میں صرف سبت (ہفتہ شنبہ) کا دن تعطیل کے لئے مقرر ہے، چنانچہ توراۃ کی دوسری کتاب سفر خروج کے ۲۰ باب کی دس آیت میں مذکور ہے:۔

"لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اس میں کچھ کام نہ کر نہ تو نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی، نہ تیرا غلام، نہ تیری لونڈی، نہ تیرے مواشی اور نہ تیرا مسافر جو تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو، کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین، دریا اور سب کچھ جو ان میں ہے بنایا، اور ساتویں دن آرام کیا، اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایا"

اسی سبت میں بے اعتدالی اور کاروبار کرنے والوں کا نہایت برائی اور خفگی کے ساتھ ذکر کتاب نحمیا کے ۱۳ باب میں ملتا ہے، جن کو قرآن مجید نے اِعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ سے تعبیر فرمایا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجیل سے بھی اسی دستور کا ثبوت ملتا ہے، بلکہ تاکید ہے، کہ تورات کا ایک شوشہ بھی کبھی منسوخ نہیں ہوگا، مذہب میں تو یہ تاکید اور ہدایت اور اہل مذہب میں یہ کیفیت کہ آج تمام عیسائی دنیا کا عمل یہی ہے، کہ تعطیل کے لئے بجائے ہفتے کے اتوار مقرر ہے، اگر ہم محض دنیاوی کاروبار میں ایسا دیکھتے تو سمجھتے کہ دنیاداروں کی راؤں کا کیا اعتبار ہے، لیکن جس صورت میں ہم دیکھتے ہیں، کہ جملہ مذہبی کام بھی اتوار ہی کو ہوتے ہیں، تمام پادری صاحبان گرجوں میں اتوار ہی کو نماز اور عبادت کرتے ہیں، تو ہماری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی، اس لئے سوال یہ ہے، کہ سبت (ہفتہ) کی بجائے اتوار کو کس نے مقرر کیا، اور کیوں کیا، اور ایسا کرنے والے کو ایسا کرنے کا حق بھی حاصل تھا؟ یا یوں ہی کر دیا؟

امید ہے، عیسائی اخبار اور رسالے اس سوال کی طرف توجہ ضرور کریں گے، مگر مہربانی کرکے جو لکھیں، صحیح حوالجات سے لکھیں نہ صرف زبانی اظہارات سے۔

(اہلحدیث امرتسر ۴ جولائی ۱۹۱۳ء)

ایک سوال

جناب مولانا صاحب سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! براہ نوازش مضمون ذیل کو اپنے اخبار میں جگہ دے کر خود بھی روشنی ڈالیں، یا حضرات دیوبند اس پر توجہ کرکے میری تسلی کر دیں

بہشتی زیور کتاب مؤلفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جلد ۸ صفحہ ۴۶ پر حضرت زینب بنت پیغمبر علیہ السلام کی نسبت تحریر ہے، کہ یہ بی بی حضرت ابوالعاص کے نکاح میں تھیں، جب یہ مسلمان ہوئیں، اور شوہر نے مسلمان ہونے سے انکار کیا، تو حضرت نے قطع تعلق کرا دیا، اور یہ ہجرت کرکے مدینہ چلی گئیں، پس دریافت طلب امر یہ ہے، کہ کیا یہ پہلے مسلمان نہ تھیں، تو کیا مذہب تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کس مذہب پر کیا تھا، امید کہ جو صاحب اس پر خامہ فرسائی کریں، مع دلائل تحریر کریں گے۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابوالعاص قبل اسلام لانے کے کس مذہب پر تھے؟ اور حضرت نے کافر کے ساتھ نکاح کیوں کر دیا، امید کہ اس کو مذاکرہ علمیہ کے کالم میں جگہ دے کر دیگر حضرات کو بھی تحریر کا موقعہ دیں گے، یا آپ جس طرح سے مناسب جانیں۔

(بندہ حاجی محمد سردار خاں محمد خاں، سوداگر منٹگمری، خریدار اہلحدیث نمبر ۷۸۶)

اہلحدیث: ۔ کچھ شک نہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مکہ معظمہ میں نکاح کیا تھا، اس وقت مشرکوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ممانعت نہ آئی تھی، جب آئی تو حضور نے اپنی لڑکی کو روک لیا، پھر جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو جدید نکاح اس سے کر دیا، یہ ایک تاریخی اور حدیثی واقعہ ہے، اس لئے مذاکرہ علمیہ کی کوئی حاجت نہیں، نہ کوئی اختلاف ہے

سوال زید کہتا ہے، کہ صحیحین میں جو کچھ احادیث ہیں وہ سب صحیح مرفوع ہیں، ہم ان سب کو واجب التعمیل جانتے ہیں، صحیحین اور موطا کے مقابلہ میں کسی دوسری کتاب کی حدیث کو نہیں مانتے، بلکہ صحیحین اور موطا کے عمل کرنے والے کو تحقیق کی ضرورت ہی نہیں، ان کی سب احادیث صحیح ہیں، عمرو یہ کہتا ہے، کہ صحیحین اور موطا ہی پر کیوں حصر کرتے ہو، مسلک محدثین پر جو حدیث جس کتاب سے صحیح ثابت ہو جائے، اس کو مان لو، خواہ بخاری کی ہو یا مسلم کی، ترمذی کی ہو یا ابن ماجہ کی عمرو یہ بھی کہتا ہے، کہ اگر مسلک محدثین کے مطابق محض صحیحین میں آنے کی وجہ سے ہم اس کو صحیح نہیں مان سکتے، تاوقتیکہ مسلک محدثین کے مطابق صحیح ثابت نہ ہو جائے، جواب مدلل ارشاد ہو، کہ حق بجانب زید ہے یا عمرو؟ (خاکسار محمد محبیب الرحمٰن خریدار اہلحدیث نمبر ۱۲۳۲، از جسین پور ضلع مظفر نگر)

اہلحدیث دونوں صاحبوں میں اختلاف نہیں، صحیحین کی حدیثیں معتبر واجب العمل ہیں، نہ اس لئے کہ آسمان سے ایسی بنی بنائی اتری ہیں، بلکہ اس لئے کہ محدثین کے طریق پر صحیح ثابت ہیں، جو عمرو کا مطلب ہے، ہاں ثبوت کی ضرورت ہے، اس لئے میں زید کے قول سے متفق ہوں، اور عمرو کے قول کا قائل (۲۹ دسمبر ۱۹۱۱ء)

مذاکرہ علمیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں، محققان شرع شریف محمدی اس مسئلہ میں کہ ہمارے ملک میں رواج ہے، کہ خوردسال لڑکیاں اور لڑکوں کے والدین ہر دو طرف سے بیٹھ کر بلفظ ایجاب وقبول ناطہ کر چھوڑتے ہیں، چنانچہ لڑکے کا باپ لڑکی کے باپ کو کہتا ہے، کہ تم لڑکی اپنی جس کا نام مریم ہے ہمارے لڑکے محمد کو دیویں، وہ لڑکی کا باپ کہتا ہے، کہ میں نے لڑکی اپنی مریم تمہارے فرزند محمد کو دی ہے، اور لڑکے کا باپ کہتا ہے، کہ میں نے واسطے لڑکے اپنے محمد کے قبول کر لی ہے، یہ کہہ کر شیرینی تقسیم کرتے ہیں، اور خوشی بھی کرتے ہیں، جب لڑکی جوان ہو اول تو باپ اس کا منکر ہو جاتا ہے، اور لڑکی بھی جواب دیتی ہے، کہ مجھ کو یہ ناطہ نہیں منظور ہے، اس حد تک مقدمہ برپا ہوتا ہے کہ ہر دو فریق عدالت تک نوبت پہنچاتے ہیں، اور عدالت میں ملا واسطے فیصلہ مقدمہ کے مقرر ہوتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، کوئی تحریر کرتا ہے کہ نکاح نہیں ہے، کوئی ملا کہتا ہے، کہ نکاح ہے، اس لئے التماس ہے، کہ بموجب حکم شرع شریف جواب تحریر فرماویں بینوا توجروا۔

اور عدالت کہتی ہے، کہ نکاح نہیں ہے، جب تک لڑکی جوان ڈولی میں بیٹھ کر لڑکے کے گھر نہ جاوے، اور وہ قابض نہ ہو، فقط

الجواب: - اس مسئلہ کی تحقیق اخبار اہلحدیث امرتسر میں کرائی چاہیئے، خاکسار کے نزدیک یہ نکاح نہیں ہوتا، وعدہ نکاح ہوتا ہے، مختلف علماء کے جواب سے خوب تحقیق ہو جاوے گی (ابراہیم سیالکوٹی)

ایڈیٹر۔ علمائے کرام کے جوابات درج کئے جاویں گے، خاکسار کی رائے میں نکاح ہے لڑکی کو اختیار بلوغ ہے، بڑی ہو کر نکاح رکھنا نہ رکھنا اس کے اختیار میں ہے

(اہلحدیث ٢٩ دسمبر ١٩١١ء)

تعزیہ کے خلاف مولوی احمد رضا بریلوی کا فتویٰ

بعض شیعہ حضرات اپنے اخبار، رسائل اور لیکچروں کے ذریعہ ناواقف سنیوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں، کہ تعزیہ داری اور اس کے متعلقات کی مخالفت کرنا صرف وہابی علماء کا کام ہے تعزیہ داری اور عزاداری علماء اہل سنت کے نزدیک صحیح، درست بلکہ کار ثواب ہے۔

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں، کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا قلم ساری عمر وہابیت کے خلاف رہا، میں تعزیہ داری اور اس کے متعلقات کے خلاف مولانا موصوف کی تصریحات پیش کرتا ہوں، تاکہ ہر مخالف اور موافق پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے، کہ تعزیہ داری کی مخالفت کرنا صرف وہابیوں ہی کا کام نہیں ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنے فتاوی موسومہ عرفان شریعت حصہ اول ص۱۵ میں فرماتے ہیں "تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کریں، اس کی طرف دیکھنا ہی نہ چاہیئے"۔

اور صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں:۔

(مسئلہ) محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) ناجائز ہے، وہ مناہی و منکرات سے پر ہوتے ہیں۔

اور اپنے فتاوی موسومہ احکام شریعت، حصہ اول ص۸۹ میں لکھتے ہیں:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"محرم میں سیاہ، سبز کپڑے علامت سوگ ہے اور سوگ حرام ہے۔"

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں مسائل ذیل میں بعض سنت جماعت عشرہ محرم میں نہ تو روٹی پکاتے ہیں، نہ جھاڑو دیتے ہیں رکھتے ہیں بعد دفن روٹی پکائی جائے گی (۲) اس دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے (۳) ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

الجواب:۔ تینوں باتیں سوگ ہیں، اور سوگ حرام ہے

موصوف کی ایک مستقل تصنیف رسالہ تعزیہ داری کے نام سے بار بار چھپ کر شائع ہو چکی ہے اس کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں:۔

"غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بے ہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا"

"یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ، کہ گویا خود ساختہ تصویریں بعینہ حضرات شہداء رضوان اللہ علیہم کے جنازے ہیں۔"

"کچھ اتارا باقی توڑا، اور دفن کر دیئے، یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم میں دو وبال جداگانہ ہے، اب تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے، قطعاً بدعت وناجائز ہے، حرام ہے۔

رسالہ کے صفحہ ۱۵ پر حسب ذیل سوال، جواب مذکور ہے:۔

سوال:۔ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز کرنا، عرائض بامید حاجت براری لٹکانا، اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل حسنات جاننا کیسا گناہ ہے؟

الجواب:۔ افعال مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں بدعت سیئہ وممنوع وناجائز ہیں، اور صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں:۔

تعزیہ پر چڑھایا ہوا کھانا نہ کھانا چاہیئے، اگر نیاز دے کر چڑھائیں، یا چڑھا کر نیاز دیں، تو بھی اس کے کھانے سے احتراز کریں۔

ناظرین مولوی احمد رضا خاں صاحب کی مذکورہ بالا تصریحات باربار پڑھیں، اس لئے کہ اور کسی مولوی یا مفتی کو شیعہ حضرات وہابی یا غیر مقلد کہہ دیں تو کہہ دیں، لیکن حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو وہابی، غیر مقلد کہنے کی جرات کون کر سکتا ہے

(نا چیز۔ محمد عبدالسلام خاں قادری رضوی، بریلوی)

(اہلحدیث ۲۴ دسمبر ۱۹۴۳ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک استفتا اور اس کا دیوبندی جواب اور اس کی تنقید

علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے کہ ایک شخص مسمی زید کہتا ہے، کہ مقتدی ہو کر سینہ پر ہاتھ باندھنا، اور مقتدی ہو کر رفع الیدین کرنا، اور مقتدی ہو کر آمین بالجہر کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ہرگز ثابت نہیں، ایک دو وقت مقتدی ہونے کے باوجود بھی آپ نے ان افعال مذکورہ سے کسی ایک کو بھی نہیں کیا۔

بکر کہتا ہے، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے آپ کو اچھا نمونہ بنا کے آپ کے نقش قدم پر چلنے یعنی آپ کی پوری اتباع کرنے کی ہمیں تاکید اکید بفحوائے آیت کریمہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی ہے، علاوہ بریں حدیث صحیح سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ آپ نے فرمایا۔ حدیث شریف۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی تم نماز پڑھو جس طرح کہ مجھ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو، یعنی تم میری نماز جیسی نماز پڑھا کرو، پس ہر ایک امام اور مقتدی کو آپ کا یہ حکم شامل ہے، اور عام تام ہے، اس سے کوئی مستثنیٰ ہو ہی نہیں سکتا، ہیں آپ سے عرض کرتا ہوں، کہ ان دو شخصوں یعنی زید وبکر میں سے کس کا کہنا شرع شریف کے مطابق ہے، نصوص شرعیہ کے ساتھ ارقام فرماویں۔ بینوا توجروا۔ (العاجز عبد الرزاق عفی عنہ مدرس پنشن خوار محلہ سید واڑی قصبہ چن پٹن ضلع بنگلور، ملک میسور)

الجواب:۔ زید ٹھیک کہتا ہے، کہ بحالت اقتدا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ان امور مذکورہ کا صدور کہیں ثابت نہیں ہے من ادعی فعلیہ البیان۔

اور حضور کا عدم رفع یدین وعدم جہر بالآمین حدیث سے ثابت ہے، دیکھو ترمذی شریف۔ ان افعال کا نہ کرنا بھی اسوہ حسنہ اور صلوا کما رأیتمونی اصلی میں داخل ہے، اور تاریخ فعل اور عدم فعل کی کسی کو معلوم نہیں تاکہ ایک دوسرے کو ناسخ منسوخ کہا جاوے، اب البتہ ترجیحات ہیں، لہٰذا مناقشہ فضول ہے۔ (دریاض الدین، مفتی دار العلوم، دیوبند)

اہلحدیث

کسی فعل کے سنت یا مستحب ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا، اس پر یہ سوال کہ حالت امامت میں کیا، یا حالت اقتدا میں بے جا حجت ہے، اس سوال کی صحت نہ قرآن وحدیث سے ہوتی ہے اور نہ کتب اصول سے کیونکہ علماء اصول نے کہیں یہ شرط نہیں لگائی کہ فعل نبوی اقتدا میں ہو یا امامت میں پس جو فعل ثابت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، وہ ہر حال میں قابل اتباع ہے، عدم رفع اور عدم جہر کی روایات صحیح نہیں، درصورت صحت بطریق علم اصول مسئلہ بالکل صاف ہے، کیونکہ مسنون امر کی تعریف یہ ہے، کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ترک بھی فرمایا ہو، پس ترک نبوی ماہیت سنت میں داخل ہے لیکن تبع سنت کے لئے اس فعل کا ترک کرنا اتباع سنت نہیں بلکہ نقص ثواب ہے، مثلاً ہر نماز کے لئے وضو مامور بہ ہے لیکن وضو ہونے کی حالت میں ترک وضو سے نماز پڑھنی جائز ہے، مگر وضو کرنے کا ثواب نہیں، ٹھیک اسی طرح ترک رفع ترک ثواب ہے، فعل سنت نہیں، فافہم۔

(اہلحدیث امرتسر ۹ صفر ۱۳۵۰ھ)

جناب مولانا محمد طیب مکی کا خط علمائے دیوبند سے

مولانا موصوف نے اپنا ایک عربی خط بھیج کر فرمائش کی ہے، کہ اس خط کو مع ترجمہ کے شائع کر دیں چونکہ خط متضمن مصالحت ہے، اس لئے درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علیہ وسلم علی الرسول الامین وآلہ الطاہرین

اما بعد فالسلام والاکرام اخص بہ العلماء الفطاحل والھداۃ الاماثل اعنی حضرت الاستاذ المولوی محمود الحسن والفاضل المولوی خلیل احمد والزاھد المولوی اشرف علی والخطیب المولوی مرتضی حسن وغیرھم من علماء فقہاء الاحناف رضی اللہ عنہم۔

الباعث لھذا الکتاب ھو سؤال الفقہاء الکرام ماذا ینقمون من اھل الحدیث حتی نبزوھم بالالقاب واغلقوا دونھم الابواب حتی منعوھم مساجد اللہ ورموھم بالبدعۃ والجھل ونبزوھم بنبز لامذھب ووھابی وغیر مقلد وھی القاب یستقبحھا العامۃ والخاصۃ وان کانت لاتستھجن اللقب مع قبحہ عند العوام فلیس یلیق بالمسلم ان ینبز اخاہ بما یکرہ لنفسہ وعلی کل حال التمس منکم الجواب المعد لمعادیھم وما الذی اوجب التنافر مع ان اھل الفقہ واھل الحدیث لم یکن بینھم فی الصدر الاول الا المحبۃ وان کان کل یرجح مسلکہ من غیر تباغض ولا تھاجر بل الفقہاء لیدعون انھم اھم والمحدثون انھم اسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکتابی ھذا الکتاب سارسل نقلہ للاشاعۃ فی بعض الاخبار ان اعرضتم عن الجواب عسی ان یجیب غیرکم من اھل العلم وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

محمد طیب مکی (من بلدۃ رامفور)

بخدمت جناب مولانا استاد مولوی محمود الحسن صاحب، مولانا مولوی خلیل احمد صاحب جناب مولانا اشرف علی صاحب اور مولوی مرتضیٰ حسن صاحب وغیرہ علماء احناف رضی اللہ عنہم۔ اس خط لکھنے کا باعث اس امر کا دریافت کرنا ہے، کہ حنفیہ کرام اہلحدیث کو برا کیوں جانتے ہیں، یہاں تک کہ ان کو برے برے القاب سے یاد کرتے ہیں، اور مسجدوں میں جانے سے ان کو منع کرتے ہیں، بدعتی، جاہل، لامذہب، وہابی اور غیر مقلد وغیرہ وغیرہ القاب سے ان کو یاد کرتے ہیں۔ یہ القاب ایسے ہیں کہ عام اور خاص لوگ ان القاب کو برا جانتے ہیں۔ مسلمان کو لائق نہیں کہ اپنے بھائی کو ایسے لقب سے یاد کرے، جو اپنے لئے ناپسند کرے۔ بہر حال میں آپ حضرات سے جواب چاہتا ہوں جو اہلحدیث کے عیوب ظاہر کرے، اور یہ کہ ایسا امر کیا ہے۔ جس نے نفرت پیدا کر دی ہے، حالانکہ زمانہ سلف میں اہلحدیث اور اہل فقہ میں بجز محبت کے کچھ نہ تھا، اگرچہ ہر ایک اپنے مسلک کو ترجیح دیتا تھا مگر باہمی بغض اور کینہ نہ تھا بلکہ فقہاء دعویدار تھے، کہ ہم خوب سمجھتے ہیں، اور محدثین کہتے تھے، کہ ہم اسلم طریق پر ہیں، میں نے یہ خط اخبار میں اس لئے بھیجا ہے، کہ اگر آپ لوگ جواب نہ دیں گے، تو کوئی اور اہل علم جواب دے گا۔

اڈیٹر۔ جس طرح مولانا ممدوح (سائل) کا سوال درج اخبار ہوا ہے، اہل علم مجیب کا جواب بھی درج ہو سکے گا، انشاء اللہ مگر ذاتیات اور دل آزاری سے پاک صاف محض علمی ثبوت کے ساتھ ہو۔ والسلام (اہلحدیث امرتسر تاریخ نامعلوم)

علمائے اہلحدیث سے سوال

جمیع علمائے اہلحدیث سے عموماً، اور مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب سردار اہلحدیث صوبہ پنجاب اور مولانا ابو طاہر صاحب محدث فاضل بہاری مدرس اول و مہتمم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ صدر بازار دہلی، اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی، اور مولانا عبد اللہ صاحب امرتسری روپڑی سے خصوصاً سوال ہے، کہ آمین بالجہر اور رفع الیدین نماز میں فرض ہے یا واجب یا سنت بر تقدیر اول و دوئم دلیل ارشاد ہو، اور قرآن و حدیث صحیح سے ثبوت عنایت فرمائیں، اور بر تقدیر سوم کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ ہے، کہ ان دونوں کے نہ کرنے والوں کو برا سمجھتے اور گمراہ و بے دین کہتے، صرف آمین بالجہر اور رفع الیدین کے ترک سے نماز کو ناقص بتلاتے بلکہ باطل قرار دیتے ہیں۔

اب یہ ارشاد ہو کہ جو لوگ بلا رفع الیدین نماز کو ناقص کہتے ہیں، وہ برسر حق ہیں یا برسر باطل، برتقدیر اول تحقیقات علمائے محققین و محدثین و فقہائے کرام سے سرفراز فرمائیں، اور برتقدیر ثانی کیا وجہ ہے، کہ آپ ایسے بزرگان و راہنمایان ان کو ہدایت و تنبیہ نہیں فرماتے، کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہ کرنے والوں کو برا نہ کہیں، امید کہ آپ حضرات میری عرض کو قبول فرما کر اپنی تحقیقات سے بذریعہ اخبار اہلحدیث جو مذہب اہل حدیث کا آرگن ہے، مطلع فرمائیں گے، اور بے التفاتی کو راہ نہیں دیں گے، خصوصاً مولانا اڈیٹر اہلحدیث سے امید واثق ہے، کہ میری اس عرض کو اپنے اخبار حق آثار میں جگہ دیں گے، اور اس کا جواب بھی شائع فرمائیں گے، والسلام مع الاکرام

(خاکسار عبد الجبار امروہوی از دہلی چاندنی چوک)

اہلحدیث محدثین کسی فعل کو فرض، واجب، سنت وغیرہ نہیں کہتے اگر جس کو صاحب شریعت نے کہا، بلکہ ان کا اصول وہی ہے، جو حدیث کے الفاظ ہیں صلوا کما رأیتمونی اصلی (جس طرح مجھے نماز پڑھتے تم نے دیکھا، اسی طرح پڑھا کرو)

اس لئے آمین رفع الیدین کی بابت وہ اپنے اصول سے یہ اصطلاحی لفظ سنت مستحب وغیرہ نہیں بولتے، بلکہ یہ کہتے ہیں، کہ یہ افعال صلوۃ ہیں، ہاں متاخرین نے ان اصطلاحات پر کہیں کہیں اظہار خیال کیا ہے، سوال کے نزدیک چونکہ یہ دونوں فعل سنت ہیں، اور سنت کے ترک سے نقصان آنا لازمی ہے، گو بطلان کے درجہ تک نہ سہی اس لئے رفع یدین کرنے والے کو جو ثواب ملتا ہے، نہ کرنے والا اس سے محروم رہتا ہے (اہلحدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء)

ایک سوال کا جواب

اخبار اہلحدیث مورخہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ میں ایک سوال علمائے اہلحدیث سے کیا گیا ہے، اس میں خاکسار بھی مخاطب ہے، اگرچہ کار مدرسہ سے عدیم الفرصت رہتا ہوں، لیکن چونکہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے سائل کا جواب دینا، اور ناواقف کو مسئلہ شرعی سے واقف کر دینا اہل علم کا فرض منصبی ہے، اس لئے مختصر طور پر سائل موصوف کے سوال کا جواب لکھ دینا ہیں نے ضروری سمجھا۔ واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین فی کل حین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب وھو العلیم بالصدق والصواب۔ محدثین محققین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے، کہ کسی فعل صلوٰۃ کو کسی اصطلاح فقہی کے ساتھ تعبیر نہیں کرتے، بلکہ ان کا قول ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے، اسی طرح ادا کرنا ہم لوگوں پر لازم وضروری ہے، اور اسی طرح نماز کامل وصحیح ہوگئی، اور اگر کسی فعل کو ترک کر دیا، تو نماز ناقص ہوگی، جیسا کہ مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ مَا آتَاکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوا یعنی جو بتائیں تم کو رسول اس کو کرو، اور جس سے منع فرمائیں، اس سے باز رہو۔ بتانا عام ہے قول سے ہو یا فعل سے کسی کام کو کر کے دکھانا یہ بھی امر میں داخل ہے، اور آمین بالجہر اور رفع الیدین کا ثبوت تو قول وفعل دونوں سے احادیث صحیحہ کثیرہ میں وارد ہے، کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں آمین بالجہر اور رفع الیدین کیا کرتے تھے، کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں، کہ کبھی آپ نے آمین بالجہر یا رفع الیدین کو ترک کیا ہو، اور حدیث صحیح میں مرفوعاً آیا ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی (یعنی جس طرح مجھے نماز پڑھتے تم نے دیکھا، اسی طرح پڑھا کرو) اور حدیث صحیح سے آپ کا آمین بالجہر کہنا، اور رفع الیدین کرنا ثابت ہے، پس گویا آپ نے امر فرمایا، کہ آمین بالجہر اور رفع الیدین کیا کرو۔

وقال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ یَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنِّی رَسُولُ اللّٰہِ إِلَیْکُمْ جَمِیعًا الَّذِی لَہُ مُلْکُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلٰہَ إِلَّا ھُوَ یُحْیِی وَیُمِیتُ فَآمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہِ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ الَّذِی یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَکَلِمَاتِہِ وَاتَّبِعُوہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُونَ۔

اس آیت کریمہ سے صاف ثابت ہوا، کہ اتباع رسول ہی ہدایت ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنا اپنے اوپر ضروری سمجھتے تھے، اور واجب وسنت کے ساتھ تعبیر نہیں کرتے تھے، موطا امام مالک سے ہے۔

وعن مالک بلغہ ان رجلا سال ابن عمر عن الوتر اواجب ھو فقال عبد اللہ قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واوتر المسلمون فجعل الرجل یردد علیہ وعبد اللہ یقول اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واوتر المسلمون

اس روایت میں صاف مذکور ہے، کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بار بار سوال ہوتا رہا، کہ وتر واجب ہے یا سنت، مگر وہ یہی جواب دیتے رہے، کہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفعل جمیع مسلمین ہے پس جو لوگ کہ تارک آمین بالجہر ورفع الیدین ہیں، جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ خیر کثیر سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محروم رہے اور رہتے ہیں اور رہیں گے، اور ان کی نماز ضرور ناقص ہوتی ہے، ہرگز ان کے کرنے اور نہ کرنے والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے، اس لئے اہلحدیث بلا رفع الیدین نماز کو ناقص کہتے ہیں اور آمین بالجہر اور رفع الیدین نہ کرنے والوں کو اس وجہ سے برا سمجھتے ہیں، کہ وہ عامل سنت کو برا کہتے اور خود تارک سنت ہیں، اور جب ترک سنت عادت ہو جاتی ہے، تو رفتہ رفتہ فرض بھی ترک ہونے لگتا ہے اللہ تعالیٰ جمیع مسلمانوں کو عمل بالکتاب والسنۃ کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

(ابو طاہر بہاری عفا عنہ الباری، مدرس اول و مہتمم مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ صدر بازار دہلی)

(اہلحدیث امرتسر ۸ ار جنوری ۱۹۲۴ء)

سوال:۔ ہندہ صغیرہ ہے، اور اس کا چچا مجنون ہے اور ایک چچازاد بھائی ہے، اور ماں ہے اور اس کی ماں سے اور چچازاد بھائی سے تنازعت رہتی ہے، اور اس کی ماں کے ساتھ شرارت کرتا رہتا ہے، اس کی ماں نے ہندہ کی نسبت یعنی خطبہ زید کے ساتھ کی، جب ایک سال گذر گیا، اور تاریخ شادی مقرر ہو گئی، تب ہندہ کے چچازاد بھائی نے کہا کہ ہندہ کی شادی بکر سے کرو، ہندہ کی ماں نے اس کے چچازاد بھائی کے قول کے جواب میں کہا، کہ میں بکر سے اپنی لڑکی کی شادی نہیں کروں گی وہ میرے حسب خاطر نہیں ہے، اور علاوہ اس کے جب تاریخ مقرر ہو گئی، تو اب نسبت فسخ کرنا مناسب نہیں ہے، اور زید اور بکر دونوں ہندہ کے کفو ہیں، اور زید کے والد جزء اہلحدیث ہیں، مقلد شخص واحد نہیں ہے، اپنے لڑکے زید نابالغ کی شادی یعنی نکاح ہندہ صغیرہ کے ساتھ اس کی ماں کی اجازت سے کر دیا، پس یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب:۔ نکاح جائز ہے، اس لئے کہ چچا کی ولایت بوجہ جنون کے ساقط ہو گئی، اس لئے کہ ولایت شفقت پر موقوف ہے، اور اس کا قریب شادی کے کہنا کہ بکر سے شادی کرو زید سے مت کرو، یہ بھی ایک شرارت ہے، اس کو نسبت کے وقت ہی کہنا چاہیے تھا، جیسا کہ مولانا وحید الزمان اہلحدیث نے اپنی کتاب "تنقید الھدایہ" کے کتاب النکاح میں تحریر فرمایا ہے واذا کان الولی عاضلا او غیر مراع لمصلحۃ المرأۃ نفسها او شرارۃ سقطت ولایتہ وورد ت ان دونوں کی ولایت ساقط ہو گئی، تو ماں ولی ہو گی، اور ماں کی ولایت معتبر ہے، اس کو مولانا وحید الزمان صاحب اہلحدیث نے تنقید الہدایہ میں بعبارت طویلہ لکھا ہے۔

(المجیب عبد القادر عفی عنہ مسوی اہلحدیث)

تصحیح:۔ اگر ولی اقرب کہے، کہ ہم اس کفو خاطب سے شادی نہیں کریں گے، بلکہ دوسرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفو سے شادی کریں گے، تو اس صورت میں بعض علمائے احناف کے نزدیک اس کی ولایت ساقط ہو جاتی ہے۔ پس ان کے مسلک سے یہ نکاح جائز ہے، ایسا ہی شامی صفحہ ۲۰۴ کتاب النکاح مطبوعہ مصر میں ہے۔ (محمد نور الاسلام۔ فتح پور، ہسوہ)

تصحیح:۔ سوال کے مطابق جواب صحیح ہے۔ اللہ اعلم (ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری)

تعاقب

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح رائے شریف ہو کہ پرچہ اہلحدیث مورخہ ۷ رجب ۱۳۲۵ھ کے کئی ایک فتوے پر اعتراض کیا جاتا ہے، امید کہ جواب شافی ارقام فرما کر تشفی فرمادیں گے۔

(۱) انگریزی جوتا یا کوٹ پہنے، اور سر پر ترکی ٹوپی رکھے، تو انگریزوں سے مشابہت نہیں آتی۔

اعتراض:۔ اگر صرف ترکی ٹوپی پہننے سے خارج از تشبیہ ہے، تو اختصار فی الصلوٰۃ میں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا لا تشبہوا بالیہود اس کا مطلب کیا ہوگا، یہاں فقط اختصار سے مطابق قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تشبیہ سمجھا جاتا ہے (اختصار کوک (ڈھاک) پر ہاتھ رکھنا ہے۔

اعتراض:۔ ترکی ٹوپی شمار از زی (لباس) عجم ہے یا نہیں، میرے دانست میں ترک عجم ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک گھر میں کچھ زی عجم دیکھ کر فرمایا۔ من تشبہ بقوم فہو منہم علی ہذا القیاس حضرت امام احمد حنبل نے کہ ایک کرسی پر کچھ نقشہ چاندی کا دیکھا، تو ولیمہ کی دعوت سے پھر گئے اور کہا زی المجوس۔ یہ لوگ عربی تھے، اب ان کا معنی لیا جائے گا، یا آپ حضرت کا، اس کا جواب آنے سے اور کچھ لکھا جائے گا، آپ کے نزدیک لباس خواہ جوتا ہو، خواہ زیور کپڑا جب تک کہ تمیز مابین کفار اور مسلمانوں میں ہوتی رہے درست ہے بھلا اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا، کہ سوائے رنگت کے کوئی امر باعث کراہیت نہیں پایا جاتا۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوبین معصفرین قال ان ہذہ من ثیاب الکفار فلا تلبسہا۔ بلاک ہماری عورتیں نہیں پہنتی ہیں، آپ کے نزدیک بے شک درست ہوگا کیونکہ پوری مشابہت نہیں ہوگی۔ سوال۔ جب کہ جگہ کی تنگی ہو، اور دو جا محراب بنانا ہو تو اس پر کیا حکم ہے۔ یہ اعتراضات مع جوابات مہربانی فرما کر اہلحدیث میں اندراج فرمادیں، قبل ازیں کچھ لکھا گیا تھا مگر جواب سے محروم رہا۔ منبر ۱۹۰۱ ۔

جواب:۔ یہ سب روایتیں میری مؤید ہیں، آپ نے غور نہیں کیا، ہر ملک میں تشبہ کی نوعیت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الگ الگ ہے، مگر اصول ایک ہی ہے، کہ جس طریق سے مسلم کی غیر مسلم سے تمیز نہ ہو وہ تشبہ ہے اور اگر تمیز ہے، تو تشبہ نہیں عرب میں مسلم اور غیر مسلموں کا لباس ایک ہی طرح کا تھا، اس لئے وہاں رنگت سے تمیز کی گئی، یہودیوں کی نماز بھی مثل مسلمانوں کے تھی، اس لئے اختصار (کوکھ پر ہاتھ رکھنے) سے ممانعت فرما کر تمیز کر دی گئی،

آپ تشبہ کے لفظ پر غائر نظر سے غور کریں، تو آپ کا سوال باقی نہ رہ سکے، تشبہ کا مادہ شبہ ہے، شبہ کے معنی ہیں مانند، مانند دو قسم پر ہے، صوری اور معنوی، معنوی مشابہت تو افعال و اعتقادات سے ہوتی ہے، اس کا تو ذکر ہی کیا، جو کوئی عیسائیوں کی طرح کے اعتقاد رکھے گا، وہ عیسائی ہوگا، اور جو ہندوؤں کے رکھے گا، ہندو ہوگا، ہاں صورت مشابہت سے بھی ڈرانے اور بچانے کے لئے شریعت نے فرمایا، جو کوئی کفار کے ساتھ ایسی مماثلت کرے، کہ مسلم غیر مسلم میں تمیز نہ ہو سکے، تو وہ بھی ان غیر مسلموں میں ہوگا، جن سے اس نے مشابہت کی، اس لئے اس مشابہت سے بچنے کی کئی صورتیں بتلائی ہیں، ان سب میں قدر مشترک صرف اتنا ہے، جس سے دونوں میں تمیز ہو سکے، کیونکہ مرکب کی نقیض احد الاجزاء کے رفع ہونے سے ہو سکتی ہے۔ جگہ کی تنگی میں محراب بنانا جائز ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۸ جنوری ۱۹۱۰ء)

ایک ضروری سوال

یہاں بلرام پور ضلع گونڈا میں ایک گھر بھنگی کا مسلمان ہوا ہے، نماز روزہ کا پابند، حرام حلال کے مطابق عمل کیا، مگر اپنا پیشہ پاخانہ صاف کرنا نہیں چھوڑا، بہت سے مسلمانوں نے اس کے ساتھ کھانا، پینا، ملنا جلنا کر لیا، مگر بہت سے لوگ کہتے ہیں، کہ پاخانہ صاف کرنے کا پیشہ حرام ہے، جب تک یہ اپنا پیشہ نہ چھوڑے گا، ہم اس کے ساتھ کھانا وغیرہ میں شریک نہیں ہو سکتے ہیں، اور اس بات کو کہ پیشہ نہ چھوڑا جاوے، اور مسلمان ہو جاویں، دیکھ کر اکثر بھنگی مسلمان ہونے کو تیار ہیں، پس التماس ہے، کہ صورت مذکورہ بالا مفصل لکھ کر جواب مشرح مدلل جناب دیجئے، کہ نفع و آگاہی عام اہل اسلام ہو اور قصبہ مذکور کے مسلمانوں میں جو اختلاف ہے وہ دفع ہو، افسوس تو یہ ہے، کہ یہاں اہلحدیث صاحبان اس جہالت میں مبتلا ہیں، ساتھ اس نو مسلم کا عام مسلمانوں نے دیا ہے، یہ بھی بتلا دیجئے، کہ خاص کر اہلحدیث کو اس موقعہ پر کیا کرنا چاہیئے، یہ بھی اگر آپ بتلا سکیں، تو بتلایئے، کہ بزرگان و صحابہ میں سے بھی کسی نے یہ پیشہ کیا ہے؟ (عبد الرحمن ڈپٹی اسسٹنٹ انسپکٹر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث الجواب ۔ شخص مذکور مسلمان ہے، اس کو مسلمان سمجھنا چاہیئے، پیشہ مذکور حرام نہیں محنت ہے (اہلحدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۱۸ء)

چند سوال جواب طلب

جناب مولانا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مولوی صاحب جو دار العلوم مصر کے سند یافتہ ہیں، فرماتے ہیں:۔

(۱) شیطان کب کا مر چکا ہے

(۲) روح ایک قوت متحرکہ انسانی کا نام ہے، جو انسان کے ساتھ ہی مر جاتی ہے۔

(۳) قرآن شریف کے ہوتے کسی حدیث کی ضرورت نہیں، قرآن شریف خود اپنا مفسر اور لغت ہے

(۴) ہدہد اور نمل کا قصہ جو قرآن شریف میں مذکور ہے، مفسروں نے غلط لکھا ہے، نمل ایک قوم کا نام ہے اور ہدہد ایک آدمی کا

اسی طرح کے اور دیگر مسائل صرف قرآن شریف کی آیات سے استدلال کر کے فرماتے ہیں، چونکہ مجھ کو یہ تمام مسائل اعتقاد متقدمین کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، لہٰذا عرض ہے کہ مسائل مسطورہ کا جواب بدلائل محض قرآن شریف درج اخبار فرما کر مشکور فرماویں، فقط والسلام۔

(خریداران اہل حدیث نمبر ۵۸۴)

ایڈیٹر (۱) شیطان کے مرنے کی بابت ثبوت پوچھنا چاہیئے، قرآن مجید میں تو اس کی بابت صاف لفظ میں ہے۔ الی یوم یبعثون قیامت تک زندہ رہے گا

(۲) اس کا ثبوت بھی مدعی سے پوچھنا چاہیئے، صرف زبانی دعویٰ تو چل نہیں سکتا

(۳) قرآن مجید کی تفسیر بے شک قرآن شریف خود کرتا ہے، اور لغت بھی اس کی مؤید ہے، مگر احکام شرعیہ کے متعلق بعض روایات ایسی ہیں، کہ اپنے معنی بتلانے میں تو صاف ہیں لیکن وہ معنے ان کے اجمال ہی کے درجہ پر ہیں، اس لئے حدیث نبوی کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً قرآن شریف میں حکم ہے نماز پڑھو، مگر اس کی تفصیل نہیں ملتی کہ کس طرح پڑھو، قیام پہلے کرو، سجدہ پیچھے کرو، التحیات یوں کرو، وغیرہ یوں کرو، اس قسم کی ترکیب کے لئے حدیث یا فعل نبی کی ضرورت ہے، غور کیا جائے تو اس قسم کی تشریح جو ہم حدیث شریف سے لیتے ہیں، اس کی اجازت بھی قرآن مجید ہی نے دے رکھی ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (رسول خدا میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لئے نیک نمونہ ہے) پس اس قسم کی آیات کی تفسیر میں حدیث شریف کی ضرورت ہے
(۲) عجیب مولوی صاحب ہیں، خود ہی تو لغت سے تفسیر کرنے کے مدعی ہیں، اور پھر خود ہی
لغت کے خلاف کہتے ہیں، ہدہد اور نمل لغت میں دو پرندے جانوروں کے نام ہیں، اس کے
سوا لغت میں کوئی معنے ہوں، تو وہ بتلا دیں۔ (اہلحدیث ۱۶ اپریل ۱۹۱۲ء)

س: مہر دو قسم کے ہیں، معجل اور موجل یعنی جلدی ادائیگی کے قابل اور دوسرا اغماض وقت پر یعنی
وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ. سو عرض ہے کہ ان دونوں قسموں کے مہروں کی یہی تشریح
ہے یا کچھ اور قسم دوسری کا مہر شوہر کے مرنے کے بعد بھی قابل ادائیگی ہے، یا صرف بوقت طلاق؟
(کمترین خریدار اہلحدیث اخبار نمبر ۴۲۵۹)

ج: مہر معجل اور غیر معجل کی اصطلاح فقہاء متاخرین کی ہے، حدیثوں میں اس کا ثبوت نہیں، اس کی تشریح
بھی ہے، کہ معجل مہر کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو بعد نکاح فوراً واجب الادا ہو جاتا ہے، اور غیر معجل اس کو
کہتے ہیں، جو جدائی کے بعد واجب الادا ہو جاتا ہے، خواہ طلاق سے ہو یا موت سے
(اہلحدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۱۸ء)

تعاقب

جناب مولوی ابو الوفاء صاحب (مولوی فاضل) دام مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
آپ کے پرچہ "اہلحدیث" جلد ۲۱ نمبر ۴۵ مجریہ ۵ صفر ۱۳۴۳ھ و ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۱۰ کالم فتاوے میں
سوال وجواب نمبر ۲۱۲۔

س: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے، کہ لڑکی والے کہہ دیتے ہیں، کہ اتنا روپیہ نقد دے دو اور اتنے
کا زیور بنا دو، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج: ایسا کر سکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا
نقد مہر طلب کر لیا تھا۔ انتہی"

دیکھ کر حیرت ہوئی، کہ مولوی صاحب نے تو رسم کفار کی کھلم کھلی ترویج کر دی، اس امر کے جواز میں تو کلام
نہیں، لیکن نہ مطلقاً، اور نہ ہی اتنی گرانبار رقم کی وصولی جائز ہے، ہندوؤں کے ہاں لڑکیوں کی ظاہر میں تو
شادی کرتے ہیں، مگر حقیقت میں رقوم کثیرہ لے کر بیچ دیتے ہیں۔
شیخ الاسلام امام شوکانی علیہ الرحمۃ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں تحت حدیث "واحق ما

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکرم علیہ الرجل ابنتہ واختہ لکھتے ہیں

فیہ مشروعیۃ صلۃ اقارب الزوجۃ واکرامھم والاحسان الیھم وان ذلک حلال لھم ولیس من قبیل الرسوم المحرمۃ الاان یمتنعوا بہ من التزویج الابہ انتہی (نیل الاوطار جلد ۲ ص۱۹۱)

معلوم ہوا کہ اگر لڑکے والا لڑکی والے کو بلا طلب کچھ روپیہ دے دے تبرعاً واحساناً تو لڑکی والے کو لے لینا جائز ہے، اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں لیکن اگر لڑکی والا لڑکے والے کو بالشرط یہ کہے کہ مجھے پانچ سو یا ہزار روپیہ یا کم زیادہ دو گے، تو اپنی دختر یا پوتی وغیرہ کا تمہارے یا تمہارے لڑکے وغیرہ کے ساتھ نکاح کر دوں گا، ورنہ نہیں کروں گا، تو اندریں صورت لڑکی والے کو یہ روپے لینے جائز نہیں حرام ہیں، جیسے کہ عبارت نیل اس پر ناطق ہے

آپ نے اس کے جواز کی دلیل اور سند آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضؓ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نقد مہر طلب کرنا لکھا ہے، مگر آپ نے کسی کتاب کی حدیث کا حوالہ نہیں دیا ہے جس میں لکھا ہو کہ حضور علیہ السلام (فداہ ابی وامی) نے حضرت علی رضؓ سے نقد مہر طلب کر لیا تھا اور کتنا طلب کیا تھا، حدیث سے صرف اس قدر ثابت ہے، کہ بعد از نکاح جب حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس جانے کا ارادہ کیا، اس وقت (یعنی بعد از عقد نکاح بوقت دخول) حضرت علی رضؓ سے فرمایا کہ فاطمہ کو کچھ دو اس پر حضرت علی نے زرہ مہر میں دی، بس اتنا ہی ثابت ہے باقی زیادہ باتیں (زرہ کو بیچ کر کپڑے، خوشبو وغیرہ جہیز میں حضرت فاطمہ رضؓ کو دینا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی حدیث صحیح میں دیکھنے میں نہیں آیا۔

عن ابن عباس ان علیا رضؓ لما تزوج فاطمۃ رضؓ اراد ان یدخل بھا فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطھا شیئا قال ما عندی شئ قال این درعک الحطمیۃ فاعطھا درعہ ثم دخل بھا (رواہ ابو داؤد والنسائی وکذا فی المنتقی)

الغرض یہ جو رواج پڑ گیا ہے، کہ والدین لڑکی کے یا دیگر تعلقدار سرپرست وغیرہ لڑکے سے یا اس کے والدین یا اور سرپرست وغیرہ سے سینکڑوں روپے لے کر خورد و نوش کر جاتے ہیں، ان کی اصلی غرض بالعوض عقد روپیہ کھانا ہوتا ہے، حرام ہے، بعینہٖ مثل کفار دختر فروشی ہے، پس ایسی رسم سیئہ غیر مشروع کا فتوی دینا بالکل جائز نہیں، جائز صرف اتنا ہے کہ لڑکی کے نادار اور مفلس تعلقداروں کے ساتھ لڑکا یا اس کے تعلقدار روپے سے سلوک اور احسان کریں جس سے وہ نکاح کے سامان کی تیاری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلے۔ واللہ اعلم

بہتر بلکہ ضروری ہے، کہ آپ اس کو اپنے پرچہ میں شائع کریں، اور اپنے سابقہ فتویٰ کو واپس لیں اگر آپ شائع نہ کریں گے، تو کسی دوسرے پرچہ میں شائع کیا جائے گا، والسلام۔

(عاجز ابو عبداللہ محمد فاضل بن المولوی محمد اعظم مرحوم، فتح گڑھی، عفا اللہ عنہما)

ایڈیٹر۔ تعاقب تو بہت ہوئے، اور ہوں گے، مگر ایسا آسان تعاقب جس کا جواب خود تعاقب میں موجود ہو، آج تک سوائے اس تعاقب کے نہیں آیا، جناب متعاقب صاحب کا فتویٰ ہے، کہ عوض حرام ہے، اور جواب اس کا خود موصوف کی پہلی سطروں میں ہے، کہ جناب آپ کے الفاظ یہ ہیں "اس امر کے جواز میں تو کلام نہیں" (ملاحظہ ہو فقرہ زیر خط) پس جب کلام نہیں، تو مجھ سے کیا کلام؟ باقی بحث علماء کی رائے پر چھوڑتا ہوں، اہل علم اس مسئلہ پر اظہار رائے کرسکتے ہیں (اہلحدیث ۲۶ صفر ۱۳۴۳ھ)

وسیلہ کیا ہے؟

قرآن شریف میں ایک جگہ ارشاد ہے۔ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (پ ۶ ع ۹) یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو، اور اس کے نزدیک وسیلہ چاہا کرو، اور اس کی راہ میں جہاد کیا کرو، تاکہ تم خلاصی پاؤ۔

اس آیت میں جو الوسیلہ کا لفظ ہے، بعض لوگ اس سے مراد وہ وسیلہ لیتے ہیں، جس کو اردو میں ذریعہ کہتے ہیں، وہ اس کے معنی کرتے ہیں "خدا کے پاس پہنچنے کا ذریعہ بناؤ"

یہاں تک کوئی حرج نہ ہوتا، مگر وہ اس سے مراد وہ ذریعہ لیتے ہیں، جو پیر پرستی یا قبر پرستی تک پہنچا دے، مثلاً وہ کہتے ہیں، کہ ہمارا یہ کہنا ؎

شیئاً للہ چوں گدائے مستمند المدد خواہم ز خواجہ نقشبند

ایسے اشعار اور ایسے کلمات کے جواز پر یہ آیت دلیل ہے، کہتے ہیں کہ ہم ان بندگان دین کو بحکم اس آیت کے وسیلہ بناتے ہیں۔ اس لئے بعض دوستوں نے درخواست کی ہے کہ اس آیت کا اصلی مطلب بتایا جائے آج ان کی فرمائش کی تعمیل کی جاتی ہے، بحولہ وقوتہ!

آیت موصوفہ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے یوں کیا ہے، "اے مسلماناں بترسید از خدا و بطلبید قرب بسوئے او، و جہاد کنید در راہ او، تا رستگار شوید"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی اے مسلمانو! خدا سے ڈرو، اور خدا کا قرب چاہو اور اس کے رستے میں جہاد کرو۔

اس آیت میں جو لفظ "الوسیلہ" آیا ہے، بوجہ نہ جاننے عربی زبان کے اس کے معنی سمجھنے میں ان لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ عربی لغت کی معتبر کتاب قاموس میں لکھا ہے:

الوسیلۃ والواسلۃ المنزلۃ عند الملک والدرجۃ والقربۃ وتوسل الی اللہ تعالی توسیلا عمل عملا تقرب الیہ۔ یعنی وسیلہ بادشاہ اور خدا کے پاس قرب کا نام ہے، اس لئے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین قریبًا بالاتفاق یہی کہہ رہے ہیں

جلالین میں ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ما یقربکم الیہ من طاعتہ یعنی خدا کے پاس پہنچنے کا جو ذریعہ پیدا کرو یعنی اس کی اطاعت کرو

جامع البیان میں ہے۔ الوسیلۃ ای القربۃ بطاعتہ یعنی وسیلہ سے مراد عبادت کے ساتھ خدا کی قربت تلاش کرنا ہے

تفسیر خازن میں ہے۔ الوسیلۃ یعنی اطلبوا الیہ القرب بطاعتہ والعمل بما یرضی یعنی اس آیت سے مراد ہے، کہ بذریعہ عبادت اور بذریعہ نیک کاموں کے خدا کا قرب تلاش کرو"

تفسیر مدارک میں ہے۔ الوسیلۃ ھی کل ما یتوسل بہ ای یتقرب من قرابتہ یعنی وسیلہ اس کام کو کہتے ہیں جس کے ساتھ خدا کا قرب حاصل ہو۔

تفسیر فتح البیان میں ہے۔ الوسیلۃ فعیلۃ من توسلت الیہ اذا تقربت الیہ فالوسیلۃ القربۃ التی ینبغی ان تطلب وبہ قال ابو وائل والحسن ومجاھد وقتادۃ والسدی وابن زید وروی عن ابن عباس وعطاء وعبد اللہ بن کثیر قال ابن کثیر فی تفسیرہ وھذا الذی قالہ ھؤلاء الائمۃ لاخلاف بین المفسرین فیہ۔ والوسیلۃ ایضا درجۃ فی الجنۃ مختصۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی وسیلہ خدا کی قربت کا نام ہے، حافظ ابن کثیر نے کہا ہے، کہ ان معنی میں کسی مفسر کا اختلاف نہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے۔ فالوسیلۃ ھی التی یتوصل بھا الی المقصود فکان المراد طلب الوسیلۃ الیہ فی تحصیل مرضاتہ وذلک بالعبادۃ والطاعات (ج ۳ ص ۷۱) یعنی وسیلہ وہ ہے، جو خدا کی رضا حاصل کرنے میں کام آئے، یہ وسیلہ عبادت اور طاعت کے ساتھ ہوتا ہے

غرض یہ کل حوالجات مع حوالجات لغویہ اور تفسیریہ کے اس روایت کی تفسیر پر متفق ہیں کہ اس وسیلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مراد اعمال صالحہ ہیں، جو خدا کے قرب کا ذریعہ ہو سکیں، یہ نہیں، کہ تم کسی بندے کو درمیان میں لا کر دعائیں مانگو، پھر اس سے بھی گذر کر خود انہی سے مانگنے لگو، جیسا کہ مذکورہ بالا شعر میں کہا جاتا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"میں نہایت عاجز محتاج کی طرح حضرت نقش بند صاحب سے اللہ کے واسطے کوئی چیز مانگتا ہوں"۔

تعجب دعوی تو یہ کیا جاتا ہے، کہ خدا کے ان بزرگوں کو ہم وسیلہ بناتے ہیں یعنی اصل فاعل خدا ہے، یہ بزرگ ہمارے اور خدا کے درمیان ہو کر ہماری عرض خدا تک پہنچاتے ہیں، مگر الفاظ ایسے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے، کہ اصل دعا تو ان بزرگوں سے ہے۔ اور خدا کو ان کے پاس وسیلہ لایا جاتا ہے، چنانچہ شیئاً للہ کے معنی بھی یہی ہیں، کہ "اے بزرگ خدا کے واسطے کوئی چیز دے" یہ الفاظ صاف کہہ رہے ہیں، کہ دینے والا اس بزرگ کو سمجھا گیا ہے، اور ذریعہ (وسیلہ) خدا کو بنایا گیا ہے، اور یہ عمل آیت کریمہ کے صریح خلاف ہے

اس سے بڑھ کر اور ایک وظیفہ سنیئے۔ جو سراسر وسیلہ کے خلاف ہے، غور سے سنیئے، خدا کے بندے کلمہ اسلام پڑھنے والے توحید کے قائل مسلمان یہ وظیفہ پڑھتے ہیں ؎

امداد کن امداد کن ✦ از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن ✦ یا شیخ عبد القادرا

یعنی "میری مدد کر، میری مدد کر، غم و فکر کی قید سے مجھے آزاد کر، دین و دنیا میں مجھے خوش کر، اے شیخ عبد القادر صاحب"

پہلے تین مصرعوں میں دنیا کی ساری حاجات مانگ لیں کس سے؟ جس کو اخیر مصرع میں مخاطب کر کے پکارا گیا ہے، یعنی حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ سے، بتلاؤ یہ وسیلہ ہے یا مالک و مختار کے یہی معنی ہیں ؎

خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا ✦ یہی ہے شرک یارو، اس سے بچنا
خدا فرما چکا قرآن کے اندر ✦ مرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر
نہیں طاقت سوا میرے کسی میں ✦ جو کام آئے تمہاری بے کسی میں
جو خود محتاج ہووے دوسرے کا ✦ بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا

(اخبار اہل حدیث ۶ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ)

منکرین حدیث خدا کی مساعی

یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۔ منکرین قرآن پر تو ان لوگوں کی طرف سے حملے اور دن رات موشگافیاں ہوتی ہیں جو اسلام سے باہر ہیں، مگر حدیث شریف کو یہ مزیت حاصل ہے کہ اس کے منکر وہ لوگ ہیں جو اسلام کے دائرے میں ہیں گویا حدیث بزبان سعدی کہتی ہے ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند سعدی از دست خویشتن فریاد

ہندوستان میں جب سے سرسید احمد خاں مرحوم نے انکار حدیث کی آواز اٹھائی ہے، اس وقت سے اس آواز نے مختلف صورتیں اختیار کی ہیں، لاہور میں چکڑالوی اسی کی شاخ ہے، گجرات پنجاب وغیرہ میں حنیف اسی کی فرع ہے، امرتسر میں امت مسلمہ اسی کی صورت خفیفہ ہے، پانچ نمازوں والے تین نمازوں والے، دو نمازوں والے، دو رکعتوں والے، ایک والے، دو سجدوں والے، ایک والے وغیرہ سب اسی کلی مشکک کے افراد ہیں۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد آج ہمارا روئے سخن ایک فاضل کے مضمون کی طرف ہے، مولانا حافظ اسلم جیراج پوری، حال مقیم دہلی قرول باغ نے ایک مضمون رسالہ "جامعہ" میں لکھا ہے جس کی سرخی ہے "منکرین حدیث" یہ رسالہ ہم کو نہیں پہنچا، اتفاق حسنہ سے امرتسری اہل قرآن پارٹی کے رسالہ "بلاغ" میں وہی مضمون نقل ہوا جس پر ایڈیٹر بلاغ نے بڑی خوشی ظاہر کی، واقعی بات بھی یہ ہے، کہ جب کسی کو مفید مطلب کوئی جنرل جائے، تو خوشی ہوتی ہے۔

اس مضمون میں حافظ صاحب موصوف نے منکرین حدیث کی طرف سے جی کھول کر انکار حدیث پر دلائل دیئے ہیں جن سے ہمارے کان آشنا ہیں کیونکہ ہم ابھی ابھی "شرعۃ الحق" کے جواب سے فارغ ہوئے ہیں، جو خاص اسی مضمون (انکار حدیث) میں مستقل بسیط کتاب ہے، لیکن حافظ صاحب موصوف کا اس مضمون کو بلا جواب شائع کرنا اہل قرآن کو یہ کہنے کا موقع ہے ؏

کہ ہمدرد ہاتھ آیا اک مفلسی میں

اس میں شک نہیں، کہ فاضل راقم نے اس مضمون کو بڑی قابلیت سے نباہا ہے، تاہم اس میں بھی شک نہیں، کہ "بقی خبایا فی الزوایا"

مضمون کے شروع ہی میں راقم مضمون نے ایک بات ایسی لکھی ہے، جو در حقیقت عدالتی طریق پر امر تنقیح طلب ہے، جس کے فیصلے پر فیصلہ ہے، پس ناظرین پہلے سنیں، آپ نے لکھا ہے:

"جب سے حدیثوں کی تدوین شروع ہوئی، اسی وقت سے اہل علم کی ایک جماعت ایسی ہوتی چلی آئی جو اس کی دینی حیثیت کی منکر رہی، یعنی ان کے انکار کا مطلب یہ نہیں، کہ وہ حدیث کے وجود یا اس کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت ہی کو نہیں مانتے، یا اس کو بالکل جھوٹ جانتے ہیں، بلکہ صرف یہ کہ اس کو دینی حجت تسلیم نہیں کرتے، دین خالص ان کے نزدیک سوائے قرآن کریم کے اور کچھ نہیں، حدیث کو وہ صرف دینی تاریخ قرار دیتے ہیں، جس سے عہد رسالت اور زمانہ صحابہ میں قرآن پر عمل کرنے کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور بس"

اہلحدیث } اس عبارت کا مطلب قانونی الفاظ میں یہ ہے:۔ "کیا زمانہ صحابہ رضوان میں حدیث کی حیثیت محض تاریخی تھی یا دینی"

ہمارا دعویٰ ہے، کہ زمانہ صحابہ سے آج تک ہر زمانہ میں حدیث کو دینی حیثیت حاصل رہی ہے، اس دعوے کے ثبوت پر ہم سردست دو واقعات پیش کرتے ہیں۔

(۱) مسئلہ خلافت پر انصار اور مہاجرین کا جھگڑا ہوا، مسئلہ خلافت بالکل ایک مذہبی مسئلہ ہے، حضرت ابوبکر صدیق نے حدیث الائمۃ من قریش پیش کی، تو ساری نزاع ختم ہو گئی۔

(نوٹ) کیا انتخاب خلیفہ کے وقت یہ حدیث کسی تاریخی واقعہ کے لئے پیش ہوئی تھی؟ انصاف

(۲) بعد تقرر خلافت، حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے دعویٰ وراثت از والد بر بنا تعلیم قرآن مجید کیا، کون نہیں جانتا کہ مسئلہ وراثت شرعی مسئلہ ہے، اس کے جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث لانورث ما ترکنا صدقۃ بتا کر دعوے کا فیصلہ کر دیا۔

یہ دو شہادتیں بتا رہی ہیں، کہ صحابہ کرام حدیث کو دینی سند جان کر دینی مسائل اس سے طے کیا کرتے تھے حافظ صاحب نے قائلین حدیث کی چند دلیلیں لکھ کر منکرین کی طرف سے ان پر اعتراضات کئے ہیں، اس کے بعد لکھا ہے:۔

"قائلین حدیث کو ان کا جواب یا حدیث کی دینی حیثیت کا ثبوت قرآن ہی سے دینا چاہیے کیونکہ وہی فریقین میں مسلم ہے" (بلاغ بابت نومبر ۳۱ء صلا)

پہلا مطالبہ اور یہ مطالبہ الگ الگ ہے، پہلے میں صحابہ کرام کا حدیث کو دینی حیثیت دینے سے سوال تھا یعنی صحابہ کرام حدیث شریف کو کس حیثیت سے دیکھتے تھے، اس لئے اس کا ثبوت حدیث ہی سے ہو سکتا ہے چنانچہ ہم نے دیا، دوسرا مطالبہ اس مطلب کا ہے، کہ قرآن نے حدیث کو کیا حیثیت دی ہے، ہم بحولہ و قوتہ اس مطالبہ کو بھی پورا کرتے ہیں، ارباب انصاف غور سے سنیں۔

قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (پ ۲۲ ع ۱) جائز نہیں ہے، کہ جب اللہ اور رسول کسی کام کا حکم دیں، تو اس کے کرنے یا نہ کرنے میں کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے بلکہ واجب العمل ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں "مقضی" کے فاعل دو ہیں، اللہ اور رسول، غور طلب بات یہ ہے کہ یہ واؤ بمعنی جمع ہے یا بمعنی اَوْ۔ اگر معنی جمع ہو، تو لازم آئے گا، کہ جو حکم اللہ اور رسول مل کر جاری کریں، وہ واجب الاتباع ہو، اور جو فقط خدا یا فقط رسول حکم دیں، تو وہ واجب الاتباع نہ ہو۔ وھو کما تری

پس معلوم ہوا، کہ واؤ بمعنی اَوْ ہے، معنی یہ ہے، کہ جس امر کی بابت اللہ قرآن میں حکم دے، یا رسول بغیر قرآن بزبان خود حکم فرمائے، اس کے ماننے سے انکار کرنا کسی مومن کا کام نہیں ہے۔

ناظرین! یہ ہے حدیث کی وہ حیثیت جو قرآن مجید نے مسلمانوں کو بتائی ہے، کیونکہ قضاء الٰہی تو یقیناً قرآن مجید ہے، قضاء رسالت پناہی سے مراد وہ حکم ہے، جو رسول کریم بحیثیت دین ہم کو فرمائیں اور قرآن مجید میں نہ ہو۔

ہم نے ثبوت کا ذمہ لیا تھا، بغرض تکمیل نصاب شہادت دوسری شہادت بھی معروض ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (پ ۱۸ ع ۱۵) یعنی جو لوگ نبی کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو خوف کرنا چاہیے، کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان کو دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

ان آیات کا شروع یوں ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ اس لئے سیاق عبارت سے ثابت ہے، کہ عَنْ أَمْرِهِ میں ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، قرآن مجید امر خدا ہے، تو امر رسول حدیث شریف ہے۔

ان دونوں شہادتوں کو اگر اہل قرآن خواہ مخواہ کی تاویلات رکیکہ کے شکنجے میں لا کر قرآن مجید کو چیستان نہ بنائیں تو فرمان نبوی، قرآن مجید سے الگ واجب العمل ثابت ہوتا ہے، فللہ الحمد۔

حافظ صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

"ساری بحث تو یہ ہے کہ رسول کا پیغام امت کے لئے قرآن ہے یا حدیث، رسول پر قرآن نازل کیا گیا، اسی کی اتباع اسی کی تلاوت، اسی کی تبلیغ اور اسی کی تعلیم کا حکم دیا گیا، رسول نے اسی کو سنایا، اسی کو لکھوایا، اسی کو یاد کرایا، اور اسی پر عمل کیا، اس کے اتارنے والے نے اس کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا، کیا حدیثوں کے لئے ان میں سے کوئی ایک بات بھی ثابت کر سکتے ہو، حدیثوں کی کیفیت تو یہ ہے، کہ جس نے جو دیکھا یا سنا اس کو بیان کرنا شروع کر دیا، یہی باتیں سلسلہ بہ سلسلہ امت میں پھیلیں، ایک زمانہ کے بعد تم نے اصول مقرر کر کے ان میں سے کسی کو قابل تسلیم قرار دیا، اور کسی کو مسترد قرار دیا، کیا جن حدیثوں کو تم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کیا ہے، ان کے اوپر کوئی آسمانی فہر[1] ہے، یا خود رسول اللہ کے سامنے پیش کر کے ان کی تصدیق کرائی گئی ہے؟ پھر کس طرح ان کو جزو ایمان یا واجب التسلیم کہنے کا حق رکھتے ہو، درآنحالیکہ وہ اصول بھی جن کے اوپر حدیث کی صحت کا دارومدار تم نے رکھا ہے یقینی صحت کی ضمانت سے قاصر ہیں، رسول اللہ نے صرف قرآن ہی پر عمل کیا ہے اور بحیثیت رسالت وہی امت کے لئے ان کا پیغام ہے (بلاغ ص۱۲)

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث اگرچہ ہمارے نمبر اول کے بعد اس کے جواب کی ضرورت نہیں، کیوں کہ اس نمبر میں ہم نے ثابت کر دیا ہے، کہ صحابہ کرام حدیث شریف کو دینی حیثیت دیتے تھے، تاہم اس نمبر کا جواب بھی دیتے ہیں، حافظ صاحب اور دیگر منکرین حدیث اس پر بہت زور دیتے ہیں، کہ حدیث وحی ہوتی، تو قرآن کی طرح اسی زمانے میں لکھی جاتی، حالانکہ حقیقت یہ ہے، کہ وحی کے لئے لکھا جائے کی ضرورت وہ کسی آیت قرآنیہ سے ثابت نہیں کر سکتے، وحی کی حقیقت تو صرف یہ ہے، کہ خدا کی طرف سے اطلاع ہو، کتابت اس کے مفہوم میں داخل نہیں، بلکہ عارض منفک ہے، نہ داخل ماہیت ہے، نہ لازم ماہیت۔

خیر یہ تو مناظرانہ اصطلاح میں ایک قسم کا منع ہے، معارضہ بھی سنیئے، قرآن مجید پ۲۸ میں ارشاد ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جن کو کانا پھوسی سے منع کیا گیا، وہ پھر وہی ممنوع کام کرتے ہیں۔

اس آیت میں نُهُوا ماضی مجہول ہے، جس کے لئے لازمی ہے، کہ اس سے پہلے نجویٰ سے ممانعت آئی ہو، واقعہ یہ ہے، کہ اس سے پہلے سارے قرآن مجید میں کسی نجویٰ سے نہی نہیں ملتی حالانکہ اس حکایت کا محکی عنہ ہونا چاہیئے

اہل قرآن جتنے ہمارے مخاطب ہوئے ہیں ان کے کان تو اس علمی سوال سے آشنا نہ تھے، جو وہ جانتے، کہ حکایت کیا، اور محکی عنہ کیا، مگر حافظ صاحب جیراج پوری تو یقیناً اس سوال کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے، پس وہی ہم کو بتلا دیں، کہ اس حکایت (نُهُوا) کا محکی عنہ قرآن مجید میں کہاں ہے؟ بتلاتے ہوئے کہیں جلدی میں لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ نہ پیش کر دیں، ہمارا دوستانہ مشورہ ہے، کہ ایسا سادہ جواب دوسرے اہل قرآن کے لئے چھوڑ دیں، کیونکہ یہ جملہ خبریہ اہل علم کے نزدیک نُهُوا کا محکی عنہ نہیں بن سکتا۔ فافہم۔

[1] مہران کی بابت صداقت ہے، جس کی بابت آسمانی حکم ہے، کونوا مع الصادقین (اہلحدیث)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا کہ یہی نبی جس پر عمل نہ کرنے سے ان لوگوں پر خفگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ زبان رسالت سے تھی جس کا نام حدیث ہے، حالانکہ وہ مکتوب نہ تھی۔

دوسری دلیل: قرآن مجید میں ذکر ہے، کہ نبی علیہ السلام نے ایک چیز کو ترک کر دیا تھا اور ایک بیوی کو جا کر اظہار سے منع فرما دیا تھا، اس نے اظہار کر دیا، نبی نے اس کا اظہار کرنا اس کو جتایا، تو وہ بولی، آپ کو یہ واقعہ کس نے جتایا، نبی نے کہا نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ مجھے خدائے علیم وخبیر نے جتا دیا، حالانکہ وہ جتایا ہوا قرآن مجید میں نہیں ہے، اور نہ مکتوب ہے، تو کیا ہم اس پر یقین نہ کریں کہ خدا کبھی سوائے قرآن کے اور طرح سے بھی کوئی بات نبی کو جتا دیا کرتا تھا جو نہ قرآن میں ہوتی تھی، نہ وہ مکتوب ہوتی، نہ آج تک مکتوب ہو کر اہل قرآن کے ہاتھوں میں آئی۔ فافہم۔

(اہلحدیث امرتسر ۱۶ ر رجب ۱۳۴۵ھ)

جماعت اہلحدیث پر ایک کٹھن سوال

مذہب اہلحدیث چونکہ اصل اسلام ہے، اس لئے جس طرح اسلام پر مخالفین کی طرف سے بہت سے اعتراضات ایسے وارد ہوتے ہیں، جو درحقیقت بے سمجھی پر مبنی ہوتے ہیں، اسی طرح مذہب اہل حدیث پر بھی بہت سے اعتراض ایسے وارد ہوتے ہیں، جو حقیقت فہمی سے دور ہوتے ہیں، منجملہ ایک سوال وہ ہے، جو آج ہم نقل کرتے ہیں۔

یہ سوال سکندر آباد دکن سے آیا ہے، جو مطبوعہ کتاب کا ایک ورق ہے، اس کے ہمراہ خط خط آیا ہے، جس میں لکھا ہے، کہ یہ سوال پیش کر کے غیر اہلحدیث، اہلحدیث کو جواب کے لئے تنگ کرتے ہیں، اس لئے جواب کی ضرورت ہے۔

وہ ایسا سوال ہے، کہ آج سے پہلے ہمارے ناظرین کے کانوں میں شاید نہ آیا ہو، اس لئے ذرا توجہ سے سنیں، اور غور سے پڑھیں۔

"سوال بخدمت حضرات غیر مقلدین صاحب، اے حضرات اس وقت من جانب اللہ آپ صاحبوں کے لئے یہ سوال پیدا ہے، یعنی یہ دو بچے جو عجیب الخلقت توام آئے ہوئے ہیں، ان کا حکم آپ حضرات حسب دعوی اپنے بغیر مدد اجماع اور قیاس کے ارشاد فرمائیں، اور ان بچوں کی کیفیت آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہوگی، صورت ان کی یہ ہے کہ نصف پشت سے دونوں ملے ہوئے ہیں مقام پاخانہ ہر دو کا ایک اور پیشاب کے مقام علیحدہ علیحدہ اور باقی تمام اعضاء جدے جدے پورے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے ہیں، اور ہر دو کی عقل و حواس برابر، اور کھانا پینا گفتگو وغیرہ ہر دو کی نہایت ہی درست ہے بس اب یہ فرمایئے، کہ ایک کو ان میں سے ایام آئے ہوئے ہیں، بتلایئے دوسرا نماز روزہ اور طواف کعبہ کیسے کرے، اور عقد ان دونوں کا کس طرح پر ہو، اور ان میں سے ایک مر گیا، ایک باقی، پس اس کا غسل وکفن دفن کیسے ہو، صرف قرآن و حدیث سے فرمایئے، چونکہ اجماع و قیاس تو آپ حضرات کے پاس حرام ہے، اور طعن آپ کا فقہا، پر با دلیل آپ کے موجود کہ اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ یعنی قیاس کرنا ابلیس کا کام ہے۔ نعوذ باللہ!

اور آپ حضرات اس جواب کے لئے مہلت چاہیں، تو بخوبی آپ کو مہلت دی جائے گی بلکہ آپ اپنے تمام برادر غیر مقلدین جلنے کر دنے زمین پر اس وقت موجود ہوں، بس ان تماموں سے خاطر خواہ مدد لے کر بغیر اعانت اجماع و قیاس کے لفظ قرآن و حدیث سے جواب باصواب مرحمت فرمائیں تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے، کہ آپ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں، اور لا طائل بات چیت کی نعمت اہل مجنونوں کی گفتگو سے کم نہیں ہوا کرتی، ورنہ ایسے مسلک پہ خود آپ تف فرما کے تہ دل سے توبہ کریں۔

اہلحدیث پہلے تو ہم اس سائل کی غلط فہمی دور کرنا چاہتے ہیں، کہ اہلحدیث قیاس اور اجماع سے منکر نہیں، جن لوگوں نے صحیح بخاری پڑھی ہے، وہ جان سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کس طرح قیاس سے کام لیتے ہیں، ہاں یہ بات ضروری ہے، کہ علمائے اصول خاص اصول حنفیہ والوں نے قیاس کے لئے جو شروط لکھی ہیں، اہل حدیث ان شروط کے ساتھ قیاس کو صحیح مانتے ہیں، ان کے بغیر قیاس کے منکر ہیں، جیسے علمائے اصول حنفیہ بھی منکر ہیں، منجملہ شروط کے بڑی شرط یہ ہے، کہ قیاس میں مقیس علیہ کا ہونا ضروری ہے، یہ بھی ضروری ہے، کہ مقیس میں کوئی نص خاص وارد نہ ہو، اس کی تفصیل اپنے علماء حنفیہ سے پوچھیئے، ہم باقاعدہ قیاس کے منکر نہیں، ہاں بے قاعدہ قیاس خاص کر نص صریح کے مقابلہ میں جو قیاس ہو اہل حدیث اس سے منکر ہیں، اسی کے حق میں ایک بزرگ کا قول یہ ہے:-

اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ (سب سے پہلے قیاس کرنے والا شیطان تھا)

مثلاً نص صریح موجود ہے لعن اللہ المتخذین فیھا المساجد والسرج (الحدیث) باوجود اس نص صریح کے یہ قیاس کیا جائے، کہ راستہ میں چونکہ چراغ جلانا جائز ہے، لہٰذا قبروں پر بھی جائز ہے، یہ قیاس چونکہ بے مقیس علیہ اور خلاف نص صریح ہے، اس لئے اہل حدیث بلکہ ائمہ حنفیہ بھی ایسے قیاس سے منکر ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اجماع سے بھی اہل حدیث منکر نہیں، مگر وہ اجماع جس کو علمائے اصول نے اجماع کہا ہے۔ اتفاق مجتھدی الامۃ علی سند شرعی۔ ہاں جس اجماع سے منکر ہیں وہ اجماع شرعی نہیں، بلکہ خود ساختہ مصنوعی اجماع ہے۔

مثلاً کہا جاتا ہے کہ مجلس مولود، گیارہویں کی نذر و نیاز، قبوں کی تعمیر جائز ہے، کیونکہ ایسے کاموں پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

اس قسم کے اجماعات سے اہل حدیث بلکہ علمائے حنفیہ بھی منکر ہیں، اور وہ ایسے اجماعات کے حق میں صاف کہتے ہیں ؎

اجماع نہیں یہ بلوہ اہل عناد ہے گر ہے تو حق بجانب ابن زیاد ہے

یہ تو مسائل کی بے خبری پر تنبیہ کرنے کو مختصر نوٹ لکھا ہے، اب اصل سوال کا جواب بھی سنیئے:۔

اس قسم کا بچہ عند الشرع دو نہیں، بلکہ ایک ہے، اس لئے ایک ہی شخص سے اس کی شادی ہوگی یہ حکم قرآن مجید سے اس طرح مستنبط ہوتا ہے، کہ ایک مرد دو بہنوں کو نکاح میں جمع نہیں کرسکتا۔ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ۔

پس اگر یہ لڑکیاں دو ہوں، تو ان کا نکاح کسی صورت میں نہ ہوسکے گا، الا اس صورت میں کہ دائیں جانب کا خاوند زید ہو، تو بائیں جانب کا عمر، اس پر یہ خرابی ہوگی، کہ زید جس وقت دائیں جانب جماع کرے گا، تو بائیں جانب کی لڑکی اسے دیکھتی ہوگی، یہ بھی ممکن ہے، کہ دونوں مردوں کو ایک وقت میں ضرورت ہو پھر کیا کریں، پس اس کی صورت یہی ہے، کہ یہ لڑکیاں عند الشرع ایک ہیں، ایک ہی مرد سے ان کا نکاح ہوگا۔ ہاں ایک فرج میں اگر ایام آئے ہیں، تو اسے چھوڑ دے، دوسرے کو استعمال کرسکتا ہے، ایسی صورت میں عادتاً یہی ہے، کہ ایک کے مرنے سے دوسرا بھی مرجاتا ہے، باوجود اس کے اگر ایک مرگئی اور دوسری زندہ ہے، تو مردہ کو زندہ سے تیز تلوار کے ذریعہ کاٹ کر دفنا دیا جائے، مختصر یہ کہ نماز، روزہ، طواف وغیرہ سب میں یہ دونوں ایک حکم میں ہیں دو نہیں

ہمارا سوال یہ تو علماء حنفیہ کا مسلمہ مقولہ ہے، کہ آج کل سب مقلد ہیں مجتہد کوئی نہیں یہ مسلم ہے کہ قیاس کرنا مقلدین کا کام نہیں ہے پس سائل بھی اس سوال کا جواب وہ دے جو چاہے قیاس سے دے، مگر مجتہد کے قیاس سے دے، نہ کہ کسی مقلد کے خیال سے ؎

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کر

(اہلحدیث ۲ راکتوبر ۱۹۳۱ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعاقب

(بقلم خلیل احمد صاحب ناظم انجمن اہلحدیث مرزاپور)

(۱) پرچہ اہلحدیث" ۱؎ مجھے یاد پڑتا ہے کہ پہلا فتوی یہ تھا کہ عورت لڑکی کی ولی ہو سکتی ہے" اس پرچہ کے گم ہو جانے سے پوری عبارت یاد نہیں آتی ہے، تو اطلاعاً عرض ہے، کہ یہ ذیل کی حدیث کے خلاف پڑتا ہے۔ لا تزوج المرأة المرأة الخ (مشکوٰۃ) اس کی تشریح کی ضرورت ہے۔

(۲) پرچہ اہلحدیث نمبر ۹ کے فتاوے سوال نمبر ۵ کے جواب میں یہ لکھا گیا ہے، کہ بعض کے نزدیک جائز ہے اور بعض کے نزدیک نہیں، تو یہ درست نہیں، کیونکہ مسئلہ کے لئے صریح نص سے دلیل ہونی چاہیئے، مذبذب قابل تسلیم نہیں ان الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبھات وقع فی الحرام الخ مسکر چونکہ حرام ہے، تو اس کا ایک قطرہ بھی وہی حکم رکھتا ہے، خواہ وہ کسی کے ساتھ مل کر مستعمل ہو۔

(۳) اسی پرچہ میں سوال نمبر ۱۵ کے جواب میں جو تحریر کیا گیا ہے، کہ " غبار کو دے دے " اس میں اول یہ صاف ذکر ہونا چاہیئے، کہ وہ رد پیسے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر لینا ممکن ہے، تو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو غبار کو دینا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ دلیل واضح ہونی چاہیئے۔

جواب:۔ (۱) پرچہ نمبر ۷ مورخہ ۵ جمادی الاولیٰ میں یہ مسئلہ مرقوم نہیں ہے، مگر میں نے اس کی تصحیح کی ہے، حدیث موصوف کا حکم اس صورت میں ہے، کہ جائز ولی موجود ہو، اس کے ہوتے ہوئے عورت نکاح نہیں کرا سکتی۔

(۲) یہ جواب تاڑی کے خمیر کے متعلق تھا، میں نے لکھا تھا کہ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری نہیں کھاتے تھے، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کھا لیتے تھے ان کے افعال کی بنا الگ الگ تھی، اس جواب کو بعض احباب نے بہت ہی کمزور بلکہ مثل تقلید سمجھا، حالانکہ یہ بات نہیں، بلکہ یہ ترک تقلید ہے، کیونکہ تقلید میں بنا مسئلہ کا علم ہی نہیں ہوتا، اور اس میں تو بنا مسئلہ خود تحریر تھی، پھر یہ تقلید کیوں ہو۔ ایسا کہنے کے لئے میرے نزدیک حضرت عمر رضہ کا وہ قول ہے، جو انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ " اگر میں خلیفہ کردوں، تو اس کی نظیر بھی ملتی ہے، مجھ سے اچھے (ابوبکر صدیق رضہ) نے خلیفہ کا نام پیش کیا، اور اگر نہ کروں

۱؎ یہ پوری عبارت صفحہ پر دیکھی جا سکتی ہے۔ ۱۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو بہت اچھے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا، جہاں کسی فعل کے کرنے میں فاعل کو تردد ہوتا ہے وہاں وہ دونوں صورتیں پیش کرکے کہہ دیا کرتا ہے "من اتبع عالمًا لقی اللہ سالمًا" اسی طرح میں نے کہا تھا ؎

مست مئے الست ہوں تو بدگماں نہ ہو　　اے شیخ میری شورش مستانہ دیکھ کر

(۳) یہ مسئلہ بھی زد جتیں ہے، غرباء کے فائدہ اور قومی حاجت روائی کے لحاظ سے تردد پیدا ہوگیا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ

س۔ بکرا خصی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو آیت قرآنی وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ کا کیا مطلب؟ اگر ناجائز ہے، تو اس حدیث کے جس میں آپ نے خصی کی قربانی پسند کی ہے کیا معنی؟ قربانی کا جانور صحیح بے عیب اور کل عضو تمام ہونا چاہیے پس جس جانور کا ایک عضو مخصوص نہ ہو اس کے جائز ہونے میں کیا مصلحت؟

(خلیل احمد، ناظم انجمن اہلحدیث مرزاپور۔ خریدار نمبر ۲۰۲۷)

ج۔ خصی کرنا جائز ہے، اور آیت میں تغیر خلق اللہ سے مراد ہے تبدیل فطرت یعنی بجائے توحید کے شرک اختیار کرنا جیسے فرمایا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا. جسمانی تغیر مراد ہو، تو ناخن کٹانا اور بال منڈانا بھی ناجائز ہوگا، حالانکہ قرآن مجید کی اشارۃ النص سے یہ جائز ہے۔ غور سے پڑھیے۔ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ

(اہلحدیث امرتسر ۲۹ فروری ۱۹۲۴ء)

تعاقب

اہلحدیث دہلی یکم اپریل ۵۳ء ص ۱۳ کالم ۲ بضمن فتاوی مفتی صاحب سلمہ ربہ نے ایک سائل کے جواب میں تحریر فرمایا تھا، کہ خصی کرنا حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے آج دسمبر ۵۳ء کی تاریخ ہے مفتی صاحب اور دیگر ابنائے عصر یگانہ ہیں۔ اظہار حق میں کوئی عیب نہیں، میں نہیں کہہ سکتا، کہ ہمارے ابنائے عصر نے اس مسئلہ کو دیکھا ہی نہیں، یا تحفۃ الاحوذی کے حوالہ کو دیکھ کر مرعوب ہوگئے۔ اگر تحفۃ الاحوذی سے مرعوب ہیں، تو اس طرف اس کے مقابل عون المعبود کو ملاحظہ کیجئے مصنف تحفۃ الاحوذی کے استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ شیخ العرب والعجم، طالب الحسنین حضرت العلامہ مجتہد العصر وحید العصر فرید العصر مولانا سید محمد نذیر حسین طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کی تحقیق انیق بضمن فتاوی نذیریہ مجلد ثانی، نیز آپ کے اکلوتے فرزند حضرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید شریف حسین کی مبسوط تحریر زیر نظر فرمائی جائی، حضرت مولانا شمس الحق رمؤلف غایۃ المقصود کا رسالہ بالخصوص اس مسئلہ میں بنام القول المحقق فارسی زبان میں کتاب العلو ذہبی کے ہمراہ ملاحظہ فرمالیجئے۔ جس میں مالہ وما علیہ سے امر محقق بالدلائل الواضحہ بیان کیا ہے، ائمہ اہل حق و تحقیق کا متفقہ بیان ہے کہ خصی کرنا ماکول اللحم کا جائز ہے حرام نہیں یہی حق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی منگوائے اور ان کی قربانی برابر دی ہے یہ امر علیحدہ رہا کہ خصی کرنا فعل محمود نہ ہو، جیسے سنگی لگانے کا فعل نفس الامر میں کے جواز میں کلام نہیں، جس حدیث میں منع کا ذکر ہے، وہ ماکول اللحم کے علاوہ میں نسل کے ختم کی بنا پر اور بس اصل بات یہی ہے کہ خصی کرنا حرام نہیں۔ ومن ادعی خلاف ما بیناہ فعلیہ البیان۔ واللہ اعلم۔ وانا الراجی رحمۃ ربہ ابوعبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی۔

(اخبار اہلحدیث دہلی یکم جنوری ۱۹۵۱ء)

مذاکرہ علمیہ بابت دعوت ولیمہ

بخدمت شریف جناب مولانا ابوالوفار ثناء اللہ صاحب۔ السلام علیکم۔

ولیمہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ طعام الولیمۃ اول یوم حق وطعام یوم الثانی سنۃ وطعام یوم الثالث سمعۃ من سمع سمع اللہ بہ رواہ الترمذی واستغربہ یعنی دعوت ولیمہ اول روز (بعد نکاح) واجب ہے اور دوسرے روز کی دعوت سنت ہے، اور تیسرے روز کی دعوت شہرت ہے، اور جو کوئی شہرت کی غرض سے کرے شہرت کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ سنا کر عذاب کرے گا، ترمذی نے اس کو غریب کہا، اور حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں تحریر فرماتے ہیں ورجالہ رجال الصحیح ولہ شاهد عن انس عند ابن ماجۃ۔ یعنی راوی اس کے راوی صحیح بخاری کے، اور اس کا حدیث کا شاہد ہے انس سے ابن ماجہ کے نزدیک۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ دعوت ولیمہ بعد نکاح دو دن تک سنت ہے، بعد دو دن کے ولیمہ کرنا ٹھیک نہیں۔

مجھے یاد آتا ہے، کہ جناب مولانا ثناء اللہ صاحب کا صاحبزادہ میاں عطاء اللہ کی دعوت ولیمہ نکاح سے بہت دن کے بعد ہوئی، کیا مولانا اس کا ثبوت دے سکتے ہیں؟

علمائے کرام کی خدمت میں گذارش ہے، کہ نکاح کے تین چار مہینہ کے بعد ولیمہ کرنا جائز ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا نہیں، اگر کوئی اس کو مسنون سمجھ کر کرے، تو وہ بدعت میں شمار ہوگا یا نہیں، چونکہ یہ طریقہ ہندوستان میں جاری ہے، اس لئے اس مسئلہ کی تحقیق ضروری ہے امید کہ علمائے کرام ضرور توجہ فرمائیں گے۔
(احسان اللہ، سالک کوٹری دیناچپور)

اڈیٹر اس مسئلہ کے متعلق آپ نیل الاوطار جلد ۶ صفحہ ۹۲ دیکھ لیجئے تو نہ سوال کی حاجت ہوتی، نہ مذاکرہ کی، ولیمہ کی دعوت بعد نکاح ہے یا بعد زفاف؟ اصح یہ ہے، کہ بعد زفاف، اس لئے عطاء اللہ کا ولیمہ متصل نکاح نہیں ہوا، بلکہ بعد ملاپ ہوا، فافہم۔
(اہلحدیث امرتسر ۵ رجون ۱۹۱۴ء)

نکاح اُمِ کلثوم کا فیصلہ

شیعہ سنی میں عرصے سے یہ مذاکرہ زیر بحث چلا آرہا ہے، کہ حضرت عمر رض خلیفہ ثانی کا نکاح ام کلثوم بنت علی رض سے ہوا تھا یا نہیں؟ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے اس لئے محل نزاع نہیں ہونا چاہیے تھا، مگر چونکہ اس کا نتیجہ بخیال شیعہ گروہ شیعی عقیدہ کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے، اس لئے وہ اس نکاح سے انکار کرتے رہے، ان کے خیال میں حضرت عمر رض خلیفہ ثانی بوجہ عدم ایمان ام کلثوم بنت علی رض کے ساتھ نکاح کرنے کے اہل نہ تھے، اس لئے وہ اسی کوشش میں رہتے ہیں، کہ جس طرح بھی ہو، یہ نکاح ثابت نہ ہونے پائے،

واقعی بات یہی ہے، کہ اگر ام کلثوم بنت علی رض کا نکاح حضرت عمر رض کے ساتھ ہو چکا ہے تو حضرت موصوف مورد عتاب نہیں ہونے چاہئیں، اس صورت میں حضرت عمر رض فاروق رض پر عتاب کرنے سے مولی علی مرتضی رض محل عتاب ٹھہرتے ہیں، کیونکہ ایک مخالف کہہ سکتا ہے، کہ انہوں نے ایسی بزدلی کیوں دکھائی، کہ اپنی معصوم لڑکی ایک بددین کے حوالے کر دی (معاذ اللہ) پس بصورت ثبوت واقعہ نکاح دو حال سے خالی نہیں

(۱) حضرت عمر رض پکے مومن تھے (۲) یا حضرت علی رض ضعیف الایمان تھے۔

اخبار اہل حدیث میں یہ مضمون بارہا مدلل شائع ہوا ہے، جس کے جوابات شیعہ حضرات کی طرف سے آتے رہے، مگر اس دفعہ جو جواب آیا، وہ ہمارے نزدیک فیصلہ کن ہے، اخبار شیعہ نے اس کے متعلق ایک عجیب فقرہ لکھا ہے کہ

"ام کلثوم زوجہ عمر رض جو اپنے بیٹے زید کے ساتھ ۵۰ھ میں یا اس سے پہلے مرگئی تھی ہرگز بنت فاطمہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ تھی، بلکہ کوئی اور ام کلثوم تھی جس کو مؤرخین نے دھوکا کھا کر بنت علی رض لکھ دیا۔
(اخبار شیعہ ۲۱ راگست سنہ رواں صہ ۳)

شیعہ کا یہ فقرہ پڑھ کر ہمارے منہ سے بے ساختہ نکل گیا ؎

اہلحدیث راہ پر ان کو لے آئے ہیں ہم باتوں میں + اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

"شیعہ" کے اس فقرے سے دو باتیں تو یقینا ثابت ہیں، ایک یہ کہ ام کلثوم زوجہ عمر رض تھیں، دوسری یہ کہ ام کلثوم، ام زید (زید کی ماں) تھی۔

اب رہی تیسری بات کہ ام کلثوم موصوفہ بنت علی رض تھی یا کوئی اور تھی شیعہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ مؤرخین کو دھوکا لگا، اس لئے ہم مورخوں کے حوالے پیش نہیں کرتے، بلکہ شیعہ کی مستند کتاب حدیث "تہذیب الاحکام" سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں، ناظرین اسے غور سے پڑھیں۔

عن جعفر علیہ السلام قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنہا زید بن عمر بن الخطاب (کتاب التہذیب جلد دوم ص ۳۸۰ مطبوعہ ایران) امام جعفر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ ام کلثوم بنت علی رض اور اس کا بیٹا زید بن عمر بن الخطاب فوت ہو گئے الخ

ناظرین! یہ کتاب صحاح اربعہ شیعہ میں سے ایک مستند کتاب ہے، جس میں مسائل فقہیہ کو مستخرج کر کے شیعہ گروہ کے لئے واجب العمل احکام کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ ام کلثوم زوجہ عمر رض بنت علی تھی لا غیر۔

الحمد للہ۔ یہ پرانا جھگڑا اخبار شیعہ کے توسط سے باسانی طے ہو گیا، امید ہے کہ آئندہ شیعہ حضرات اس موضوع پر قلم نہیں اٹھائیں گے ؎

شکر للہ کہ میان من او صلح فتاد   صلح جویان بخوشی سجدہ شکرانہ زدند

(اہلحدیث ۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء)

www.KitaboSunnat.com

رسول خدا علیہ السلام خدا کے نور ہیں

بجواب "الفقیہ"

"الفقیہ" بذات خود اور اس کے نامہ نگار ایسے مدرسہ میں تعلیم پائے ہوئے ہیں، جہاں اخلاق کی کوئی کتاب داخل نصاب نہیں ہے، قلم ہاتھ میں لینے سے پہلے بدگوئی اور دشنام دہی کے پتھر پھینکنے لگ جاتے ہیں، ہم الفقیہ کو نصیحت نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ ہماری نصیحت کو برا سمجھے گا، ہاں استاد صاحب کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شعر پیش کیے دیتے ہیں جو فرماتے ہیں ؎

دہان خویش بدشنام میالا صائب ۔۔۔ ایں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

بطول مثال ہم "الفقیہ" کی ایک سرخی کا ذکر کرتے ہیں، جو الفقیہ مورخہ ۷ / ۱۴ اپریل میں یوں مرقوم ہے "اہل حدیث کی ٹرٹر" بقول استاد صائب اس کا جواب یہ ہونا چاہیے تھا "الفقیہ کی ٹک ٹک" مگر ہم ایسا کرنے کے عادی نہیں ہیں، کیونکہ ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ خیر اس تمہیدی نوٹ کے بعد ہم اصل مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں

ہمارا اور الفقیہ پارٹی کا اتفاق ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور خدا ہیں، مگر اس کی تشریح میں اختلاف ہے، الفقیہ پارٹی کا عقیدہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں، جس کی تشریح یہ شعر ہے، جو الفقیہ میں شائع ہوتا رہا ہے ؎

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر ۔۔۔ اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

ہم اس عقیدہ کو عقیدہ عیسائیہ، بلکہ عقیدہ کفریہ، بلکہ عقیدہ دہریہ سمجھتے ہیں ہمارے عقیدہ کی تشریح یہ ہے، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیدا کئے ہوئے نور ہیں، اسی طرح قرآن بھی خدا کا پیدا کیا ہوا نور مخلوق ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ (یعنی ہم نے قرآن کو تیرے دل میں نور بنایا)

اب قابل غور بات صرف اتنی رہ گئی، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور قدیم ہیں یا نور مخلوق ہیں، قدرتی تصرف ملاحظہ ہو، الفقیہ کے نامہ نگار باوجود سخت بدگوئی کرنے کے تصرف قدرت کے باعث یہ فقرہ بھی لکھنے پر مجبور ہوگئے، کہ:۔

"محمد مصطفےٰ علیہ السلام نور ہیں، خدا نے انہیں نور بنایا، اور نور فرمایا ہے"

(الفقیہ ۷ / ۱۴ اپریل ۳۶ء ص ۳)

اس فقرہ میں "بنایا" کا لفظ غور طلب ہے، جو دراصل خلق کا ترجمہ ہے، نتیجہ صاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیدا کئے ہوئے نور ہیں، جو نور خدا کی صفت ہے، وہ پیدا کیا ہوا نہیں ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ کی سب صفات ازلی ہیں، یہی ہمارا عقیدہ ہے، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور صفات سب خدا کی مخلوق ہیں، خدا کے ساتھ عینیت کا کوئی حصہ نہیں، بلکہ صحیح بات وہی ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔ اِنَّمَا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ، جس کا مطلب خلق کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ میں یہ ہے ؎

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

خواجہ صاحب حسن نظامی اور دہلی کے وہابی

خواجہ حسن نظامی صاحب یوں تو وحدت الوجودی ہیں اور ان کے کلمہ طیبہ کا مضمون ہے ھو الکل مگر وہ کسی خاص وجہ سے وہابیوں پر خاص نظر رکھتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے اخبار میں وہابیوں کا ایک شکایتی واقعہ یوں لکھا ہے

"وہابیوں کی دلچسپ حرکت" آج صبح نماز کے بعد درگاہ میں آئے، اور روضہ شریف کے روبرو کے سامنے مزار کی طرف پشت کرکے بیٹھ گئے، اور درگاہ والوں سے کہا تم نے یہ بت خانہ بنا رکھا ہے، ہم یہاں قبر پرستی روکنے آئے ہیں۔ امن پسند لوگوں نے بات کو بڑھنے نہ دیا، اور ان لوگوں کو سمجھا کر وہاں سے ہٹا دیا۔ میں نے یہ خبر سنی، تو ان لوگوں کی تعریف کی جنہوں نے رفع شر کیا تھا تاہم میرا فرض ہے، کہ میں اس قسم کی بے نتیجہ باتوں کا سدباب کروں"

(منادی دہلی، یکم جولائی ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۱)

اہلحدیث چونکہ خواجہ صاحب نے اس قسم کی حرکتوں کا سدباب کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس لئے ہم ان کو دوستانہ مشورہ دیتے ہیں، امید ہے وہ اس کو قبول فرمائیں گے۔

بقول مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم، وہابی پانچ قسم کے ہیں، ہم نے جہاں تک دیکھا، ان پانچوں قسموں میں ایک بات قدر مشترک پائی، وہ یہ ہے، کہ ان سے جھگڑا رگڑا اور مقدمہ بازی نہیں کرنی چاہیئے یہ لوگ طبیعت کے نرم اور سادہ مزاج ہوتے ہیں، ان کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے، کہ اپنے فعل کا ثبوت قرآن و حدیث یا فقہ کی کتابوں سے دکھا دیا جائے، ان بارہ وہابیوں کو بھی ہم مشورہ دیتے ہیں، کہ جو کچھ آپ نے درگاہ خواجہ نظام الدین میں دیکھا ہے، اس کا ثبوت خواجہ حسن نظامی صاحب اگر قرآن و حدیث یا فقہ کی معتبر کتابوں سے دکھا دیں، تو آپ لوگ بھی اسے قبول کریں، اس سے فارغ ہو کر آپ بارہ وہابی بزرگ اور خواجہ صاحب مع اپنے خدام و حشم کے کلیر اور اجمیر وغیرہ میں بزرگوں کے مزارات کا دورہ کریں، جو افعال وہاں دیکھیں، ان کا ثبوت ان تینوں شرعی کتابوں سے لے کر دفتر اہلحدیث میں بغرض اشاعت بھیجدیں، اگر خواجہ صاحب اس میں سستی کریں، تو ان کو شیخ سعدی مرحوم کا یہ شعر سنا دیں ؎

پندار سعدی کہ راہ صفا تواں رفت جز در پئے مصطفے

(۲۶ شعبان ۱۳۶۵ھ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھلا یہ بھی کوئی بڑی شرافت ہے

ہمارے دوست پنڈت بھوجدت جی (مسافر آگرہ) عرصہ سے بیمار ہیں، علالت وید پا ہونے کی وجہ سے آپ کو آگرہ سے شملہ تبدیل آب وہوا کے لئے لے گئے ہیں۔ آپ کی علالت کی خبر اخبار مسافر میں پڑھ کر خاکسار نے بھی عیادت کا خط لکھا، جس کا جواب ان کے صاحبزادے نے قلمی بھی دیا۔ اور اخبار میں درج کیا، جو یہ ہے:۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی شرافت

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں، آج کل پنڈت جی کی مزاج پرسی کے لئے چاروں طرف سے خطوط آرہے ہیں جن میں بہت سے خطوط پر سردہ لیڈروں، اخبارات کے معزز ایڈیٹروں اور ملک وقوم کے برگزیدہ سیوکوں کے شامل ہیں، اور ہم تہ دل سے ان سب بھائیوں اور بزرگوں کے بے حد مشکور ہیں لیکن سب سے زیادہ ہم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اڈیٹر اخبار اہلحدیث کے مشکور ہیں، جن کی طرف سے آج ہمیں خط موصول ہوا ہے

ناظرین سے یہ امر مخفی نہ ہوگا، کہ مولوی ثناء اللہ صاحب آج آریہ سماج کے سب سے بڑے مخالف ہیں، اور گذشتہ دس سال سے ہماری آپ کی تحریری وتقریری مٹھ بھیڑ ہوتی رہتی ہے، بسا اوقات مذہبی مباحثوں میں ایک دوسرے کے قلم وزبان سے سخت الفاظ بھی نکل جاتے ہیں لیکن ہم اس امر کو عرصہ دراز سے محسوس کر چکے ہیں، کہ مولوی صاحب آریہ سماج کے کمینہ مخالفوں میں سے نہیں، بلکہ بالطبع شریف وخلیق انسان ہیں، یہی وجہ ہے، کہ جس وقت طلبی ضمانت کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے آپ کا اخبار بند ہوگیا تھا، ہم نے دلی درد کے ساتھ اس طلبی ضمانت کے خلاف زور دار پروٹسٹ کیا تھا

بہر حال ہم اس عنایت کے لئے مولوی صاحب کا دلی خلوص کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں، کہ ملک کے مختلف مذاہب کے مدعی ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں پریم دپریتی کے تعلقات پیدا کرنے میں مولوی صاحب کی مثال سے سبق حاصل کریں گے۔

(مسافر آگرہ ۱۳ / نومبر)

اہلحدیث کسی مخالف مذہب کی بیمار پرسی کرنا، یا اس کی عیادت کو جانا اخلاق نبوت میں ادنی درجہ کی سنت ہے، مگر چونکہ آج کل ہم لوگوں کے جو مذہبی قومی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہلاتے ہیں، اخلاق اس قدر گر گئے ہیں، کہ اتنا معمولی کام بھی زمانہ کے لحاظ سے بڑا سمجھا جاتا ہے سو یہ ہماری اپنی کمزوری ہے سند جیسا تو یہ کہا تا لب ہے ۔

ہندو سے لڑیں نہ گبر سے بیر کریں
شر سے بچیں اور شر کے عوض خیر کریں
جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنم دنیا
وہ آئیں اور اس بہشت کی سیر کریں

(اہلحدیث امرتسر ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء)

تمت بالخیر

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

الحمد للہ کہ آج فتاوی ثنائیہ مع حواشی شریفیہ مع تشریحات مفیدہ کی تکمیل سے فراغت حاصل ہوئی، ایک بہت بڑا سفر تھا، جو بالکل بیکسی ناتوانی کی حالت میں شروع کیا گیا، بالآخر باری تعالیٰ نے منزل مقصود پر پہنچایا، باری تعالیٰ اس دینی علمی مجموعہ کو ملت اسلامیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے اور حضرت ثنائی مرحوم کو فردوس بریں میں جگہ دے۔ ان کی لغزشوں سے معاف فرمائے، اور حضرت محشی مولانا و استاذنا مولوی ابوسعید شرف الدین صاحب محدث دہلوی دامت برکاتہم کو دونوں جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے جن کی پاکیزہ دعاؤں اور مخلصانہ تعاون سے یہ کٹھن منزل آسان ہوئی، اور علمی اعانت فرمانے والے حضرات علماء کرام کو بھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، جنہوں نے اس کی ترتیب میں وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی مشوروں سے مجھ کو مشکور کیا، اور ان جملہ بزرگان اسلام کو بھی جن کے علمی فتاووں و قیمتی مقالہ جات نے اس مجموعہ کو چار چاند لگائے، نیز ان حضرات کو جنہوں نے دامے درمے سخنے اس میں میرا ہاتھ بٹایا۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رءوف رحیم۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی اصحابہ وآلہ اجمعین ۔

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب
ز ما ہر ذرہ خاک افتادہ جائے
غرض نقشے است کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمے بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند در کار ایں خادم دعائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ثنائی

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

کامل مجلد در سہ جلد ...... قیمت ۵۵/۔

تفسیر واضح البیان
ضمیمہ سورۃ فاتحہ
} مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
قیمت ۱۶/۵۰

ادارہ ترجمان السنہ

لاہور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ